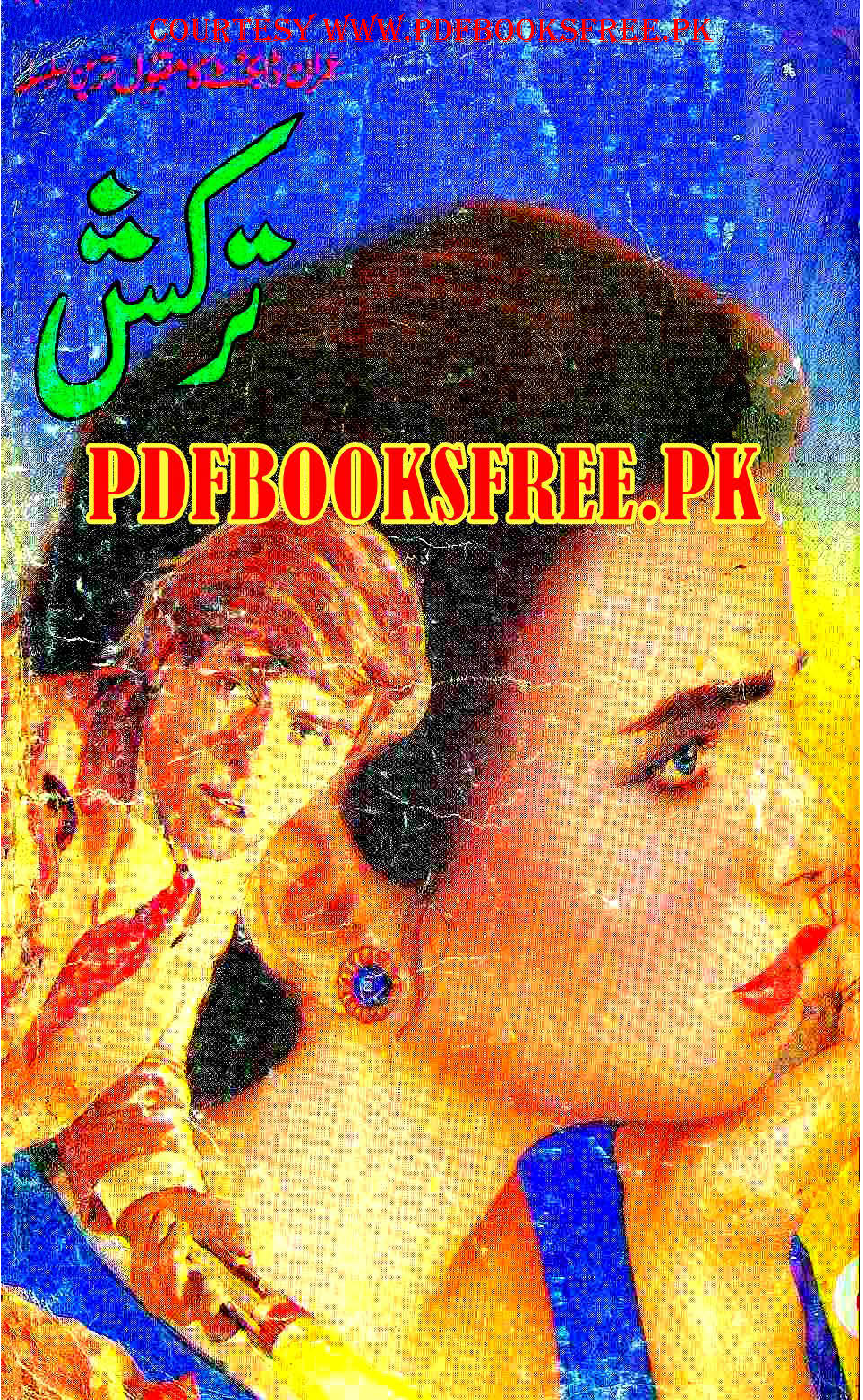

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK
PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

ترکش

ایم، اے، راحت

حصہ

دوم

مکتبۂ عمران ڈائجسٹ

۳۷۔ اردو بازار۔ کراچی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترکش

رنگ انسان کی شخصیت پر کیا اثر ڈالتے ہیں اور
وہ ان رنگوں کے زیرِ اثر کیا کیا نہ رنگ دکھاتا ہے،
ناقابلِ فراموش واقعات سے سجی سنوری ایک
ایک بہت بڑے آدمی کی سرگزشت جو بہت اچھا
انسان بھی تھا۔

عمران ڈائجسٹ کا ایک نیا تہلکہ خیز سلسلہ

فضیلا! ایلڈ مرکم میری اس شرارت پر بھونچکی رہ گئی تھی۔ میں خیمے کے نیچے سے رینگ کر اس کے خیمے میں داخل ہوگیا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ چند لمحات اس کے چہرے پر حیرت کے آثار رہے اور پھر وہ ایک دم ہنس پڑی۔

”اوہ میرے خدا، میرے خدا تم انسان ہو یا شیطان؟“

”اس کا تجزیہ تم بہتر طریقے سے کر سکتی ہو!“ میں نے پُراطمینان انداز میں بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کمال ہے، واقعی کمال ہے اس کا مطلب ہے کہ تم... تم، اور بے حد شریر انسان ہو تم۔"

"اگر تمہاری حیرت ختم ہو گئی ہو تو بات اس سے آگے بڑھائی جائے۔"

"بس میں تو... میں تو یونہی کہہ رہی تھی لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ تم نے اس شرارت سے کام لیا ہے، میں یہ سوچ رہی تھی کہ ہمارے خیمے الگ الگ ہیں۔ اگر کوئی واقعہ پیش آیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ایک دوسرے سے بے خبر رہ جائیں۔ لیکن تم نے جس چالاکی کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بارے میں، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"سوچ نہیں سکتی تھیں لیکن دیکھ تو لیا تم نے؟"

"ہاں دیکھ لیا اور اچھی طرح دیکھ لیا۔"

"اس کے بارے میں کوئی تبصرہ؟"

"کر چکی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"یہی کہ تم بے حد شریر ہو۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور میں ہنس پڑا۔

"کیوں؟ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"ہمارے ہاں لڑکیاں جب اس قسم کے الفاظ استعمال کرتی ہیں تو ہم ان سے دوسرا مطلب اخذ کرتے ہیں۔"

"کیا؟"

"یہی کہ وہ ہمیں پسند کرتی ہیں۔"

وہ مسکراتی رہی اور پھر چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"میں تمہیں ناپسند تو نہیں کرتی۔"

"اور اس کا اظہار؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے ہمارے ہاں کی لڑکیاں پسندیدگی کا اظہار کچھ دوسرے طریقے سے کرتی ہیں۔"

"افسوس میں تمہاری ثقافت سے ناواقف ہوں۔"

"اس کے باوجود مشرق کے خانہ بدوشوں کے بارے میں ایک کتاب لکھ رہی تھیں؟" میں نے کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا؟"

"نہیں تمہاری آج تک کہی ہوئی تمام باتیں بالکل سچ ہیں۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے مشرق کے خانہ بدوشوں پر کوئی کتاب نہ سہی ان خانہ بدوشوں سے ہمارا تعلق تو ہے۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"بھئی تم دیکھو نا ہربن کا معاملہ ان خانہ بدوشوں ہی سے متعلق ہے اور میں غیر اختیاری طور پر تمہارے سامنے سچ بول گئی تھی۔"

"یعنی تم نے خانہ بدوشوں کا تذکرہ اس لیے کر دیا تھا کہ وہ تمہارے ذہن میں موجود تھے؟"

"سو فیصدی، میرے ذہن میں تو تم بھی موجود تھے۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھے تمہارے بارے میں بتایا گیا تھا اور یہ کہا گیا تھا کہ اگر یہاں اس کارروائی کے سلسلے میں تمہارا ساتھ مجھے حاصل ہو جائے تو مجھے بہت زیادہ کامیابیاں نصیب ہو سکتی ہیں اور میں جان بوجھ کر تم سے ملی تھی۔ یعنی میرے ذہن میں یہ بات موجود تھی کہ تم ہی وہ شخص ہو جو میری مدد کر سکتے ہو۔ بس اپنے طور پر میں تمہیں آزمانے کا فیصلہ کر چکی تھی اور بعد میں یہ ثابت ہوا کہ وہ فیصلہ احمقانہ تھا۔"

"کیوں، احمقانہ کیوں؟"

"اگر ذرا سی چالاکی سے کام لے جاتی تو تمہاری قید میں ہوتی اور اس کے بعد پتا نہیں تم میری بات پر یقین کرتے یا نہ کرتے۔"

"تم جس قدر خوبصورت ہو زیلا ایڈمن اس کے بعد تمہاری ہر بات پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لینے کو جی چاہتا ہے۔"

"بکواس کرتے ہو تم بے حد شریر انسان ہو۔"

"کیوں کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا؟"

"یقین کرنے کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔ تم مجھے خوبصورت کہہ کر میری ہر بات پر یقین کرنے کا دعویٰ کر رہے ہو اور مجھ سے ملاقات کے دوسرے ہی دن میرے سامان کی تلاشی لینے پر آمادہ ہو گئے۔"

"دراصل تمہاری شخصیت کے بارے میں سب کچھ جان لینا چاہتا تھا۔ حسین لڑکیاں تو سب کی توجہ کا مرکز ہوتی ہیں اور انسان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بارے میں سب کچھ جان لے۔"

"باتیں بنانے میں تم سب سے بڑے فنکار ہو۔"

"میرے اور بھی بہت سے فنون ہیں بشرطیکہ تم انہیں آزمانے کا فیصلہ کر لو۔" وہ ہنسنے لگی پھر اس نے کہا۔

"آنے والا وقت ان سے بھی روشناس کر دے گا مجھے۔"

"ہاں اور اس وقت کا آغاز ہو چکا ہے۔" میں نے کہا اور اطمینان سے اس کے خیمے میں دراز ہو گیا۔

"ارے ارے یہ کیا؟ کیا تم یہاں سونے کا ارادہ رکھتے

ہو۔ میں تمہارے خیمے میں چلی جاتی ہوں۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کیا کہا تھا؟"

"وہ تو... وہ تو بس یونہی میرا مطلب تھا کہ کچھ باتیں کرنے کو دل چاہ رہا تھا۔"

"تو باتیں کرو۔"

"تم نے عجیب سی باتیں شروع کر دیں۔"

"مس زیلا ایڈمن، میرا خیال ہے ہمیں بہت زیادہ تکلف سے کام نہیں لینا چاہیے۔ تم آخری لہجے میں کہہ دو کہ میں اپنے خیمے میں چلا جاؤں۔ میں چلا جاؤں گا۔ ہمارے تمہارے درمیان احترام کا ایک رشتہ بھی ہے۔"

"برا مان گئے میری بات کا۔" اس نے میرے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"بالکل نہیں، یہ الفاظ دراصل دوسرے قدم کے طور پر اٹھائے گئے تھے۔"

"اوہ مائی گاڈ، مائی گاڈ میں کیا کہوں؟" اور اس کے بعد اس کے کہنے سننے کے تمام راستے بند ہو گئے۔ جب کہا نہیں جاتا تو سنا جاتا ہے اور سنا بھی نہیں جاتا تو... تو، اور اس کے بعد زیلا ایڈمن کے اور میرے درمیان تکلفات کے تمام پردے ختم ہو گئے۔ وہ میرے بالکل قریب آ گئی اور ہمارے درمیان ایک اور رشتہ قائم ہو گیا۔ محبوبیت کا رشتہ۔

دوسری صبح اس نے معمول کے مطابق ناشتا تیار کیا تھا اور مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ میرے خیال میں لوگ احمق ہوتے ہیں۔ ذرا کوشش نہیں کرتے مختلف انداز کی کوشش اور زندگی کے مستقل جھمیلوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ بیوی کا تصور ایک الگ حیثیت رکھتا ہے اور اس تصور میں بے شمار لوگ صرف چند چیزوں کو شامل کرتے ہیں۔ ایک اچھا گھر، ایک اچھا ساتھی، اچھا دوست اور حسین لمحات میں خوشگوار انداز اختیار کرنے والا۔ اس کے بعد کے جو تصورات ہوتے ہیں وہ میرے اپنے نزدیک احمقانہ تصورات ہوتے ہیں۔ یعنی محبت، عشق اور اس کے بعد بچوں کی فوج۔ یہ سب بے کار باتیں ہیں۔ دنیا کی ہر لڑکی محبوبیت رکھتی ہے اور اس کے ساتھ اگر کچھ لمحات مل جائیں تو اس کا انداز ان تمام عورتوں سے مختلف نہیں ہوتا جو بیویاں بن کر زندگی بھر کے لیے گھر میں ڈیرہ ڈال دیتی ہیں۔ ایسی بیویوں سے کیا فائدہ جن کے سر اچھے اور برے مزاج کو برداشت کرنا پڑے اور اس کے بعد زندگی ایک مجبوری بن جائے۔ ذرا سی کوشش کر کے ایسی چلتی پھرتی بیویاں حاصل کر لی جائیں تو زندگی کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور اس کے بعد کوئی مسئلہ بھی درپیش نہیں ہوتا۔

اس نے اسی انداز میں ناشتا بنا کر میرے سامنے پیش کیا جیسے صبح ہی صبح سگھڑ اور گھریلو قسم کی شوہر پرست بیویاں شوہروں کو ناشتا پیش کرتی ہیں اور شوہر بلاوجہ اداکاری کرتے ہیں اس مرغے کی مانند جو چھ سات مرغیوں کے ساتھ سینہ پھلائے کڑکڑاتا پھرتا ہے۔ بہر طور زیلا اور میں نے ناشتا کیا۔ ناشتے کے بعد اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ صورت حال کافی سنگین ہے۔ ہربن کا معاملہ ابھی تک کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ یہاں آنے کے بعد بھی مجھے ابھی تک یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ ہربن نے ان لوگوں کے درمیان کیسے جگہ بنائی ہو گی؟"

"مشکل کام نہیں ہے۔ یہاں آنے کے بعد یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ یہاں غیر ملکیوں کے لیے کچھ عرصے کے لیے جگہ بنا لینا مشکل نہیں ہے۔ البتہ اس بات پر تم پورا یقین رکھو کہ یہاں کے لوگوں کو دھوکا دینا بہت مشکل کام ہے۔ بے شک یہ سادہ لوح ہیں لیکن اگر کوئی غیر ملکی یہاں آنے کے بعد ان کے درمیان شامل ہو جائے اور انہیں بے وقوف بنانے کی کوشش کرے تو یہ اس کے لیے بہت خطرناک قدم ہو گا کیونکہ جب بھی انہیں اس بات کا علم ہو گا۔ اس کے بعد جو کچھ ہو گا وہ ناقابل تصور ہو سکتا ہے۔"

"تم نے یہ ٹرانسمیٹر کہاں سے حاصل کیا۔ مجھے بتانا پسند کرو گے؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" جواب میں، میں نے اسے ٹرانسمیٹر کے حصول کی پوری کہانی سنا دی تھی۔ زیلا ایڈمن خاموشی سے میرا چہرہ دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"راجر ویرسال یہاں یقینی طور پر جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کر رہا ہے لیکن اس بات سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ویسے وہ دہشت گرد ہے اور اپنی کارروائیوں کے لیے بے حد مشہور۔ وہ ان دونوں قبیلوں کو آپس میں لڑوا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔"

"تو پھر اب تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"بھئی یوں سمجھو کہ صنف قوی تو تم ہو میں تو صنف نازک میں شمار ہوتی ہوں۔"

"تمہاری نزاکت بھی بے حد خوفناک ہے۔ میں تمہارے بارے میں تمام معلومات حاصل کر چکا ہوں۔"

"ایک بات بتاؤ؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میرے اچانک اس طرح جرمنی چلے جانے سے تمہیں دکھ ہوا تھا؟"
"ہاں بہت زیادہ۔"
"کیوں؟"
"اس لیے کہ ہم دونوں تو ایک دوسرے کو جان بھی نہ سکے اور تم مجھ سے علیحدہ ہو گئیں۔ حالانکہ ہمارا پہلا تعارف بہت ہی خوشگوار تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولی۔
"میں بھی تمہیں ایک بات سچ سچ بتاؤں۔"
"ضرور بتاؤ، اگر تمہارا دل چاہے تو۔"
"میری واپسی صرف تمہاری وجہ سے ہوئی ہے۔"
"کیا مطلب؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"میں وہاں جا کر تمہیں نظرانداز نہیں کر سکی۔"
"پھر کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔
"میں نے کوششیں شروع کر دیں کہ میں واپس یہاں آ جاؤں۔ یقینی طور پر میں یہ بات جانتی تھی کہ اب تم سے ملاقات انہی پہاڑوں میں ہوگی اور میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔"
"گویا تمہارا مطلب ہے کہ تم صرف میرے لیے واپس آئی ہو۔"
"ہاں آئی تو تمہارے لیے ہی ہوں لیکن اپنے طور پر سرکاری طور پر مجھے اسی سلسلے میں کام کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے اور میری یہاں آمد میری کوششوں کا نتیجہ تھی۔ ویسے چند اور لوگوں کو بھی تیار کیا جا رہا ہے کیونکہ برلن کا مسئلہ بہت گہرا ہے اور میرا ملک اس بات کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔ لیکن میں وقت سے بہت پہلے آ گئی ہوں۔ البتہ یہ ضرور چاہتی ہوں کہ اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد یہ سہرا میرے ہی سر بندھے۔ میرا مطلب ہے میری آمد بے کار نہ جائے۔"
"میں اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"
"کچھ نہیں، میں تم سے کوئی مدد نہیں مانگ رہی۔ یہ نہ سوچنا کہ اس طرح تمہاری قربت حاصل کرنے کے بعد میں تم سے ذاتی طور پر کوئی ایسا فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔" میں ہنسنے لگا۔ ایسے فائدے تو میں بہت سی خوبصورت لڑکیوں کو پہنچا چکا تھا۔ ایک اور لڑکی کو بھی۔ مجھے اپنے نام کے ساتھ بہت سے تمغے آویزاں کرنے کی چاہت نہیں تھی اور میں ان باتوں کو تیسرے درجے کی باتیں قرار دیتا تھا۔ بہرطور ہم بہت دیر تک یہ گفتگو کرتے رہے پھر اس نے کہا۔
"اچھا اب یہ بتاؤ اس سلسلے میں کس انداز میں کام شروع کرنے کا ارادہ ہے؟"
"میں نے ایک جملہ کہا تھا تم سے اس کی وجہ تھی۔"
"کون سا جملہ؟"
"میں نے کہا تھا ناں کہ تم مجھ سے شادی کر لو۔"
"میں اب بھی یہی سمجھتی ہوں کہ وہ صرف شرارت تھی۔"
"ہاں شرارت تھی لیکن اس کی ایک عملی شکل بھی ہو سکتی ہے۔"
"کیا؟"
"ہمارا اس لباس میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس کے بجائے اگر ہم مقامی لباس اختیار کر لیں اور مقامی لوگوں کا انداز بھی اختیار کر لیں تو ہمیں یہاں گھلنے ملنے میں آسانی ہو گی اور اس طرح ہم ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر باآسانی جاری رکھ سکیں گے۔ موجودہ کیفیت میں ہم غیر ملکی نہ ہی مگر غیر مقامی ضرور قرار پائیں گے اور غیر مقامیوں پر ان کی نگاہیں سخت ہوں گی۔"
"تمہاری مراد ازجرویر سال سے ہے؟"
"سو فیصدی، ازجرویر سال بھی اور ہربن سیموئیل بھی۔"
"ہوں، بات سمجھ میں آ رہی ہے لیکن ایک بات بتاؤ؟"
"کیا؟"
"تم مقامی زبان بول سکتے ہو؟"
"بدقسمتی سے نہیں۔"
"تو پھر کام کیسے چلے گا؟"
"کمال کرتی ہو گونگے پوری دنیا کی قوموں میں پائے جاتے ہیں۔ کیا ہم دونوں گونگے نہیں بن سکتے۔" وہ ہنس پڑی پھر بولی۔
"ذرا ان نیچرل سی چیز ہو جائے گی۔"
"کیا مطلب؟"
"ایک گونگا تو برداشت کیا جا سکتا ہے لیکن دو دو...."
"بہرطور کسی نہ کسی طرح کام چلا لیں گے۔ مقامی لباس کا حصول بہت آسان ہوگا اور ایک بات اور بھی بتاؤں؟"
"ضرور بتاؤ۔" وہ ہنستی ہوئی بولی۔
"اس لباس میں تم بے حد خوبصورت نظر آؤ گی۔" اس نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔
"اس میں کوئی شک نہیں میں اپنے آپ کو خوبصورت تو نہیں کہہ سکتی لیکن مقامی عورتوں کے لباس اور ان کا حسن مجھے پسند آیا ہے۔ مگر اس لباس کا حصول؟"
"یہ کون سا مشکل کام ہو گا؟"
"ویسے ایک بات اور بھی ہے غیر ملکی سیاحوں کی یہاں اچھی خاصی آمد و رفت رہتی ہے۔ اگر ہم یہ سب کچھ نہ کریں تب بھی ہمیں کوئی بہت بڑی مشکل درپیش نہ ہو گی۔"

"ہو گی۔" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
"بہرطور میں تم سے اختلاف نہیں کروں گی اور ایک بات اور بھی بتاؤں۔ زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ میں کسی کے ماتحت رہ کر کام کر رہی ہوں۔"
"ایک معاہدہ کر لیتے ہیں آپس میں۔"
"کیا؟"
"میں اسے تمہارے سامنے دہرا کر تمہیں ہدایت دے سکتا ہوں ویسے رات کی تنہائیوں میں وہ لمحات جب ہم دونوں سکون کی آغوش میں پہنچنے کی کوشش کریں تو تمہیں میرا ہی ماتحت رہنا ہو گا۔"
"ناٹی بوائے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد ہم نے بستی میں ایسے لباس کے حصول کی کوشش شروع کر دی جو مقامی ہو اور ایسے لباس کا حصول بہت زیادہ مشکل ثابت نہ ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زیلا ایڈمن مقامی لباس پہن کر اس قدر خوبصورت نظر آنے لگی تھی کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کوئی مقامی شخص اسے دیکھ کر اس کے لیے خطرہ نہ بن جائے۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا۔
"تمہیں اپنا چہرہ بھی ڈھکنا ہو گا۔"
"اوہ یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔"
"مقامی عورتیں اپنا چہرہ ڈھک لیتی ہیں۔ ویسے تمہارے جرمن ہونے کی وجہ سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے۔"
"ضروری لمحات میں ہم ایک دوسرے کے ماتحت بن سکتے ہیں۔"
"کچھ تفصیل۔" اس نے کہا۔
"کوئی بات تمہارے ذہن میں زیادہ واضح ہو تو تم ایک آفیسر کی حیثیت سے مجھے حکم دے سکتی ہو کہ میں یہ عمل کروں اور... اگر میرے ذہن میں کوئی ایسا مسئلہ آئے تو میں...
"کیا؟"
"مقامی لوگوں کی خوبصورتی تم نے دیکھی ہے۔ دودھ جیسے سفید چہرے اور حسین حسین خدوخال۔ تم بھی ان سے مختلف نہیں ہو کم از کم تمہیں دیکھ کر کوئی یہ اندازہ نہیں لگا سکے گا کہ تم مقامی باشندہ نہیں ہو لیکن تم جس قدر خوبصورت ہو اس سے مقامی باشندے تمہاری جان کے درپے ضرور ہو سکتے ہیں۔"
"اوہ مائی گاڈ۔ میں اپنا چہرہ ضرور ڈھک لوں گی۔" خاص قسم کا ایک نقاب میں نے زیلا ایڈمن کو فراہم کر دیا۔ میں نے خود بھی مقامی لباس پہن لیا تھا اور زیلا ایڈمن نے اپنا قرض بھی چکا دیا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
"اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"
"اس کا جواب تم سے مل سکتا ہے۔"
"بس میں کوئی جواب نہیں دوں گی۔"
"جانے دو پھر کیا ضروری ہے؟"
"اچھا اب یہ بتاؤ ارادہ کیا ہے؟"
"کیا اس بستی میں قیام کرنا چاہتی ہو؟"
"نہیں، یہاں رہ کر کیا کریں گے۔ ویسے یہاں کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ یہاں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہمارے لیے قابل توجہ ہو۔"
"تو پھر یہاں سے آگے بڑھتے ہیں اور منزل کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ ازجرویر سال اگر ہمارے ساتھ لگ جائے تو کم از کم یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے ہربن سیموئیل کے بارے میں کیا کیا کچھ کر لیا ہے۔"
"وہ ہمارے ہاتھ کیسے لگ جائے گا؟" زیلا ایڈمن تعجب خیز لہجے میں بولی۔
"کوشش کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ لگ جائے۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔
"لیکن یہاں سے آگے بڑھنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرو گے؟"
"مقامی لوگ زیادہ تر خچروں پر سفر کرتے ہیں۔ ویسے گھوڑوں کا حصول بھی ہمارے لیے مشکل نہیں ہو گا لیکن خچر کا سفر کر کے تم ایک طرح سے یوں سمجھو کہ خانہ بدوشوں کی زندگی سے متعلق درحقیقت معلومات حاصل کر لو گی۔"
"مجھے تمہاری کسی بھی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ایسے لمحات میں کسی بھی لڑکی کو میری کسی بھی بات پر کوئی اعتراض نہیں ہوا کرتا تھا۔ میں اس سے بخوبی واقف تھا۔ اور اپنی انہی خوبیوں کی بنا پر میں خود کو بہت کچھ سمجھنے لگا تھا۔ بہرطور اس کے بعد ہم نے مزید خریداری شروع کر دی۔ دو خچروں کا حصول کوئی مشکل کام ثابت نہ ہوا۔ کرائے کے خچے واپس کر کے اپنے لیے ایک بڑا خیمہ بھی حاصل کر لیا اور ایسی تمام ضروریات کی چیزیں بھی یہاں دستیاب ہو گئیں جو ہمارے سفر میں کام آ سکتی تھیں۔ کھانے پینے کا بھی معقول ذخیرہ جمع کر لیا۔ زیلا ایڈمن خصوصی طور پر مجھے ہدایات دیتی رہی تھی اور میں نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔
"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم ایک گھر بنا رہے ہوں اور گھرستی کا سامان جمع کر رہے ہوں۔" وہ بھی ہنس پڑی پھر بولی۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یقین کرو خود میرے دل میں بھی ایسا ہی تصور تھا۔"
"کیا یہ تصور حقیقت کی شکل نہیں اختیار کر سکتا۔" میں نے کہا اور وہ ایک لمحے کے لیے سنجیدہ سی ہو گئی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔
"مجھ سے اس بات کا جواب مت مانگو۔" میں دل ہی دل میں خوفزدہ ہو گیا۔ درحقیقت کوئی جذباتی گفتگو کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ خواتین کے بارے میں کچھ مخصوص تجربات محدود تھے میرے۔ ان کا تعلق خواہ کسی بھی ملک سے ہو۔ ان کا انداز فکر تقریباً یکساں ہی نظر آتا ہے اور انداز فکر کی یہ یکسانیت ہی انتہائی خوفناک ثابت ہوتی ہے۔ محترمہ زیلا ایڈمن مقامی زبان میں گفتگو کر رہی تھیں۔ اور مجھے محتاط رہنا چاہیے تھا کیونکہ یہ زبان بہرطور خطرناک ہی ثابت ہو سکتی ہے۔
ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ ہم نے اسلحے کا خصوصی بندوبست بھی کیا تھا اور ان علاقوں میں سب سے خوبصورت بات یہی ہے کہ یہاں اسلحے کے حصول میں کوئی دقت نہیں ہوتی جس قسم کا اسلحہ چاہا ہو با آسانی حاصل کر لو اور اس کے لیے کوئی خاص پریشانی کا مسئلہ بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ زیلا ایڈمن اس سلسلے میں میری معاون کار رہی۔ ویسے شاید مقامی لوگوں کو اس بات پر حیرت ضرور ہوئی ہو گی کہ اسلحے کے انتخاب میں کسی عورت کے مشورے کو اہمیت دی جا رہی ہے۔ بہرطور دکان والے بے وقوف نہیں ہوتے کہ اپنا کاروبار خراب کریں اس لیے اس سلسلے میں کسی نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ زیلا ایڈمن نے جس اسلحے کا انتخاب کیا وہ بہت نفیس، ہلکا اور شاندار استعمال کے قابل تھا۔ اس کے بعد ہم تمام چیزوں سے لیس ہو گئے اور یہاں مزید کسی شے کی ضرورت نہ رہی۔ چنانچہ ہم نے آگے کا سفر شروع کر دیا اور سب سے پہلے یہ بستی چھوڑ دی۔ بستی کے اطراف کے بارے میں میرے خیالات کچھ بہت زیادہ بہتر نہیں تھے۔ یہاں کسی بھی لمحے کوئی خطرہ پیش آ سکتا تھا اور یہیں ہر لمحے محتاط رہنا تھا۔ وہ ٹرانسمیٹر بھی میرے پاس موجود تھا جو بڑی محنت سے ہاتھ لگا تھا۔ اور اس کے بعد سے اب تک میں نے اسے اپنے ساتھ ہی رہنے دیا تھا۔ غرضیکہ صورت حال ابھی تک ہمارے لیے بہت زیادہ امید افزا نہیں تھی لیکن میری فطرت کے بارے میں شاید زیلا ایڈمن کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ میں دنیا کی ہر چیز کو نمبر دو قرار دیتا ہوں اور اپنے مزاج کو نمبر ایک۔ ظاہر ہے مجھ پر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی تھیں، وہ یقینی طور پر میری شخصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی تھیں لیکن جو کام مجھے آگے کرنا تھا وہ اپنے مزاج کے مطابق ہی کرنا تھا اور یہ بات میرے کرم فرما حضرات جانتے تھے کہ اس سلسلے میں وہ مجھ پر کوئی پابندی عائد کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ کوئی بھی مشکل ہو کام وہی ہو گا جو میری مرضی اور میری پسند کے مطابق ہو۔
بہرطور یہ سفر بہت دلچسپی کے ساتھ جاری رہا۔ زیلا ایڈمن کے مطابق حالات کے بارے میں تجربے میرے لیے دلچسپی کا باعث تھے اور یوں بھی محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اپنی کسی محبوبہ کے ساتھ سیر و سیاحت یا پھر کسی بیوی کے ساتھ ہنی مون پر آیا ہوں۔ اس دوران مجھے اپنے وہ چاروں احمق دوست یاد آئے جو میری تقدیر پر رشک کیا کرتے تھے اور میرے بارے میں بڑی حسد آمیز گفتگو کرتے تھے۔ بہرطور انہیں اس صورت حال کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ میں ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ کام کی باتیں بھی سوچتا جا رہا تھا۔ میرے سامنے دو مسئلے تھے، راجر ویرسال میری منزل نہیں تھا البتہ وہ میرے راستے کی رکاوٹ ضرور تھا لیکن سب سے بڑی مشکل ہرمن سیموئیل کی تلاش تھی۔ آخر یہ ہرمن سیموئیل کہاں مر گیا ہے اور مقامی لوگ اس کے بارے میں اندازہ کیوں نہیں لگا پاتے۔ ایک خیال یہ بھی ذہن میں آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہرمن سیموئیل نے یہ جگہ ہی چھوڑ دی ہو اور کوئی ایسا چکر چلایا ہو کہ تمام لوگوں کو اس کی یہاں موجودگی کے امکانات محسوس ہوں۔ وہ تصویر بے شک زیلا ایڈمن کو خصوصی طور پر حاصل ہوئی تھی لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس تصویر کے بعد ہرمن سیموئیل یہاں سے چلا گیا ہو لیکن راجر ویرسال، راجر ویرسال آخر کس سلسلے میں یہاں آیا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ اسے بھی اس کی یہاں موجودگی کے امکانات نظر آئے ہیں۔ لیکن... لیکن غلطی تو ہر شخص سے ہی ہو سکتی ہے اور ہونا چاہیے مگر اس سلسلے میں کیا ہونا چاہیے۔ زیلا ایڈمن ایک ذہین عورت تھی۔ میں نے اس بارے میں اس سے گفتگو کر لینا مناسب سمجھا۔
"ہرمن کے سلسلے میں مجھے ایک اور شبہ ہے زیلا۔"
"کیا؟"
"ہم صرف ایک مفروضے کے سہارے کام کر رہے ہیں۔ یعنی وہ تصویر جو تمہیں دستیاب ہوئی ہے۔"
"کیا تمہارے خیال میں وہ ہرمن نہیں ہے۔"
"میرا خیال بالکل نہیں۔"
"پھر؟"
"کیا ضروری ہے کہ اس کے بعد سے وہ یہاں موجود ہو۔"
"ہاں۔" زیلا نے پرخیال انداز میں کہا۔ "بعض اوقات

میں بھی اسی انداز میں سوچنے لگتی ہوں۔"
"اس کی ایک وجہ اور بھی ہے۔"
"کیا؟"
"تم نے ان پہاڑوں کے ماحول پر غور کیا ہے؟"
"کیوں نہیں۔"
"یہ ہوشیار اور باخبر لوگ ہیں۔ بیشک یہاں سیاح اور دوسرے اجنبی آتے رہتے ہیں لیکن یہ ان سے بے خبر نہیں نظر آتے۔"
"اندازہ ہوتا ہے۔"
"ان حالات میں ہرمن یہاں کیسے وقت گزار رہا ہے۔"
"بیشک مشکل کام ہے۔ لیکن پھر تمہارے خیال میں راجر ویرسال یہاں کیا کر رہا ہے؟"
"یہ علاقے منشیات کے سلسلے میں بھی مشہور ہیں۔"
"تمہارے خیال میں اس کی یہاں آمد...؟"
"امکانات تو ہیں۔"
"نہیں ہیں۔" زیلا نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔
"کیوں؟"
"اس لیے کہ راجر ویرسال نے کبھی منشیات کی اسمگلنگ میں ہاتھ نہیں ڈالا۔ اسے اس کاروبار سے نفرت ہے۔ تم نے شاید ایڈ لاٹ اور روبرٹ کا نام سنا ہو۔ یہ منشیات کے بہت بڑے اسمگلر تھے۔ ویرسال نے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔"
"اوہ۔ دلیل مضبوط ہے۔"
"ہمارے پاس اس کے علاوہ چارہ کار بھی تو نہیں ہے۔ بس ایک ترکیب سمجھ میں آتی ہے۔"
"کیا؟"
"ہم اپنا کاروبار جاری رکھیں۔ خاص طور سے یہ کوشش کریں کہ کسی طرح ویرسال ہماری نگاہوں میں آ جائے۔ اس کا تعاقب کرنے کے سلسلے میں ہمارے پاس جادو کی مشین نہیں ہے کہ اس کے ذریعے مجرم کا پتا لگا کر اسے پکڑ لیں۔ اور پھر پہاڑوں کی یہ زندگی تمہارے ساتھ بہت خوبصورت لگتی ہے۔ ہم کسی مشکل کا شکار تو نہیں ہیں۔" زیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
مجھے ہنسی آ گئی۔ زیلا نے سچ مچ ہنی مون خود پر طاری کر لیا تھا۔ ایسے میں اس کی بات کا قائل ہو گیا تھا۔ ایک پہاڑی قبائلی کے انداز میں زندگی کے یہ لمحات زیلا کی معیت میں مجھے بھی دلکش لگتے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا بازو تھام لیا۔ "تمہارا خیال درست ہے۔"
زیلا کے ان الفاظ کو مجھ سے زیادہ وہ پسند کرنے والا اور کون ہو سکتا تھا۔ وہ بے چاری یہ بات بھلا کیا جانتی تھی کہ میری شخصیت کیا ہے۔ اسے تو صرف میرا اتنا ہی تعارف مل سکا تھا کہ میں اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کے لیے ایک اہم نمائندہ کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرتا ہوں۔ اور اس سلسلے میں کچھ کارنامے میرے نام سے منسوب تھے۔ جن کی بنا پر اسے میرے بارے میں معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ یہ بات وہ بالکل نہیں جانتی تھی کہ اس حیثیت تک آنے میں بھی میری اس شخصیت کو دخل رہا ہے۔ اور شہباز احمد صاحب نے درحقیقت میرے بارے میں جو فیصلہ کیا وہ انہی وجوہات کی بنا پر تھا۔ ہو سکتا ہے بعض لوگ اس بات کو ذہنی طور پر قبول نہ کرتے ہوں۔ اور سوچتے ہوں کہ انسانی زندگی میں مقصد ایک بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مقصد کے بغیر جو کام بھی کیا جائے وہ ناپائیدار ہوتا ہے۔ لیکن روایات کو بدلنے کا شوق ہی تو مجھے اس زندگی میں لانے کا باعث بنا تھا۔ ایک طویل عمر میں نے اختلافات میں گزاری تھی۔ اور تیمور جمال صاحب بہت عرصے تک یہی نہ سمجھ پائے تھے کہ ان کا بیٹا کن راستوں کا مسافر ہے۔ بعد میں جب انہیں اس سنگین صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے فیصلہ بھی میرے حق میں ہی کیا تھا۔ اگر شدت پسندی پر آمادہ ہو جاتے اور مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے تو میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے نتائج کیا ہوتے؟ لازمی طور پر ایک مجرم تخلیق ہو جاتا۔ اور اس کے بعد جرم کی دنیا میں بہت سے نئے جرائم کے اضافے ہونے لگتے۔ میری زندگی کا اہم مقصد اپنی پسند کی تفریحات تھا۔ اور اس کے بعد باقی تمام معاملات آتے تھے۔ زیلا ایڈمن نے مجھے جو پیشکش کی تھی وہ میری پسند کے عین مطابق تھی۔ یعنی میں تفریحات کرتا رہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر کام ہو جائے تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے اس کی یہ پیشکش خلوص دل سے قبول کر لی تھی۔ ویسے بھی جرمن حسینہ میرے لیے ابھی بہت دلکش تھی۔ اور اپنی فطرت کے مطابق میں یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ اسے ایک طویل عرصے تک اپنی محبت کا یقین دلا سکتا ہوں۔ چنانچہ ہم لوگوں نے اپنا طریقہ کار بدل لیا۔ جرمن عورتوں کے بارے میں ویسے بھی سنا گیا ہے کہ وہ بہت زیادہ سعادت مند اور فطری طور پر کسی حد تک مشرق سے مطابقت رکھتی ہیں۔ زیلا کا جائزہ لینے سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ ان روایات میں سچائیاں پائی جاتی ہیں۔ اور یہ کیسے مزے کی بات تھی کہ اس وقت اپنے اپنے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ملک کے دو اہم ترین افراد ایک مختلف زندگی گزار رہے تھے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ ان علاقوں کے مناظر اس قدر حسین تھے اور یہاں جگہ جگہ ایسی خوبصورت چیزیں نظر آ رہی تھیں کہ ہم ان سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے۔ زیلا نے کہا۔

"یورپ کے بیشتر مقامات کی سیر کی ہے میں نے۔ اور حسین ترین جگہوں کو دیکھا ہے۔ بے شک اُدھر کے رہنے والوں نے اپنی ذہانت اور ہوشیاری سے اپنے علاقوں کو جنت بنا دیا ہے۔ لیکن تم لوگ اس سلسلے میں بےحد خوش قسمت ہو کہ تمہیں اپنے لیے خود کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ بلکہ قدرتی طور پر تمہیں ایسے وسائل سے مالا مال کیا گیا ہے جو تمہارے لیے بہت قیمتی ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"ان علاقوں کو دیکھ کر مجھے رشک آتا ہے۔ ان علاقوں میں جو قدرتی حسن پایا جاتا ہے اس کی مثال یورپ کے بیشتر ممالک نہیں دے سکتے۔ حالانکہ قدرتی مناظر کی بنا پر یورپ کے بہت سے ممالک بھی بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ لیکن یہاں جو سادگی ہے اس کا جواب اس طرف نہیں ملتا۔"

"شکریہ۔ میں سمجھتا ہوں اس میں میری تعریف بھی چھپی ہوئی ہے۔" زیلا میرے الفاظ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی اور پھر ہنس پڑی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں تم اپنی ذات میں منفرد ہو۔"

"ان پہاڑوں کی مانند؟"

"یقیناً ان پہاڑوں کی مانند۔" اس نے اعتراف کیا اور اس اعتراف کا اصل لطف وہی لے سکتے ہیں جنہیں زندگی میں اس کے مواقع ملے ہوں۔ زیلا میرے ساتھ بہت خوش تھی۔ اور درحقیقت اس وقت اس نے مجھ سے بھی زیادہ زندہ دلی کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی وہ ان معاملات سے پوری طرح دلچسپی لے رہی تھی اور اس کے انداز میں ایسی کوئی کیفیت نہیں پائی جاتی تھی جس سے یہ احساس ہو کہ وہ صرف اپنے کام سے کام رکھتی ہے۔ جہاں تک صنف نازک کا تعلق ہے اس بات میں کوئی شک کبھی نہیں کیا گیا کہ وہ صنف قوی سے اتنی ہی متاثر ہوتی ہے جتنی صنف قوی، صنف نازک سے۔ بہرطور زیلا کا بھرپور تعاون مجھے حاصل تھا۔ اور ہم دو پہاڑی انسانوں کی حیثیت سے اپنا یہ سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ ہمارے پاس جو سامان موجود تھا وہ اتنا تھا کہ ہمیں طویل عرصے تک کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ میں نے دل ہی دل میں بار بار ہنستے ہوئے یہ سوچا تھا کہ اِدھر شہباز احمد صاحب میری طرف سے ایک پُراسرار مہم کی توقع رکھے رہے ہوں گے اور میرا ماتحت خاص آفتاب کمال اس بات کا انتظار کر رہا ہو گا کہ کب میں سرمئی کو گردن سے پکڑ کر فارمولے سمیت حکومت کے حوالے کرتا ہوں۔ دونوں میں سے کوئی یہ بات نہیں جانتا تھا کہ اس وقت پہاڑوں میں کیا دلچسپ زندگی گزاری جا رہی ہے۔ ہم آگے بڑھتے رہے اور پہاڑی مناظر بدلتے رہے۔ تب ہم نے ایک خوبصورت آبشار دیکھا جو بہت بلندی سے گر رہا تھا۔ اس آبشار کی آواز ہم نے بہت دور ہی سے سن لی تھی۔ اور یہ جان لیا تھا کہ قرب و جوار میں کوئی آبشار موجود ہے۔ پھر سبزہ زاروں نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ ہمارا یہ اندازہ درست ہے۔ اور اس کے بعد ہم نے وہ سفید دیوار دیکھی جو بہت بلندی سے انتہائی چوڑائی میں نیچے آ رہی تھی۔ اس سفید دیوار سے بننے والی ندی بھی بہت کشادہ اور تیز رفتار تھی۔ لاکھوں کروڑوں ٹن پانی اس میں گر رہا تھا اور اس کا ابتدائی بہاؤ بہت تیز تھا لیکن کنارے چوڑے تھے اور دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ کسی خطرے سے محفوظ تھے۔ البتہ ندی کا درمیانی حصہ بہت تیز رفتار تھا۔ اور اگر کوئی شے وہاں تک پہنچ جاتی تو اسے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ آبشار سے بننے والی ندی اپنی زرخیزی کو پھیلاتی چلی گئی تھی۔ اور اطراف سبزہ زاروں سے لہلہا رہے تھے۔ درختوں کی بھی بہتات تھی اور گھاس اس قدر سبز تھی کہ آنکھوں میں روشنی بڑھ جاتی تھی۔ زیلا اس پُرسحر منظر کو حیران نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ خودرو پھولوں کے ننھے ننھے رنگ چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ اور ان رنگوں نے ماحول کو اور حسین بنا دیا تھا۔ زیلا نے مسرور لہجے میں کہا۔

"آہ! یہ منظر دیکھ کر تو دل چاہتا ہے کہ یہیں ایک چھوٹا سا گھر بنا لیا جائے اور زندگی گزار دی جائے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے صرف اس بات پر حیرت ہے زیلا کہ تم نے اپنی زندگی کے لیے اتنا خطرناک راستہ کیوں منتخب کیا۔ تمہیں تو ایک خاص قسم کی گھریلو عورت ہونا چاہیے تھا۔" زیلا کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے اداسی تیر گئی۔ اور میں نے اس اداسی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"ارے کیا زیلا۔ ان الفاظ سے تم رنجیدہ کیوں ہو گئیں؟"

"تمہارے یہ الفاظ مجھے بہت دُور تک لے جاتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جرمن عورت کا ایک بہت بڑا المیہ ہے اور یہ المیہ ۱۹۴۵ء سے اس کی ذات پر مسلط ہو گیا ہے۔"

"تمہاری مراد دوسری جنگ عظیم کے اختتام سے ہے؟"

"ہاں۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے بعد جرمنوں پر قیامت ٹوٹی۔ اس کا اندازہ بیشتر لوگوں کو ہے۔ ہم لوگ نوجوانوں سے محروم ہو گئے اور اس کے بعد خاص طور سے وہاں کی خواتین کی زندگی میں جو خلا پیدا ہوا اسے پُر ہی نہیں کیا جا سکا۔ بے شک آبادیاں بڑھیں اور مسائل کافی حد تک حل ہوئے لیکن اس کے باوجود ہماری ذات میں ایک خلا قدرتی طور پر موجود ہے۔ اور بعض اوقات اس قسم کے الفاظ رنجیدہ کر دیتے ہیں۔ بھلا عورت کون ایسی ہوتی ہے جو یہ نہیں چاہتی کہ وہ اپنی ذات میں عورت ہی رہے۔ زمانہ جدید عورت کو اس کا صحیح مقام دینے میں کوشاں ہے۔ اور اس سلسلے میں عورت کی کاوشیں بھی مسلسل عمل پذیر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود فطری طور پر وہ اپنے آپ کو عورت ہی سمجھنے پر مجبور ہوتی ہے۔ چھوڑو میرا خیال ہے ہم نے وہ گفتگو شروع کر دی ہے جو ہمیں زیب نہیں دیتی۔"

"آؤ۔ اس ندی کے کنارے مستقل نہ سہی عارضی طور پر ایک گھر بنا لیتے ہیں۔" میں نے اسے پیشکش کی۔ ہم نے اپنے قیام کے لیے ایک خوبصورت جھکے ہوئے اور گھنے درخت کو منتخب کیا۔ جس کا وسیع دامن پھیلاؤ میں ایک گھر ہی کا سا لطف دے سکتا تھا۔ یہاں ہم نے دونوں خچروں کو آزاد چھوڑ دیا۔ سامان درخت کی جڑ میں ایک جگہ محفوظ کیا اور اس کے بعد گھاس پر پاؤں پھیلا کر ان قدرتی مناظر کو دیکھنے لگے۔ آسمان پر تیز دھوپ نہیں تھی۔ اور بادلوں کے ٹکڑے جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ جس کی بنا پر موسم کچھ حد تک ابر آلود تھا۔ سامنے سفید متحرک دیوار اور اس سے بنی ہوئی ندی۔ زیلا نے کہا۔

"اس کا پانی بہت خنک ہو گا۔"

"اس کا اندازہ لگانا پڑے گا۔"

"کیسے؟"

"اس میں اُترنے کے بعد۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور زیلا ہنسنے لگی۔ پھر اس نے اپنا لباس تبدیل کیا اور نہانے کا لباس زیب تن کر کے تیار ہو گئی۔ اُدھر میں بھی یہی عمل دہرا چکا تھا۔ اس دور دراز ویرانے میں اگر کوئی ہمیں اس حالت میں دیکھتا تو بمشکل تمام یہ یقین کرنے پر تیار ہوتا کہ ہمارا تعلق اسی سیارے سے ہے۔ بہرطور ہم دونوں نے کنارے پر پہنچ کر پانی میں قدم رکھے اور یہ اندازہ لگا لیا کہ پانی اتنا ٹھنڈا نہیں ہے کہ ہمارے جسم اس کی ٹھنڈک برداشت نہ کر سکیں۔ بلکہ اس میں ایک خوشگوار خنکی اور لطافت پائی جاتی تھی۔ زیلا نے ایک گہرا غوطہ لگایا اور دیر تک ہم دونوں پانی میں اٹکھیلیاں کرتے رہے۔ زیلا نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"لطف آ گیا۔ ویسے اگر تم اجازت دو تو میں چائے کا پانی رکھ دوں؟"

"اوہ گڈ۔ ویری گڈ۔ درحقیقت یہ صاحب ذوق ہونے کی علامت ہے۔" زیلا مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی اور میں پانی ہی میں اٹکھیلیاں کرتا رہا۔ دور سے میں نے زیلا کو دیکھا۔ میرے دوست توفیق اور جان وغیرہ اگر اس منظر کو دیکھ لیتے تو شاید حسد سے خودکشی ہی کر لیتے۔ ایک حسین وجود میری دسترس میں تھا۔ اور اطراف میں حسین مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ زیلا میری تمام تر محبت قبول کرتی تھی اور اس سے زیادہ انسانی زندگی کے لیے اور کیا کچھ ضروری ہوتا ہے۔ زیلا چائے کا پانی رکھنے کے سلسلے میں گئی تھی۔ اسے تھوڑی ہی دیر کے بعد واپس آ جانا تھا۔ اور چند ہی لمحات کے بعد وہ واپس پہنچ بھی گئی۔

"میں نے سوچا تھا کہ چائے بنا کر ہی یہاں واپس آؤں اور تمہیں اس ٹھنڈے پانی میں چائے پیش کروں۔ لیکن ایک دلچسپ واقعہ ہوا ہے۔ جس کی اطلاع دینا ضروری ہے۔"

"کیا؟"

"تمہارے اس سامان میں جو ٹرانسمیٹر موجود ہے اس پر مسلسل اشارے موصول ہو رہے تھے۔"

"پھر؟"

"میں نے اسے ایک لمحے کے لیے آن کیا تو دوسری طرف سے خاموشی ہی طاری رہی اور کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اُدھر کچھ لوگ محو گفتگو ہوں۔ ان کی آوازوں کی ہلکی ہلکی بھنبھناہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔" میں خاموش نگاہوں سے زیلا کو دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"بعد میں کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔" پھر اُدھر سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور میں نے بھی بٹن آف کر دیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہوں۔ وہ لوگ مسلسل کوششوں میں مصروف ہیں۔ البتہ ایک بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔"

"کیا؟"

"ان لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ ٹرانسمیٹر کچھ غیر متعلق ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے۔ میں تمہیں شاید اس کے بارے میں تفصیل بتا چکا ہوں۔ جس شخص کو میں نے ہلاک کر کے یہ ٹرانسمیٹر حاصل کیا تھا۔ اس کے نام سے مجھے پکارا گیا تھا اور اس کے بعد مجھ سے رابطے کی کوشش بھی کی گئی تھی۔ لیکن بعد میں انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ٹرانسمیٹر غلط ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے اور انہوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔" زیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے مجھے دیکھا پھر بولی۔

"میں چائے لے آؤں۔" تھوڑی دیر کے بعد وہ دو برتنوں میں چائے لے کر یہاں پہنچ گئی۔ میں بھی کنارے پر آ بیٹھا تھا۔ ہم لوگوں نے چائے پی اور چائے کے برتن وہیں رکھ کر ایک بار پھر پانی میں اتر گئے۔ زیلا مست مچھلی کی مانند اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔ اور میں اس کے حسین وجود سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جس نے پانی میں ایک رنگین سی آگ لگا دی تھی۔ اور میں اس آگ کی تپش اپنے اطراف میں محسوس کر رہا تھا۔ لیکن ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ خوفناک لمحات پیش آ گئے جن کا ہم قدم قدم پر انتظار کرتے رہتے تھے۔ حالانکہ اس جگہ اس بات کی امید نہیں تھی۔ لیکن نجانے میری چھٹی حس مجھے یہ احساس دلا رہی تھی کہ اب کچھ ہو جائے گا اور غالباً اس کی بنیادی وجہ زیلا کی وہ اطلاع تھی۔ جب ان لوگوں کو یہ بات معلوم تھی کہ ٹرانسمیٹر غیر متعلق ہاتھوں میں ہے تو انہوں نے اس پر رابطے کی کوشش کیوں کی تھی۔ کیا اس کے پس پردہ کوئی خاص بات چھپی ہوئی تھی۔ اور جب ہم نے ان آٹھ یا دس گھوڑے سواروں کو اپنی جانب آتے دیکھا جو یقینی طور پر مقامی نہیں تھے تو یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ ٹرانسمیٹر پر جو اشارہ موصول ہوا تھا وہ درحقیقت کسی سمت کا تعین کرنے کے لیے تھا۔ اس بات کو زیلا نے بھی ایک لمحے میں محسوس کر لیا۔ حالانکہ ابھی ان کا فاصلہ اتنا تھا کہ ہم کوئی کارروائی کر سکتے تھے۔ لیکن یہ کارروائی ہر لحاظ سے بے اثر ہوتی۔ کیونکہ ہمارا تمام سامان اس درخت کی جڑوں میں موجود تھا۔ اور وہاں تک اسے حاصل کرنے کی کوشش کے لیے ہمیں اچھا خاصا فاصلہ طے کرنا پڑتا۔ جبکہ یہ اندازہ ہم نے لگا لیا تھا کہ وہ لوگ بھی ہمیں پانی میں دیکھ چکے ہیں۔ زیلا نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"آہ۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔"

"مطلب؟"

"یقینی طور پر ٹرانسمیٹر پر اشارہ اس لیے ملا تھا کہ ہم اسے آن کریں اور وہ لوگ راستوں کا اندازہ کر لیں۔"

"ہاں۔ بعض ٹرانسمیٹر اس بات کی نشاندہی کر دیتے ہیں کہ وہ کہاں موجود ہیں۔"

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔ اگر ہم دوسرے کنارے پر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ یقینی طور پر ہمیں گولیوں کی باڑھ پر رکھ لیں گے۔"

"سو فیصدی۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا کہ... کہ..." ابھی زیلا نے جملہ پورا بھی نہیں کیا تھا کہ وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ وہ لوگ بکھر گئے اور اس کے بعد ہم پر فائرنگ کرنے لگے۔ گولیاں پانی اچھالنے لگیں اور ہمارے لیے بچنا مشکل ہو گیا۔ حالانکہ درمیانی ندی کا راستہ اختیار کرنا خطرناک تھا۔ چونکہ یہاں بہاؤ بے حد تیز تھا۔ میں نے زیلا سے کہا۔

"تم تیرنے میں ماہر ہو گی؟"

"ہاں۔ یقیناً۔"

"تو اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ ہم درمیانی سمت اختیار کریں اور اس کے بعد خود کو اس دھارے کے سفر پر آمادہ کر لیں۔" گولیاں اسی تیز رفتاری سے برسائی جا رہی تھیں کہ کوئی بھی لمحہ ہمارے لیے موت کا لمحہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ زیلا نے سب سے پہلے درمیانی حصے کی جانب رخ کیا اور میں بھی پانی کو چیرتا ہوا اسی سمت چل پڑا۔ تیز رفتار پانی کا بہاؤ جس طرف تھا ہم اسی پر بہنے لگے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پانی نے ہماری راہنمائی کی تھی اور وہ ہمیں ایک برق رفتار گھوڑے کی مانند لیے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ ان لوگوں کو شاید اس بات کی امید تھی کہ ہم اس وقت ساحل کا رخ کرنے کے بجائے پانی ہی میں اپنے بچاؤ کا بندوبست کریں گے۔ ویسے بھی گولیاں پانی میں بہت زیادہ کارگر نہیں ہو رہی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے صحیح اندازہ لگانے کے بعد دریا کے کنارے کنارے ہمارا تعاقب شروع کر دیا۔ اب ہمارے اور ان کے درمیان ایک عجیب و غریب دوڑ شروع ہو گئی تھی۔ ہم پانی کا سہارا لے کر آگے سفر کر رہے تھے۔ اور وہ کنارے پر اپنے گھوڑے

دوڑا رہے تھے۔ پانی کی تیز رفتاری بلاشبہ گھوڑوں کی رفتار سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ لیکن اس رفتار سے دوڑتے ہوئے گھوڑوں پر خود کو سنبھال کر مسلسل فائرنگ جاری رکھنا ایک مشکل کام تھا۔ وہ فائرنگ کر رہے تھے لیکن فائر کرنے کے لیے انہیں اپنے زاویے تبدیل کرنے پڑ رہے تھے۔ اور اسی طرح وہ ہمارا صحیح نشانہ لینے میں کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے۔ اگر کوئی بھی اپنے آپ کو بہت زیادہ مستعد ظاہر کرنے کی کوشش کرتا تو یقینی طور پر وہ دوڑتے ہوئے گھوڑے سے گرنے کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ اور اس طرح ان کے تین یا چار آدمی گھوڑوں سے گر چکے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد صورت حال سے آگاہ ہو کر انہوں نے فائرنگ بند کر دی۔ اس برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے گھوڑوں سے گرنے والوں کے ہاتھ پاؤں کا کیا ہوا۔ اس کا اندازہ شاید ان کے ساتھی بھی نہیں لگا سکے تھے۔ ہم پورے پورے ہوش و حواس کے ساتھ آگے کا سفر کر رہے تھے۔ اور کسی بھی طرح ہار ماننے پر تیار نہیں تھے۔ زیلا میرے بالکل برابر تھی۔ اور اب ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ گھوڑے سواروں کی رفتار سست ہوتی جا رہی ہے۔ ہم نے کافی فاصلہ طے کر لیا تھا۔ دفعتاً ہی زیلا نے اس تیز رفتار پانی میں سفر کے باوجود میرے جسم کا سہارا حاصل کیا اور مجھ سے بالکل چپک گئی۔ میں نے خوفزدہ ہو کر سوچا کہ کہیں زیلا زخمی تو نہیں ہو گئی ہے۔ لیکن اس نے میرے کان میں چیخ کر کہا۔

"اس طرح ہم ایک لامتناہی سفر کرتے رہیں گے۔ اور اس سفر کا کوئی اختتام نہیں ہو گا۔ وہ لوگ بھی آسانی سے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ اور اس کے بعد ہمارے لیے مشکلات ہی مشکلات ہوں گی۔"

"یقیناً۔" میں نے چیخ کر زیلا کو جواب دیا۔

"تب پھر ان لوگوں کو دھوکا دینا چاہیے۔"

"کیسے؟"

"ہم پانی میں غوطہ لگا کر روپوش ہو جاتے ہیں اور انہیں آگے نکلنے کا موقع دیتے ہیں۔"

"اور اگر ان لوگوں نے ہماری جگہ کا تعین کر لیا تو؟"

"نہیں کر پائیں گے۔ مجھے یقین ہے۔ وہ لوگ بھی خاصی بدحواسی میں یہ سفر کر رہے ہیں۔"

"تو پھر شروع کیا جائے۔" میں نے کہا۔ ہم نے اچانک اپنے جسموں کو نیچے کی جانب موڑ لیا۔ دریا کی روانی بہت تیز بے شک تھی لیکن اس کی گہرائیوں میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں تھا۔ ہم پانی کے نیچے پہنچ گئے اور ہم نے اپنے جسموں کی تمام تر قوت کو پانی کو کاٹنے میں صرف کر دیا اور رخ تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہر چند کہ یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا لیکن اس کے باوجود ہم نے اس پر عمل کیا تھا۔ چند لمحات اسی طرح گزار کر ہم نے سطح سے سر ابھارا اور دیکھا کہ گھوڑے ہم سے بہت دور جا چکے ہیں۔ ہمارے حلق سے خوشی کی چیخیں نکل گئیں۔ گویا ہم انہیں دھوکا دینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اور وہ کافی فاصلے پر نکل چکے تھے۔ زیلا نے کہا۔

"پانی کے سہارے تیرتے تیرتے ہم اپنی جگہ واپس نہیں پہنچ سکتے کیونکہ بہاؤ کی مخالف سمت میں تیرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔ ہم چند ہی لمحات کے بعد تھک جائیں گے۔ جبکہ اس وقت ہماری قوت محفوظ ہے۔"

"اس کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے۔ ساحل پر نکل جایا جائے۔ بلکہ یوں کرتے ہیں ہم دوسرا کنارہ اختیار کرتے ہیں۔ تاکہ ہمیں ادھر دوڑنے میں دقت نہ ہو۔ اور اگر یہ لوگ ہمیں دیکھ بھی لیں تو انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔"

"آہ۔ وہ دیکھو دوسرے کنارے پر درختوں کی بہتات بھی ہے۔ ہم یقیناً ان میں پوشیدہ ہو کر واپسی کا سفر طے کر سکتے ہیں۔"

"بالکل۔ بالکل درست۔" اور اس کے بعد ہم نے اپنی ان کوششوں پر عمل بھی فوراً ہی شروع کر دیا۔ اور ہم کنارے کی جانب سفر کرنے لگے۔ دریا کے دوسرے کنارے پہنچ کر ہم ساحل پر نکل آئے۔ یہاں گھنے درخت تھے لیکن بہر طور پہلے میں اور اس کے بعد میرے سہارے سے زیلا کنارے پر پہنچ گئی۔ اور ہم نے فوراً ہی خود کو ایک درخت کی آڑ میں روپوش کر لیا۔ گھوڑے اتنے فاصلے پر نکل گئے تھے کہ ہمیں نظر بھی نہیں آ رہے تھے۔ زیلا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"واہ۔ کیا دلچسپ ایڈونچر ہے ــــ میں اپنی زندگی کے ان لمحات کو اگر زندہ رہی تو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گی۔ آؤ میرا خیال ہے ہم واپسی کا سفر کرتے ہیں۔ ہمارے لیے سب سے ضروری چیز ہمارا وہ سامان ہے تاکہ اس کے حصول کے بعد ہم آگے کا سفر بھی کر سکیں۔ اور اگر ان سے سابقہ پڑ ہی جائے تو ان کا مقابلہ بھی کیا جا سکے۔" چنانچہ میں نے اور زیلا نے دوڑنا شروع کر دیا۔ پانی کے بہاؤ پر ہم نے جو سفر کیا تھا اس میں بے شک ہم نے اپنی جسمانی قوتیں ضائع نہیں ہونے دی تھیں اور ہم اپنے آپ کو پوری طرح مستعد پا رہے تھے۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کے علاوہ دوڑنے کی رفتار بھی ہم نے اس قدر تیز رکھی تھی کہ اگر گھوڑے والوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ دھوکا کھا چکے ہیں اور وہ واپسی کا سفر شروع کریں تو کم از کم ہم ان سے پہلے اپنی منزل تک پہنچ جائیں۔ اور اس کے لیے ہم نے فاصلے طے کرنا شروع کر دیے۔ تیز رفتار پانی کا سفر معمولی نہیں تھا۔ اور اس کا اندازہ ہمیں کچھ دور چلنے کے بعد ہی ہو گیا۔ ہم اپنی وہ منزل جہاں ہمارا سامان موجود تھا کافی پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ تاہم ہمت ہارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اور پھر سب سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ زیلا بھی کوئی گھریلو لڑکی نہیں تھی۔ چنانچہ ہم برق رفتاری سے دوڑتے رہے۔ اور اس حد تک تھک گئے کہ ہمیں آرام کرنے کی ضرورت ہوئی لیکن اس وقت آرام کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ان لوگوں کو ہوشیار ہونے کا موقع دے دیا جائے۔ چنانچہ زیلا نے اس بات کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ ہم لوگوں کو دوڑتے رہنا چاہیے اور ہم دوڑتے رہے۔ پھر ہم نے وہ جگہ با آسانی پہچان لی جہاں ہمارا سامان اور خچر وغیرہ موجود تھے۔ گھوڑے سواروں کا ابھی تک کوئی پتا نہیں تھا۔ گویا ہم نے کامیابی سے ان لوگوں کو دھوکا دے دیا تھا۔ ہم نے ایک بار پھر دریا میں داخل ہونے کے بعد اس کا پورا پاٹ عبور کیا اور اس درخت کے پاس پہنچ گئے جہاں ہمارا سامان محفوظ تھا۔ انتہائی برق رفتاری سے ہم نے اس سامان کو پیک کیا اور تمام چیزیں تھیلوں میں بھرنے کے بعد اپنے شانوں سے باندھ لیں۔ البتہ لباس پہننے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ تاہم ہم نے لباس اس طرح محفوظ کر لیے تھے کہ ذرا بھی موقع ملے تو ہم انہیں استعمال کر لیں۔ لیکن اس کے لیے ہمیں کوئی بہتر طریقہ کار اور راستہ تلاش کرنا تھا۔ چنانچہ زیلا کے مشورے سے ہم نے ایک سمت اختیار کی اور اپنے سامان کو وہیں چھوڑ کر دوڑنے لگے۔ اس وقت خچروں کو حاصل کرنا بھی ایک مشکل کام تھا۔ کیونکہ وہ چرتے چرتے اتنی دور نکل گئے تھے کہ ہمیں نظر بھی نہیں آ رہے تھے۔ اگر انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی تو یقینی طور پر خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور اس وقت ہمیں گھوڑے سواروں سے دور نکل جانا انتہائی اہم معلوم ہو رہا تھا چنانچہ ہم بے دھڑک یہ سفر طے کرتے رہے اور بہت دور تک دوڑتے چلے گئے۔ میں نے زیلا سے کہا۔

"اب اگر وہ لوگ واپس آتے ہیں اور ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یقینی طور پر با آسانی ہمیں نہ پا سکیں گے۔ حالانکہ انہیں اس بات کا علم ہو جائے گا کہ وہ دھوکا کھا چکے ہیں۔"

"وہ کیسے؟" زیلا نے پوچھا۔

"درخت کی جڑ میں انہوں نے ہمارا سامان دیکھ لیا ہو گا۔ اور اگر نہ بھی دیکھا ہو گا تو کم از کم اس بات کا یقین رکھتے ہوں گے کہ ہمارے پاس وہ سامان موجود ہے۔ اس طرح وہ اس بات کو سمجھ جائیں گے کہ وہ ہم سے دھوکا کھا گئے ہیں لیکن یہ یقین کرنا ان کے لیے مشکل ہو جائے گا کہ ہم نے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔" زیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب تھکن کے آثار اس کے چہرے سے نمودار ہونے لگے تھے۔ بالآخر وہ عورت ہی تھی۔ میں نے اسے محسوس کیا اور اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں تم اس وقت مجھے بغور کیوں دیکھ رہے ہو؟"

"بتاؤ؟"

"میں واقعی تھک گئی ہوں۔"

"تو پھر کیا ارادہ ہے؟"

"نہیں ابھی ہار ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں اپنے قریب آنے کی دعوت دیں۔" پھر اس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ وہ دیکھو۔ وہ۔ وہ کیا تمہیں ہلکا سا دھواں نظر آ رہا ہے۔" میں نے زیلا کے اشارے کی سمت دیکھا اور اس دھوئیں کو اچھی طرح نگاہوں میں لے لیا۔

"یقیناً۔ میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"کیا وہ آتش فشاں ہے۔" زیلا نے کہا۔ میں بغور ادھر دیکھتا رہا اور پھر میں نے کہا۔

"نہیں۔ بلکہ کوئی چھوٹا سا گھر۔"

"بلندی پر؟"

"سو فیصدی۔"

"مگر پہاڑوں کی بلندیوں پر کون رہ سکتا ہے؟"

"اس کا اندازہ تو وہاں پہنچنے کے بعد ہی ہو گا۔"

"تو کیا تمہارا خیال ہے ہمیں ادھر کا رخ اختیار کرنا چاہیے؟"

"یقیناً۔ اگر ایسی کوئی جگہ ہمارے تصرف میں آ جاتی ہے تو ہمارے لیے بڑی کارآمد ہو گی۔"

"تو پھر آؤ۔ ادھر ہی چلتے ہیں۔ ہماری آخری کوشش زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتی ہے کہ ہم اس پہاڑی پر پناہ لے لیں۔" ہم دونوں اسی سمت چل پڑے۔ فاصلہ کافی تھا اور اس کے لیے تھوڑے سے ڈھلان عبور کرنے پڑتے تھے۔

اور اس کے بعد وہ طویل ترین چڑھائی جو پہاڑی کی چوٹی پر پہنچنے کے لیے طے کی جاتی۔ لیکن نہ میں نے ہار مانی اور نہ زیلا نے اور ہم دونوں یہ سفر طے کرتے ہوئے ڈھلانوں پر دوڑنے لگے۔ زیلا بہت زیادہ تعاون کرنے والی ثابت ہو رہی تھی۔ اور میں نے ابھی تک شکست نہیں مانی تھی بہر طور پہاڑی کے دامن میں پہنچنے کے بعد ہم نے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اب اس چڑھائی کو چڑھنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی۔ میں اپنے آپ کو بے حد تھکا ہوا محسوس کرتا تھا۔ لیکن جو جدوجہد اس وقت کرنا پڑی تھی اس نے میرے بھی کس بل نکال دیے تھے۔ اور میں بھی آرام کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ ہم نے البتہ اپنے پوشیدہ ہونے کے لیے ایک ایسی چٹان کا انتخاب کیا تھا جس کی آڑ میں ہم دونوں چھپ سکتے تھے۔ اور اگر گھوڑے سوار ہمارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ بھی جاتے تو ہم انہیں آسانی سے نظر نہیں آتے۔ زیلا زمین پر دراز ہو گئی تھی۔ اور میں بھی اس کے قریب ہی پہاڑی چٹان سے کمر ٹکائے آنکھیں بند کیے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ بہت دیر تک ہم لوگوں کو گفتگو کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور ہم خاموشی سے گہرے گہرے سانس لے کر اپنی سانسوں کو اعتدال پر لاتے رہے۔

پھر زیلا ہی نے مجھے مخاطب کیا۔

"بہت تھک گئے ہو؟"

"ہاں۔ بے شک۔"

"اب کیا خیال ہے لباس پہن لیے جائیں۔ ہمارے جسم بھی خشک ہو چکے ہیں۔"

"ہاں۔ تم لباس پہن لو۔"

"اور تم؟"

"میں بھی پہن لوں گا۔" میں نے بے چارگی سے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"نہیں۔ میں تم سے اس کی توقع نہیں رکھتی۔"

"کیا مطلب؟"

"تم صنف قوی ہو۔" اس نے کہا اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"واقعی۔"

"کیوں کچھ کمی پاتے ہو اپنے آپ میں۔" اس نے مذاق کیا۔

"نہیں۔ تم نے یہ احساس دلایا تو اچانک ہی مجھے یہ خیال آیا کہ واقعی تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔" میں نے اپنا لباس سنبھالا اور بال خشک کیے اور اس کے بعد لباس پہن لیا۔ زیلا نے بھی ابھی ابھی اپنا لباس پہن لیا تھا اور لباس اتارنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہم دونوں کسی حد تک بحال ہوئے تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"زیلا ہم یہاں تک دوڑتے تو چلے آئے ہیں لیکن ایک بات کو ہم نے نظر انداز کر دیا ہے۔"

"کیا؟"

"پہاڑی بلندیوں پر رہنے والی کوئی شخصیت ہمارے لیے خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔" زیلا نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا اور بولی۔

"اوہ میرے خدا میں نے تو اس سلسلے میں غور ہی نہیں کیا مگر تمہارے خیال میں وہاں کون ہو سکتا ہے؟"

"روجرو ریساں بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک محفوظ اور عمدہ ٹھکانہ ہے۔"

"ہوں۔" زیلا کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔

"تم نے یہ الفاظ کہہ کر مجھے فکر میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیں انتہائی خطرناک لمحات سے گزرنا ہو گا۔" میں کچھ نہ بولا۔ زیلا نے تھوڑی دیر کے بعد پھر کہا۔ "تاہم اگر روجرو ریساں سے ہماری ملاقات ہو گئی تو میرے خیال میں ہم اس سے کسی مناسب انداز میں گفتگو کر سکتے ہیں۔"

"فی الحال تو یہ صرف ایک خیال ہے۔ ہو سکتا ہے اس میں کوئی حقیقت نہ نکلے۔"

"ہمیں اس خیال کی تصدیق کر لینی چاہیے۔ آؤ۔ میرے خیال میں اب یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔" زیلا نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم پہاڑی کی چڑھائیاں چڑھنے لگے۔ میں بس اس جگہ کے بارے میں صرف یہ ایک تصور ہی رکھتا تھا اور اس تصور کی کوئی گہری بنیاد نہیں تھی۔ یہ چڑھائی عبور کرنے میں بہت زیادہ وقت نہیں ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جو دور سے دیکھنے پر ایک مکان کی شکل کی نظر آتی تھی لیکن قریب آنے پر یہ اندازہ ہوا کہ وہ ایک خانقاہ ہے اور ہمارا پہلا اندازہ اس کے بارے میں غلط تھا۔ پتھروں سے بنی ہوئی عمارت میں کچھ جھنڈے وغیرہ بھی لگے ہوئے تھے۔ جو دوسرے رخ پر ہونے کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آ سکے تھے اور دوسرے رخ پر پیچھے جانے کے لیے پہاڑی پتھروں میں سیڑھیاں بھی تراشی گئی تھیں۔ گویا ایک اچھا عمدہ خانقاہ تھی۔ ہم گھوم کر خانقاہ کے دروازے پر آ گئے اور وہاں سے اندر داخل ہوئے۔ جگہ زیادہ کشادہ نہیں تھی۔ بس اس کے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دو حجرے تھے۔ سامنے کے حجرے میں ہمیں دو قبریں بنی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ اگربتیوں کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی، اور تھوڑے ہی فاصلے پر سبز لباس میں ملبوس ایک باریش شخص سجدے میں پڑا ہوا تھا۔ سفید داڑھی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ دُبلے پتلے جسم کا یہ آدمی ابھی ہمیں صحیح طور پر نظر نہیں آیا تھا لیکن اس نے ہمارے قدموں کی چاپ سن لی تھی۔ میں نے سرگوشی کے انداز میں زیلا سے کہا۔

"یہ خانقاہ ہے۔"

"یہ کیا ہوتی ہے؟"

"عبادت گاہ۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمارا خدشہ غلط تھا۔"

"سو فیصدی غلط۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا خیال ہے۔ کیا یہ جگہ وقت گزارنے کے لیے بہتر نہیں ہے؟" اسی وقت میں نے اس بزرگ کو سجدے سے اُٹھتے ہوئے دیکھا۔ چہرہ نقاہت زدہ تھا۔ اور جسم انتہائی دُبلا پتلا۔ تاہم اس کے اندر چستی اور مستعدی نظر آتی تھی۔ وہ ہمیں دیکھتا رہا۔ میں نے اسے سلام کیا۔ تو اس نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کر دی۔ چند لمحات ہمیں گھورتے رہنے کے بعد اس نے انگلی سے خانقاہ کے اس دوسرے حجرے کی جانب اشارہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ہم اس طرف چلے جائیں۔ میں زیلا کو اشارہ کر کے اس طرف چلا گیا۔ یہ ایک حجرہ تھا۔ جس میں آرام کرنے کے لیے جگہ بنی ہوئی تھی۔ زیلا نے کہا۔

"واہ۔ کس قدر نفیس جگہ ہے۔ کتنی ٹھنڈی اور پُرسکون۔"

"ہاں۔ جو لوگ دُنیا ترک کر دیتے ہیں وہ ایسی ہی جگہوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ درویش مجھے خاصا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اوہ دیکھو یہاں کھانے پینے کی اشیاء کا ذخیرہ بھی موجود ہے۔ بہرحال درویشوں کو کچھ دیا جاتا ہے ان سے لیا نہیں جاتا۔"

"لیکن ہم اس درویش سے کچھ لیں گے۔" زیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"کچھ مہمان نوازی کرنا ہو گی اسے ہماری۔" میں خاموش رہا۔ تھکن ابھی تک ہم پر سوار تھی۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد یوں محسوس ہوتا تھا جیسے سکون کے لمحات میسر آ گئے ہوں۔ میں نے زیلا سے کہا۔

"میں سونا چاہتا ہوں۔"

"یہی خواہش میری بھی ہے۔"

"تو پھر سو جاؤ۔ بعد میں جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔" ہم لوگ آرام کرنے لیٹ گئے اور سچی بات یہ ہے کہ نیند اس طرح ہم پر ٹوٹ پڑی جیسے نجانے ہم کب سے جاگ رہے ہوں۔ کئی گھنٹے تک سوتے رہے تھے اور اس دوران کسی نے ہمیں جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ جاگے تو کافی وقت گزر چکا تھا۔ میں حیرانی سے زیلا کو دیکھنے لگا۔ زیلا نے ان کھڑکیوں سے یا روشن دانوں سے جھانک کر باہر دیکھا اور گہری سانس لے کر میرے قریب آ گئی۔

"بھوک لگ رہی ہے۔ کچھ کھانے پینے کا بندوبست کیا جائے۔" اسی وقت درویش دروازے میں نظر آیا اور اس نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے دو پیالے ہمارے سامنے کر دیئے۔ ان میں گرم گرم قہوہ تھا۔ ہم نے اس کا شکریہ ادا کر کے وہ پیالے اس کے ہاتھ سے لے لیے اور درویش خاموشی سے گردن جھکائے واپس چلا گیا۔

"مہمان نوازی تو شروع ہو گئی زیلا۔ ہمیں کہنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔ لیکن اس وقت صرف قہوے کے ان دو پیالوں سے کام نہیں چلے گا۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں نکالو۔" اور زیلا اپنے سامان کی جانب متوجہ ہو گئی۔ ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ ہم نے نکالا اور اس کے بعد قہوے کے گرم گرم گھونٹوں کے ساتھ اسے معدے میں اتارنے لگے۔ وقت بہت سکون سے گزر رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد بدن پر کچھ ایسی کسلمندی طاری ہوئی کہ پھر لیٹ جانے کو جی چاہنے لگا۔ میں نے زیلا کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کھانا کھا کر طبیعت پر کیا کیفیت طاری ہو گئی ہے۔" زیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے منہ پھاڑ کر ایک جمائی لی اور اس کے بعد آنکھیں بند کرنے اور کھولنے لگی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا لیکن یہی کیفیت تو مجھ پر بھی طاری تھی۔ ایک لمحے کے لیے ذہن میں صرف ایک خیال آیا۔ یہ جسمانی تھکن ہے یا نشے کی سی کیفیت۔ لیکن۔ لیکن۔ کیسے۔ آخر کیسے۔ یہ آخری سوچ تھی جو ذہن میں آئی تھی۔ اور اس کے بعد کچھ احساس نہ رہا۔ یہ اندازہ بھی نہ ہو سکا کہ میں کب اور کہاں لڑھک گیا۔ زیلا کے بارے میں کچھ سوچنا تو بے مقصد ہی تھا۔ ایک بار پھر آنکھ کھلی لیکن اب کہ جب آنکھ کھلی تو روشن دانوں کے باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ البتہ ایک خاص بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ کہ میرے دونوں ہاتھ پشت پر کسے ہوئے تھے اور پاؤں بھی کس کر باندھ دیئے گئے تھے اور رسیوں کی چبھن مجھے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر محسوس ہو رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرے بدن کے سارے رونگٹے

Uploaded By Nadeem

کھڑے ہو گئے۔ میں نے زیلا کی طرف دیکھنے کی کوشش کی لیکن تاریکی کی وجہ سے کچھ نظر نہ آ سکا۔ منہ میں البتہ کپڑا نہیں ٹھونسا گیا تھا۔ اس لیے میں بول سکتا تھا۔ تب میں نے زیلا کو آوازیں دیں اور دو تین بار آواز دینے کے بعد زیلا کی آواز اُبھری۔

"مگ۔ کیا۔ کیا یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ مسٹر جہانگیر جمال۔"

"کیا تمہارے ہاتھ پاؤں بھی بندھے ہوئے ہیں زیلا؟"

"ہاں۔ آہ۔ مجھے انتہائی کس کر باندھا گیا ہے۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنے دوستوں کے درمیان آ گئے ہیں۔"

"مگ۔ مگ۔ کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"روجر ویرسال۔ یقیناً ہم روجر ویرسال کے پاس ہیں۔" میں نے کہا اور زیلا پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ کافی دیر خاموشی کے بعد اس نے کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے وہ درویش؟"

"سو فیصدی۔ وہ درویش۔"

"پھر تو بڑا خطرہ پیدا ہو گیا ہے ہمارے لیے۔ اور میرا خیال ہے وہ قہوہ جو ہم نے پیا تھا نشہ آور تھا۔ یقیناً اس میں کوئی خواب آور چیز ملائی گئی تھی۔"

"سو فیصدی۔ میرا بھی یہی اندازہ ہے۔"

"کیا تم اپنے ہاتھوں کی رسیاں نہیں کھول سکتے؟"

"پشت پر بندھے ہوئے ہیں اور اتنے کس کر باندھے گئے ہیں کہ کھلنے کے امکانات بالکل ہی ختم ہو جاتے ہیں۔"

"یہی کیفیت میری ہے۔"

"اب کیا کریں؟"

"خاموشی سے صبح ہونے کا انتظار۔"

"لیکن۔ لیکن۔ وہ ہم سے ہمارے بارے میں سوالات کرے گا۔"

"سو فیصدی کرے گا۔"

"کیا کہو گے اس سے؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا اور زیلا خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد دیر تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ غالباً رات کا آخری پہر گزر رہا تھا۔ کیونکہ کچھ دیر کے بعد روشن دانوں سے سفیدی جھانکنے لگی۔ رفتہ رفتہ یہ سفیدی تیز روشنی میں تبدیل ہو گئی اور کمرے کا ماحول اجاگر ہو گیا۔ وہ وہی حجرہ تھا۔ ہمارا سامان بھی ہماری جگہ رکھا ہوا تھا۔ اور اسے چھوا نہیں گیا تھا۔ لیکن میری نگاہوں نے کم از کم یہ بات جانچ لی تھی کہ سامان میں کچھ ردوبدل ضرور ہوئی ہے۔ میں نے زیلا کو اس کی جانب متوجہ کیا۔ تو زیلا نے پُراطمینان انداز میں کہا۔

"ہاں۔ ہمارا سامان دیکھا گیا ہے۔"

"اس کا مقصد ہے کہ وہ دوسرے لوگ بھی یہاں پہنچ گئے ہوں گے جو ہماری تلاش میں سرگرداں تھے۔"

"ہاں۔ اور انہیں ہمارے ہاتھوں جو نقصان پہنچا ہے اس کا بدلہ اب ہم سے لیا جائے گا۔"

"تم خوفزدہ ہو زیلا؟" میں ہنسنے لگا

"بالکل نہیں۔ میرے اندر وہ قوتیں اب پھر سے اُبھر آئی ہیں جنہوں نے مجھے زیلا ایڈمسن بنایا ہے۔"

"یقیناً تمہیں ان قوتوں کے ساتھ ہی کام کرنا ہو گا۔"

"تمہاری اپنی کیا کیفیت ہے؟"

"میں سو فیصدی جہانگیر جمال شاہ ہوں۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم انتظار کرتے رہے۔ بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا ہمیں۔ اس بار پھر وہ درویش اندر داخل ہوا اور اس کے ہاتھوں میں قہوے کے دو پیالے موجود تھے۔ البتہ اس بار اس نے نہایت شستہ انگریزی میں ہمیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کہو دوستوں کیسی رات گزری؟"

"نہایت پُرسکون۔"

"کیا تم یہ قہوہ پینا پسند کرو گے۔ افسوس میں تمہیں یہ قہوہ اپنے ہاتھوں سے پلا سکتا ہوں یا پھر تم اگر ہاتھ کھولنے پر ضد کرتے ہو تو تمہاری مرضی۔ چلو میں تمہارے ہاتھ کھولے دیتا ہوں تم اس لڑکی کے ہاتھ کھول دو۔" درویش نے میرے ہاتھوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میرے ہاتھ رسیوں سے آزاد ہو گئے۔ مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ ہماری طرف سے بالکل مطمئن ہے اور اسے ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں نے زیلا کے ہاتھ کھولے اور وہ اپنی کلائیوں پر پڑے ہوئے نشانات مسلنے لگی۔ سرخ سرخ نشانات اس کی کلائیوں میں بہت گہرے نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے درویش سے کہا۔

"تم نے ہمیں بہت بے دردی سے باندھا ہے۔"

"قہوہ پیو قہوہ۔" بزرگ نے کہا اور اپنے لباس سے ایک پستول نکال کر اس کا رُخ ہماری جانب کر لیا۔

"ہمارے پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہم یہاں سے نہ فرار ہو سکتے ہیں نہ تمہارے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ تمہیں ہماری طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیے۔"

درویش ہنسنے لگا پھر اس نے کہا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیا تم یہ قہوہ پینا پسند نہیں کرو گے؟"

"کیا فائدہ شام تک سوتے رہنا پڑے۔"

"نہیں۔ اس بار اس میں کوئی خواب آور دوا نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ تم آرام کی نیند سو جاؤ۔ اس لیے پہلے میں نے تھوڑی سی کارروائی کر ڈالی تھی۔"

"تاہم ہم جاگتے رہنا چاہتے ہیں۔"

"تمہاری مرضی ہے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ ویسے تمہارے ہاتھ کھول دیے گئے ہیں۔ تم اگر چاہو تو اپنے سامان میں سے اشیاء نکال کر اپنے لیے ناشتا تیار کر سکتے ہو۔ مجھے اعتراض نہیں ہو گا۔ بلکہ میں تمہارے ساتھ تعاون کروں گا۔ ہاں میں نے تمہارے سامان سے وہ اسلحہ اور ٹرانسمیٹر نکال لیا ہے۔"

میں نے چونک کر درویش کو دیکھا اور اس کے بعد زیلا کی طرف۔ زیلا نے کہا۔

"ہمیں اس کی یہ شرط قبول کر لینی چاہیے۔ میرا خیال ہے میں چائے کا پانی رکھے دیتی ہوں۔" عجیب سی کیفیت تھی زیلا کی۔ پاؤں بندھے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے کام میں مشغول تھی اور درویش نے اس کی مدد بھی کی۔ چائے کا پانی چڑھا دیا گیا تھا اور درویش ہم سے کچھ فاصلے پر پستول سنبھالے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ٹہلتے ہوئے کہا۔

"ان پہاڑوں کی خانقاہوں میں بڑے معصوم صفت لوگ رہا کرتے ہیں۔ تم یہاں کیسے وقت گزار رہے ہو اور تم اچھے خاصے تعلیم یافتہ درویش بھی معلوم ہوتے ہو۔" درویش نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"وہ معصوم شخص جو یہاں رہتا تھا وہ قبر میں سو رہا ہے۔ میں نے بڑے احترام سے اسے ہلاک کر کے دفن کر دیا ہے۔" میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا تمہیں شرم نہ آئی ایک بے گناہ کو مارتے ہوئے۔"

"فضول باتوں سے گریز کرو۔ ہم لوگ جن راستوں کے راہی ہیں وہاں کسی کو ہلاک کر کے شرم نہیں آتی۔"

"ہم لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میری مراد تم سے بھی ہے۔" اس نے کہا۔

"ہمارے بارے میں تم نے یہ تعین کیسے کر لیا؟"

"تمہارے سامان میں ایک ٹرانسمیٹر موجود ہے اور اسلحہ بھی موجود ہے۔ اور تم وہ نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔ یہ لڑکی مقامی زبان نہیں بول سکتی۔ بلکہ انگلش زبان بولتی ہے اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو یہ میری ہم نسل ہے۔" اس نے کہا اور زیلا ایڈمن چونک پڑی۔ میں نے بھی حیران نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پھر میں نے اس سے سوال کیا۔

"تمہاری ہم نسل؟ کیا مطلب؟ تمہاری نسل کون سی ہے بھئی؟" جواب میں اس نے اپنے شانے پر سے تھوڑا سا کپڑا ہٹایا اور اپنا ایک بازو میرے سامنے کر دیا۔ اس بازو پر سواستیکا کا نشان بنا ہوا تھا۔ میرے ذہن میں ایک دھماکا سا ہوا اور صرف ایک ہی تصور دماغ میں آیا۔ ہرمین سیوٹل۔ وہ روحیرو یسان نہیں بلکہ ہرمین سیوٹل تھا۔ سو فیصدی۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو سو فیصدی وہ ہرمین سیوٹل ہی تھا۔ بہت دیر ذہن شدید سنسنی کا شکار رہا۔ خود زیلا ایڈمن کی بھی یہی کیفیت تھی۔ سامنے بیٹھا ہوا شخص مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی گردن کے پاس کوئی چیز ٹٹولی اور ایک جھلی سی اتار کر اپنے چہرے سے جدا کر دی۔ اس کے نیچے سے جو چہرہ برآمد ہوا، اس نے ہمارا رہا سہا شبہ یقین میں تبدیل کر دیا۔ وہ سو فیصدی ہرمین سیوٹل ہی تھا۔ یقین کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ ہرمین سیوٹل ہمارے سامنے موجود تھا۔ اور اس نے جو میک اپ ماسک اتاری تھی وہ ناقابل یقین تھی کیونکہ اس کے نیچے برآمد ہونے والا چہرہ اتنا مدقوق نہیں تھا جتنا عام صورت میں نظر آتا تھا بلکہ اچھا خاصا تندرست و توانا چہرہ تھا۔ زیلا ایڈمن نے بھی یقینی طور پر اسے پہچان لیا ہو گا۔ ہرمین سیوٹل ہمیں غور سے دیکھتا رہا اور پھر اس نے کہا۔

"اور اب تم بھی اپنے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گے کیونکہ یہ بات میں اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ تم مقامی لباس میں ضرور ہو۔ لیکن مقامی باشندے نہیں ہو۔ اس لڑکی کے بارے میں جیسا کہ میں نے ابھی تم سے کہا، میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے کیوں لڑکی تم جرمن ہی ہو نا؟" اس بار ہرمین سیوٹل نے جرمن زبان میں زیلا ایڈمن سے سوال کیا تھا۔ زیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے کہا۔

"اب جبکہ تم مجھے پہچان ہی چکے ہو تو پھر جھوٹ بولنا بے کار ہے۔ ہاں میں تمہاری ہم نسل ہوں۔"

"گڈ گرل۔ گڈ۔ لیکن یہاں کیا کر رہی ہو؟ کیا تم اس بات سے انکار کرو گی کہ جرمن سیکرٹ سروس نے تمہیں میری تلاش میں یہاں بھیجا ہے۔ مگر تم مسٹر۔ تم مجھے جرمن معلوم نہیں ہوتے۔ تم غالباً انہی علاقوں کے باشندے ہو۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے مسٹر ہرمین سیوٹل۔" میرے ان الفاظ پر وہ ہنس پڑا۔

"گڈ۔ مجھے وہ لوگ پسند ہیں جو احمقانہ انداز میں اپنی بات پر اڑے نہیں رہتے۔ تم لوگوں سے مل کر مجھے خوشی ہوئی۔ کیا تم اپنا تعارف نہیں کراؤ گے۔ لڑکی تمہارا نام کیا ہے؟"

"زیلا ایڈمن۔"

"اور مجھے جہانگیر جمال شاہ کہتے ہیں۔"

"بہت خوشی ہوئی تم لوگوں سے مل کر۔ یقینی طور پر تم لوگوں نے یہاں تک پہنچنے کے لیے بڑی محنت کی ہو گی۔ ویسے میں تمہیں داد دیتا ہوں کہ تم مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آ ہی گئے ہو۔ حالانکہ میرا خیال تھا کہ میں اس جگہ ناقابل شناخت ہوں اور کوئی بھی کبھی زندگی بھر مجھے شناخت نہیں کر سکتا۔ کیا تم اس بات کو سن کر حیران نہ ہو گے کہ میں مقامی زبان بخوبی بول سکتا ہوں۔ بامحاورہ اور بالکل ان لوگوں ہی کے سے انداز میں۔"

"اب جبکہ آپ سے مکمل تعارف ہو ہی گیا ہے مسٹر ہرمین سیوٹل تو میرا خیال ہے ہمیں دوستانہ انداز میں گفتگو کرنی چاہیے۔" ہرمین سیوٹل ہنس پڑا۔

"ہم دوست ضرور ہیں لیکن کچھ فاصلے سے اور اس فاصلے کو براہ کرم تم محسوس نہ کرنا۔ زندگی کا تحفظ ہر شخص کے لیے لازمی ہے اور میں بھی اپنی زندگی بچانا چاہتا ہوں۔" میں گردن ہلا کر خاموش ہو گیا۔ تب ہرمین سیوٹل نے کہا۔

"تاہم اس کے باوجود میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ میرے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارو۔ میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا۔ بہت دنوں سے یہاں خاموش اور تنہا پڑا ہوا ہوں۔ اور انسانوں سے دور رہ کر یہ زندگی بڑی عجیب محسوس ہوتی ہے۔ دیکھو دوستو، میں بیوقوف آدمی نہیں ہوں کہ کسی کے جال میں پھنس جاؤں لیکن تم لوگوں سے جو گفتگو کروں گا۔ اس میں میری طرف سے کچھ پوشیدگیاں بھی ہوں گی۔ تمہیں اس پر چالبازی سے کام لیے بغیر غور کرنا ہو گا۔ میں تمہارے حق میں کسی طور پر برا نہیں ثابت ہونا چاہتا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ تم مجھے اس کے لیے مجبور نہ کرو۔" میں نے اپنے چہرے پر ایسے تاثرات پیدا کر لیے جس سے اسے یہ احساس ہو کہ میں اس کی باتوں سے متاثر ہوا ہوں۔ ہرمین نے زیلا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جرمن آج جس صورتحال سے دوچار ہیں، اگر وہ اپنے ماضی پر غور کریں تو انہیں بھرپور احساس ہو جائے گا کہ امریکہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ امریکہ نے بے شک جرمنوں کو آزادی دے دی ہے لیکن ان کے ذہنوں کو جس طرح امریکہ نے اپنے زیر اثر لے لیا ہے، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے لڑکی؟ ایک جرمن عورت کی حیثیت سے میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں۔" زیلا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"میں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا، بات میری عمر کی نہیں ہے بلکہ ہم نے اپنے سیاستدانوں کے مزاج کے مطابق سوچا ہے۔ اور پھر اب تم اس بات سے بھی ناواقف نہیں ہو ہرمین کہ میں اپنے ملک کی وفادار ہوں۔"

"یہ سچائی مجھے پسند آئی زیلا لیکن ہم جس جدید دور میں سانس لے رہے ہیں، وہاں گہری سوچ ہے، سیاسی باریک بینی ہے اور ہر طرح کا اپنا احساس بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے طور پر فیصلہ کر سکتا ہے، میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں کہ عظیم ہٹلر نے جس عظیم منصوبے کا آغاز کیا تھا اور جن لوگوں کو اس نے سزا دینے کا فیصلہ کیا تھا، کیا وہ غلط تھا؟" زیلا چند لمحات ہرمین کو دیکھتی رہی پھر اس نے ہرمین سے کہا۔

"نازی حکمران اپنے طور پر جو ظالمانہ کھیل کھیلنا چاہتا تھا، اتحادی اس سے متفق تو نہیں ہو سکتے تھے۔"

"بے شک لیکن اتحادیوں نے دنیا کے خلاف جو جال بُنا ہے اور آج تک دنیا جس جال میں گرفتار ہے کیا ہٹلر اسی کے خلاف نہیں تھا کہ جرمن ایک آزاد قوم ہے اور دنیا بھر کی آزادی بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ امریکہ اور اس کے حامیوں نے اس آزادی کو جس طرح نقصان پہنچایا ہے آج بھی وہ پوشیدہ نہیں ہے اور اگر دنیا کے ممالک اپنے طور پر فیصلے کرنے کی کوشش کریں تو کیا انہیں یہ اندازہ نہیں ہو جائے گا کہ وہ امریکہ کے غیر محسوس غلام ہیں۔ وہ جہاں چاہتا ہے اپنے طور پر اپنے اثر و رسوخ قائم کر لیتا ہے اور دنیا کا کوئی بھی ملک اس سے مختلف انداز میں ہٹ کر سوچتا ہے تو اس کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے، وہ بھی تم لوگوں کے علم میں ہو گا۔ آج ہم دنیا کے بیشتر ممالک کے ساتھ خود کو امریکہ کا غلام پاتے ہیں اور نہ صرف امریکہ بلکہ ایسی بڑی قوتیں جو ہتھیاروں کے بل پر دنیا پر اپنی قوت کا سکہ جمائے ہوئے ہیں کیا دوسری قوموں کو اپنا غلام نہیں سمجھتیں، کیا دنیا بھر میں یہی سب کچھ نہیں ہو رہا کہ سپر پاورز جو کچھ بھی چاہتی ہیں، وہ کر ڈالتی ہیں اور اس ملک کے رہنے والے ان کے خلاف کچھ بھی نہیں کر پاتے۔ ان بڑی قوتوں نے وہی کھیل کھیلا ہوا ہے جس کے خلاف ہٹلر نے آواز اٹھائی

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ ہٹلر نے اپنی فوجوں کے ساتھ جن کارروائیوں کا آغاز کیا تھا، ان کے نتائج بہتر نہیں نکلے اور بڑی قوموں نے مل کر ہٹلر کو فنا کر دیا۔ لیکن اس کا موقف آج بھی زندہ ہے۔ بے شمار ممالک ان بڑی قوتوں کے جال سے نکلنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان ممالک کے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ میں اپنے والد کی سوچ کے مطابق اسی سوچ سے اتفاق رکھتا ہوں اور میں نے جو کچھ بھی کیا ہے، وہ نازی ازم کے تحت ہی کیا ہے۔ نازی ازم بے شک اتحادیوں کی نگاہ میں ایک بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کے افکار و خیالات جو کچھ بھی ہیں، ان سے دنیا متفق ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان بڑی قوتوں نے اصل سوچ ذہنوں تک پہنچنے ہی نہیں دی۔ اور ان کے پروپیگنڈے نے ہٹلر کے موقف کو کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ بہرحال میرا یہی نکتہ نگاہ ہے اور میں اسی پر عمل کر رہا ہوں۔ میں نہیں کہتا کہ تم لوگ مجھ سے متفق ہو جاؤ لیکن اس بنیاد پر نہ سہی دوسری بنیاد پر سوچو۔ بے شک تم سرکاری عہدے دار ہو لیکن تمہاری اپنی زندگی میں اپنا کوئی تصور اپنا کوئی خیال نہیں ہے۔ تم چاہو تو نازی ازم پر مجھ سے گفتگو کر سکتے ہو۔ لیکن اس وقت بھی میں نازی ازم کا پروپیگنڈہ نہیں کر رہا۔ بلکہ اپنے طور پر یہ کہتا ہوں کہ جب میرے باپ نے ایک ایسا فارمولا ایجاد کیا جو ہمارے لیے قابل قبول ہو سکتا ہے، جس کے بدلے میں مختلف قوتوں نے اس جیسے بے شمار فارمولے تیار کر لیے ہیں تو پھر ہم اس سے کیوں نہ فائدہ اٹھائیں؟ میں اس فارمولے کی تکمیل کر کے بذات خود ایسے ہتھیار نہیں تیار کرنا چاہتا لیکن اگر ہم اپنا یہ فارمولا کسی ضرورت مند ملک کے ہاتھوں فروخت کر دیں اور اس سے دولت حاصل کر کے اپنی زندگی بنائیں تو اس کا ہمیں پورا پورا حق حاصل ہے۔ ہمیں اس سے کیوں روکا جا رہا ہے؟ کیا دنیا میں یہ سب کچھ نہیں ہو رہا؟"

"بے شک ہو رہا ہے، اور اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا ہے۔" میں نے بے اختیار کہا اور ہرمین سیمول مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہیں دعوت فکر دیتا ہوں۔ دراصل میں اپنے کسی تصور کو پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا۔ میں نے ابھی تک ان شکاری کتوں سے اپنی جان بچانے پر اکتفا کیا ہے۔ ابھی تک میرا رابطہ کسی سے نہیں ہو سکا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس جگہ پہنچ گیا اور یہاں میں نے اپنے آپ کو بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر محفوظ کر لیا ہے۔ اس خانقاہ میں ایک درویش رہتا تھا۔ بے چارہ دنیا سے الگ تھلگ اپنے کام میں مصروف تھا کہ میں یہاں پہنچ گیا۔ اس نے مجھ سے تعاون نہیں کیا یوں بھی ہمارے درمیان زبان کی ناواقفیت تھی۔ بہرطور میں نے درویش کو ہلاک کر کے اس کی یہ قبر یہاں بنا دی۔ اس کے بعد میں اس کی حیثیت سے یہاں رہنے لگا۔ اور میں نے بہت کچھ لیا ہے۔ یہاں پر طویل عرصہ ہو گیا ہے مجھے۔ اور میں اپنے مقصد میں اس حد تک کامیاب ہوں کہ لوگ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ تاہم تم دونوں مجھے غیر ملکی محسوس ہوتے اور پہلی بار ایسے دو افراد یہاں پہنچے جن پر مجھے یہ یقین ہو گیا کہ وہ مقامی باشندے نہیں بلکہ میرے مخالفوں میں سے ہو سکتے ہیں اور آج میں ان ہی مخالفوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ میرے موقف کو تسلیم کر لیں۔ سیاسی بنیادوں پر نہ سہی کم از کم ایسی بنیادوں پر ضرور جن کے تحت ہمیں کچھ حاصل ہو سکے۔" زیلا ایڈمن نے چور نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میں اچھی طرح یہ بات جانتا تھا کہ جو شخص ہمارے سامنے موجود ہے، درحقیقت وہ بیوقوف نہیں ہے بلکہ اس کے اندر ذہنوں کو توڑ کر اندر داخل ہونے کی صلاحیت موجود ہے اور وہ ہم دونوں کو گہری نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ زیلا نے جو انداز اختیار کیا تھا، میں نے اس کا بھرپور جواب نہیں دیا۔ اور اپنے چہرے کے تاثر سے اسی بات کا اظہار کیا کہ میں ہرمین سے بہت زیادہ متاثر ہوں اور اس کا اندازہ جلد مجھے ہو گیا۔ ہرمین سیمول نے اس بار ہم دونوں کے لیے دو مختلف ٹھکانے رکھے تھے۔ زیلا ایڈمن کو اس نے وہیں رہنے دیا تھا اور مجھے وہاں سے ہٹا کر ایک دوسری جگہ رکھا تھا جو اسی حجرے کا ایک حصہ تھی۔ پھر اس نے ہم سے اجازت لی اور وہاں سے چلا گیا۔ میں خاموشی سے اس بارے میں سوچتا رہا تھا۔ بہرطور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ہرمین سیمول ایک خطرناک آدمی تھا۔ اور یقینی طور پر ہمیں اس خطرناک آدمی کے خلاف بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر کام کرنا ہو گا۔ اس نے جس طرح اپنا ٹھکانا یہاں بنایا تھا، وہ بھی قابل داد بات تھی۔ معمولی بات نہیں تھی کہ مقامی مزاج کو سمجھ کر اس کے مطابق اتنی جلدی عمل کر ڈالا جائے۔ ہرمین سیمول بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا۔ اس نے اپنا جو موقف بیان کیا تھا، ہو سکتا ہے اصولی طور پر وہ درست ہو لیکن آپ خود جانتے ہیں کہ مجھ جیسے آدمی کے لیے کسی کا موقف کیا معنی رکھتا ہے۔ میں تو بس یہ بات جانتا تھا کہ شہباز احمد صاحب نے زندگی میرے لیے بہت آسان کر دی تھی۔ اور مجھے وہی سب کچھ کرنا تھا، جو میرے ملک کے اعلیٰ حکام کی طلب تھی۔ لیکن اس کے لیے

Uploaded By Nadeem

اب اپنی صلاحیتوں کا استعمال انتہائی ضروری تھا۔ زیلا ایڈمن سے ضد نہیں، مجھے پسند نہیں آئی تھی۔ لیکن ہرمین سیمول سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو میں نے اس کا اظہار بھی کر دیا۔ اس نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم دونوں کے ایک ساتھ رہنے پر اعتراض نہیں ہے۔ میں نے تو بس ایسے ہی تم دونوں کو الگ الگ کر دیا تھا۔ بہرحال میں تم دونوں کو ایک جگہ کیے دیتا ہوں۔"

زیلا ایڈمن نے مجھے دیکھا تو ایک عجیب سی کیفیت میں مبتلا ہو گئی۔ ہرمین سیمول ہماری ہر طرح سے خاطر مدارات کر رہا تھا اور ضرورت کی چیزیں ہم تک پہنچا دی جاتی تھیں۔ وہ خود ہی ہمارے لیے کھانا وغیرہ بھی تیار کرتا تھا۔ اس طرح پورا ایک دن گزر گیا۔ رات کو زیلا ایڈمن نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "ہم لوگ جس مصیبت کا شکار ہو گئے ہیں اس کا کوئی حل ہے تمہارے ذہن میں؟" میں نے عجیب سی نگاہوں سے زیلا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"زیلا میرے بارے میں تمہیں شاید تفصیلات معلوم نہیں ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں اپنے ملک میں ایک آزاد حیثیت کا حامل تھا اور وہاں میں نے اپنے طور پر زندگی گزاری تھی۔ میرے والد تیمور جمال شاہ محکمۂ پولیس کے ایک بہت بڑے افسر ہیں اور انہوں نے مجھے ہمیشہ دوسرے درجے پر رکھا اور میری کوئی حیثیت تسلیم نہیں کی۔ بعد میں تیمور جمال صاحب اور میرے درمیان اختلافات اتنے بڑھ گئے کہ انہوں نے مجھے گھر سے باہر نکال دیا۔ تم یقین کرو کہ اگر میرے محکمے کے لوگ مجھ پر نگاہ نہ ڈالتے اور مجھے یہ حیثیت نہ دے دیتے تو شاید میں ایک مجرم ہوتا۔ ایک ایسا مجرم جو اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہر کام کر ڈالتا لیکن اتفاق سے مجھے اس جانب متوجہ کر دیا گیا اور میں اس پر عمل کرنے لگا۔ بہرطور میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ زندگی میں اگر کبھی چانس ملے تو اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ہرمین سیمول کی گفتگو تم نے سنی ہو گی، وہ اپنے موقف پر یقینی طور پر درست ہے۔ آخر یہ سب ہر چیز پر اپنا تسلط جما لینا چاہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی تو دنیا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ وہی سب کچھ کر سکے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ میں ہرمین سیمول کے موقف سے متفق ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو جہانگیر جمال شاہ، تمہیں احساس ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"ہاں مجھے احساس ہے مجھے اس بات پر آمادہ کر رہا ہے۔"

"لیکن تمہارا ملک تم پر ایک ذمہ دار شخص کی حیثیت سے اعتماد کرتا ہے۔"

"یہ ذمہ دار شخص اگر اپنے کام کو صحیح انداز میں نہ کرے گا تو میرا ملک ہی نہیں بلکہ دنیا کا ہر ملک اسے نظر انداز کر دے گا۔ ہماری اسی وقت تک ایک حیثیت ہے جب تک ہم برق رفتاری سے اپنا کام نہیں کر ڈالتے اور غلاموں کی مانند اپنے ملک کی ہر جائز و ناجائز بات کا دفاع نہیں کر سکتے۔"

"تت۔۔۔ تم عجیب باتیں کر رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"نہ سمجھ میں آنے والی کوئی بات نہیں ہے مائی ڈیئر زیلا ایڈمن، میں سو فیصدی اس بات سے متفق ہوں کہ اب ہرمین کا ساتھ دیا جائے اور اس موقع سے فائدہ اٹھا جائے بلکہ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر مسٹر ہرمین مجھے اس بات کا موقع دیں تو میں مکمل طور ان کے لیے کام کرنے پر تیار ہو جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی جہانگیر جمال شاہ، تمہاری اتنی شہرت، اتنی نیک نامی بے وقعت ہی تھی، بے کار تھی۔"

"ہاں یہ سمجھ لو، میں وقت کا بیٹا ہوں اور دنیا نے مجھے یہی سکھایا ہے بلکہ میں تو تمہیں بھی یہی مشورہ دیتا ہوں زیلا ایڈمن کہ چھوڑو بے کار باتوں کو، اپنے لیے راستے بناؤ۔ اگر ہم ان کوششوں میں ویسے بھی کامیاب نہ ہوتے تو کیا ہمارا ملک ہمیں پھانسی چڑھا دیتا؟ تم اپنا طریقہ کار یہی رکھو کہ تم ہرمین سیمول کی تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔" زیلا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے سوچنے کا موقع دو۔"

"ضرور سوچو، میرا خیال ہے عقل مندی سے کام لو گی تو صحیح راستوں کا انتخاب کر سکتی ہو۔" اس کے بعد زیلا ایڈمن خاموش ہو گئی۔ باقی اس نے معمول کے مطابق مجھ سے تعاون کرنے میں کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ دوسری صبح ہرمین سیمول نے ہم لوگوں کو ناشتا پیش کرتے ہوئے مسکرا کر صبح بخیر کہا۔ اور بولا۔

"تم لوگوں سے یہ سلوک کر کے مجھے خود بھی بے حد دکھ ہے۔ لیکن اپنی بقا کے لیے یہ ضروری ہے کہ میں تمہارے پاؤں کم از کم باندھے رکھوں۔ تم اپنے معمولات سے فراغت حاصل کر لو۔ اس کے بعد تمہارے ہاتھ بھی باندھ دیئے جائیں۔ لیکن بس یہی سب کچھ میرے لیے موزوں ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے مسٹر ہرمین لیکن ہم تمہاری پیشکش پر غور کر رہے ہیں۔"

"مجھے بھی اس پر اعتراض نہیں ہے۔ تم اطمینان سے غور کرو۔ میں نے ایک لائحہ کار بنا لیا ہے اپنے لیے اور اسی کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے اپنے کام کی جلدی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں یہ ایک طویل ترین کام ہے۔ ذرا یہ شکاری کتے تھک جائیں اس کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کروں گا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ مجھے دوستوں کی ضرورت ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہرمین سیموئل نے کہا۔

"ویسے میں تم لوگوں کو تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے باہر کی سیر بھی کرا سکتا ہوں لیکن شرط یہی ہے کہ تم میرے نشانے پر رہو۔ اور ایک بات میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ میرا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا۔ اور مجھے دکھ ہوگا اگر میں تم دونوں کو بھی ہلاک کر دوں۔" ہرمین سیموئل نے زیلا ایڈمن سے کہا۔

"آؤ میں تمہیں باہر کی سیر کرا دوں اور مسٹر تمہیں انتظار کرنا ہوگا۔" اس نے زیلا ایڈمن کے ہاتھ اور پاؤں کھولے اور اسے اچھی طرح تلاشی لینے کے بعد باہر نکال لے گیا۔ میں سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی ہمارے درمیان یہ بات طے نہیں ہوئی تھی کہ اگر کوئی ایسا لمحہ آ جائے تو ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ اگر زیلا نے کوئی قدم اٹھا لیا تو مفت میں ماری جائے گی۔ بہرطور یہ اس کا اپنا مسئلہ تھا۔ میں نے جس کام کا آغاز کیا تھا اب اس پر عمل پیرا رہنا چاہتا تھا۔ جو گفتگو میں نے کی تھی اس کے بارے میں مجھے شبہ تھا کہ ہرمین نے یقیناً اسے سن لیا ہوگا۔ اور وہ اتنا بیوقوف نہیں تھا کہ ہماری طرف سے غافل ہو جائے۔ اسی لیے میں نے اس گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ اور اس کے پس پردہ میرا ایک اہم مقصد پوشیدہ تھا۔ زیلا ایڈمن تقریباً دو گھنٹے کے بعد واپس آئی اور ہرمین نے اسے پھر باندھ کر اس کی جگہ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔

"اگر تم سیر و سیاحت کرنا چاہو تو میں تمہیں بھی اس کا موقع دے سکتا ہوں۔"

"جسمانی ورزش کے لیے میرا باہر نکلنا ضروری ہے۔ لیکن یہ تم پر منحصر ہے مسٹر ہرمین سیموئل۔"

"جو شرط میں نے عائد کی ہے، اس کی تعمیل تمہیں بھی کرنا ہوگی۔ ورنہ میں دوست ثابت نہ ہو سکوں گا۔" اس نے میرے ہاتھ اور پاؤں کھولے اور اس کے بعد مجھے باہر لے گیا۔ میں نے اس کے ہاتھ میں ایک خوفناک آٹومیٹک ریوالور دیکھا جو میری ہی جانب اٹھا ہوا تھا۔ بہرطور میرے اپنے ذہن میں ایسا کوئی تصور نہیں تھا۔ ویسے بھی یہاں سے بھاگ جانے کا تو کوئی پروگرام ہی نہیں تھا۔ وہ مجھے خانقاہ کے عقبی حصے میں نیچے گہرائیوں میں لے گیا جہاں ایک غار بنا ہوا تھا۔ یہ ایک نئی جگہ تھی۔ اس نے مجھے بٹھایا اور اس کے بعد بولا۔

"میں تم سے انتہائی اہم اور صاف صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں مائی ڈیئر مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"میں تیار ہوں مسٹر ہرمین۔"

"سنو، میں نے جو کچھ کہا تھا اس کا جواب میرے لیے نہایت ضروری تھا۔ اگر تم بہت غور سے نہ سوچو تو یہ تمہارے حق میں بھی بہتر رہے گا اور میرے حق میں بھی۔"

"میرے لیے تشویش کی صرف ایک بات ہے مسٹر ہرمین سیموئل۔"

"کیا؟"

"یہی کہ اگر میں کوئی پیشکش نہیں کروں گا تو تم اسے شک کی نگاہ سے دیکھو گے۔" ہرمین سیموئل مسکرا دیا پھر بولا۔

"میں کوئی دعویٰ نہیں کرتا لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ لوگوں کا میرے بارے میں ایک انوکھا خیال تھا۔ وہ یہ کہ میں ذہنوں کو پڑھ لیا کرتا ہوں۔ تم جو کچھ بھی کہو گے میں اس کے بارے میں صحیح اندازہ قائم کرنے میں پیچھے نہیں رہوں گا۔ مگر کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مائی ڈیئر ہرمین سیموئل، میری زندگی ایک عجیب و غریب زندگی ہے۔ میں تمہیں اس کی تفصیل بتا کر بور نہیں کروں گا۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں ایک بھٹکا ہوا انسان ہوں۔ اور کچھ ایسے عوامل مجھے یہاں لے آئے ہیں جو غیر یقینی تھے۔ تاہم میں زندگی میں نئے پن کا قائل ہوں۔ اگر میں خلوص دل سے تمہارے اس مؤقف کو تسلیم کر لوں تو کیا تم مجھ پر یقین کر لو گے؟" ہرمین سیموئل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

"دوست — ابتدا، میرا مطلب ہے دنیا کی ابتدا جب ہوئی ہے لوگوں نے ایک دوسرے پر اعتماد ضرور کیا ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کے اعتماد کو دھوکا بھی دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود دنیا کا نظریۂ حیات ہی یہی ہے کہ ایک دوسرے پر اعتماد کیا جائے۔"

"اور اگر میں تم سے کہوں کہ مجھ پر اعتماد کرو تو کیا تم اس کے لیے تیار ہو جاؤ گے؟"

"سو فیصد کا۔"

"تو پھر سنو، میں تمہارے مؤقف سے بالکل متفق ہوں۔ وہ فارمولا اگر تم کسی کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہو تو میں اس سلسلے میں تمہیں اپنی خدمات پیش کر سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ تمہارے تحفظ کے لیے بھی میں اعلیٰ ترین بندوبست کر سکتا ہوں۔ اور اس کے لیے ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت کام کرنا ہوگا۔ میں اس کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔"

"گڈ — ویری گڈ۔ مجھے تمہارے فیصلے سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

"لیکن سوال وہی رہ جاتا ہے کہ تم مجھ پر بھروسا کیسے کرو گے؟"

"دیکھو دوست، بہت سادہ، آسان اور کاروباری بات چیت ہے۔ فارمولا اگر فروخت ہو گیا تو اس کے بعد ہمیں ایک بہترین معاوضہ ملے گا اور اس معاوضے کا میں پچیس فیصد تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ جہاں تک فارمولے کی فروخت کا معاملہ ہے۔ وہ میری پسند کے مطابق طے ہوگا۔ وہ فارمولا کسی بھی طور تم حاصل نہیں کر سکو گے کیونکہ میں نے اسے ایک ایسی ہی جگہ محفوظ کر دیا ہے۔ جب ہم اپنی کارروائی مکمل کر لیں گے اور ہمارا سودا کسی سے ہو جائے گا تو وہ فارمولا رقم لے کر اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اس سے پہلے اگر تم مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہو گے تو نہ تمہیں کوئی فائدہ ہو سکتا ہے اور نہ مجھے۔ البتہ وہ فارمولا ایسے غیر متعلق ہاتھوں میں پہنچ جائے گا جو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم دوسروں کو فائدہ اٹھانے کا موقع دو یا خود اس سے فائدہ اٹھاؤ۔" میں نے مسکرا کر گردن ہلائی اور بولا۔

"یہ نہایت مناسب طریقہ کار ہے۔ اس طرح کم از کم میری نیت واضح ہو جائے گی۔ مجھے اس فارمولے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مگر اس سے حاصل شدہ رقم کا پچیس فیصد میرے لیے انتہائی دلکش ہوگا۔"

"اور اس لڑکی کے بارے میں کیا خیال ہے جو میری ہم نسل ہے وہ؟"

"اپنی ہم نسل کا فیصلہ تم خود کرو گے مائی ڈیئر ہرمین سیموئل۔"

"تمہاری اپنی رائے کیا ہے، وہ ہم سے اتفاق کرے گی؟"

"اگر میں کچھ کہوں گا تو تم اسے میری بددیانتی یا لالچ کہہ سکتے ہو۔"

"نہیں، اب جب ہم نے دوستی کی جانب قدم بڑھائے ہیں تو ایک دوسرے پر اعتماد کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

"لڑکی کے بارے میں، میں آخری طور پر نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اندر کیا سوچ ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بظاہر ہم سے دوستی کا اظہار کرے اور پس پردہ ہماری مخالفت کرے۔"

"ہوں۔ اس کا مقصد ہے کہ اسے چانس پر رکھا جائے۔"

"بالکل بالکل۔"

"کیوں نہ اسے ختم کر دیا جائے؟"

"میرے خیال میں یہ جلد بازی ہوگی۔ اگر وہ ہم سے متفق ہو جاتی ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نہایت کارآمد ہوگی۔ لیکن اگر تم اس کی موت ہی کا فیصلہ کرتے ہو تو ظاہر ہے تمہاری اپنی زندگی اور بقا کے لیے میں تمہیں تمہارے کسی مسئلے سے نہیں روک سکتا۔" ہرمین سیموئل غور کرنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"نہیں ٹھیک ہے، ہم ابھی اسے موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنا فیصلہ کرے۔ اس کے بعد ہم جو کچھ بھی ہوگا آپس میں طے کر لیں گے۔" میں نے ہرمین سیموئل سے اتفاق کر لیا تھا۔ دن کے باقی معمولات میں کوئی رونما نہ ہوئی۔ البتہ زیلا ایڈمن کی قربت مجھے کسی قسم کی بوریت میں مبتلا ہونے نہ دے رہی تھی۔ رات کو پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"اس نے تم سے کوئی خاص گفتگو کی؟"

"ہاں۔ وہ پیشکش کرتا ہے کہ ہم اس کے ساتھی بن جائیں۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"اپنے مقصد سے تمہیں آگاہ کر چکا ہوں۔ میں نے اس پر بھی اس کا اظہار کر دیا ہے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں بھی تم سے الگ نہیں ہوں۔ مگر کیا وہ ہم پر اعتبار کرے گا؟"

"آنے والا وقت اس کا فیصلہ کرے گا۔ ویسے بھی اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانا ہمارے لیے آسان نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوگا۔"

"تو پھر میں بھی اس پر اس بات کا اظہار کیے دیتی ہوں کہ میں اس سے اتفاق کرتی ہوں۔" زیلا نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ زیلا کے بارے میں درحقیقت میں نے خود بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا لیکن جس انداز میں میں نے اپنا قدم بڑھایا تھا اس پر مجھے کافی اعتماد تھا کہ یہ انداز کم از کم ہرمین سیموئل کو صحیح فیصلہ کرنے سے روک سکتا ہے۔ دوسرے دن پھر ہرمین سیموئل نے اس موضوع پر گفتگو کی اور زیلا نے بھی اس سے متفق ہونے کا اعلان کر دیا۔ ہرمین سیموئل نے خوش ہو کر کہا۔

"مجھے تم دونوں سے یہی امید تھی۔ سمجھدار لوگ ہمیشہ صحیح فیصلے کیا کرتے ہیں۔ بہرطور ہمیں کچھ وقت یہاں گزارنا ہوگا۔ اور اس کے بعد ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ آئندہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہرمین سیموئل نے ہمارا سامان ہمیں واپس کر دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی تھوڑی سی آزادی بھی دی تھی۔ یعنی یہ کہ ہم کم از کم اس حجرے میں آزاد رہ سکتے تھے ہرمین سیموئل نے ہمیں بتا دیا تھا کہ ہمارے کسی غلط اقدام کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے اور بلاشبہ اس نے ہمیں ایک خوبصورت قید عطا کی تھی اور اس قید سے فرار کا مقصد موت تھا، صرف اور صرف موت اور اس بات کو زیلا ایڈمن نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ زیلا ایڈمن کی ذہنی کیفیت کیا ہے اور اس نے اس بارے میں اندرونی طور پر کیا سوچا ہے۔ لیکن میں ایک پردہ اپنے اور اس کے درمیان رکھنا چاہتا تھا اور اپنی اصل کیفیت کا اظہار اس پر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بہرطور یہ سارے کام ہوتے رہے۔ ہمیں تھوڑی بہت آزادی مل گئی تھی۔ اور اس وقت میں اس غار میں ہرمین کے کمرے میں تنہا موجود تھا۔ جب اچانک ہی غار میں ایک مدھم سی سیٹی کی آواز ابھری اور ہرمین چونک پڑا۔ اس نے سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں بھی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ تب ہرمین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سوری مائی ڈیئر۔ ویری سوری، یہ تمہارے حجرے کی آواز ہے اور یہاں سنائی دیتی ہے۔ ہلکی سے ہلکی سرگوشی وہ معمولی سی آہٹ جو تم لوگوں کے جسموں سے پیدا ہوتی ہے، یہاں بآسانی سنی جا سکتی ہے۔ میں نے اس کا بندوبست کر رکھا تھا۔" میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے ہرمین کو دیکھا تو وہ بولا۔

"اور یوں سمجھ لو، اب تم پر یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ جو گفتگو تمہارے درمیان ہوتی رہی ہے، وہ میں یہاں سن رہا ہوں۔"

"کیا یہاں کی آواز وہاں نہیں پہنچ سکتی ہے؟"

"نہیں۔ میں نے اس کا معقول بندوبست کر رکھا ہے۔" ہرمین اچانک خاموش ہو گیا۔ کچھ اور آوازیں ابھر رہی تھیں اور میں سنسنی خیز نگاہوں سے ہرمین کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ یہ اندازہ میں نے لگا لیا تھا کہ ادھر کیا ہو رہا ہے۔ بہرطور یہ میرے مقصد کے لیے ایک اچھی بات تھی حالانکہ انتہائی سنسنی خیز تھی۔ چند لمحات کے بعد ایک آواز ابھری۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ تم جو کوئی بھی ہو، مجھ سے گفتگو کرو۔ میں تمہیں ایک اہم اطلاع دینا چاہتی ہوں۔" ہرمین اور میں خاموشی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے۔ دوسری طرف سے آواز ابھری۔

"کون ہو تم اور کہاں سے بول رہی ہو؟"

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو تمہارا تعلق روجر ویرساں سے ہے؟"

"ہاں تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ میں جرمن نسل سے تعلق رکھتی ہوں۔ کون ہوں، کیا ہوں اس کی تفصیل بتانا مناسب نہیں ہے۔ اگر تم ہرمین سے رابطہ قائم کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں اس کا پتا دے سکتی ہوں۔"

"کہاں ہے وہ؟" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔ اور زیلا ایڈمن اسے خانقاہ کا پتا بتانے لگی۔ ہرمین کے انداز میں اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔

"اور تم ہرمین سے کیا تعلق رکھتی ہو؟"

"میں اس وقت اس کی قیدی ہوں اور خانقاہ کے ایک حصے میں بندھی پڑی ہوں۔"

"یہ ٹرانسمیٹر تمہارے پاس کہاں سے آیا؟"

"تم جانتے ہو یہ ٹرانسمیٹر میرے پاس کہاں سے آیا!" زیلا ایڈمن نے کہا۔

"ہم فوراً وہاں پہنچ رہے ہیں۔ اور تمہارے اس تعاون پر تمہارے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے گا۔" دوسری طرف سے آواز آنی بند ہو گئی۔ اور پھر زیلا ایڈمن نے بھی ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ ہرمین اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کون لوگ ہیں؟ کیا سیکرٹ سروس کے آدمی ہیں؟"

"نہیں، روجر ویرساں ایک دہشت گرد جو یہاں تمہاری تلاش میں سرگرداں ہے اور زبردست کارروائیاں کر رہا ہے۔"

"ٹرانسمیٹر پر اس سے رابطہ کرو؟" ہرمین نے سوال کیا۔ اور میں نے ہرمین کو شروع سے لے کر آخر تک تمام تفصیل بتا دی۔ ایک لفظ بھی میں نے اس سے نہیں چھپایا تھا۔ اور یقینی طور پر ہرمین اس سے متاثر ہوا۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"مگر اب وہ یہاں آ رہا ہے اور ہمیں اس سے خطرہ درپیش ہو سکتا ہے۔"

"دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہ ہم خاموشی سے یہاں سے نکل جائیں یا پھر اس سے مقابلہ کیا جائے لیکن یہاں ہمارے پاس ہتھیار وغیرہ موجود نہیں ہیں۔" جواب میں ہرمین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

"اگر یہاں دو ہزار آدمی حملہ کریں تو میں آسانی سے انہیں ختم کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔ میں بیوقوف نہیں ہوں، اور میں نے اس کے لیے معقول بندوبست کر رکھا ہے۔ آؤ میرے ساتھ، تم میرا ساتھ دو۔" ہرمین مجھے لیے ہوئے اس جگہ آیا جہاں وہ قبریں بنی ہوئی تھیں۔ اس نے نیچے والی قبر کے ڈھکن کے قریب پہنچ کر اسے صندوق کے ڈھکن کی مانند اٹھا دیا۔ اور یہاں سے جو کچھ برآمد ہوا اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ یہ انتہائی طاقتور ساخت کی مشین گنیں تھیں جن کے ساتھ بارود کا زبردست ذخیرہ موجود تھا۔ ہرمین نے کہا۔

"اور میں نے پہاڑی پتھروں پر ڈائنامیٹ لگائے ہوئے ہیں جو ریموٹ کنٹرول ہیں۔ اگر وہ ان بلندیوں کو طے کرنے کی کوشش کریں گے تو انہیں بدترین موت کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"تو پھر تم مجھ پر بھروسا کر سکتے ہو ہرمین، میں تمہارا سپاہی کی حیثیت سے ان سے لڑوں گا۔" ہرمین نے ایک لمحے کے لیے مجھے تشویش زدہ نگاہوں سے دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر پرسکون ہو گیا۔ اس نے ایک مشین گن نکال کر میرے حوالے کی اور دوسری خود لے لی۔ اس کے بعد وہ ایک مخصوص جگہ پر پہنچ کر یہ مشین گن نصب کرنے لگا۔ دوسری مشین گن دوسرے حصے پر نصب کر دی گئی۔ وہاں اور بھی مشین گنیں تھیں، جنہیں ہرمین نے بڑی خوبصورتی سے مختلف سمتوں میں تعینات کر دیا۔ اس نے کہا۔

"ہم جدھر سے ان کی آمد کا زور دیکھیں گے، ادھر اس مشین گن کو استعمال کریں گے اور وہ لوگ ہمیں اپنی گولیوں کا نشانہ نہیں بنا سکیں گے۔ تم اس مورچہ بندی سے بالکل متفق ہو گے۔ اس کے علاوہ یہ ریموٹ کنٹرول سسٹم ہے اس سے تم مختلف سمتوں میں لگے ہوئے ڈائنامیٹ استعمال کر سکتے ہو۔ اور یوں ان پر پتھروں کی بارش شروع ہو جائے گی۔" میں اس دلچسپ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ ابھی تک فارمولے کے بارے میں مجھے پتا نہیں چل سکا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ بہرطور ہرمین کے ساتھ یہ کارروائی کرنے کے بعد یقینی طور پر میں اس کا راز دار بن جاؤں گا۔ اور اس کے بعد ہرمین مجھ سے تعاون کرے گا۔ زیلا ایڈمن نے ایک طرح سے یہ کام ہمارے حق میں ہی کیا تھا اور اس سے میں بات کو آگے بڑھا سکتا تھا۔ جہاں تک زیلا ایڈمن کا تعلق تھا، اس کی زندگی کا تحفظ مجھ پر فرض تھا۔ خاص طور پر اس کارروائی کے بعد وہ ہرمین کے لیے بالکل ہی نقصان دہ ثابت ہو چکی تھی۔ اور ہرمین یقینی طور پر اسے ختم کرنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ بہرطور ہم اپنے مورچوں میں ان لوگوں کی آمد کا انتظار کرتے رہے اور پھر گھڑ سواروں کا ایک گروہ ہم نے دیکھا، سترہ اٹھارہ افراد پر مشتمل تھا۔ یقینی طور پر روجر ویرساں اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ روجر ویرساں کو ختم کرنا میرے لیے بھی انتہائی ضروری تھا۔ دو دشمنوں میں سے ایک ختم ہو جائے تو اس کے بعد دوسرے سے بآسانی نمٹا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہم ان کا استقبال کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ فوری طور پر دوسری مشین گن اپنی جگہ سے ہٹا کر یہاں رکھ لی گئی تھی، تاکہ ہم دونوں ان پر گولیاں برسا سکیں۔ اور یہی ہوا جب وہ ہماری رینج پر آئے تو اچانک ہم نے ان پر فائر کھول دیا۔ مشین گن کے قہقہے فضا میں ابھرنے لگے۔ اور پہاڑ ان کی گونج سے گونجنے لگے۔ روجر ویرساں اور اس کے ساتھیوں کو ناقابلِ یقین نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔ ہم نے ان کی لاشیں فرش پر بچھا دیں۔ گھوڑے تک ہلاک کر دیے گئے۔ اور چونکہ انہوں نے احمقانہ انداز میں منصوبہ بندی کی تھی اور ایک ہی سمت اختیار کر کے اس طرف آئے تھے اس لیے نقصان اٹھا گئے۔ ہمیں اور کوئی بڑی کارروائی کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد ہم نے ان میں سے ایک ایک فرد کو چن چن کر ہلاک کر دیا۔ روجر ویرساں کو کہیں پناہ نہیں مل سکی تھی۔ زخمی گھوڑے اچھلتے پھر رہے تھے۔ لیکن انسانوں میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو زندہ بچ گیا ہو۔ ہرمین کے حلق سے قہقہہ آزاد ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"یہ تھا روجر ویرساں۔ بین الاقوامی دہشت گرد۔ یہ تو بڑی آسانی سے مارا گیا۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہم اپنی جگہ سے اتر کر اس جانب چل پڑے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چاروں طرف راجر وریسان اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ ہرمین نے میرے پاس بھی ہتھیار رکھے تھے اور اپنے پاس بھی تاکہ اگر ادھر سے مزید کوئی کارروائی ہو تو اس کا مقابلہ کیا جا سکے۔ لیکن گنجائش نہیں رہی تھی۔ راجر وریسان بُری طرح اپنی جلد بازی کا شکار ہو گیا تھا۔ ہم نے قریب جا کر ان میں سے ایک ایک لاش کو ٹٹول کر دیکھا اور کسی کو بھی زندہ نہ پایا۔ وہ بہترین اسلحے سے لیس ہو کر آئے تھے۔ لیکن یہ اسلحہ استعمال نہیں ہو سکا تھا۔ تب ہرمین نے کہا۔

"اب ہمیں ایک اور کام کرنا پڑے گا ویسے میرا خیال ہے اس کے لیے ہمیں کچھ گھنٹے انتظار کر لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے آس پاس اس کے اور ساتھی موجود ہوں۔"

"اس کا امکان تو نہیں ہے۔ تاہم انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" اور ہم نے پورے پانچ گھنٹے انتظار کیا لیکن اس کے بعد مزید کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ راجر وریسان کا قصہ یقینی طور پر ختم ہو گیا تھا اور اتفاق کی بات یہ تھی کہ اس خانقاہ کے آس پاس اور کوئی ایسی آبادی بھی نہیں تھی جو گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی جانب متوجہ ہو جاتی — اس لیے مزید کوئی کارروائی نہ ہوئی اور پھر چاند نکلنے تک ہم نے ان لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔ البتہ گھوڑوں کی لاشوں کا کچھ نہیں ہو سکا تھا۔ ہر لاشیں ہم نے مختلف گڑھوں میں اتار کر چھپا دی تھیں۔ اور ان کے پاس سے جو کچھ برآمد ہوا تھا، وہ اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ ہرمین کا موڈ بہت زیادہ خوشگوار تھا۔ اور اب اس کا انداز مجھ سے انتہائی دوستانہ ہو گیا تھا۔ بعد میں اس نے کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ مجھے ایک بہترین ساتھی مل گیا۔ تمہاری کارکردگی دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم یقینی طور پر میرے دست راست بننے کے قابل ہو۔ اور اب میں تم پر آخری اعتماد کر رہا ہوں۔ یقینی طور پر میں تمہیں اپنے دوستوں میں شمار کر سکتا ہوں۔"

"میرے سوچنے کا انداز بالکل مختلف ہے مسٹر ہرمین! میں اس دنیا میں اپنا ایک مقام چاہتا ہوں اور وہ بھی اپنے طور پر۔ مجھے یقینی طور پر ایک سرکاری عہدے دار کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔ لیکن یوں سمجھ لو کہ وہ بھی میری آبائی فطرت کا ایک حصہ تھا۔ درحقیقت میں ذرا مختلف مزاج کا انسان ہوں۔"

"میرے اور تمہارے درمیان بہت اچھی زندگی گزرے گی۔ میں خود بھی زندگی کی دلچسپیوں کا قائل ہوں اور میں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ زندگی میں اپنے لیے ایک مقام حاصل کرنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ میرے باپ ایلیٹر سیموئل کو جن حالات سے گزرنا پڑا تھا اس کی ایک طویل کہانی ہے لیکن میں ان حالات سے گزرنا نہیں چاہتا۔ ہم دولت حاصل کر لیں گے اور پھر دنیا کے کسی خوبصورت گوشے میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام اچھے انسانوں کی مانند گزار دیں گے۔ ہم اپنا ماضی بھول جائیں گے اور اپنے آپ کو بالکل تبدیل کر لیں گے۔ تمہارے ذہن میں یقینی طور پر یہ تصور ہوگا کہ وہ فارمولا کہاں ہے تو میں اس کے بارے میں تمہیں صرف اتنا بتانا پسند کروں گا کہ میں نے اسے تمہارے ملک ہی کے دارالحکومت کے ایک بینک لاکر میں رکھ دیا ہے۔ اور خود وہاں سے اتنی دور چلا آیا ہوں کہ شبہ بھی نہ ہو سکے۔ یہ انتہائی ضروری تھا کیونکہ میں تنہا اپنا یہ کام کر رہا ہوں۔ البتہ یہاں آنے کے بعد میں نے یہ محسوس کیا کہ تنہائی میرے لیے خطرناک ہے اور مجھے کسی اچھے ساتھی کی ضرورت ہے اور مجھے خوشی ہے کہ مجھے ایک اچھا ساتھی مل گیا۔"

"میں بہت زیادہ باتیں نہیں کروں گا مسٹر ہرمین سیموئل۔ بس اتنا ہی کہوں گا کہ تمہیں مجھ پر اعتماد کر کے فائدہ ہوگا نقصان نہیں۔"

"جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں۔" ہرمین سیموئل نے جواب دیا اور پھر تشویشناک انداز میں کہا۔

"اور اس لڑکی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"ہم اسے کسی بھی وقت جہنم رسید کر سکتے ہیں لیکن اگر تم اسے میرے لیے رہنے دو تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے — ویسے بھی وہ ہمارے لیے بالکل بے ضرر ہے۔ اور پھر میری ہم نسل بھی ہے۔ کچھ عرصے زندہ رہے گی، کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تمہیں اس پر پوری پوری اجازت دیتا ہوں۔" ہرمین کولا نے ضروری انتظامات کیے اور اس کے بعد وہ ٹرانسمیٹر اس نے میرے ساتھ جا کر زیلا ٹیڈمین سے حاصل کر لیا۔ اور اسے تباہ کر دیا۔ باقی سامان بھی وہاں سے ہٹا لیا گیا تھا۔ میرا انداز اب بالکل مختلف ہو گیا تھا۔ اور زیلا مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ جب ہرمین سیموئل چلا گیا تو زیلا نے کہا۔

"یہ — یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ سب کچھ کیا ہے مسٹر جہانگیر جمال شاہ؟" اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی — میں نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"در اصل ہر شخص کو اپنے اپنے بارے میں فیصلے کرنے کا حق ہوتا ہے مائی ڈیئر زیلا! تم نے جو فیصلہ کیا وہ تمہاری سوچ کے مطابق ہوگا۔ میں تمہیں جو کچھ بتا چکا ہوں۔ وہ ایک ٹھوس سچائی ہے۔ میرا انداز فکر بالکل مختلف ہے اور میں اپنے لیے بھی ایک منزل چاہتا ہوں۔"

"تت — تو کیا تم اپنے، اپنے وطن سے غداری کرو گے؟"

"درحقیقت میں کسی وطن کا تعین ہی نہیں کر سکا ہوں۔ میں ایک عجیب و غریب زندگی کا مالک ہوں زیلا! اگر تم میرے بارے میں تھوڑی بہت معلومات رکھتی ہو تو تمہیں اس بات کا علم ہوگا کہ میں اپنے گھر سے بھی باغی ہوں۔ ایک ایسا شخص زندگی میں صرف تفریحات اور اپنی پسند کی زندگی چاہتا ہے۔ وہی میں نے بھی حاصل کی۔ میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں کسی ایک کھونٹے سے بندھا رہوں چنانچہ اب میں نے مختلف انداز فکر اختیار کر لیا ہے۔ میں نے تمہیں بھی دعوت دی تھی اور یہ دعوت سچائی پر مبنی تھی۔ میں نے چاہا تھا کہ تم طویل عرصہ میرا ساتھ دو اور ہرمین کے ساتھ مل کر ہم جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں بھی خاطر خواہ فائدہ ہو لیکن زیلا تم نے یہ سب کچھ تسلیم نہیں کیا اور میں سمجھتا ہوں۔ یہ تمہارے حق بہتر نہیں رہا۔"

"تم جیسی باتیں کر رہے ہو تم میرا ذہن انہیں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اگر یہ کوئی مصلحت ہے تو براہ کرم کم از کم مجھے تو مطمئن کر دو۔ تمہاری بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی جہانگیر جمال شاہ!"

"وقت گزر چکا ہے مائی ڈیئر زیلا! تم نے مجھ سے مشورہ کیے بغیر ہی راجر وریسان سے رابطہ قائم کر لیا۔ کم از کم تمہیں اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ تو کر لینا چاہیے تھا۔"

"میں نے یہی فیصلہ کیا کہ راجر وریسان کو یہاں طلب کر لیا جائے اور اس کے بعد اس کا سہارا حاصل کیا جائے۔"

"یہ تو اور بھی غیر دانشمندانہ قدم تھا۔ راجر وریسان ایک جرائم پیشہ آدمی ہے۔ اگر وہ یہاں آ کر ہرمین پر قابو پانے میں کامیاب ہو بھی جاتا تو تمہارا کیا خیال ہے کیا وہ ہماری مدد کر سکتا تھا؟"

"نہیں اس کے بعد میرے ذہن میں یہ تصور تھا کہ ہم راجر وریسان کو اپنے قابو میں کر لیں گے۔"

"کمال کی بات کرتی ہو زیلا! یہاں صرف ایک آدمی ہے جس کا نام ہرمین ہے اور ہم اسے قابو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تو تمہارے خیال میں راجر وریسان کو اس کے پورے گروہ کے ساتھ قابو میں کر سکتے تھے؟"

"میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو گئی تھیں۔ لیکن مجھے بتاؤ ہوا کیا، باہر کیا ہوا ہے؟"

"نہیں ایک خوشخبری سنانی ہے وہ یہ کہ راجر وریسان اب اپنے گروہ کے ساتھ ختم ہو چکا ہے اور وہ بھی نہایت معمولی انداز میں۔ وہ اس پائے کا آدمی نہیں نکلا جس کا ہم نے تعین کر ڈالا تھا۔"

"یعنی یعنی یہ گولیوں کی آوازیں ہیں؟"

"ہاں، مشین گنوں کی آوازیں تھیں اور راجر وریسان اپنے تمام ساتھیوں سمیت موت کا شکار ہو گیا ہے اور اس سلسلے میں یہ سہرا تمہارے سر جاتا ہے۔"

"آہ میں نے اس انداز میں نہیں سوچا تھا۔ تاہم مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں تو تمہاری ان باتوں سے پریشان ہو گئی ہوں براہ کرم مجھے اب بھی بتا دو کیا اس میں کوئی گہرائی ہے؟"

"ہاں، اس میں ایک گہرائی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں سو فیصدی ہرمین کا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔"

"یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے؟"

"سو فیصدی، اگر آخری فیصلہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کی اطلاع نہ دیتا۔"

"تب تم نہایت گھٹیا انسان ہو۔ میں کسی قیمت پر تمہاری ہم آواز نہیں بن سکتی۔ میری زندگی کا ایک موقف ہے اور میں نے جس موقف پر قدم اٹھایا تھا۔ اسی موقف پر مرتے دم تک قائم رہنا چاہتی ہوں۔ میں اپنے وطن کی وفادار ہوں اور میرا ملک ہر قیمت پر ہرمین اور اس کا فارمولا چاہتا ہے چنانچہ میرا ہر قدم اسی راستے پر اٹھے گا۔"

"افسوس تمہارے راستے ختم ہو چکے ہیں اور تمہارے سامنے یہ ٹھوس چٹان ہے۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ کم از کم میرا ضمیر تو مطمئن رہے گا کہ میں نے اپنے وطن سے اور اپنے مقصد سے غداری نہیں کی اور تم — تم ان الفاظ کے بعد میرے لیے وہ نہیں رہے ہو جو تھے۔"

"یہ بات میں جانتا تھا مائی ڈیئر مس زیلا لیکن تم اس قدر جذباتی نکلو گی اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ بہر طور تمہاری مرضی۔"

"تو اب میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟"

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ میرے اور تمہارے درمیان

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جو تعلقات قائم ہیں۔ ہر مین اس میں رخنہ اندازی نہیں کرے گا۔"

"تم غدار ہو۔ قابلِ نفرت۔ اب میں تم سے صرف نفرت کر سکتی ہوں۔"

"خوبصورت عورتوں کی نفرت بھی خوبصورت ہوتی ہے۔ میں نے تمہاری محبت کا انداز دیکھا اور اب نفرت کا انداز دیکھوں گا۔ میری فطرت ہمیشہ تضاد کی تلاش میں رہتی ہے۔" زیلا خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بگڑے ہوئے تھے۔ اس نے اس موضوع پر اب کوئی گفتگو نہیں کی۔ تب میں نے اس سے کہا۔

"وقت بہت ہو گیا ہے، تمہیں کھانا کھا لینا چاہیے۔"

"مجھے کیا کرنا چاہیے، یہ میں جانتی ہوں۔ تم یہاں سے فوراً باہر نکل جاؤ اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"ڈیئر زیلا تمہارا زندہ رہنا میرے لیے ضروری ہے۔ ابھی ہمیں یہاں کافی وقت لگ جائے گا اور تمہارے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے ہمیں وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔"

زیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اس کے بعد میرا انداز تبدیل ہو گیا۔ اور زندگی میں درحقیقت تبدیلیاں بہت ہی خوشگوار ہوتی ہیں۔ زیلا کو اس کی مرضی کے خلاف آمادہ کرنا بھی میری زندگی کا ایک دلچسپ تجربہ تھا۔ اور ایسے تجربات میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔ زیلا جس مقصد کے لیے آ چکی تھی اس کے لیے اپنی پسند کے مطابق نہ سہی ناپسندگی کے مطابق ہی سہی اور میں نے اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑا تھا بلکہ اسے اپنے حال کے مطابق استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں مجھے جن دقتوں کا سامنا کرنا پڑا وہ بھی خوشگوار تھیں میرے لیے اور یہ انداز مجھے بہت پسند آیا تھا لیکن زیلا کی نفرت عروج پر پہنچ چکی تھی۔

مجھے بخوبی اس کیفیت کا اندازہ تھا لیکن میری فطرت سو فیصدی اس سے میل کھاتی تھی۔ زندگی میں اب تک جو کچھ کیا تھا وہ اس سے مختلف کہاں تھا۔ حالانکہ عموماً میرے شکار ایسے ہی ہوتے تھے جو کسی نہ کسی طرح میرے جال میں پھنس جاتے تھے اور اس کے بعد مجھے ان کا تعاون ہی حاصل ہوتا تھا لیکن کبھی کبھی ایسے لمحات بھی آتے تھے جب میرے شکار میرے قابو سے باہر ہوتے اور کسی سرکش کو شکار کرنا بھی میری زندگی کا ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ توفیق، اعجاز، جان اور کشوری میری فطرت سے بخوبی واقف تھے۔ اور میری زندگی کے اس پہلو سے پوری طرح متفق بھی۔ اپنی ضرورت ہر قیمت پر پوری ہونی چاہیے۔ عموماً میرے جیسے کام کرنے والے لوگ حساس اور اقدار کے قائل ہوتے ہیں۔ اور ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں جو ان کے وطن کی جانب سے انہیں سونپی جاتی ہیں لیکن مجھ جیسے بھی شاید ہوں اس فیلڈ میں جو وطن کے مفاد کو بے شک عزیز رکھتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی ان کی اپنی فطرت کا بھی ایک پہلو ہوتا ہے۔ پتا نہیں ان لوگوں کا اندازِ فکر کیا ہو۔ لیکن میں اپنے اندر کوئی بات نہیں پاتا تھا جسے جذباتیت کا نام دیا جا سکے۔ زیلا ایڈمن کے سلسلے میں بھی میرا رویہ اس وقت ایسا ہی ہو گیا تھا۔ اصولی طور پر مجھے یہ سوچنا چاہیے تھا کہ وہ ایک ایسے ملک کی سیکرٹ ایجنٹ ہے جس سے ہمارے ملک کے بہترین تعلقات ہیں اور پورے پورے اعتماد کی بنیاد پر وہ یہاں کام کرنے آئی تھی اور مجھے اس کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق بھرپور تعاون کرنا چاہیے تھا کم از کم اس حد تک ضرور کہ میں اس کے احساسات کا خیال رکھتا لیکن صورتحال میں نمایاں تبدیلی رونما ہو چکی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ذمہ دار پوری طرح زیلا ایڈمن تھی۔ اس نے ذہانت کے تیر چلائے تھے اور رونجر ویریسان کو ٹرانسمیٹر پر اس طرف متوجہ کر کے اپنی دانست میں ایک بڑا کارنامہ سرانجام دینے کی کوشش کی تھی حالانکہ اسے اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ کر لینا چاہیے تھا۔ اعتماد کی فضا تو اس نے خود ہی ختم کر دی تھی۔ اسے یہ ضرور سوچنا چاہیے تھا کہ محبِ وطن صرف وہی نہیں ہے دوسرے بھی ہو سکتے ہیں اور اب جب وہ ایسا کر بیٹھی تھی تو پھر سزا تو اس کا مقدر تھی ہی اور اب یہ دوسری بات ہے کہ یہ سزا اسے میرے ہاتھوں مل رہی تھی۔ ویسے بھی جب وہ مجھ تک آنے کے بعد مجھ سے الگ چلی گئی تھی اور اپنی دانست میں اپنے طور پر کام کرنے کے لیے ان علاقوں میں دوبارہ واپس آئی تھی تو کم از کم سرکاری طور پر بھی اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر کبھی صورتحال بگڑ بھی جاتی تو میں یہ کہہ کر اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے سکتا تھا کہ حالات کا تقاضا یہی تھا۔ بہرطور زیلا ایڈمن میں اور ہر مین سیموئل یہاں اس ویرانے میں مقیم تھے۔ ہر مین سیموئل بھی اچھا آدمی تھا کہ میرے راستے میں حائل نہیں ہوتا تھا۔ کام میں بھی جلد ہی کر لینا چاہتا تھا لیکن کیا کرتا۔ صورتحال ہی ایسی تھی۔ ہر مین سیموئل کو پوری طرح اپنے جال میں جکڑے بغیر میں یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا تھا جیسا کہ اس نے انکشاف کیا تھا کہ وہ فارمولا بینک کے ایک لاکر میں محفوظ ہے اگر یہ بات حقیقت تھی تو کم از کم ہر مین سیموئل کو اس وقت تک اپنے قابو میں ضرور رکھنا تھا جب تک کہ مجھے اس لاکر کی چابی نہ مل جائے۔ اس بینک کے بارے میں تفصیلات نہ معلوم ہو جائیں۔ اس کے بغیر ہر مین سیموئل کے ساتھ کوئی سخت قدم اٹھانا کسی قدر بے معنی ہو سکتا تھا۔ میں اتنا احمق نہیں تھا کہ اسے نہ سمجھتا۔ زیلا ایڈمن اپنے طور پر بھی جو کچھ سوچ رہی تھی وہ اس کا اپنا کام تھا۔ بہرطور شب و روز کا یہ سلسلہ بہت زیادہ طویل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مجھے مناسب طریقے سے ہر مین سیموئل کو اس راہ پر لانا تھا جس پر چل کر میں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکتا تھا اور اس دوران منافع کے طور پر اگر یہ ایڈونچر جاری رہے تو کیا حرج ہے۔ زیلا کے بارے میں یہ اندازہ میں نے لگا لیا تھا کہ اب ان حالات سے واقف ہونے کے بعد وہ کوئی بھی سخت قدم اٹھا سکتی ہے۔ ہر چند کہ اس کا ہر قدم اس کے لیے مضر ثابت ہو سکتا تھا لیکن کم از کم اس کی زندگی میں بھی چاہتا تھا۔ حالانکہ اب تک یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی تھی کہ اسے ہر مین سیموئل سے کیسے بچایا جائے۔ اگر میں تحمل کر اس کی زندگی کے تحفظ کا مظاہرہ کرتا ہوں تو ہر مین اپنے ذہن میں یہ ضرور سوچے گا کہ اس میں میری کوئی گہری سازش ہے۔ اب جبکہ میں اس کے موقف سے متفق ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی سب کچھ کرنے کے لیے تیار تھا تو پھر ایک ایسی سرکاری نوعیت کی لڑکی سے میرا کیا رابطہ ہو سکتا ہے جو اب ہمارے قابل نہیں رہی تھی۔ اور ہمارے موقف سے بالکل مختلف تھی جس کا اظہار رونجر ویریسان کو اس جانب متوجہ کرنے سے ہوتا تھا۔

ہر مین سیموئل نے مجھ سے کہا۔

"مائی ڈیئر مسٹر جہانگیر جمال شاہ، وقت بہت عمدہ گزر رہا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ مجھے بھی ان سلسلوں میں بہت زیادہ جلد بازی نہیں ہے لیکن ہمیں اپنے موضوع پر گفتگو کر لینی چاہیے۔ تمہارا ساتھ حاصل کرنے کے بعد مجھے پورا پورا یقین ہو گیا ہے کہ اب صورتحال بالکل مختلف ہے۔ اور میں اس قدر کمزور نہیں رہا ہوں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ تم مقامی آدمی ہو اور تمہاری کارکردگی بھی اعلیٰ ترین ہے۔ پھر ابھی سرکاری حکام تمہاری جانب سے مشکوک نہیں ہوئے ہوں گے اور تمہارے ذریعے چھوٹے موٹے مسائل بھی حل ہو سکتے ہیں۔ جو درحقیقت میرے مفاد میں ہوں گے۔ لیکن جن کے لیے مقامی معاملات بھی ضروری ہوں گے۔"

"مسٹر ہر مین سیموئل میں صرف اس دن کا منتظر ہوں، جب آپ اس بات کا اعلان کریں گے کہ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ میں انتہائی معذرت کے ساتھ آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ دن میرے لیے بھی فرحت کے دن ہیں اور اگر میں اور آپ یہاں تنہا ہوتے تو بے شک کام کی باتیں ضرور ہو سکتی تھیں۔ جواب بھی ہو سکتی ہیں لیکن یہاں کے لمحات بے کیف ہوتے۔ ویسے مسٹر ہر مین سیموئل، اس عمر میں ہونے کے باوجود میں نے آپ میں رہبانیت پائی ہے۔ آپ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ میری مراد آپ کی ہم نسل زیلا ایڈمن سے ہے۔" ہر مین سیموئل مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

"ہاں یہ سب کچھ میری فطرت میں شامل نہیں ہے۔ زندگی کے کچھ ایسے لمحات گزارے ہیں، میں نے جن میں مجھے اس سلسلے میں تلخ تجربات ہو چکے ہیں۔ اور میں نے کبھی اپنی منزل عورت نہیں رکھی۔ میں کبھی تمہیں تفصیل سے اس بارے میں بتاؤں گا۔ ویسے تم مجھے اتنے پسند آئے ہو کہ میں نے یہ بھی سوچا ہے کہ کیوں نہ مستقل ہمارا ساتھ رہے۔ ویسے تم جانتے ہو کہ میں مجرمانہ ذہنیت کا حامل نہیں ہوں۔ زندگی میں تعیشات چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ ایک پرسکون زندگی بسر ہو۔ جرم کو اپنا مستقل ذریعۂ معاش نہیں بنانا چاہتا۔ لیکن ہم جو کچھ کریں گے اور اس سے ہمیں جو کچھ بھی حاصل ہوگا۔ وہ یقینی طور پر اتنا ہوگا کہ اس کے بعد ہمیں جرم کی دنیا کی ضرورت بھی نہیں رہے گی۔ سمجھ رہے ہو نا میرا مطلب؟"

"ہاں ہاں، کیوں نہیں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں مسٹر ہر مین سیموئل کہ کسی نہ کسی وقت، کسی نہ کسی لمحہ یہ بات منظرِ عام پر آ جائے گی کہ میں نے آپ کا ساتھ دیا ہے اور اس وقت مجھے تحفظ کی ضرورت ہوگی۔ پھر کیوں نہ وہ کام پہلے ہی کر لیا جائے جسے بعد میں کرنا ہوگا۔" ہر مین سیموئل ہنس پڑا پھر وہ بولا۔

"یقیناً۔ یقیناً، تم اپنے طور پر جو چاہو فیصلہ کر سکتے ہو، ویسے دراصل میں اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہاں سے نکلنے کے لیے بہت سے فیصلے بھی کرنا ہوں گے۔ کچھ مشکلات بھی پیش آئیں گی۔ بے شک تم میرے معاون رہو گے لیکن اس کے باوجود میں اپنے طور پر بھی اپنے آپ کو مضبوط رکھنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک زیلا ایڈمن کا تعلق ہے تو تم اس کے سلسلے میں مکمل با اختیار ہو اور جیسا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے اسے اپنے اور تمہارے درمیان حائل نہیں کیا۔ اور تمہاری خواہش پر اسے تمہارے سپرد کر دیا۔ بس اس بات کا خیال رکھنا کہ وہ ہمارے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیے خطرناک نہ ہونے پائے۔ میں نے گردن ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"لڑکیاں کبھی خطرناک نہیں ثابت ہوتیں۔ وہ کتنی ہی ذہنی طور پر طاقتور ہو جائیں لیکن بہر طور۔"

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں اس تجربے سے محروم ہوں۔" ہرمین سیموئل کی گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اپنے طور پر وہ بہت سے فیصلے کر رہا ہے۔ میں بھی کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اور حقیقتاً اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کھانے پینے کے لیے مناسب اشیاء موجود تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ میری مرچوں جیسی تیز زیلا ایڈمن۔ جس نے مجھے دیکھ کر ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"یقین کرو، میں تمہاری صورت بھی دیکھنے کی روادار نہیں ہوں۔"

"تو پھر یوں کیے لیتا ہوں کہ میں ایک نقاب ہر وقت اپنے چہرے پر چڑھائے رکھوں گا تاکہ تم میری صورت نہ دیکھ پاؤ۔"

"غداروں کے وجود سے جو بدبو اٹھتی ہے وہ بھی ناقابلِ برداشت ہوتی ہے۔"

"دراصل تمہارے اندر بہت زیادہ جذباتیت ہے۔ ڈیئیر زیلا ایڈمن۔"

"جذبات ہی تو انسان کو زندہ رکھتے ہیں۔"

"بے شک۔ لیکن جذبات اور حماقت میں فرق ہوتا ہے۔"

"تم جسے حماقت کہتے ہو میں اسے زندگی کہتی ہوں۔"

"بحث کرو گی مجھ سے؟"

"کیوں نہیں، کیا تم اپنے آپ کو بہت زیادہ ذہین سمجھتے ہو؟"

"ہاں زیلا ایڈمن، میں اپنے آپ کو بہت زیادہ ذہین سمجھتا ہوں۔ تم یقین کرو میری زندگی کا آغاز اسی طرح سے ہوا ہے۔ ایک بہت بڑے پولیس افسر کا بیٹا ہوں۔ پولیس افسر اصولوں کے پابند تھے اور انہوں نے زندگی کو کبھی اصولوں سے ہٹ کر نہیں دیکھا۔ اصول پسندی کو میں برا نہیں سمجھتا۔ لیکن جہاں ان میں شدت آ جائے اور دوسرے اس سے تکلیف محسوس کرنے لگیں تو میں اسے کسی انسان کی ذاتی پسند کے علاوہ اور کچھ نہیں کہتا۔ لچک تو زندگی کی بہت بڑی ضرورت ہوتی ہے۔"

"بے شک میں اس سے اختلاف نہیں کرتی لیکن اگر اصول سچے راستوں پر لے جاتے ہوں، تو ہر شخص کو ان کا احترام کرنا چاہیے۔"

"میرے باپ مجھے اپنی پسند کے مطابق ڈھالنا چاہتے تھے جبکہ فطرت اس سے مختلف تھی۔ مجھے زندگی کی ان سانسوں پر مکمل اختیار حاصل تھا جو میری اپنی تھیں۔ بے شک بچپن کا ایک زمانہ عمر کی ایک حد ان کے لیے مخصوص تھی، انہیں خود بھی یہی چاہیے تھا کہ بعد کے اختیارات مجھے دے دیتے۔ لیکن۔ خصوصاً ہمارے ملک کے والدین بچوں کو پروان چڑھ جانے کے بعد یہ سوچتے ہیں کہ جب تک وہ زندہ ہیں ان وجودوں پر ان کا پورا پورا حق ہے اور انہیں اپنے طور پر فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ تم بتاؤ، بعض والدین عمر کی اس حد تک زندہ رہتے ہیں، جب بچے بھی بڑھاپے کی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ پوری زندگی اپنے والدین ہی کے محکوم رہیں اور اپنی پسند سے کچھ نہ کریں تو زندگی کے وہ بقیہ لمحات انہیں بے مقصد نہیں معلوم ہوں گے۔ جن میں وہ بوڑھوں کی حیثیت سے جیتے ہوں گے۔"

"خیر میں انتہا پسندی کو پسند نہیں کرتی۔ لیکن تم اپنے بارے میں کیا کہنا چاہتے تھے؟"

"میری پرورش اسی انداز میں ہوئی ہے اور جب میں نے بغاوت کے راستے اختیار کیے تو مجھے گھر سے نکال دیا گیا اور اس کے بعد میں نے اپنی مرضی سے سب کچھ کرنا شروع کر دیا۔ اتفاق ہی تھا کہ میں اپنے وطن کے ایک محکمے میں کام آ گیا جس کی بنا پر یہ عہدہ مجھے دے دیا گیا۔ لیکن یہ عہدہ قبول کرنے کے باوجود میں نے ان اقدار کو قبول نہیں کیا جو اپنی ذات کی نفی کرتی ہیں۔ چنانچہ یہ لمحہ بھی آ گیا، میں سمجھتا ہوں کہ دولت کے حصول کا اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ہرمین سیموئل کا مختصر سا ساتھ دے کر میں بہت بڑی دولت حاصل کر سکتا ہوں اور اس کے بعد میری زندگی کسی کی محکوم نہیں ہو گی۔ مجھے اس سرکاری تنخواہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔ جو میرے شاہانہ اخراجات پورے کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ہرمین سیموئل اگر اپنا فارمولا فروخت کر دیتا ہے تو اس سے دنیا میں کون سی قیامت آ جائے گی۔ جنگ باز ممالک کے پاس کیا کچھ نہیں ہے۔ وہ سب کچھ موجود ہے ان کے پاس جس سے وہ انسانیت کو تباہ کر سکتے ہیں۔"

"تم احمق ہو۔ اگر ایسی کوئی چیز ملکوں کے پاس ہوتی ہے تو اس کا ایک توازن ہوتا ہے جبکہ اگر وہ مجرم کے ہاتھ لگ جائے تو پھر اس سے جرائم ہی کیے جا سکتے ہیں۔ حکومتوں کی بات اور ہوتی ہے اور عام قسم کے مجرموں کی بات اور۔ ہرمین سیموئل وہ خوفناک فارمولا اگر کسی ایسے شخص کے حوالے کر دیتا ہے جو اپنے مفاد کے لیے اس کی قیمت سے بے خبر ہو تو اس کے نتائج

جو ہوں گے وہ تم اچھی طرح جانتے ہو؟"

"چھوڑو ملکوں کی باتیں بھی چھوڑو۔ جہاں اپنا مفاد ہوتا ہے۔ وہاں ہر بات جائز قرار پاتی ہے اور اس پر دوسرے ملک بھی تائید کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جرم ہر پیمانے پر ہوتا ہے۔ اعلیٰ سطح پر بھی، معمولی پیمانے پر بھی۔ حکومتیں بھی جرم کرتی ہیں، اور معمولی قسم کے لوگ بھی۔ تعین کرنا صرف ان کا کام ہے جو اپنے مفاد پر نگاہ رکھتے ہیں۔ جب ایسا ہی سب کچھ ہے تو پھر میں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاؤں؟"

"یہ ساری باتیں میرے لیے بیکار ہیں، میرا اپنا موقف یہ ہے کہ میرا ملک انسانی اصولوں پر سوچ رہا ہے۔ یہ فارمولا بے شک تباہ ہو جائے کسی کے ہاتھ نہ لگے لیکن کسی ایسے شخص کے ہاتھ لگنا بے حد خطرناک ہو گا جو اس کی صحیح حیثیت سے واقف نہیں ہے۔"

"اگر تم اس موضوع کو ترک کرنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی، بہرحال تم نے اپنے لیے جو مسئلہ پیدا کر لیا ہے، اسے اب ٹالنا اب میرے بس کی بات بھی نہیں ہے۔"

"تو تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں تم سے زندگی کی بھیک مانگنا چاہتی ہوں۔ ہرمین سیموئل میرے سلسلے میں کیا فیصلہ کرتا ہے۔ یہ میرے سوچنے کی بات نہیں ہے۔ میں اپنا فرض دیانت داری سے انجام دے رہی ہوں اور اگر اس میں میری زندگی بھی کام آ گئی تو مجھے زیادہ دکھ نہیں ہو گا۔ کم از کم وطن میں میرا نام بہتر انداز میں تو نہیں لیا جائے گا۔" میں ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

"تمہارے اہلِ وطن کو تو کبھی یہ معلوم نہیں ہو گا کہ تمہاری زندگی کا اختتام کس طرح ہوا؟"

"نہ سہی، پھر بھی کم از کم ایک غدار کی حیثیت سے میرا نام کبھی بھی نہیں لیا جائے گا۔"

"خود کو دھوکا دے رہی ہو زیلا ایڈمن۔"

"یہی سہی، خود کو ذلیل تو نہیں کر رہی۔"

"تو پھر اب مجھے بتاؤ، میں تمہارے لیے کیا کروں؟"

"تم حقیر انسان میرے لیے کیا کر سکتے ہو۔ مفادات کے ہاتھوں کھیلنے والے کبھی کسی کے ساتھی نہیں بن سکتے، میں بھی وقت کا انتظار کر رہی ہوں۔ جو کچھ کر سکتی ہوں خود ہی کروں گی۔"

"تم نے جو کچھ کیا ہے زیلا ایڈمن، اس کے نتائج صرف اس لیے تم تک نہیں پہنچ سکے کہ میں نے تمہیں سنبھالا ہوا ہے۔"

"مقصد؟"

"مقصد یہ ہے کہ اس وقت تمہاری زندگی کا دارومدار مجھ پر ہے۔"

"تو پھر اس کھیل کو ختم کیوں نہیں کر دیتے ہو؟"

"کرنا ہو گا۔ کرنا ہو گا۔ میں تو صرف یہی چاہتا تھا کہ مفاہمت کی کوئی راہ نکل آئے۔ اور تمہاری زندگی بچ جائے۔"

"ایسی زندگی پر میں لعنت بھیجتی ہوں جو تم جیسے لوگوں کے ذریعے ملے۔"

"ٹھیک ہے، تم لعنت بھیجتی ہو اور میں تمہیں پیغامِ محبت دیتا رہوں۔ مگر میری زندگی کا بات دراصل یہ ہے کہ ہرمین سیموئل نے تمہاری ذمہ داری مکمل طور پر مجھے سونپ دی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرا دوست مجھ سے بدظن ہو جائے۔ اور یہ سوچے کہ ہو سکتا ہے میں نے تمہاری زندگی کی حفاظت کی ہو اور میرے ذہن میں اس کے لیے کوئی کھوٹ ہو۔"

"دیکھو، مجھے ان باتوں سے شدید نفرت کا احساس ہوتا ہے۔ تمہارے دل میں جو آتا ہے، وہ ضرور کرو۔ میں نے تمہیں اس سے کبھی نہیں روکا۔ لیکن اپنے غلط موقف کو میرے سامنے درست بنا کر پیش کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

"اس کی ایک وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"ایک مجبوری۔ مطلب یہ ہے کہ اب تمہاری آزادی میرے لیے ممکن نہیں ہے۔" زیلا ایڈمن خاموشی سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے رسیوں کے دو ٹکڑے لیے اور ان سے مضبوطی سے زیلا ایڈمن کے ہاتھ پاؤں کس دیئے۔ اس نے بے شک مزاحمت کی تھی لیکن میرے قوی ہیکل جسم کے آگے اس کی مزاحمت بے اثر رہی۔ اور اس کے بعد میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

"تمہارے یہ ہاتھ پاؤں اب کھولے جا یا کریں گے لیکن تھوڑی دیر کے لیے۔ سمجھ رہی ہو نا میری بات؟" اس نے غرا کر مجھ پر تھوک دیا تھا۔ میں ہنستا ہوا وہاں سے باہر نکل آیا۔ ہرمین سیموئل کے بارے میں نہیں معلوم تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ بہرطور اس علاقے میں اب مجھے مکمل طور پر آزادی تھی اور میں نے ہرمین سیموئل کو اس کے فیصلے کے لیے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ البتہ کچھ دیر کے بعد میں نے اسے کچھ عجیب سے انداز میں اس غار کی جانب جاتے ہوئے دیکھا جس میں میں زیلا ایڈمن کو قید کر آیا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی اور میں نے انتہائی احتیاط کے ساتھ ہرمین سیموئل کا تعاقب کیا۔ اور اس کے بعد اسے زیلا ایڈمن کے پاس دیکھا۔ وہ زیلا ایڈمن کے ہاتھوں اور پیروں کی بندشوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے بعد وہ خاموشی سے باہر نکل آیا۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی تاکہ وہ مجھے دیکھ نہ پائے۔ لیکن میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ میں جانتا تھا کہ ہربین سیموئل یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے۔ میرے بارے میں وہ مکمل طور پر اعتماد کر لینا چاہتا تھا اور مجھے خوشی تھی کہ میں کسی بھی پہلو کو کمزور نہیں چھوڑ رہا تھا۔ زیلا ایڈمن کے ہاتھوں پیروں کی بندش مکمل طور پر سخت تھی اور اسے دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کسی دوست کی کارستانی نہیں ہے۔ زیلا ایڈمن کے ساتھ خوشگوار لمحات کھانے پینے کی بہترین اشیا اور اس کے بعد ہربین سیموئل نے روانگی پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ڈیئر جہانگیر جمال شاہ، پہلے یہ بتاؤ کہ اپنے شہر پہنچنے کے بعد تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

"کیا یہ سب کچھ اپنے شہر پہنچنے کے بعد بتانا مناسب نہیں ہے؟" ہربین سیموئل ہنس پڑا پھر اس نے کہا۔

"مگر میرا خوف تو اپنی جگہ ہے۔"

"دیکھو مائی ڈیئر سیموئل، اب میں اس بے اعتمادی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بہت دن گزر چکے ہیں ہمارے ساتھ کو۔ اور اگر اب بھی یہ بے اعتمادی قائم رہی تو تمہارا کیا خیال ہے، کیا میرے دل میں بے اعتمادی پیدا نہیں ہو سکتی؟ مثلاً میں یہ سوچ سکتا ہوں کہ تم نے وقتی طور پر میرا سہارا حاصل کر لیا ہے۔ اور مجھ پر مکمل اعتماد نہیں کرتے۔ چنانچہ کوئی ایسا لمحہ بھی آ سکتا ہے جب تم اس بے اعتمادی کا شکار ہو کر مجھے ہی نقصان پہنچانے کی کوشش کرو۔" ہربین سیموئل میرے ان الفاظ پر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اس سلسلے میں کوئی تلخ جملہ ادا کرے گا لیکن اس نے نہایت نرم لہجے میں کہا۔

"تمہارا کہنا بالکل درست ہے۔ درحقیقت ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے لیکن کیا خیال ہے۔ اگر ہم دونوں ہاتھ ملا کر ان لمحات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں تو کیا تم اس پر اپنے آپ کو آمادہ پاتے ہو؟"

"میں نے تمہارے سلسلے میں جو فیصلہ کیا ہے ہربین سیموئل وہ یہی سب کچھ سوچ کر کیا ہے۔ درحقیقت اس فیصلے میں تمہاری محبت یا کوئی ایسا جذبہ شامل نہیں ہے جسے کوئی احمقانہ نام دیا جا سکے۔ تم میرے بہتر مستقبل کے لیے ایک معاون شخص ثابت ہو سکتے ہو تو میں نے تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ورنہ دوسری صورت میں شاید میں ایسا کبھی نہ کرتا۔"

"میں جانتا ہوں، اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور اس کے بعد بداعتمادی کا یہ سلسلہ آج اور اسی لمحے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کیا جاتا ہے۔ اب تم میرے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں پاؤ گے۔ زیلا ایڈمن کے سلسلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"بے کار گھاس کو کاٹ دینا بہتر ہوتا ہے۔ وہ اس وقت تک ہمارے لیے کار آمد ہے جب تک ہم یہاں مقیم ہیں اور اس کے بعد جب ہم یہاں سے جائیں گے تو اسے ختم کر دیں گے۔" ہربین سیموئل نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"وہ لوگ جو احمقانہ جذباتیت کا شکار نہیں ہوتے۔ مجھے بے حد پسند ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ ان پہاڑوں سے نکلنے کے لیے مجھے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے؟"

"تم مقامی زبان جانتے ہو اور تم نے ایک درویش کی صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ایسی حالت میں تم اگر یہ سفر کرو گے تو بہت زیادہ مشکل تو نہیں ہوگا۔ ہاں ایک منزل پر پہنچنے کے بعد تمہیں یہ حلیہ ترک کرنا ہوگا۔ کیونکہ لوگ تمہیں خاص طور سے تبائلی سمجھیں گے۔"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں اور شاید یہی میں بھی سوچ رہا تھا۔ فرض کرو ہم یہاں سے نکل کر کسی آبادی میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں کے لوگ اس قسم کے درویشوں کی متوجہ ہوں گے اور میں یہی بات نہیں چاہتا۔ میں خاموشی سے اپنا یہ سفر کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس کے لیے میرے پاس ایک اور طریقہ کار ہے۔"

"کیا؟" ہربین سیموئل نے پوچھا اور میں ہنس پڑا۔ وہ خاموشی سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"عورتیں بھی تو ہوتی ہیں۔"

"سمجھا نہیں۔"

"یہاں سر سے پاؤں تک کا ایک لباس ہوتا ہے جو عورت نسوانیت کو پوشیدہ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ تم نے اگر مقامی لوگوں کا بغور جائزہ لیا ہے تو تمہیں اس بات کا اندازہ ہوگا مائی ڈیئر مسٹر سیموئل کہ مقامی عورتیں ایسا لباس استعمال کرتی ہیں اور اسے برقعہ کہتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔" ہربین سیموئل حیرت زدہ لہجے میں بولا۔ اور پھر اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"او مائی گاڈ۔ مائی گاڈ۔ تم ذہین آدمی ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے تم جنگجو بھی ہو، پھرتیلے اور طاقتور بھی ہو اور ذہین بھی ہو۔ اور کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے تمہارے ملک میں اس کام کے لیے تمہارا انتخاب بے مقصد ہی نہ کر لیا گیا ہوگا۔ گڈ آئیڈیا ہے۔ لیکن مجھے تمہارے سہارے کی ہر لمحہ ضرورت پڑے گی۔"

Uploaded By Nadeem

"اس کے بعد بھی تمہارے لیے یہ الفاظ کہنا ضروری ہیں؟"

"نہیں نہیں۔ آج میں تم سے دراصل اس موضوع پر کچھ اور تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں حاضر ہوں۔ میں نے کب اس سے انکار کیا ہے۔"

"اس سلسلے میں میرے ذہن میں چند باتیں ہیں جو میں تم پر واضح کر دینا پسند کرتا ہوں۔"

"یقیناً۔ کیوں نہیں۔"

"سنو میرے دوست، یہ وہ باتیں ہیں جو میں نے اب تک تم سے نہیں کہیں لیکن اب جیسا کہ میں نے تم سے ہاتھ ملانے کے بعد کہا کہ میرے اور تمہارے درمیان اعتماد کا مکمل رشتہ قائم ہو چکا ہے، یہ باتیں میں تم سے کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں جیسے کہ میں نے کہا کہ میں نے وہ فارمولا ایک بینک میں محفوظ کر دیا ہے اور اسے میں اس وقت نکالنا چاہتا ہوں جب ہم اس کا معاوضہ وصول کر لیں گے۔ اس سے پہلے میں اسے بینک سے باہر لانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ ان حالات میں ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم تحفظ کے ساتھ شہر پہنچیں اور وہاں ایک پرسکون رہائش اختیار کریں۔ اور اس سلسلے میں یہ بتانا بھی بہت ضروری ہے کہ فارمولے کے سلسلے میں، میں نے جن لوگوں سے گفتگو کی ہے۔ ان میں ایک شخص جس کا نام ڈین کاگ ہے نہایت ہی مناسب آدمی ہے اور وہ ہمیں ہماری پسند کے مطابق معاوضہ ادا کر رہا ہے۔ میں اس سلسلے میں بھی اعتماد رکھتا ہوں یعنی ڈین کاگ کے ذریعے جو مسئلہ طے ہوگا وہ پوری طرح اطمینان بخش ہوگا۔ اور فیصلہ میں نے اس کے حق میں ہی کیا ہے۔ ڈین کاگ سے رابطہ قائم ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ کب اور کہاں دستیاب ہوگا۔ اور اس کے بارے میں میں تمہیں شہر چل کر ہی بتاؤں گا۔ ڈین کاگ کے سامنے آنے کے بعد یہ بات تمہارے ذہن میں جم گئی ہوگی کہ ہمیں فارمولے کی فروخت میں بہت زیادہ مشکل پیش نہیں آئے گی۔ بس ان حالات سے نمٹنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ میں اب چاہتا ہوں کہ ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ شہر میں تمہارے پاس یقیناً ایک رہائش گاہ ہوگی اور جب تم وہاں واپس پہنچو گے تو وہ لوگ تم سے رابطہ قائم کر کے اس سلسلے میں سوالات کریں گے۔ تم انہیں کیا جواب دو گے؟"

"یہی کہ میں ہربین سیموئل کو تلاش کرنے میں ناکام رہا۔"

"اور زیلا ایڈمن کے بارے میں کیا کہو گے تم؟"

"زیلا ایڈمن کا کیس دراصل مختلف ہے۔ اس نے جرمنی کی حکومت کے ذریعے میرے ملک سے رابطہ قائم کیا اور یہ تفصیلات فراہم کیں۔ اور اس کے بعد واپس روانہ ہو گئی۔ پھر یہ تنہا ہی یہاں آئی تھی اور مجھے ان پہاڑوں میں ملی تھی۔ کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ پہاڑوں میں میرا اس سے کوئی تعلق رہا ہے کیونکہ اس کے ذرائع بھی محدود تھے۔"

"یقیناً ہربین سیموئل، تم نے اتنی کامیابی سے دنیا کے کئی ملکوں کو دھوکا دیا ہے تو کیا میں یہ سوچ نہیں سکتا کہ تم احمق نہ ہو گے۔"

"یقینی طور پر۔ بہر طور یہ کوئی ذہانت کا ثبوت نہیں تھا جو زیلا ایڈمن نے دیا۔ بہرحال اس کا مقصد یہ ہے کہ تم اس سے بالکل لاعلمی کا اظہار کرو گے؟"

"سو فیصدی۔"

"اور اپنے ملک کے محکموں کو یہ اطلاع دو گے کہ تم ہربین سیموئل کی تلاش میں ناکام رہے۔"

"ہاں۔"

"میرا قیام کہاں ہوگا؟"

"تمہاری پسند کے مطابق۔ ویسے بے شمار ہوٹل ہیں اور میں سمجھتا ہوں بدلے ہوئے حلیے کے ساتھ تم کسی ہوٹل میں مقیم ہو سکتے ہیں۔ ویسے میری رہائش گاہ میں بھی ہے اور میں خوشی کے ساتھ تمہیں وہاں دعوت دے سکتا ہوں لیکن وہاں دوسرے لوگوں کی پہنچ آسان ہوگی۔ خاص طور سے ان کی جو مجھ سے کوئی رابطہ رکھتے ہیں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تمہاری بات۔ لیکن میں ایک طرح سے ایک مغرور انسان کی حیثیت سے وقت گزاروں گا۔ جو کچھ کرنا ہوگا تمہیں ہی کرنا ہوگا۔ ڈین کاگ سے رابطہ اور اس کے بعد بقیہ معاملات کو طے کرنا اور جب یہ سارے معاملات طے ہو جائیں گے تو ہم معاوضہ وصول کر کے وہ فارمولا مطلوبہ شخص کے حوالے کر دیں گے۔"

"یہی مناسب طریقہ کار رہے گا۔"

"تو پھر ہم کب روانہ ہو رہے ہیں؟"

"جب تم پسند کرو۔"

"آج کی رات گزارنے کے بعد کل صبح دن میں۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور اس کے بعد مجھے بہت محتاط وقت گزارنا پڑا تھا۔ ہربین سیموئل کے بارے میں یہ سوچ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتا تھا کہ اس نے جو کچھ کہا ہے اسی پر عمل کرے گا۔ ہو سکتا ہے اس چالاک شخص کے ذہن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں کچھ اور بھی ہو۔ اور ہر وقت دشمن سے چوکنا رہنا ہی کامیابی کی دلیل ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے اس پر خصوصی طور پر نگاہ رکھی تھی۔

زیلا ایڈمن کے بارے میں میں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ ناگزیر تھا اور اس کے علاوہ کچھ اور ہونا ممکن نہیں تھا بشرطیکہ مجھے اس کا موقع مل جائے۔ ویسے میں نے ایک بات ضرور محسوس کی تھی کہ ہربین سیموئل ذرا بے پروا قسم کا آدمی بھی ہے اور بعض معاملات میں بالکل غیر حقیقی انداز میں عمل کرتا ہے۔ جیسے اس نے زیلا ایڈمن کو بآسانی میرے حوالے کر دیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس سلسلے میں وہ میرا جائزہ لینا چاہتا ہو لیکن اس کے لیے میں نے اس انداز میں کوئی سرگرمی نہیں پائی تھی۔ بہرحال رات گزر گئی۔ اور دوسری صبح ہم لوگ یہاں سے واپسی کے لیے تیار تھے۔ اس شخص نے اپنے ساتھ جو کچھ سامان لیا وہ نہ ہونے کے برابر تھا اور میں نے بھی زیادہ جھگڑا نہیں پالا تھا۔ ہمیں بڑی ہوشیاری سے کام کرنا تھا اور اس کے بعد زیلا ایڈمن کا مسئلہ سامنے آیا اور ہربین سیموئل میرے ساتھ اس کے سامنے پہنچ گیا۔ زیلا ایڈمن اس وقت صرف پاؤں بندھے ہونے کی وجہ سے بے بس تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ کھول دیے تھے۔ اس نے ہم دونوں کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اور میں نے مسکرا کر اس سے کہا۔

"تمہارے ساتھ گزرے ہوئے لمحات میں اپنی زندگی کے دلکش ترین لمحات قرار دے سکتا ہوں مائی ڈیئر زیلا ایڈمن لیکن افسوس تم نے اس عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا جس کا اظہار میں نے کیا اور بعض اوقات حماقتوں کے نتیجے موت کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم لوگ یہاں سے جا رہے ہیں اور تمہیں خدا حافظ کہنا چاہتے ہیں۔"

"جہنم رسید ہو جاؤ۔ میرے پاؤں کھول دو پھر میں تمہیں بتا دوں گی کہ میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"اس کا تصور تم مجھ سے کر سکتی ہو؟ بہرحال میں بہت زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا مائی ڈیئر زیلا ایڈمن اور تمہیں خدا حافظ کہنے سے پہلے ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے پستول نکال کر زیلا ایڈمن کے سینے کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔ اس کے سینے سے خون ابل پڑا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے دلخراش چیخ نکل گئی۔ میں نے دوسرا فائر بھی اس کے دل کے مقام پر کیا تھا اور زیلا ایڈمن کی دوسری کربناک چیخ ابھری تھی اور اس کے بعد وہ تڑپنے لگی تھی۔

میں نے پستول جیب میں رکھا۔ ہربین سیموئل مسکرا کر گردن ہلاتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ چند لمحات میں کھڑا زیلا ایڈمن کو دیکھتا رہا۔ زیلا ایڈمن کے ہاتھ پاؤں مڑ سے گئے تھے اور وہ اوندھی ہو گئی تھی۔ خون اس کے سینے سے نکل نکل کر نیچے جمع ہو رہا تھا اور چند لمحات کے بعد اس کا جسم ساکت ہو گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کی نبضوں کا جائزہ لیا۔ اور اس کے بعد مطمئن انداز میں گردن ہلاتا ہوا باہر نکل آیا۔

ہربین سیموئل باہر میرا منتظر تھا۔ اس نے زیلا ایڈمن کے سلسلے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا اور ہم دونوں خاموشی سے وہاں سے چل پڑے۔ طویل و عریض راستے طے کرتے ہوئے بالآخر ہم ایک بستی میں داخل ہوئے۔ میری ہدایت کے مطابق ہربین سیموئل نے اپنا حلیہ کسی قدر تبدیل کر لیا تھا اور اب وہ خاص طور سے درویش نظر نہیں آ رہا تھا اس آبادی میں پہنچنے کے بعد میں نے مزید انتظامات کیے۔ زنانہ لباس کا حصول بے شک ایک مشکل کام تھا لیکن قبائلی عورتیں لمبی تڑنگی ہوتی ہیں، اس لیے بہت زیادہ مشکل نہ پیش آئی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے ایک برقعہ بھی حاصل کر لیا۔ اور اس حلیے میں ہربین سیموئل جیسی شخصیت کو سفر کرتے ہوئے جس قدر لطف آ رہا ہوگا وہی جانتا تھا۔ میں نے بھی اپنا وہی حلیہ برقرار رکھا تھا۔ یہاں میں دوسرے ذرائع سے بھی کام لے سکتا تھا لیکن میں نے اس طرف رخ بھی نہیں کیا اور ہم دونوں ایک بس میں بیٹھ کر چل پڑے۔ میرا حلیہ بالکل قبائلیوں جیسا تھا اور عام لوگ بآسانی اس بات پر یقین کر سکتے تھے کہ ایک قبائلی جوڑا بس کے ذریعے سفر کر رہا ہے۔ میں نے زیادہ لوگوں سے گفتگو بھی نہیں کی تھی۔ بس نے ہمیں ایک اور شہر میں اتار دیا اور یہاں پہنچنے کے بعد میں نے ہربین سیموئل کے لیے دوسرا لباس بھی حاصل کر لیا۔ ہمارے پاس کرنسی موجود تھی اور اس سلسلے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آ رہی تھی۔ ہربین سیموئل کا حلیہ میں نے اپنے ہاتھ سے تبدیل کیا تھا اور کچھ اس انداز کا میک اپ کر دیا تھا اس کے چہرے پر کہ اب وہ مقامی آدمی معلوم ہو۔ ہربین سیموئل میرے ان اقدامات سے بہت خوش اور مطمئن تھا۔ دوسرے لوگوں سے وہ بالکل گفتگو نہیں کرتا تھا۔ ایک جگہ کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی تو میں نے انہیں یہ بتایا کہ میرا ساتھی گونگا ہے۔ بہرطور یہ تمام مراحل طے ہوتے رہے اور اس کے بعد بالآخر ہم دارالحکومت میں داخل ہو گئے۔ یہاں مجھے ہربین کے لیے ایک ہوٹل میں کمرہ حاصل کرنا تھا۔ حالانکہ بہت بڑا رسک

Uploaded By Nadeem

تھا، بہت بڑا خطرہ تھا لیکن بہرطور مجھے یہ کام انجام دینا تھے۔ ہربین سیموئل کو ایک شاندار ہوٹل کے کمرے میں مقیم کرنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"اور اب مائی ڈیئر ہربین سیموئل، میں اپنے حکام کو تمہاری آمد کی اطلاع دے دوں۔ کیا رائے ہے تمہاری؟"

"میرا ایک مشورہ ہے۔" ہربین سیموئل نے کہا۔

"کیا؟"

"اگر تم اس وقت تک خود کو چھپائے رکھو جب تک کہ ہم ڈین کاگ سے رابطہ قائم کر لیں تو کیا حرج ہے؟ تمہاری واپسی کا کوئی وقت تو متعین نہیں کیا گیا ہوگا؟"

"بالکل درست کہا تم نے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر بہتر ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ہی رہو۔ اور ہم یہاں اپنی کارروائی شروع کر دیں۔" میں نے ہربین سیموئل سے مکمل طور پر اتفاق کر لیا تھا۔ اسے شبہے کا کوئی موقع نہیں دینا چاہتا تھا میں۔ میری دلی خواہش تھی کہ مجھے اس لاکر کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد ہربین سے باقی معاملات طے کر لینا میرے لیے مشکل نہ تھا۔ لیکن تمام تر اعتماد کے باوجود ایک بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اعتماد کرنا الگ بات ہے اور حماقت کرنا دوسری۔ ہربین سیموئل نے مجھے اس موضوع پر کچھ نہیں بتایا تھا۔ البتہ ہم نے باہمی مشورے کے بعد ڈین کاگ سے رابطے کے لیے کوششوں کا آغاز کر دیا تھا۔ اور اس کے لیے ہربین نے مجھے بتایا تھا کہ ہمیں جاپان سے رابطہ قائم کرنا ہوگا کیونکہ ڈین کاگ وہیں مقیم ہے۔ میں نے اس کی اس بات سے یہ اندازہ لگا لیا کہ ابھی اس کام میں مجھے کافی وقت صرف کرنا پڑے گا۔ تب میں نے ہربین سے کہا۔

"مائی ڈیئر ہربین سیموئل، مجھے اپنا حلیہ بھی بدل لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کسی بھی لمحے مجھے دیکھ لیا جائے۔"

"مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دراصل میک اپ وغیرہ صحیح طور پر کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ تم نے جس انداز میں میرا چہرہ تبدیل کیا ہے میں تو اسے دیکھ کر ہی حیران رہ گیا ہوں اور پھر حیرانی کی بات دراصل یوں نہیں ہے کہ تمہارا پیشہ یہی ہے۔ بہتر ہے یوں سمجھ لو میری طرف سے تمہیں ہر کام کی آزادی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری نگرانی کر رہا ہوں یا تم پر کسی قسم کی بداعتمادی کر رہا ہوں۔ لیکن ہوشیار رہنا ہم دونوں کے لیے بے حد ضروری ہے

جب تک معاملات نہ طے ہو جائیں، ایک لمحہ بھی ایک دوسرے

ہم لوگ جب تک وہ رقم نہ حاصل کر لیں ایک دوسرے سے الگ نہیں رہیں گے۔ جہاں بھی جائیں گے ساتھ ساتھ ہی جائیں گے۔ اور بس اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں چاہتا۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ حالانکہ یہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔ یہاں آنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنا میرے لیے نہایت ضروری تھا لیکن ہربین سیموئل کے بارے میں یہ اندازہ تو میں بہت پہلے لگا چکا تھا کہ وہ کوئی احمق انسان نہیں ہے۔ تاہم میں نے فوراً اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا اور کہا۔

"مجھے اس سلسلے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے مائی ڈیئر مسٹر سیموئل۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے لیے بہت بہتر بات ہے تاکہ میرے ذہن میں بھی کوئی شبہ پیدا نہ ہو جائے۔"

"میں تم سے پوری طرح متفق ہوں۔" سیموئل نے کہا اور اس کے بعد ہم لوگ وقت گزارنے لگے۔ یہ بات تو ہمارے درمیان طے ہو چکی تھی کہ ہم لوگ ایک لمحہ بھی دوسرے کی نگاہ سے اوجھل نہیں رہیں گے۔ اور ہربین سیموئل کے اس مطالبے سے میں نے مزید محتاط ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ہربین سیموئل اور میں ایک ہی کمرے میں مقیم تھے۔ میں نے اپنا چہرہ تھوڑا سا تبدیل کر لیا تھا۔ ہم باہر نکلتے تو ساتھ نکلتے، کوئی بھی کام کرتے ساتھ کرتے۔ ڈین کاگ کو اطلاع بھجوا دی گئی تھی۔ اور ہمیں وہاں سے جواب بھی مل گیا تھا۔ ڈین کاگ بہت جلد ہمارے پاس پہنچنے والا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ یہاں آنے کے بعد ہمیں فوراً ہی اطلاع دے گا اور اس کے بعد انتظار کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا لیکن میرے لیے بہت مشکل تھی۔ کم از کم آفتاب کمال کو میں ان حالات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر ساری صورتحال میرے قابو سے باہر ہو سکتی تھی اور اس کے لیے میں مسلسل سوچتا رہا۔ میں نے اپنے طور پر چند فیصلے کیے اور پھر اس وقت میں نے اس ویٹر کو اپنے قریب بلایا اور چائے بنانے کے لیے کہا جو ہمارے لیے چائے لایا تھا۔ ہربین سیموئل کپڑوں کی الماری سے اپنا نیا لباس منتخب کر رہا تھا۔ میں نے ویٹر کی جیب میں لگے ہوئے بال پوائنٹ کو دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ ایک نوٹ نکال کر میں نے ویٹر کی جیب میں ٹھونسا اور دوسرے ہاتھ سے اس کا بال پوائنٹ نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور آنکھ سے ایک اشارہ کر دیا۔ نوٹ نے ویٹر کو خاموش کر دیا تھا۔ چائے بنا کر اس نے میرے سامنے رکھی اور اس کے بعد واپس چلا گیا۔ اس ویٹر کو میں کئی بار دیکھ چکا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا اور اس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ کام کا آدمی ثابت ہو سکتا ہے۔ چہرے ہی سے وہ ہوشیار لگتا تھا۔ پھر بال پوائنٹ کو میں نے اپنے پاس چھپا کر رکھ لیا۔ اور وقت کا انتظار کرتا رہا۔ اور اس وقت ہرمین سیموئل باتھ روم میں تھا جب میں نے ایک نوٹ کے سفید حصے پہ ایک چھوٹی سی تحریر ویٹر کے لیے لکھی اور اس کے بعد جب ویٹر آیا تو میں نے یہ نوٹ بھی لیتے دیتے ہوئے اس کا ہاتھ دبا دیا۔ ہم لوگ ویٹر کو ٹپ وغیرہ دیتے رہا کرتے تھے۔ اس لیے یہ کوئی اہم بات نہیں تھی۔ ویٹر نوٹ لے کر چلا گیا اور پھر دوسری بار جب وہ آیا تو اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"آپ جب بھی مجھے کوئی پیغام دیں گے صاحب، میں آپ کی ہدایت کے مطابق اس جگہ پہنچا دوں گا۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی۔ ویٹر کی جیب میں میری طرف سے دیئے ہوئے نوٹ منتقل ہوتے رہے اور میں نے ایک نوٹ ہی کے سفید حصے پر آفتاب کمال کے لیے ایک پیغام لکھا اور ساتھ ہی اس کا پتا بھی درج کر دیا۔ یہ نوٹ بھی ویٹر کے پاس منتقل ہو گیا اور اس کے بعد ویٹر نے مجھے اطلاع دی کہ اس نے وہ نوٹ اور اس پر لکھی ہوئی تحریر مطلوبہ شخص تک پہنچا دی ہے۔ میں مطمئن ہو گیا۔ آفتاب کمال کو جو پیغام میں نے دیا تھا وہ میرے خیال میں کافی تھا۔ اور اس شخص کی ذہانت سے میں اچھی طرح واقف تھا لیکن مزید دو دن گزر گئے۔ آفتاب کمال کی طرف سے کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔ پھر اس کمرے کا ویٹر بھی بدل گیا۔ اور وہ ویٹر کہیں اور ڈیوٹی پہ تعینات کر دیا گیا تھا جو میرے کام کر رہا تھا۔ اس بات نے مجھے کافی مایوس کیا تھا۔ بعض اوقات میں یہ سوچنے لگتا تھا کہ ہو سکتا ہے ویٹر نے وہ نوٹ بھی غائب کر لیا ہو اور آفتاب کمال تک میرا پیغام ابھی نہ پہنچا ہو۔ بہرحال صورتحال ابھی میرے قابو سے باہر نہیں تھی۔ ابھی تو اس سلسلے میں کافی وقت موجود تھا اور میں مزید کوئی کارروائی کر سکتا تھا۔ پھر جاپان سے آنے والے ڈین کانگ کا ٹیلی فون ہمیں موصول ہوا اور اس نے اسی رات آنے کا وعدہ کیا۔ میرے اضطراب میں ہلکا ہلکا اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اگر یہ معاملہ اسی طرح طے ہو گیا تو پھر مشکل پیش آ جائے گی۔ ابھی تک میں نے ہرمین سیموئل سے اس لاکر وغیرہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ البتہ ہرمین سیموئل نے ایک بار خود ہی مجھ سے اس موضوع پہ بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس فارمولے کے بارے میں تردد نہ کروں۔ اس سلسلے میں اس کے پاس جو بہتر منصوبہ ہے وہ اسی کے مطابق عمل کرے گا اور یہ کسی بھی طور میرے حق میں برا نہیں ہوگا۔ ڈین کانگ سے ہم نے ملاقات کی۔ جاپانی نسل کا آدمی تھا اور چہرے سے بے حد شاطر لگتا تھا۔ تنہا ہی آیا تھا۔ اس نے ہم سے کاروباری گفتگو کی۔ اور اس فارمولے کے بارے میں معاملات طے ہونے لگے۔ بالآخر ایک بہترین معاوضے پہ یہ سودا طے پا گیا۔ ڈین کانگ نے کہا۔

"رقم کی ادائیگی میں تمہیں جاپان میں کر سکتا ہوں اور فارمولا بھی میں تم سے وہیں جاپان میں وصول کروں گا۔ البتہ اگر تم چاہو تو اس سلسلے میں مجھ سے کچھ ایڈوانس لے سکتے ہو۔"

"نہیں مسٹر ڈین کانگ۔ آپ سے ایڈوانس لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ فارمولا اسی وقت ہی آپ کو ملے گا جب آپ مکمل ادائیگی میری خواہش کے مطابق کر دیں گے اور ہم یقینی طور پر جاپان میں اس رقم کو وصول کرنا پسند کریں گے۔" ایک بار پھر میرے دل میں تردد کی لہر اٹھی۔ لیکن اس سودے بیچ میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ ڈین کانگ نے ہم سے باقی تمام معاملات طے کیے اور اس کے بعد وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہرمین سیموئل نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"کیا تم اس تمام کام سے مطمئن ہو مائی ڈیئر جہانگیر جمال؟"

"میرے مطمئن نہ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مسٹر سیموئل لیکن بہت سے معاملات میرے ذہن میں چبھ رہے ہیں۔"

"تمہارے ذہن میں کوئی بھی الجھن ہو اگر مجھ سے اس کے بارے میں فوراً معلوم کر لیا کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم کسی پریشانی کا شکار رہو۔"

"کیا جاپان میں ہم یہ تمام کام بآسانی کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ڈین کانگ ہم سے کوئی فریب دہی کرے۔ ایسی حالت میں جاپان میں ہمارے وسائل محدود ہوں گے۔" ہرمین سیموئل نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"بات دراصل یہ ہے مائی ڈیئر مسٹر جہانگیر جمال کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک بڑا داؤ لگایا ہے اور میں اس میں ہر قیمت پر کامیابی چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے طور پہ ہر پہلو مضبوط کر لیا ہے۔ اور تم یہ دیکھو کہ تم پر اس قدر اعتماد ہونے کے باوجود میں نے تم سے بھی کھری کھری سودے بازی کی

ہے اور کہیں بھی تمہیں اس بات کا موقع نہیں دیا کہ تم میرے ساتھ کوئی غلط حرکت کر سکو۔ معاف کرنا میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا لیکن۔ لیکن اس صورتحال سے تم خود بھی اچھی طرح واقف ہو۔ ہم میں سے کوئی کسی کو بھی وقت دھوکا دے سکتا ہے۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلائی اور کہا۔

"میں آپ کی بات سے پہلے بھی متفق تھا مسٹر ہرمین سیموئل اور اب بھی مجھے اس سے اختلاف نہیں ہے۔" ہرمین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہت تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے میرے دوست اور اس کے بعد تم ہمیشہ اس بات کو یاد کرو گے کہ جرمن نسل کا ایک باشندہ تمہارا دوست بنا تھا، اور اس نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ جہاں تک میری رازداری کا سوال ہے تو اس کے لیے مجھے یقین ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گے۔ یہ میرے لیے زندگی اور موت کا سوال ہے تو اس کے لیے مجھے یقین ہے کہ

تم مجھے معاف کر دو گے۔" میں نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی تھی لیکن سوال تو میرے لیے بھی زندگی اور موت ہی کا تھا۔ حالانکہ کسی بھی مسئلے میں میں اتنا جذباتی نہیں ہوتا تھا کہ صورتحال کو زندگی اور موت تک لے آؤں لیکن بہرطور یہ میری انا کا بھی سوال تھا۔ ہرمین سیموئل اگر مجھے دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتے تو پھر جہانگیر جمال شاہ کبھی سینہ ٹھونک کر یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے زندگی میں کوئی کارنامہ سرانجام دیا۔ ساری صورتحال میرے علم میں تھی اور اس کے بعد بھی ناکامی کا یہ مقصد تھا کہ میں بہتر منصوبہ بندی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ حالانکہ صورتحال کو اگر کوئی تفصیلی طور پر جانتا تو مجھے قابل سزا قرار نہیں دے سکتا تھا۔ کیونکہ بعض معاملات اتنے ہی گمبھیر ہو جاتے ہیں۔ بہرطور ہرمین سیموئل جرائم پیشہ آدمی تھا اور اس نے یہ سب کچھ پورے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق کیا تھا۔ یہ تو شاید میری خوش بختی تھی یا پھر ہرمین سیموئل کی کوئی چال کہ اب تک میں اس کا اعتماد حاصل کرتا چلا آیا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر اس کے منصوبے میں احمق بن کر اس کے ساتھ جاپان تک چلا جاؤں تو وہ وہاں پہنچ کر اپنی کوئی کارروائی کرے اور اس بات کے امکانات کافی حد تک تھے۔ ہرمین سیموئل کوئی نیک انسان نہیں تھا کہ زبان سے جو کچھ کہہ دیا وہ کہہ دیا۔ فرض کیا جائے کہ اگر وہ مجھ سے مطمئن بھی ہو گیا تھا اور اس نے میری اس حیثیت کو قبول کر لیا تھا تو اس کے بعد وعدے سے کیسے کہی جا سکتی ہے کہ وہ رقم کی ادائیگی کے سلسلے میں بھی اپنی اس فطرت کو برقرار رکھے گا۔ دولت دیکھ کر تو اچھے اچھوں کے حواس خراب ہو جاتے ہیں اور پھر بقول اس کے اس نے تو اپنی زندگی کا یہ آخری داؤ لگایا تھا۔ اس آخری داؤ میں جو محنت اس نے کی تھی اس سے حاصل ہونے والے معاوضے کا پچیس فیصد کسی کے حوالے آسانی سے کر دینا واقعی آسان کام نہیں تھا۔ اور یقینی طور پر ہرمین سیموئل نے اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی منصوبہ بنایا ہو گا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ جس طرح میں اسے فریب دے رہا تھا اسی طرح وہ بھی مجھے اپنے مخلص ہونے کا یقین دلا کر میرے ساتھ فریب کرنا چاہتا ہو۔ میرے لیے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ ابھی تک فارمولا میرے سامنے نہیں آیا تھا۔ سارا کھیل اسی پر انحصار کر رہا تھا۔ اگر فارمولا سامنے آ جاتا یا اس بینک کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو جاتیں تو پھر کوئی کھیل کھیل نہ رہتا اور دیر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن اس وقت ذرا سی لغزش مجھے میری تمام محنتوں سے محروم کر سکتی تھی۔ جلد بازی کرنے کا مطلب تھا کہ صورتحال خطرناک ہو جائے۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ انتظار کیا جائے۔ اس ذلیل فطرت ویٹر کے بارے میں اب مجھے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس نے صرف ایک نوٹ ہضم کرنے کے لیے وہ پیغام آفتاب کمال تک نہیں پہنچایا اور اس کی گمشدگی کی بھی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ حالانکہ میں کم بخت کو اس عوض اس جیسے ہزاروں نوٹ دے سکتا تھا۔ ابھی اس ویٹر کو تلاش کرنا بھی میرے لیے ممکن نہ تھا کیونکہ میں اور ہرمین سیموئل سائے کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ وہ مجھے چانس نہیں دیتا تھا اور میں اسے۔ اور اب یہ سلسلہ بخوبی چل رہا تھا۔ میں نے آخری فیصلہ کیا کہ جس وقت ہرمین سیموئل وہ فارمولا حاصل کرے گا اس کے بعد ہی میں اپنی کارروائیوں کا آغاز کروں گا۔ اس وقت تک صورتحال کچھ بھی ہو جائے میرا خاموش ہی مناسب ہے اور اس کے بعد انتظار کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ہرمین سیموئل بے حد خوش تھا اس نے کہا۔

"مسٹر جہانگیر جمال شاہ، زندگی میں بہت سی خواہشیں ہوتی ہیں انسان کے دل میں، تمہارے اپنے دل میں کیا خواہش

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے ؟"

"میں سمجھا نہیں مسٹر سیموئل۔"

"میرا مطلب ہے کہ ایک بڑی دولت حاصل کرنے کے بعد تم دنیا کے کس خطے میں رہنا پسند کرو گے ؟"

"ہمارے درمیان اس سے پہلے بھی یہ گفتگو ہو چکی ہے مسٹر ہرمین سیموئل، دراصل میں اس وقت تک پلاننگ کرنے کا قائل نہیں ہوں جب تک کہ میری پہلی پلاننگ کامیاب نہ ہو جائے۔ دولت میرے ہاتھ میں آ گئے تو اس کے بعد میں اپنے مستقبل کے لیے صحیح فیصلہ کر سکتا ہوں۔"

"دولت اب تم سے دور کہاں ہے میرے دوست ؟"

"نہیں وہ میرے پاس نہیں ہے۔"

"آہ۔ تم بھی اسی انداز میں سوچنے کے قائل ہو جس طرح میں۔"

"میں سمجھا نہیں مسٹر سیموئل۔"

"یہی نظریہ میرا بھی ہے جو چیز اپنے ہاتھ میں آ جائے وہ اپنی ہوتی ہے اور جو ہاتھ سے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رکھی ہوئی ہو اُسے اپنا نہیں کہا جا سکتا۔"

"سو فیصدی یہی بات ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تاہم ہم اپنے خیالات کے محل ضرور بناتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ تم جرمنی میں میرے ساتھ قیام کرتا۔ ایک اچھی زندگی حاصل کرنے کے بعد میں ایک اچھا دوست بھی ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"کیا جرمنی کا قیام تمہارے لیے ممکن ہے مائی ڈیئر مسٹر ہرمین سیموئل ؟" میں نے سوال کیا اور ہرمین سیموئل ہنس پڑا پھر بولا۔

"اس وقت دنیا کا چپہ چپہ ایک عجیب بحران کا شکار ہے۔ تم اس وقت تک کوئی حیثیت نہیں رکھتے جب تک قلاش ہو۔ اگر تم قلاش ہو اور ایک نہایت نیک اور اچھی فطرت کے انسان ہو تو لوگ تمہاری اس فطرت کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن اگر تمہارے پاس دولت کے انبار ہیں تو تم ہر شخص سے اپنی شرافت کی سند لے سکتے ہو۔ کوئی بھی تمہیں تمہاری اس حیثیت سے نیچے ہٹانے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک بات تم کہو گے اور بہت سی باتیں دوسروں کی زبانوں سے سامنے آئیں گی۔ تم اگر دولت مند ہو جاؤ تو پھر تمہاری اپنی حیثیت پر بھی کوئی شک نہیں کرے گا اور ہر شخص تمہیں اسی حیثیت کا مالک تصور کرے گا،

جس کا اظہار تم کرنا چاہو گے چنانچہ جب میرے پاس بے پناہ دولت آ جائے گی تو جرمنی ہی میں میں اپنی ایک قیام گاہ بناؤں گا اور ایک بہترین انسان کی حیثیت سے قیام کروں گا۔ میرا تحفظ میری دولت کرے گی اور ویسے بھی وہ میرا ملک ہے میں اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ بہت سے راستے ہیں میرے ذہن میں اس کے لیے لا اپنے وطن سے منہ موڑنا آسان کام نہیں ہوتا۔" میں نے ہرمین سیموئل کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ دل ہی دل میں میں نے سوچا تھا کہ ہرمین سیموئل تمہاری باتیں بے حد خوبصورت ہیں لیکن میں جس انداز میں سوچ رہا ہوں اس کا شاید تم تصور بھی نہیں کر پا رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب ہرمین سیموئل نے اپنی روانگی کا اعلان کر دیا۔ ہم لوگوں نے ساتھ ملکر ہی تمام انتظامات کیے تھے اور مجھے کہیں بھی کسی بھی جگہ ایسا کوئی موقع نہیں مل سکا تھا کہ میں اپنا کوئی کام کر لیتا۔ آخری بات میں نے یہی سوچی تھی کہ ہرمین سیموئل بینک سے وہ فارمولا حاصل تو کرے گا۔ مقررہ وقت پر ہم ہوٹل سے نکلے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ایئرپورٹ چل پڑے۔ میں نے ہرمین سیموئل کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی مسٹر ہرمین سیموئل۔" میری اس بات پر وہ ہنس پڑا۔ اور بولا۔

"ذرا تفصیل مائی ڈیئر جہانگیر جمال شاہ۔"

"دیکھیے مسٹر ہرمین سیموئل، ظاہر ہے میں نے بھی اپنا کیریئر داؤ پر لگا دیا ہے۔ آپ جانتے ہیں میں اس دولت کے حصول کے لیے کیا کچھ چھوڑ رہا ہوں۔ اپنا شہر، اپنا دیس اور اپنا پورا ماحول۔ ان حالات میں کیا آپ پر یہ لازم نہیں ہے کہ آپ مجھے مطمئن کریں ؟"

"میں اس کے لیے تیار ہوں۔"

"تو پھر مجھے بتائیے وہ فارمولا کہاں ہے ؟ آپ نے یہاں سے ایئرپورٹ چلنے کا فیصلہ کیا ہے اور ابھی تک مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ فارمولے کی کیا کیفیت ہے۔" ہرمین سیموئل نے گردن ہلا کر میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

جب ہم ایئرپورٹ پہنچیں گے اور جاپان ایئرلائنز کا وہ طیارہ ہمیں لے جانے کے لیے تیار ہوگا جس سے ہم جاپان جا رہے ہیں تو ایک شخص ہمارے پاس پہنچے گا اور وہ ایک پیکٹ ہمارے حوالے کرے گا جس میں فارمولا محفوظ ہوگا۔"

"اور وہ شخص کون ہوگا ؟"

"ایک مقامی آدمی۔"

"آپ کی یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی۔"

"آہ۔ مجھے معاف کرنا میرے دوست تھوڑا سا کام میں کرتا رہا ہوں۔ میں نے تیاریاں کر لی ہیں اور ایک شخص کو اس کے لیے آمادہ کر لیا ہے۔"

"مگر یہ تیاریاں آپ نے کس وقت کیں ؟ ہم دونوں تو ایک دوسرے کی نگاہوں کے سامنے رہے ہیں۔"

"اگر تم چاہو تو اس سلسلے میں ہرمین سیموئل کی برتری تسلیم کر لو کہ اس نے تمہیں اس کارروائی کا پتا نہیں چلنے دیا۔"

"تو پھر فارمولا ایئرپورٹ پر آپ کے پاس پہنچے گا اور اگر کسی وجہ سے اس میں دیر ہو گئی تو ؟"

"ایسا بالکل نہیں ہوگا۔" میں نے دل ہی دل میں اسے ہزاروں گالیاں سنا دی تھیں۔ بہرطور یہ مجبوری تھی اور اس لمحے کو بھی برداشت کرنا تھا۔ لیکن میرے پورے وجود میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہرمین سیموئل مجھے کچھ عجیب سا نظر آ رہا تھا اور میرا ذہن نہ جانے کون کون سی سوچوں کا حامل تھا۔ ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ ہمارے ساتھ مختصر سا سامان تھا۔ ہرمین سیموئل بے حد مطمئن نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک خوبصورت لباس میں ملبوس تھا۔ اور ہلکے پھلکے دو بریف کیس ہم نے اٹھائے ہوئے تھے۔ انہی میں سے ایک بریف کیس میں ہمارے پاس چند جوڑے کپڑے تھے اور دوسرے میں کچھ اور چیزیں۔ بہرطور ہم انتظار کرتے رہے۔ تمام معاملات طے ہو گئے۔ ایئرپورٹ کے قوانین سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ہرمین سیموئل نے میری طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

"آؤ رن وے پر چلتے ہیں۔" میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ میں نے خونی نگاہوں سے ہرمین سیموئل کو دیکھا اور بولا۔

"کیا اس کے بعد بھی اس بات کی گنجائش ہے مسٹر سیموئل کہ میں آپ پر اعتبار کر لوں ؟"

"اوہ۔ میری جان سامنے دیکھو۔ ذرا سامنے دیکھو۔ میرا آدمی وہاں موجود ہے۔ دراصل وہ ہوائی جہاز کے عملے ہی کا ایک شخص ہے۔" اس نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عملے کے بہت سے افراد وہاں موجود تھے۔ اس نے کس کی سمت اشارہ کیا ہے۔ اس کا مجھے صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ بہرطور میں جہاز کی سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گیا اور ہرمین سیموئل میرا بازو پکڑ کر اپنی سیٹ کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔

"بیٹھو، میں تمہیں تمام صورتحال سے آگاہ کرتا ہوں۔"

جہاز میں چند مسافر اندر آ چکے تھے۔ باقی اس طرف آ رہے تھے۔ میں سیٹ پر بیٹھ گیا تو ہرمین سیموئل نے کہا۔

"اور اس کے لیے میں تم سے شرمسار ہوں اور معافی چاہتا ہوں میرے دوست کہ میں نے ابھی تک ایک خاص بات چھپائی ہے۔ وہ خاص بات یہ ہے کہ فارمولا ابتدا ہی سے میرے پاس موجود تھا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اسے اپنے آپ سے جدا کر کے کسی بینک کے لاکر میں رکھ دوں۔ کوئی بھی حادثہ، کوئی بھی واقعہ پیش آ سکتا تھا اور میں اس فارمولے سے محروم ہو سکتا تھا۔ میں نے اسے زندگی کی طرح اپنے جسم سے چھپا کر رکھا ہے اور اس وقت بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے یہ سب کچھ کیوں کیا۔ اور اب تمہیں غیر مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے ہم اس ملک سے جا رہے ہیں اور کم از کم میں دوبارہ یہاں واپس نہیں آؤں گا۔ ایسی حالت میں تمہارے خیال میں کوئی خطرہ کیا کسی طرح ممکن ہوگی ؟" میں سکتے میں رہ گیا تھا کم بخت شیطان تھا یہ پورا۔ کس طرح مجھے چکر دیتا رہا تھا لیکن غور کرنے سے وہ مجھے درست ہی محسوس ہوا۔ میں ایک طاقتور آدمی تھا اور ہرمین سیموئل یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر فارمولے کے بارے میں مجھے علم ہو جاتا تو میں اس سے کم از کم جنگ کر سکتا تھا۔ اس جنگ کا نتیجہ جو بھی ہوتا، وہ ایک الگ بات تھی۔ ہرمین سیموئل نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ میں نے روجیر و بیرسال سے کس طرح جنگ کی تھی۔ اس صورت میں اگر اپنے لیے یہ تحفظ حاصل کیا تو یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔ لیکن میرے پاس اب اور وقت نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں ہرمین سیموئل سے نمٹ جاؤں کیونکہ یہ میرا وطن تھا اور میں یہاں ہنگامہ خیزی کر کے کم از کم صورتحال کو اپنے قابو میں کر سکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی قدم اٹھاتا، دفعتاً ہی جہاز کے عملے کے چند افراد سامنے آئے اور انہوں نے اسٹین گنیں ہم دونوں کی جانب تان لیں۔ یہ جہاز کے عملے کی وردی ہی میں تھے لیکن انہی میں ایک اسٹیورڈ کی وردی میں میں نے آفتاب کمال کو دیکھا اور ششدر رہ گیا۔ آفتاب کمال نے مسکرا کر مجھے آنکھ ماری اور اپنی اسٹین گن کی نال ہرمین سیموئل کی پیشانی سے لگا دی اور اس کے بعد وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"آپ براہ کرم دونوں ہاتھ اوپر کر دیجیے مسٹر ہرمین سیموئل ورنہ آپ کو ہلاک کرنے میں مجھے ایک لمحہ مشکل پیش

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں آسکے گی۔" ہرمین سیموئل سکتے کے عالم میں رہ گیا تھا۔ میں نے ہی اس کے دونوں ہاتھ اٹھا کر اوپر کیے اور پھر فوراً ہی آفتاب کمال نے اپنے دو ساتھیوں کو اشارہ کیا جنہوں نے ہرمین سیموئل کے دونوں ہاتھوں میں الگ الگ ہتھکڑیاں ڈال دیں۔ جہاز میں جو مسافر بیٹھے ہوئے تھے ان کے حلق سے آوازیں نکل گئیں۔ ہرمین سیموئل کے ہاتھوں کو آفتاب کمال نے اپنی گرفت میں لے لیا تھا تاکہ آخری لمحے تک وہ کوئی ایسا عمل نہ کر سکے جو نقصان دہ ثابت ہو۔ اور اس کے بعد اسے مضبوطی سے سنبھالے ہوئے جہاز کی سیڑھیوں سے اتار کر نیچے لایا گیا۔ چاروں طرف سنسنی پھیل گئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک گاڑی جہاز کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی ہے اور اس کی سیٹ پر چند افراد بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس بند گاڑی میں ہرمین سیموئل کے ساتھ ساتھ مجھے بھی بٹھا دیا گیا تھا۔ آفتاب کمال ہم دونوں کی شدید نگرانی کر رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ مزید پانچ افراد جن کا تعلق میرے ہی ڈیپارٹمنٹ سے تھا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں آ بیٹھے تھے۔ درحقیقت میں سکتے ہی میں رہ گیا تھا۔ آفتاب کمال نے جس طرح یہ کارروائی کی تھی اسے کمال ہی کہا جا سکتا تھا میرے اندر خوشی کی ایک لہر بھی دوڑ رہی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ میں حیران تھا اور اس کے بعد یہ گاڑی وہیں پہنچی تھی جہاں ہمارا دفتر تھا۔ آفتاب کمال نے براہ راست اسے کہیں لے جانے کا عمل نہیں کیا تھا اور اس کے بعد رفتہ رفتہ میں حواس میں واپس آ گیا۔ یہاں ہرمین سیموئل کو نیچے اتارا گیا۔ اس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ وہ سپاٹ سے چہرے سے ایک ایک کی صورت دیکھ رہا تھا۔ جیسے اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا ہو۔ اس کا انداز بھی کھسکے کا سا تھا۔ اور آفتاب کمال کے ساتھی اسے گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے۔ پھر ایک اندرونی کمرے میں پہنچ کر آفتاب کمال نے اسے کرسی پر بٹھایا اور اس کے دونوں ہاتھ پشت پہ کس کر باندھ دیئے گئے۔ تب ہرمین سیموئل پر جیسے محویت کا یہ عالم ختم ہو گیا۔ اور وہ پوری قوت سے دھاڑ کر کرسی سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن آفتاب عالم نے ایسی بندش باندھی تھی کہ وہ سیدھا کھڑا نہ ہو سکا اور کرسی سمیت اوندھے منہ نیچے آ رہا۔ پھر وہ جرمن زبان میں چیخ چیخ کر گالیاں بکنے لگا۔ آفتاب کمال کے ساتھیوں نے اسے اٹھا کر سیدھا کر دیا تھا۔ ہرمین سیموئل نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"جہانگیر جمال شاہ ـ کیا ہے؟۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟"

"یہ سب کچھ وہ ہے مائی ڈیئر ہرمین سیموئل جس کے بارے میں میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا اور اس کے لیے میں تم سے شرمسار ہوں۔" جواب میں ہرمین سیموئل کے منہ سے گالیوں کا طوفان امنڈ پڑا تھا۔ آفتاب کمال نے کہا۔

"ہم نے اس کے ہاتھ خصوصی طور پر قابو میں رکھے ہیں چیف، ورنہ یہ خودکشی بھی کر سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے اس کے جسم پر کوئی ایسی چیز موجود ہو جو کسی طرح ہم لوگوں کے لیے بھی نقصان دہ ہو چنانچہ بحالت مجبوری میں اسے لباس سے بے نیاز کر رہا ہوں۔" آفتاب کمال نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا میں نے خاموشی ہی اختیار کی تھی۔ درحقیقت آفتاب کمال نے جس انداز میں یہ کام تھا، میں اسے سو فیصدی اسی کا کارنامہ قرار دیتا تھا۔ ہرمین سیموئل کے جسم سے ایک ایک کپڑا اتار لیا گیا اور فارمولے کا حصول مشکل نہ ہوا۔ سرخ رنگ کا ایک ہلکا سا پیپر تھا جس کے اندر کچھ کاغذات نظر آ رہے تھے اور یہ پیپر بڑے محفوظ انداز میں ہرمین سیموئل نے اپنے سینے سے باندھا ہوا تھا۔

ـــ اور اسے محفوظ رکھنے کے لیے خصوصی طور پر انتظامات کیے گئے تھے۔ یقینی طور پر وہ فارمولا اسی لفافے میں موجود تھا۔ ہرمین سیموئل چیخ چیخ کر گالیاں بکتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا گلا بیٹھ گیا اور پھر اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ میری پوری زندگی کا سوال ہے۔ یہ میری پوری زندگی کا مسئلہ ہے۔ جہانگیر جمال شاہ" اسے مجھ سے نہ چھینو۔ دیکھو میں نے پوری زندگی میں ایک ہی کام کیا ہے۔ یہ میرے باپ کی ملکیت ہے۔ میرا حق ہے اس پر۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے مسٹر ہرمین سیموئل لیکن بدقسمتی سے اس میں دنیا کی تباہی بند ہے۔ اگر یہ کوئی اور چیز ہوتی تو شاید میں تمہیں اس سے محروم نہ کرتا۔" جواب میں ہرمین سیموئل گالیاں بکنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا۔ اس کا گلا بیٹھ گیا تھا اور اب آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ پھر ہم نے اسے مضبوطی سے کس کر باندھا اور ایک سمت بٹھا دیا۔ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب ہم وہاں سے باہر نکلنے لگے تو اس نے کہا۔

"آہ ـ کیا تم ایک کام نہیں کر سکتے؟۔ میرے لیے تم ایک کام نہیں کر سکتے۔"

"کیا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"مجھے زہر کا ایک انجکشن دے دو۔ میں ہوش و حواس میں نہیں رہنا چاہتا۔ مجھے ـ مجھے زندگی سے محروم کر دو۔ میں زندہ رہنے کا خواہش مند نہیں ہوں۔" میں نے آفتاب کمال کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"اس کا بندوبست ہو جائے گا۔"

"جلدی ـ پلیز جلدی ـ" ہرمین سیموئل نے اذیت ناک لہجے میں کہا اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ باہر آ کر میں نے آفتاب عالم سے کہا۔

"فوری طور پر اسے بیہوشی کا انجکشن دے دو۔ طویل بیہوشی کا انجکشن ـ یہی بہتر ہوگا۔" آفتاب کمال نے گردن ہلا دی میں اپنے آفس میں آ کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ آفتاب کمال نے جو کچھ کر دکھایا تھا، وہ واقعی کمال کی بات تھی۔ ویسے تو میں ہمیشہ ہی اس شخص کی ذہانت کا قائل رہا تھا لیکن اس وقت اس نے جس انداز میں یہ تمام منصوبہ بندی کی تھی وہ قابل تحسین تھی اور اسے اس کا پورا پورا حق حاصل تھا کہ وہ اس پر ناز کرے۔ آفتاب کمال غالباً میری ہدایت پر عمل کرنے کے لیے چلا گیا تھا۔ یہاں ہمارے اس آفس میں بہت سے ایسے انتظامات موجود تھے چنانچہ آفتاب کمال کو ہرمین سیموئل کو بے ہوش کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ اس نے واپس آ کر کہا۔

"ہم نے اسے مارفیا کا ڈبل ڈوز دے دیا ہے اور وہ ہمارے سامنے ہی بے ہوش ہو گیا ہے۔ ویسے میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اسے زہر کا انجکشن دے رہا ہوں۔"

"کیا وہ اس پر حیران نہیں ہوا؟"

"نہیں، وہ بہت خوش ہوا تھا۔ اور اس نے میرا خلوص بھرا دل سے شکریہ ادا کیا تھا۔ عجیب سا آدمی نہیں ہے چیف؟"

"بیٹھ جاؤ ـ تم اس سے زیادہ عجیب ہو۔" آفتاب کمال مسکراتا ہوا بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"چیف میں نے آپ کے لیے کافی کا بندوبست کیا ہے۔ میری طرف سے اتنے دن کے بعد ملاقات پہ کافی قبول فرمائیے۔" میں نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا اور کہا۔

"خیر تمہارے سلسلے میں، میں پہلے ہی اس بات کا قائل رہا ہوں کہ تم بے حد ذہین انسان ہو اور یقینی طور پر شہباز احمد صاحب کو اس کی تفصیل بتائی جائے گی اور جو کچھ تم نے کیا ہے۔" آفتاب کمال کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار پھیل گئے۔ اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"چیف ایک گزارش کر سکتا ہوں آپ سے؟"

"ہاں ضرور۔"

"مجھے بس آپ کی محبت درکار ہے۔ بات دراصل یہ ہے چیف کہ میں ذرا مختلف فطرت کا انسان ہوں۔ مجھے آپ کے لیے سب کچھ کر کے خوشی ہوتی ہے۔ اگر آپ نے یہ بات آگے بڑھا دی۔ اور مجھے خواہ مخواہ ایک الگ حیثیت دے دی گئی تو یقین کیجیے کسی قابل نہیں رہوں گا۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ جو میرے اور آپ کے درمیان ہے وہ میرے اور آپ کے درمیان ہی رہنا چاہیے۔"

"خیر چھوڑو اس بات کو ـ ہاں اب میرے ذہن میں جو سوالات کلبلا رہے ہیں، ان کے جواب مجھے دے دو۔"

"جو کچھ بھی سیکھا ہے چیف، آپ ہی سے سیکھا ہے اور آپ کی برتری کو میں سب سے پہلے خلوص دل سے تسلیم کرتا ہوں۔ دراصل آپ چلے گئے تھے اور میں شدید ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ کی واپسی کب تک ہو گی۔ پھر ایک نوٹ پر ایک ویٹر کے ذریعے نوٹ پر لکھا ہوا آپ کا وہ پیغام مجھے مل گیا۔"

"اوہ مائی گاڈ ـ اس کا مطلب ہے کہ میں غلط پریشانی کا شکار رہا۔"

"معافی چاہتا ہوں چیف، دراصل آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا ہرمین سیموئل جیسے شاطر شخص کے مسئلے میں خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ آپ کے انداز میں اگر اطمینان پیدا ہو جاتا تو ہرمین سیموئل پریشان ہو جاتا۔ آپ سمجھ رہے ہیں ناں میری بات۔ آپ فارمولے کے سلسلے میں متردد تھے۔ اور ہرمین سیموئل آپ کے اس تردد کو محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ اس بات سے مطمئن تھا کہ آپ کم از کم اس کے خلاف ایسا کوئی کام نہیں کر سکے جو اس کے لیے نقصان دہ ہو۔ آپ خود غور کیجیے چیف، اگر آپ کو یہ علم ہو جاتا کہ پیغام مجھ تک پہنچ چکا ہے اور میں اس کا کوئی جواب بھی آپ کو دے دیتا تو آپ اس سلسلے میں مطمئن ہو جاتے اور چیف، ذرا غیر حقیقی سی بات ہوتی یہ کہ ایک ایسے مسئلے میں جو آپ کے سامنے نہیں آیا ہے آپ کو اتنا اطمینان ہو گیا ہے۔ ہرمین سیموئل اس بات سے مشکوک بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے جان بوجھ کر یہ کیا اور آپ کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا کہ میں اس پیغام کے ملنے کے بعد کیا کر رہا ہوں۔ نتیجہ وہی ہوا وہ آپ کے چہرے پر تردد کی جھلکیاں مسلسل دیکھتا رہا۔ حالانکہ اس دوران یہ ہوا تھا چیف کہ میں نے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فوراً ہی سارا چارج سنبھال لیا تھا۔ اور سب سے پہلے میں نے اس ویٹر کو وہاں سے ہٹا کر خود اس کی جگہ لے لی۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں چیف، وہ نیا ویٹر جو آپ کے کمرے میں سروس کر رہا تھا میں ہی تھا اور اس کے لیے مجھے اصل ویٹر کو اغوا کر کے اس کا چہرہ اپنانا پڑا۔"

"خوب، بہت خوب۔" میں نے پرمسرت انداز میں کہا۔

اس کے بعد میں نے چیف، وہاں پر میرا مطلب ہے آپ کے کمرے میں ایک ڈکٹوفون نصب کیا۔ ڈکٹوفون پر میں آپ کی اور اس شخص کی تمام گفتگو سنتا رہا تھا اور اس کے مطابق فیصلے کرتا رہا تھا۔ مثلاً ڈکٹوفون پر میں نے یہ سنا کہ اس نے فارمولا کسی بینک کے لاکر میں رکھا ہوا ہے اور عین واپسی کے وقت میرا مطلب ہے جاپان روانہ ہوتے ہوئے وہ اسے وہاں سے حاصل کرے گا۔ یہاں تک کہ یہ بات نہ رہی چیف بلکہ میں نے نہایت احتیاط سے اس کے لباس میں بھی ننھا سا ایک ڈکٹوفون نصب کر دیا۔ یہ ڈکٹوفون آپ ایک بٹن کی شکل میں اس کے جسم سے اترے ہوئے لباس سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے ہوٹل میں ایک کمرہ حاصل کر لیا تھا جب میں ویٹر کی حیثیت سے وہاں قیام پذیر ہوا تھا اور اس کمرے میں میرا پورا ریسیونگ سیٹ موجود تھا۔ اس ریسیونگ سیٹ پر میں اس کے اور آپ کے درمیان ہونے والی ساری گفتگو ریکارڈ کر رہا تھا اور بعد میں اسے سن لیا کرتا تھا۔ وہ بٹن جو اس کے لباس میں لگایا گیا تھا، میری ہی کوششوں کا نتیجہ تھا اور میں نے نہایت احتیاط سے اس وقت اس کے لباس میں ٹانکا تھا جب اس نے مجھے ویٹر کی حیثیت سے اپنا لباس پریس کرنے کے لیے دیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو تب بھی میں اس کے لباس کو کسی نہ کسی طرح حاصل کر کے اپنا یہ کام کر لیتا۔ آخری وقت تک میں اس کی کارروائیوں سے ہوشیار رہنا چاہتا تھا چنانچہ اس کے بعد چیف آپ لوگ ایئرپورٹ چل پڑے۔ آپ کے اور اس کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ میرے علم میں آ رہی تھی اور میں صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ فارمولا حاصل کر لے تو اس کے بعد میں حملہ کروں۔ جب اس نے آخری الفاظ کہے یعنی یہ کہ اب اسے وہ فارمولا ایئرپورٹ پر حاصل ہوگا۔ تو میں نے فوراً ہی ایئرپورٹ سے رابطہ قائم کیا اور اپنے افراد کو جہاز کے عملے کی حیثیت سے جہاز تک پہنچانے کے لیے خصوصی طور پر اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ گو یہ سب کچھ مجھے انتہائی برق رفتاری سے کرنا پڑا تھا لیکن میرا ایوا اشفاق تو آپ کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ ہاں جو کچھ میں نے وہاں کیا وہ قابلِ تحسین کہہ سکتے ہیں آپ۔ کیونکہ میرے ساتھ تعاون کرنے والے چند ہی افراد تھے۔ اور انہوں نے اس سلسلے میں مجھ سے پوری پوری ضمانت طلب کر لی تھی۔ میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ جو کچھ بھی ہوگا اس کا مکمل ذمہ دار میں ہوں اور نتیجے میں مجھے سزا تک لائی جا سکتی ہے۔ اس کام میں بے شک مشکل پیش آئی تھی۔ لیکن مجھے کامیابی حاصل ہوگئی۔ اور جب اس نے سیٹ پر بیٹھنے کے بعد یہ الفاظ ادا کیے تو میں نے فوراً ہی عمل کر ڈالا۔ بس یہ ہے میری کارروائی۔" میں نے کھڑے ہو کر آفتاب کمال کو سینے سے لگا لیا تھا پھر میں نے اس سے کہا۔

"یہ کیس سو فیصدی تمہارا ہے آفتاب کمال، میں سمجھتا ہوں کہ تم نے جو کچھ کیا وہ اتنا حیران کن ہے کہ اس نے مجھے بھی ششدر کر دیا ہے۔" آفتاب کمال ہنستا رہا پھر بولا۔

"آپ کا اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے لیکن ہرمین سیموئل جیسے آدمی کو گھیر کر یہاں تک لے آنا بھی معمولی کام نہیں۔ آپ اس کے لیے قابلِ تحسین ہیں۔"

"بہرطور شہباز احمد صاحب کا کیا سلسلہ ہے؟"

"شہباز احمد صاحب مسلسل میرے کنٹریکٹ میں ہیں۔ اور میں انہیں تفصیلات بتاتا رہتا ہوں۔ میں نے انہیں تمام تفصیلات بتا دی تھیں بلکہ یہ سمجھ لیجیے کہ اس سلسلے میں وہ مسلسل ہمارے ساتھ مصروفِ عمل رہے ہیں۔ اور بڑی شدید سنسنی کا شکار بھی۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ پیکٹ نکالو، میں اس ہولناک چیز کو قائم نہیں رہنے دینا چاہتا۔"

"بہتر ہے چیف۔" آفتاب کمال نے کہا اور پیکٹ میرے حوالے کر دیا۔ میں نے پیکٹ کو محفوظ کر لیا تھا اور اس کے بعد میں نے یہیں سے شہباز احمد صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے فون پر ان کی آواز سنائی دی تھی۔

"جی ۔۔۔ کون؟"

"فدوی عرض کر رہا ہے۔ میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔"

"اوہ جہانگیر جمال شاہ ۔۔۔ کہو کیسے ہو؟ کہاں ہو؟ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"ڈیپارٹمنٹ سے۔"

"اوہو۔ ویری گڈ ۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ سب کچھ کر چکے ہو جس کی منصوبہ بندی تم نے کی تھی۔"

"جی فارمولا اب میرے پاس ہے اور ہرمین سیموئل میرے قبضے میں۔ دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔ اس کے بعد شہباز احمد صاحب کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ویسے تو جب ۔۔۔ میں نے تمہیں اس کام کے لیے منتخب کیا تھا تو مجھے اس بات کا یقین تھا کہ تم اسے مکمل طور پر سرانجام دے لو گے۔ لیکن اس وقت یہ الفاظ سن کر مجھ پر جو کیفیت طاری ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب یہ بتاؤ آئندہ کیا پروگرام ہے؟"

"آپ کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر آ جاؤ ۔۔۔ جلدی آ جاؤ ۔۔۔ ہاں ہرمین سیموئل کے سلسلے میں تم نے کیا بندوبست کیا ہے؟"

"وہ میرے پاس موجود ہے اور اس وقت میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔"

"اس کی پوری پوری حفاظت کرو۔ بڑی اہم اور قیمتی چیز ہے۔"

"جی یقیناً۔"

"تم پھر کہاں آ رہے ہو؟"

"جہاں آپ حکم دیں۔"

"میرا خیال ہے میرے گھر آ جاؤ۔ وہاں ذرا تفصیل سے بیٹھ کر باتیں ہو جائیں گی۔"

"جی بہت بہتر۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد آفتاب کمال اور میں اس سلسلے میں تیاریاں کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد کافی وغیرہ پی کر میں وہاں سے چل پڑا۔ آفتاب کمال نے دو آدمی میرے ساتھ روانہ کر دیے تھے۔ ظاہر ہے وہ خود شہباز احمد صاحب کے گھر نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن میرا تحفظ بھی ضروری تھا۔ پتا نہیں کب کہاں کیا ہو جائے اور کچھ دیر کے بعد شہباز احمد صاحب نے اپنی کوٹھی میں میرا استقبال کیا۔ پہلے انہوں نے مجھے گلے سے لگایا اور اس کے بعد اندر لے گئے۔ میرے محافظ باہر ہی رک گئے۔ شہباز احمد صاحب مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے اور بیٹھنے کی پیشکش کی۔ پھر مجھے تعریفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"ذرا مجھے صورتحال کی تفصیل بتاؤ پہلے۔"

"سب سے پہلے آپ یہ لفافہ قبول فرمائیے اور میرے سامنے اسے کھول کر دیکھیے۔"

"یہ ضروری ہے؟ کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟"

"نہیں۔"

"خیر بھئی سائنس کی زبان نہ میں سمجھ سکوں گا اور نہ تم۔ تاہم اسے دیکھ لیتے ہیں۔" ہم نے لفافہ کھول کر وہ کاغذات نکال لیے جو باریک قسم کے مضبوط پیپر پر مشتمل تھے اور یہ پیپر شاید نائیلون کوٹڈ تھا اور پھر اس کے بعد شہباز احمد خان کا کہنا درست ہی نکلا۔ ظاہر ہے اسے نہ وہ سمجھ پائے تھے نہ میں۔ جب انہوں نے اسے اچھی طرح دیکھ کر لفافے میں رکھ دیا تو بولے۔

"یہ دُنیا کی خطرناک ترین چیز ہے۔"

"شکریہ شہباز احمد صاحب، یہی میں عرض کرنا چاہتا تھا۔"

"بلاشبہ اس کے بارے میں جو تفصیلات ہمیں موصول ہوئی ہیں۔ وہ انتہائی ہولناک ہیں۔ اور انہیں ذہن میں رکھتے ہوئے ہم اسے مہلک ترین شے کہہ سکتے ہیں۔"

"کیا اس مہلک ترین شے کا برقرار رہنا مناسب رہے گا شہباز احمد صاحب؟"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میری دلی خواہش ہے کہ اس فارمولے کو ضائع کر دیا جائے۔"

"یقیناً اچھی خواہش ہے لیکن تمہارا کیا خیال ہے، کیا ہمیں اس کی اجازت ہے؟"

"یہ ابھی ہمارے پاس ہے۔ ہماری ذمہ داریاں بس یہیں تک تھیں کہ ہم یہ فارمولا دنیا کے جنگ باز ملکوں کے ہاتھوں میں نہ جانے دیں اور ہرمین سیموئل کو کسی بھی طرح گرفتار کر لیں۔ میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں جناب والا، وہ یہ کہ فارمولے کے سلسلے میں ہم ذرا بھی خطرہ مول نہیں لیں گے۔ فرض کیجیے یہ ہماری حکومت کے پاس محفوظ رہا۔ فرض کیجیے ہمارے حکمرانوں نے اس پر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ فرض کیجیے اسے غائب کرنے کے لیے دنیا کی بہت سی قوتیں صف آرا ہو گئیں۔ تو کیا آپ کے خیال میں پھر یہ مہلک چیز انسانی ہاتھوں میں نہ پہنچ جائے گی اور انسانیت کی تباہی و بربادی کا باعث نہیں بنے گی؟" شہباز احمد صاحب کچھ سوچنے لگے پھر انہوں نے کہا۔

"تمہارا مقصد کیا ہے میں سمجھا نہیں۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میری خواہش ہے کہ اسے اسی جگہ ختم کر دیا جائے۔"

"آہ۔ لیکن ہم سے اس سلسلے میں بات چیت تو ہوگی۔"

"ہرمین سیموئیل کو ہم ان کے حوالے کر دیں گے اور فارمولے کی جلی ہوئی راکھ۔"

"مگر ہمیں اس کا حق حاصل نہیں۔"

"ہمیں اس کا حق حاصل ہے شہباز احمد صاحب اس لیے کہ ہم انسان ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ ایک مہلک چیز ہے اور انسانیت کے لیے انتہائی خوفناک ثابت ہو سکتی ہے۔ پھر ہم یہ خطرہ کیوں مول لیں۔" شہباز احمد صاحب کسی الجھن کا شکار ہو گئے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"مگر اس طرح ہمیں خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"کروڑوں انسانوں کی زندگی کے لیے اگر ہمیں خطرناک حالات کا شکار ہونا پڑا تو کم از کم میں اس کے لیے تیار ہوں۔" شہباز احمد صاحب مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو ہم فوری طور پر اسے فنا کیے دیتے ہیں لیکن کہانی کو ذرا سا بدلنا پڑے گا۔ ہم یہ کہیں گے کہ ہرمین سیموئیل اس فارمولے کو ضائع کر چکا ہے اور۔۔ اور وہ اس کے پاس موجود نہیں ہے۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہمارے حکام کو ہم پر شبہ ہو جائے۔ لیکن۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں نے اسے یہاں سے آگے بڑھایا تو پھر یہ میرے یا تمہارے ہاتھوں کی زد سے باہر ہوگا۔ اور ہم اس وقت صرف ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

"یہ کام میں سرانجام دیتا ہوں سر، اگر آپ چاہیں تو حق گوئی اختیار کیجیے اور اس کی گواہی دے دیجیے گا کہ میں نے فارمولا آپ کے سامنے جلا دیا تھا۔ بعد کے تمام الزامات میں بھگتنے کے لیے تیار ہوں، نتائج جو کچھ بھی ہوں۔" شہباز احمد صاحب نے متاثر نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولے۔

"ٹھیک ہے، میں انکار نہیں کرتا۔" اور اس کے بعد ہم نے شہباز احمد صاحب کے ڈرائنگ روم سے ملے ہوئے غسل خانے میں یہ قیمتی فریضہ انجام دیا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اس فارمولے کے کاغذات کو آگ لگائی تھی۔ اور اس کے بعد اس کی راکھ بیسن میں بہا دی تھی۔ اس طرح دنیا کی تباہی کا ایک بہت بڑا خطرہ ختم ہو گیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر شہباز احمد صاحب میرے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ وہ کسی قدر نروس نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا، بہت ہی اچھا۔ میں اس سے غیر متفق نہیں ہوں۔ اچھا اب یہ بتاؤ۔ ساری صورتحال کیا رہی ہے؟"

"میں نے ہرمین سیموئیل کو اپنے قابو میں کرنے کے لیے بڑے مشکل حالات کا مقابلہ کیا اور بالآخر اسے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا ساتھی بن کر میں اسے یہاں لے آیا۔" میں نے شہباز احمد صاحب کو تمام تفصیلات حرف بحرف بتا دیں۔ اور اس کے بعد آخر میں میں نے زیلا ایڈمن کا تذکرہ کیا۔

"زیلا ایڈمن؟" شہباز احمد صاحب اچھل پڑے۔

"ہاں زیلا ایڈمن مجھے وہیں پہاڑوں میں ملی تھی۔"

"ہمم۔۔ مگر وہ تو۔۔ وہ تو جرمنی جا چکی تھی۔"

"یقینی طور پر جا چکی تھی۔ اس کے بعد اسے دوبارہ جرمنی سے یہاں بھیجا گیا۔"

"مگر کیسے؟ ہمارے علم میں تو یہ بات نہیں ہے۔"

"یقینی طور پر وہ چھپ کر یہاں آئی ہوگی۔ آخر سیکرٹ ایجنٹ ہے۔"

"تو کیا وہ تمہیں مل گئی؟"

"ہاں۔ میں اس سے ملا تھا اور اس کے بعد میرے اور اس کے درمیان کافی روابط رہے لیکن وہ ایسے آپ کو اس معیار پر نہ پیش کر سکی جس کے بارے میں میں نے سوچا تھا۔"

"اوہ میرے خدا۔ کیسے سنسنی خیز انکشافات کر رہے ہو تم۔ براہ کرم مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

"زیلا ایڈمن اس وقت بھی میرے ساتھ تھی جب میں ہرمین سیموئیل سے ملا۔ اس نے ہم دونوں پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا۔ ہم نے اپنے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دی تھیں۔ اس کے بعد ہم اسے شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ میرا مطلب ہے صرف میں۔ زیلا اس معیار کو برقرار نہ رکھ سکی تھی اور احمقانہ حرکتیں کرتی رہی تھی۔" میں نے شہباز احمد صاحب کو وہ تمام تفصیلات بتائیں جو اس سلسلے میں پیش آئی تھیں اور وہ محو حیرت بنے سنتے رہے۔ آخر میں میں نے آن سے کہا۔

"اور زیلا نے ویرساں کو طلب کر کے اپنی حماقت پر مہر لگا دی۔ اس کے بعد اگر ہرمین سیموئیل کی جگہ میں بھی ہوتا تو اس پر اعتبار نہ کرتا۔ یقینی طور پر وہ اپنے مقصد میں مکمل طور پر ناکام ہو گئی تھی۔ رہ جیر ویرساں کو میں نے اس لیے ختم کیا کہ اسے ختم کرنا کوئی غیر قانونی بات نہیں تھی۔ اول تو وہ ہمارے ملک میں خفیہ طور پر داخل ہونے کا جرم کر چکا تھا۔ دوم یہ کہ وہ بین الاقوامی دہشت گرد تھا۔ اگر اسے زندہ رہنے کا موقع دیا جاتا تو آپ کا کیا خیال ہے شہباز احمد صاحب وہ یہ فارمولا ہمارے ہاتھ لگنے دیتا۔ کوئی بھی بات ماننا پڑے گی۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"اس کے لیے میرے پاس اس سے بہتر ذریعہ اور کوئی نہیں تھا کہ ہرمین سیموئیل کا اعتماد بھی حاصل کر لوں اور روجر ویرساں کا خطرہ بھی ختم کر دوں۔" شہباز احمد صاحب تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے بے چینی سے کہا۔

"زیلا ایڈمن کا کیا ہوا؟ میرا مطلب ہے کیا وہ بھی تمہارے ساتھ واپس آئی ہے؟"

"نہیں شہباز احمد صاحب، بھلا میں اس کا تحفظ کیسے کرتا، کوئی ذریعہ تھا؟"

"بہت۔۔ تو کیا وہ ہرمین کے ہاتھوں ماری گئی؟" شہباز احمد صاحب نے پوچھا۔

"نہیں اسے میرے ہاتھوں مرنا پڑا۔" شہباز احمد صاحب چونک کر ساکت ہو گئے پھر چند لمحات کے بعد انہوں نے کہا۔

"تو کیا تم نے اسے قتل کر دیا؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"آپ اس مشکل وقت کا تعین کریں شہباز احمد صاحب جب زیلا ایڈمن نے میرے تمام کیے دھرے پر پانی پھیر دیا تھا۔ اس نے اپنی حماقت سے میرے راستے بھی بند کر دیئے۔ آپ مجھے بتائیے، اسے بچانے کا کیا ذریعہ رہ جاتا تھا میرے پاس؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ یقینی طور پر اس نے حماقت کا ثبوت دیا۔ اسے شکوک و شبہات کا شکار نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"جرمن جاسوسہ اپنا تحفظ کرنے میں ناکام رہی لیکن میں آخر وقت تک یہ کوشش کرتا رہا کہ اسے نقصان نہ پہنچنے پائے۔ اس نے میری اس کوشش کو نہیں سمجھا تھا جبکہ میں اسے سب کچھ تفصیلی طور پر بتاتا رہا تھا۔ ایسی حالت میں دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں۔ اگر میں اس کا تحفظ کرتا تو یقینی طور پر ہرمین سیموئیل کا شکار ہو جاتا اور یہ سب کچھ کبھی نہ ہو پاتا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ میں ہرمین سیموئیل کا پورا پورا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں کیونکہ میں یہ کام نہیں کرتا تو ہرمین سیموئیل اپنے ہاتھوں سے کرتا۔ چنانچہ یہ کام میں نے سرانجام دے دیا۔" شہباز احمد صاحب پریشان نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"کاش یہ سب کچھ نہ ہوتا لیکن میں تمہاری مجبوری بھی سمجھ رہا ہوں۔ واقعی ایسی حالت میں بڑا مشکل مسئلہ پیش آ جاتا۔ لیکن ہمیں کافی الجھنوں سے گزرنا پڑے گا۔ کاش وہ اس حماقت کا مظاہرہ نہ کرتی۔ بہرحال اب کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"نہیں جناب۔ میں نے اس کے باوجود سخت خطرہ مول لے کر اس کی زندگی کا تحفظ کیا ہے اور میں پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ زندہ ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی وہ اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتی تو پھر اس کا مر جانا ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کو زندہ نہیں رہنا چاہیے جو اپنی صلاحیت سے کہیں آگے کی ذمہ داریاں قبول کر لیتے ہیں اور پھر انہیں انجام دینے میں ناکام رہتے ہیں۔" شہباز احمد صاحب ایک بار پھر اچھل پڑے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔

"کک۔ کیا مطلب؟"

"مطلب صرف یہ کہ میں نے ہرمین سیموئیل کے سامنے اس کے دل کے مقام پر دو فائر کیے تھے لیکن میں اپنے نشانے پر پورا بھروسا رکھتا ہوں۔ یہ دونوں فائر میں نے اس انداز میں کیے تھے کہ گولی اس کے دل میں پیوست نہ ہو۔ بلکہ اس کے سینے پر صرف دو زخم پڑ جائیں اور اس کے بعد وہ ہوش میں آئے تو اپنا تحفظ کر کے وہاں سے اپنے آپ کو بچا کر لا سکے۔" شہباز احمد صاحب کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ اس کے بعد وہ اس موضوع پر کچھ نہ بول سکے۔ پھر انہوں نے کافی دیر کے بعد کہا۔

"میری دعا ہے کہ وہ زندہ ہو لیکن۔ لیکن۔ بہرطور کیا میں اس سلسلے میں جرمن سفارت خانے سے رابطہ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قائم کروں ؟"

"اب یہ سب کچھ آپ پر منحصر ہے شہباز احمد صاحب! باقی آپ اگر مجھے کوئی حکم دیتے ہیں تو میں اس کے لیے حاضر ہوں۔"

"نہیں نہیں۔ تمہارا کام ختم ہو گیا ہے لیکن میرے لیے مشکلات کا ایک پہاڑ کھڑا ہو گیا ہے۔ فارمولے کے سلسلے میں جو فیصلہ تم نے کیا، میں ذاتی طور پر اس سے متفق ہوں لیکن اعلیٰ حکام کو بہت سے جوابات دینا ہوں گے۔ اور کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خیر یہ سب کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ دیکھوں گا کیا کر سکتا ہوں۔ تمہیں ایک بار پھر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔" شہباز احمد صاحب کے پاس کافی دیر بیٹھ کر میں واپس آیا تھا۔ جو کچھ میں نے ان سے کہا تھا غلط نہیں تھا۔ لیکن میں کسی بھی چیز کو اپنے ذہن پر سوار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد پھر وہی دن اور رات۔ توفیق، اعجاز، جان اور کشوری نجم نقاب کمال ان سب کے ساتھ زندگی کے خوشگوار مرحلے شروع ہو گئے لیکن ساتھ ہی ساتھ شہباز احمد صاحب کے مسئلے میں بھی محتاط تھا اور ان سے چھ سات دن کے بعد رابطہ قائم ہوا۔ شہباز احمد صاحب نے میری آواز سن کر کہا۔

"ہاں بھئی، فرصت مل گئی ہے مجھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ خود تم سے رابطہ قائم کروں۔"

"کہیے کیا ہوا؟"

"بڑی لے دے رہی۔ بہت سے اعتراضات کیے گئے ہیں لیکن میں نے تمہاری طرف سے انہیں جواب دے دیا ہے۔ میں نے ساری تفصیل انہیں بتاتے ہوئے کہا کہ ہرمین سیموئل میرے قبضے میں ہے، جو چاہے اسے حاصل کر لے لیکن فارمولا میرے سامنے جلا دیا گیا ہے اور میں عین وقت پر بھی اس فارمولے کو تباہ ہونے سے نہ روک سکا۔ اس سلسلے میں میں نے انہیں یہ اجازت دے دی ہے کہ تم سے جواب طلبی کر لی جائے۔"

"میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔"

"میں نے ذاتی طور پر اس سلسلے میں کام کر لیا ہے میرا خیال ہے بات تم تک نہیں پہنچے گی۔"

"اب مزید تو کوئی الجھن نہیں رہ گئی ہے؟"

"نہیں کوئی الجھن نہیں ہے۔"

"جرمن سفارتخانے سے رابطہ قائم ہوا؟"

"جرمن سفارتخانہ اس بات سے قطعی لاعلمی کا اظہار کرتا ہے کہ زیلا ایڈمن جانے کے بعد دوبارہ واپس آئی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے وہ یہاں تک نہیں پہنچ سکی؟"

"اب یہ نہیں معلوم۔ ہو سکتا ہے زندہ ہو اور واپس چلی گئی ہو جیسا کہ تم نے کہا۔"

"اب یہ اس کا ذاتی مسئلہ ہے۔ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔" شہباز احمد صاحب سے گفتگو ختم ہو گئی اور اس کے بعد میں نے اس خیال ہی کو ذہن سے نکال دیا لیکن اس مسئلے کا فائنل پیچ باقی رہ گیا تھا گو میں اس کی توقع نہیں کرتا تھا لیکن اس دن وہ دلچسپ واقعہ پیش آ ہی گیا۔ ساحل سمندر پر واقع ایک خوبصورت ہوٹل میں میں ایک خوبصورت شام گزار رہا تھا۔ موسم ابر آلود تھا اور آسمان پر گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ یہاں موجود لوگ اپنی اپنی تفریحات میں مشغول تھے۔ میں تنہا ہی یہاں آیا تھا۔ ان دنوں میرے اپنے حساب سے موسم بہت خشک چل رہا تھا اور کوئی ایسی صورت نکل ہی نہیں آئی تھی جس کے ساتھ دوستی کی جائے۔ تاہم تلاش جاری تھی اور یہ تلاش مختلف مقامات پر جاری رہا کرتی تھی۔ آج ساحل سمندر پر موسم کی مناسبت سے آ نکلا تھا۔ جھٹپٹا طاری ہونے لگا۔ روشنیاں جل اٹھیں، میں ایک میز پر بیٹھا ایک مشروب سے شغل کر رہا تھا کہ میری نگاہ برابر کی میز پر پڑ گئی۔ اور دوسرے لمحے میرے ذہن کو اتنا شدید جھٹکا لگا کہ میں بہت دیر تک اپنے جھنجھناتے ہوئے ذہن پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ زیلا ایڈمن ہی تھی جو مجھے خونی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایسی سفاک کیفیت تھی کہ الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ میں مطمئن انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"بیٹھ سکتا ہوں؟" میں نے سوال کیا اور وہ میرے چہرے کو بغور دیکھتی رہی پھر اس نے گردن ہلائی اور میں کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تمہارے زخم کی کیا کیفیت ہے؟"

"تم انسان ہو یا جانور؟"

"جانور۔" میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

"جانور بھی اتنے غلیظ، اتنے ذلیل کہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"یہ تمہاری سوچ ہے۔ اور ظاہر ہے میں اس پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا۔"

"تم وحشی ہو، وحشی۔ میں بعد کی ساری تفصیلات معلوم کر چکی ہوں۔ کیا مجھے اس سے آگاہ نہیں کر سکتے تھے کہ تم ہرمین سیموئل کو دھوکا دے رہے ہو؟"

"ساری بات تمہارے علم میں آ چکی ہے زیلا۔"

"ہاں۔ میں جانتی ہوں کہ تم نے ہرمین سیموئل کو جرمن حکومت کے حوالے کر دیا ہے اور فارمولے کے سلسلے میں تم نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ تم نے اسے جلا کر تباہ کر دیا۔"

"زندگی میں اگر ایک بھی لمحہ مجھ پر اعتبار آیا ہو تو اسی لمحے کو سامنے رکھ کر اس بات پر یقین کر لو زیلا کہ میں نے وہ فارمولا اپنے ہاتھوں سے جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ ساری انسانیت کے لیے ایک عظیم خطرہ تھا اور تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں یہ ملازمت برائے ملازمت نہیں کر رہا بلکہ یہ صرف میرا شوق ہے۔ اور جہاں میرے شوق کے آڑے کوئی بات آ جاتی ہے۔ وہاں میں کسی کی برتری قبول نہیں کرتا۔"

"مجھے ہلاک کرنے میں تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی تم نے؟"

"اگر میں تمہیں ہلاک کرنے کی کوشش کرتا زیلا تو یقیناً تم اس وقت یہاں اس کرسی پر بیٹھی نہ ہوتیں۔ اگر تمہیں اپنے سفارتخانے سے رابطہ قائم کرنے کا موقع ملا ہے تو اس بات سے بے خبر نہیں ہو گی کہ تمہارے بارے میں وہاں سے معلومات حاصل کی گئی ہیں۔ میں تمہاری زندہ واپسی اور سلامتی کا منتظر تھا۔"

"اپنے ہاتھوں سے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے باوجود؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اپنے سینے پر دو سیدھی لکیریں دیکھو اور اس بات کا اندازہ لگا لو کہ یہ لکیریں متوازی نہیں ہو سکتی تھیں۔ وہاں صرف دو داغ ہوتے اور جن کی گہرائیوں میں موت چھپی ہوتی۔ زیلا ایڈمن، میں نے اپنی زندگی کا خطرہ مول لے کر اپنی ناکامی کا خطرہ مول لے کر تم پر اس انداز میں فائر کیے تھے کہ گولی تمہاری جلد کو چھوتی ہوئی سامنے کی سمت نکل جائے۔ اور یہ نشانہ بازی کا کمال تھا کہ ہرمین سیموئل کو اس بات سے مطمئن کرنا چاہتا تھا کہ تمہیں ختم کر دیا گیا ہے اور اس کے لیے مجھے جس قدر ہیجان خیز لمحات سے گزرنا پڑا، تم اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔ بہرحال تمہاری مرضی ہے کہ اس سلسلے میں جو کچھ بھی سوچو۔ میں نے تمہاری زندگی کے لیے اپنا آخری کام کر دیا تھا۔ غلطی تمہاری تھی، تم کسی طرح اس بات پر آمادہ نہیں تھیں کہ میری کوششوں میں میرا ساتھ دو۔ تم نے ذہانت کا مظاہرہ نہیں کیا زیلا اور میں تمہیں ایک مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ ابھی اپنی تربیت مکمل کرو۔ جن راستوں کی راہی بنی ہو تم ان میں کچی ہو ابھی۔" زیلا نفرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"تاہم میں اب تم سے دوستی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

"اس کے باوجود میں تمہیں تمہاری زندگی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر وہیں سے واپس چل دیا۔ اس کے بعد پلٹ کر میں نے زیلا کو نہیں دیکھا۔ بجانے ذہن میں کیوں ایک نفرت کا سا احساس ابھرا تھا اس کے لیے۔ وہ میری بات کو تسلیم نہیں کر رہی تھی حالانکہ اس کی زندگی کے لیے مجھے بہت مشکل مرحلوں سے گزرنا پڑا تھا۔ ہرمین سیموئل کو دھوکا دینا ایک بہت ہی مشکل کام تھا لیکن میں اس میں کامیاب رہا تھا۔ اور نشانہ بازی کا کمال دکھانے کے لیے مجھے جس قدر مہارت کا مظاہرہ کرنا پڑا تھا، اس کا اعتراف زیلا ہرگز نہیں کر رہی تھی اور اسی بات سے مجھے شدید اختلاف تھا۔ بہرطور اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر زیلا آئی بھی تو میں اس سے نہیں ملوں گا۔ لیکن تیسرے دن مجھے رات کو تقریباً نو بجے ٹیلی فون موصول ہوا۔ میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ریسیور اٹھا لیا تو دوسری جانب سے زیلا کی آواز سنائی دی۔

"جہانگیر جمال شاہ۔"

"کون ہے؟"

"میں زیلا ایڈمن بول رہی ہوں، ایئرپورٹ سے، جا رہی ہوں آج۔ اور سنو، میں نے تمہارا موقف تسلیم کر لیا ہے۔ معاف کرنا درحقیقت مجھ سے غلطی ہوئی تھی لیکن تم جیسے وحشی تم جیسے انسان کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہماری دوبارہ ملاقات نہ ہو اور ایک بات میں تم سے اور کہہ دوں یقیناً میری تربیت میں ابھی کمی ہے اور یہاں سے جانے کے بعد میں کچھ عرصے تربیت حاصل کروں گی۔ اس کے بعد ہی تم سے دوبارہ ملاقات کروں گی۔ اچھا خدا حافظ!"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے کچھ سنے بغیر ٹیلی فون بند کر دیا اور میں دیر تک ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔ وہ میری نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔

"خدا شہباز احمد کو سلامت رکھے اور میری تقدیر کے ستاروں کی سیاہی کو کہ سفیدی میں تبدیل ہی نہ ہونے دیتے تھے اور کوئی نہ کوئی مصیبت نازل کر دیا کرتے تھے لیکن اگر حقیقی معنوں میں غور کیا جائے تو یہ کفرانِ نعمت تھا۔ شکر خورے کو شکر ہی درکار ہوتی ہے۔ بس انسان ناشکرا ہے کہ جو آسانی سے مل جائے اسے ہضم نہیں کر سکتا۔ اس سے پہلے بھلا اور کیا کرتا تھا میں۔ اپنے چار ٹکے اور آوارہ دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی ڈی آئی جی صاحب کے بیٹے پر مونگ دلنا اور ناجائز طریقے سے اپنے اخراجات پورے کرنا۔ اس کے علاوہ اور کون سا کارنامہ سرانجام دیا تھا میں نے؟ یہی وجہ تھی کہ مجھے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ گھر سے نکال دیا گیا تھا اور اس کے بعد اگر درحقیقت شہباز احمد صاحب کا سہارا حاصل نہ ہو جاتا بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ واقعہ نہ پیش آتا جس نے مجھے اس حیثیت سے شہباز احمد صاحب کے سامنے لا ڈالا تھا تو پتا نہیں کیا ہوتا۔ اور اب تو صورتحال بہت مشکل ہو گئی تھی کیونکہ محترم ڈی آئی جی صاحب میرے کرتوتوں سے واقف ہو گئے تھے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ وہ صاحب اختیار تھے اور جہاں چاہتے مجھے سولی پر لا کھڑا کرتے۔ بھلا یہ کام ان کے لیے کیا مشکل ہو سکتا تھا لیکن شہباز احمد صاحب نے مجھے عزت بخشی تھی کہ اب میرے والد صاحب قبلہ بھی میرے سلسلے میں ذرا سوچنے پر مجبور ہو جاتے۔ غرض یہ کہ میرے معاملات میری پسند کے خلاف نہیں تھے لیکن نہ جانے کیوں شہباز احمد صاحب کے بلاوے پر میں کسی قدر الجھ جاتا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ اب کوئی معاملہ میرے سپرد کر دیا جائے گا۔ شہباز احمد صاحب بھی خوب لطف لیتے تھے مجھ سے اور ایسے معاملات کو جو قطعی سرکاری نوعیت کے ہوتے بلکہ بعض اوقات تو وہ کسی نوعیت ہی کے نہ ہوتے خود بھی دلچسپی لیتے اور مجھے بھی دلچسپی لینے پر مجبور کر دیتے مثلاً موجودہ معاملہ جس کا کوئی سر پاؤں نہیں تھا لیکن میں ان دنوں جب میں بوریت کی انتہا کو پہنچ رہا تھا مجھے ان کا بلاوا موصول ہو گیا۔ غالباً زیلا اٹیمن اور فارمولے وغیرہ کے مسئلے میں وہ بحران پر قابو پا چکے تھے لہٰذا انہوں نے اپنے طور پر ان لوگوں کو مطمئن کر دیا تھا جو اس فارمولے کا تقاضا کر رہے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے کیا کچھ کیا نہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ میں نے ان سے پوچھا۔

وہ خود بھی نفیس انسان تھے کہ زبردستی مجھے ایسی باتیں بتانے نہیں بیٹھ جاتے تھے جن سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ بہرحال میں معمول کے مطابق سادہ اور سپاٹ چہرہ لیے ان کے سامنے پہنچ گیا۔ کوٹھی ہی میں طلب کیا تھا انہوں نے اور وہ ایسے لباس میں ملبوس تھے کہ کہیں باہر سے آئے ہوں یا کہیں باہر جانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ انہوں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور بولے۔

"آؤ۔ پانچ منٹ لیٹ ہو چکے ہیں ہم لیکن کوئی حرج نہیں ہے۔" ان کا رخ اپنی کار کی جانب تھا۔ میں خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔

"اپنی کار یہیں رہنے دو، واپسی پر لے لینا۔"

"جی بہتر ہے۔" انہوں نے مجھے عقبی سیٹ پر اپنے ساتھ بیٹھنے کے لیے کہا تھا۔ ویسے یہ وہ کار تھی جس پر فلیگ نہیں لگا ہوا تھا۔ گویا خالص پرائیویٹ معاملہ تھا اور شہباز احمد صاحب اس وقت اپنی حیثیت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے تھے۔ ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی۔ رات کا وقت تھا اور سڑکیں سنسان پڑی تھیں۔ میں خاموشی سے شہباز احمد صاحب کے ساتھ سفر کرتا رہا۔ وہ بھی بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ کئی سڑکیں عبور کرنے کے بعد بالآخر ایک ایسی عمارت کے سامنے کار رکی جس سے میں بالکل ناواقف تھا۔ عمارت کے بڑے سے آہنی گیٹ کے سامنے دو دراز قامت سیکیورٹی گارڈز کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں رائفلیں دبی ہوئی تھیں۔ انہوں نے انتہائی مستعدی کے ساتھ گیٹ کھولا اور دونوں سمت کھڑے ہو گئے۔ ڈرائیور کار گزار کر اندر لے گیا۔ رات کی تاریکی میں پوری عمارت کا نقشہ تو نظر نہیں آ رہا تھا لیکن وہ بہت اعلیٰ معلوم ہوتی تھی۔ پھر بڑے سے گیٹ کی سیڑھیوں کے قریب کار رکی اور ڈرائیور نے جلدی سے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ ہم دونوں نیچے اترے اور شہباز احمد صاحب مجھے لیے ہوئے وہ سیڑھیاں عبور کرنے لگے جو دروازے تک جاتی تھیں۔ دروازے کے دوسری طرف بھی غالباً کچھ لوگ مستعد تھے چونکہ دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ شہباز احمد صاحب اس دروازے کی دوسری طرف جس ہال میں داخل ہوئے وہاں روشنی تو کافی تیز تھی لیکن انسان کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے مجھے ایک طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عمدہ قسم کی نشستیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں خاموشی سے ان کے اشارے پر ان نشستوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ شہباز احمد صاحب خود بھی میرے قریب بیٹھ گئے۔ انہوں نے مجھے دیکھ

کر دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بعض اوقات کسی مسئلے کو سنسنی خیز بنا کر پیش کرنے میں بھی لطف آتا ہے۔ اب اسی مسئلے کو لے لو۔ میں نے تمہیں بلایا ہے اور اس طرح لے کر یہاں تک آ گیا ہوں۔ کسی موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ یقیناً تمہارے ذہن میں تجسس ہوگا۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ویسے اتفاق سے یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ شاید تم میری ذہنی حالت پر شبہ کرنے لگو۔" میں نے اس بات سے انکار نہیں کیا تھا۔ ہر شخص کی ذہنی حالت پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔ شہباز احمد صاحب بے چارے اکیلے ہی تو نہیں تھے۔ غالباً میری اس خاموشی پر انہوں نے کسی قدر شرمندگی سی محسوس کی، پھر بولے۔

"مختصر الفاظ میں تمہیں تفصیل بتلائے دیتا ہوں اور سنو اس سلسلے میں کسی قسم کی مخالفت نہ کرنا کیونکہ اس سے پہلے میں تمہیں یہ اور بتا دوں کہ جو کچھ میں تمہیں بتلانے والا ہوں وہ میری اپنی ذات سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ اعلیٰ ترین حکام کی طرف سے یہ مسئلہ میرے سامنے لایا گیا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ پوری تفصیل مجھے بھی نہیں بتائی گئی۔ بس جو ہدایات کی گئیں، وہ میں تم تک منتقل کر رہا ہوں لیکن کیا تمہیں اس بات پر خوشی نہیں ہوئی مائی ڈیئر جہانگیر جلال شاہ کہ تمہارا نام اتنی بلندی پر پہنچ چکا ہے کہ اب کسی الجھے ہوئے مسئلے میں تمہارے نام کی سفارش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو اس معاملے میں مصروف کرو جس نے فلاں فلاں کیس حل کیا تھا۔"

"کیوں نہیں۔"

"گویا تم مجھ سے متفق ہو؟"

"جی ہاں۔ بات دراصل یہ ہے شہباز احمد صاحب کہ میرے اور آپ کے درمیان جس انداز میں مسئلہ شروع ہوا ہے وہ میرے لیے بہت زیادہ باعث احترام ہے اور میں آپ کی ہر بات پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ویسے تمہیں اس بات کا اطمینان تو ہوگا کہ میں کوئی بالکل ہی احمقانہ معاملہ تمہارے سپرد نہیں کرتا۔ بے شک میں یہ بات جانتا ہوں کہ وہ بہت مشکل معاملات ہوتے ہیں۔ لیکن تمہارے سپرد کرنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ مجھے تم پر اعتماد ہے۔"

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر آؤ پہلے میں تمہیں ایک چیز دکھاؤں۔" شہباز احمد صاحب نے کہا اور ایک بار پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہ بھی ایک درمیانی قسم کا کمرہ تھا اور پورا کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ سوائے ایک قالین کے اور اس قالین پر رکھے ہوئے ایک تابوت کے۔ میں نے اس تابوت کو حیران نگاہوں سے دیکھا۔ شہباز احمد صاحب آگے بڑھے، جھکے اور انہوں نے اس تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ اندر ایک شخص کی لاش نظر آ رہی تھی جو آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔ اس کے اطراف میں کچھ ایسی چیزیں موجود تھیں جن کے بارے میں میں نے یہ اندازہ لگایا کہ غالباً یہ لاش کو سڑنے سے روکنے کے لیے کوئی کیمیکل وغیرہ ہے۔ یقینی طور پر ایسی ہی بات تھی کیونکہ لاش سے بدبو کے بجائے خوشبو اٹھ رہی تھی۔ یہ ایک جوان آدمی کی لاش تھی جس کا چہرہ کافی دلکش تھا اور قد و قامت بھی بہت متناسب اور موزوں۔ شہباز احمد صاحب نے میرا چہرہ دیکھا اور پھر بولے۔

"اس شخص کو غور سے دیکھ لو۔"

"یہ اس تابوت میں کیوں لیٹا ہوا ہے؟" میں نے سوال کیا۔ اور شہباز احمد صاحب مسکراتے ہوئے پھر بولے

"اس لیے کہ یہ مردہ ہے۔"

"اوہو۔ اچھا۔" میں نے مسخرے پن سے کہا۔ شہباز احمد صاحب نے بغور میرا چہرہ دیکھا اور پھر ہنس پڑے۔

"شرارت کرنا ہر عمر میں انسان کا حق ہوتا ہے۔ بہرطور یہ ایک لاش ہے۔"

"بڑی خوشی ہوئی اس لاش سے مل کر۔" میں نے جواب دیا۔

"ابھی تمہیں مزید خوشیاں نصیب ہوں گی۔" شہباز احمد بھی کسی قدر بے تکلفی پر آمادہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے لاش کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سرخ رنگ کی ایک چھوٹی سی ڈائری نکال لی اور اس کے بعد تابوت کا ڈھکنا بند کر کے وہاں سے واپس پلٹ پڑے اور اسی ہال میں اسی جگہ آ بیٹھے جہاں سے اٹھ کر ہم لوگ اندر گئے تھے۔ انہوں نے وہ ڈائری میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ اس شخص کی ڈائری ہے۔"

"اس کا کوئی نام ہوگا؟"

"دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا کوئی نام نہیں ہے اور ہم نے ہر ممکن کوشش کر لی لیکن ہمیں اس کے نام سے آگہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نہیں ہوئی۔"

"یہ تابوت کیا کسی سیارے سے آپ تک پہنچا ہے؟"

"نہیں ۔ حیرت انگیز طور پر ایک جہاز کے ذریعے روم میں یہ پہنچا تھا اور وہاں سے اس کے بارے میں ہمیں اطلاع دی گئی اور ہم نے اسے حاصل کر لیا۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ تعجب خیز طریقے سے ہمارے ملک میں پہنچا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ اطلاعات بھی۔"

"اطلاعات کیا؟"

"یقین کرو، بہت سی تفصیلات میرے علم میں بھی نہیں ہیں۔ بس میں تمہیں اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ تمہیں اس کی جگہ لینی ہے۔"

"کیا ۔ کیا مطلب؟ یعنی مجھے بھی مرنا ہوگا؟" میں نے کہا۔

"جی ہرگز نہیں۔ بلکہ تمہیں اس کی شکل میں زندہ ہونا ہے۔"

میں خاموشی سے شہباز احمد صاحب کی صورت دیکھتا رہا۔ انہوں نے کہا۔

"اور اس کے علاوہ تمہیں تہران کا سفر کرنا ہے۔ تہران میں تمہیں ایک ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا۔ ساری تفصیلات تمہیں اس ڈائری میں مل جائیں گی۔ جو یقینی طور پر اس شخص کی لکھی ہوئی ہیں۔ روزانہ فرناز نامی کوئی عورت ہے جس سے تمہیں اس ہوٹل میں ملاقات کرنی ہوگی۔" میں سر کھجانے لگا۔ ابھی تک شہباز احمد صاحب کی ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ انہوں نے میرا چہرہ دیکھا اور پھر مسکرا کر بولے۔

"یہی تو مشکل ہے جس نے مجھے بھی الجھا دیا ہے۔ اور جب میں تنہا ان الجھنوں سے نہ نمٹ سکا تو میں نے فیصلہ کیا کہ فوراً ہی تمہیں بلا لوں اور اصل معاملہ تمہارے سپرد کر دوں۔ بس یوں سمجھو جہانگیر جان شاہ کہ اوپر سے مجھے احکامات ملے اور یہ تابوت مجھ تک پہنچا دیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس شخص کے بارے میں کوئی تفصیلی رپورٹ نہیں ہے۔ یہ کون ہے، کیا ہے کچھ نہیں معلوم۔ نہ اس کے پاس کوئی پاسپورٹ ہے اور نہ کوئی اور چیز۔ بس یہ ڈائری اس کے لباس میں موجود ہے بالکل اسی طرح اور اس ڈائری میں جو کچھ تفصیلات ہیں ان کے مطابق عمل کر کے روزانہ فرناز نامی عورت تک پہنچنا ہے اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہو، ان حالات کا تجزیہ کرنا ہے لیکن باقی سب حالات تمہیں سے معلوم ہوں گے۔"

"لیکن جناب جس شخص نے اس سلسلے میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے اور آپ تک یہ فرمائش پہنچائی ہے، وہ تو اس بارے میں کچھ نہ کچھ جانتا ہوگا۔" شہباز احمد صاحب پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے پھر بولے۔

"میں نے اس سلسلے میں وزیر خارجہ صاحب سے بات کی تھی۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ معاملہ اتنے ہی پراسرار انداز میں سامنے لایا گیا ہے اور اس کے بارے میں بہت سی تفصیلات انہیں بھی نہیں معلوم۔ بس اتنا علم ہے کہ اگر کوئی ذہین شخص اس سلسلے میں کام کرے تو شاید کوئی بہت بڑا مسئلہ سامنے آئے۔" میں بے چینی سے پہلو بدلتا ہوا شہباز احمد خان کو دیکھتا رہا پھر انہوں نے کہا۔

"سنو جہانگیر، دراصل یہ مسئلہ اتنا الجھا ہوا ہے کہ تمہارے علاوہ میں کسی اور پر بھروسا نہیں کر سکتا تھا۔ اور میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا کہ میں خود اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش نہ کروں بلکہ اصل کام کا آغاز کر دیا جائے۔ تمہیں کسی بھی ایک فرضی نام سے تہران تک کا سفر کرنا ہوگا۔ اور پھر تہران کے ایک ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا۔ ہو سکتا ہے یہ لڑکی روزانہ فرناز تم سے اسی ہوٹل میں ملاقات کر لے۔" شہباز احمد صاحب کی باتوں میں مجھے دلچسپی محسوس ہوئی۔ کم از کم روزانہ فرناز کا نام میرے لیے باعث دلچسپی تھا۔ پہلے شہباز احمد صاحب نے اسے عورت کہا تھا اور اب لڑکی کہہ رہے تھے گویا میری دلچسپی کا سامان بھی موجود تھا۔ بہرحال معاملہ بالکل ہی احمقانہ قسم کا تھا لیکن چونکہ ذہین لوگوں کی طرف سے میرے سپرد کیا جا رہا تھا چنانچہ مجھے اس پر غور کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے ان سے کہا۔

"مجھے کب روانہ ہونا ہوگا؟"

"کل رات کو ساڑھے آٹھ بجے تمہاری فلائٹ تہران کے لیے روانہ ہو جائے گی۔"

"اور کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ؟"

"وہ سب فوری طور پر تیار کر لیا جائے گا۔ اس کے لیے تم بالکل مطمئن رہو۔"

"اس شخص کا میک اپ؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کا انتظام بھی بخوبی کر دیا جائے گا۔"

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"بس اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر لو اور اس بار ایک ایسے کیس پر کام کرو جس کا کوئی سر پاؤں نہیں ہے یعنی جو بھی صورتحال حالات پیش کریں، اس کے مطابق تمہیں عمل کرنا ہے۔"

"اور اگر کچھ غلط ہو جائے؟"

"صرف اپنی زندگی کا تحفظ تم پر فرض ہوگا۔ اس کے علاوہ باقی جو کچھ ہوتا ہے وہ تمہاری ذہانت پر منحصر ہے۔ اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے تمہیں یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ وہ لڑکی کیا چاہتی ہے؟"

"مگر تہران کے اس ہوٹل میں میری اس سے ملاقات ہو تو میں اس سے کیا گفتگو کروں؟"

"اس کے لیے یہ ڈائری پڑھ لو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"تو پھر اب کیا میں یہ ڈائری ابھی بیٹھ کر پڑھوں یا یہاں سے روانہ ہو سکتا ہوں؟"

"نہیں، میں نے تمہیں تمام صورتحال بتا دی ہے۔ یہ رات تمہارے پاس آرام کے لیے ہے۔ کل دن میں کچھ مصروفیات ہوں گی۔ میرا خیال ہے شام کو سات بجے تمہیں اسی عمارت تک پہنچ جانا ہے۔ اور پھر یہاں سے تمہیں روانہ کر دیا جائے گا۔" میں گردن ہلانے لگا۔ شہباز احمد صاحب بولے۔

"اور آخری بار میں تم سے یہ درخواست کر رہا ہوں کہ اس سلسلے میں تم اپنی ان بے پناہ صلاحیتوں کو آزماؤ گے جن کا بارہا میں تجربہ کر چکا ہوں اور اس بات پر مجھے پورا یقین ہے کہ تم اپنی ان کوششوں میں ناکام نہیں رہو گے۔" انہوں نے کہا اور پھر ہنس پڑے۔ پھر آہستہ سے بولے۔

"جبکہ میں خود بھی ان کوششوں کی کوئی تفصیل نہیں جانتا لیکن میرے خیال میں یہ تجربہ تمہاری زندگی میں ایک نیا تجربہ ہوگا۔"

"جی جی ۔ کیوں نہیں۔" میں نے آہستہ سے کہا اور پھر شہباز احمد صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

"بس اسی لیے تمہیں یہاں تک تکلیف دی ہے۔ اب تم یہاں سے چاہو تو چل سکتے ہو۔"

"جی بہت بہتر۔" میں نے کہا اور اس کے بعد وہ ڈائری اپنی جیب میں ڈال کر میں شہباز احمد خان کے ساتھ اٹھ گیا اور شہباز احمد صاحب مجھے اپنی کار میں لے کر کوٹھی تک آئے اور اس کے بعد خدا حافظ کہہ دیا۔

اپنے فلیٹ پر واپس آنے کے بعد میں نے ڈائری کھولی اور اس میں لکھی ہوئی بے معنی سطریں پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔ تہران ہوٹل ریو پیلس۔ میڈم روزانہ فرناز اور اس کے بعد کچھ سطروں میں شاعری کی گئی تھی۔ لیکن یہ شاعری میری سمجھ میں آ رہی تھی اور ڈائری کے یہ مختلف صفحات پڑھنے کے بعد مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا کہ کم از کم شہباز احمد صاحب جو کچھ مجھ سے کہہ رہے تھے، وہ صحیح تھا۔ میں نہ جانے کب تک ان سطروں کو پڑھتا رہا اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ کچھ یادداشتیں تھیں اور کچھ نشاندہی۔ لیکن میری سمجھ میں بہت زیادہ نہیں آ سکا تھا۔ تاہم اب ان معاملات کو سمجھنے کی گنجائش نہیں تھی۔ شہباز احمد صاحب نے یہ فیصلہ دے دیا تھا میرے حق میں کہ مجھے تہران جانا ہے۔ ہوٹل ریو پیلس ٹھہرنا ہے۔ اور اس کے بعد جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ بعد کی باتیں ہیں۔ مجھے اپنا نام تک نہیں معلوم تھا۔ پاسپورٹ پر ایک فرضی نام دے دیا جائے گا جس میں میری اس شخص کے میک اپ والی تصویر ہوگی اور بس مجھے اس کا کردار ادا کرنا ہے یہ تک انتہائی مشکل کام تھا۔ نجانے کیسے کیسے لوگوں سے ملاقات ہو، کون کیا ہو، ایک عجیب سا تصور میرے ذہن میں تھا۔ اور اسی تصور میں مجھے نیند آ گئی۔

دوسری صبح جاگا تو طبیعت کچھ بھاری بھاری تھی بہرطور ایک عمدہ غسل نے کم از کم ذہن ہلکا کر دیا۔ اور پھر میں نے اپنے آپ کو سمجھایا اور کہا کہ زندگی میں بہت سے ایسے معاملات ہوتے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے لیکن تردد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شہباز احمد صاحب کا کہنا بالکل درست ہے۔ اپنی زندگی کا تحفظ کیا جائے، حالات سے ہوشیار رہا جائے اور اس کے بعد واقعات جو بھی پہلو پیش کریں ان پر غور کر کے راستہ بنا لیا جائے۔ وہ یہ ایک دلچسپ کیس تھا۔ آفتاب کمال کو اس بارے میں بتانے کے بارے میں سوچا لیکن پھر نجانے کیوں ذہن اس بات پر مطمئن نہیں ہوا اور میں نے یہ فیصلہ کیا کہ کم از کم جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے اسے اسی طرح دیانتداری سے سرانجام دوں جس دیانتداری سے مجھے یہ ذمہ داری سرانجام دینی چاہیے۔ چنانچہ خاموشی اختیار کی ۔ ڈیپارٹمنٹ ٹوئلے فور میں پہنچنے کے بعد میں نے معمول کے مطابق وقت گزارا ابھی کافی وقت تھا اور مجھے کوئی خاص کام بھی نہیں تھا۔ یہاں آفتاب کمال سے بھی ملاقات ہوئی اور یہ اندازہ ہو گیا کہ اسے اس معاملے کی کوئی ہوا نہیں لگی اور لگ بھی نہیں سکتی تھی۔ ظاہر ہے وہ میرا ماتحت تھا اور اس کا براہ راست واسطہ شہباز احمد صاحب سے نہیں تھا بلکہ جہاں میں اسے اہمیت دیتا تھا وہیں سے اس کے کام کا آغاز ہوتا تھا۔ بہرطور میں تیار ہو گیا۔ لباس وغیرہ کا معاملہ بھی نہیں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا۔ وقتِ مقررہ پر میں اس عمارت میں داخل ہوگیا اور یہاں میرا پرجوش استقبال کیا گیا۔ استقبال کرنے والے تین افراد تھے جو میرے لیے اجنبی تھے، لیکن میں ان کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ بالکل درست وقت پر پہنچے ہیں جناب جہانگیر جمال شاہ صاحب۔ آئیے آپ کے چہرے پر میک اپ کرنا ہے۔" میں خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑا۔ میں نے کسی سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک میری مرمت ہوتی رہی اور اس کے بعد میرے جسم پر بھی پالش کی گئی۔ یقینی طور پر تابوت میں لیٹا ہوا چہرہ ایک خوبصورت آدمی کا تھا۔ اس لیے مجھے وہ شکل اختیار کرکے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ میری آنکھوں میں لینس لگائے گئے تھے اور میری شکل بالکل اس جیسی کردی گئی تھی۔ یہاں تک کہ بالوں کے اسٹائل پر بھی میک اپ کرنے والوں کو کمال حاصل تھا۔ جب میں نے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا تو پسندیدگی کی ایک لہر میرے دل میں جاگی۔ کم از کم اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن انہوں نے مجھے ایک خوبصورت انسان کا روپ دیا تھا۔ پھر میرے لیے چار لباس منتخب کیے گئے تھے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"ہلکے پھلکے سامان کے ساتھ آپ کو روانہ کیا جائے گا۔ یہ آپ کا پاسپورٹ ہے۔ ویسے اس کے علاوہ اگر اور کوئی شے درکار ہو تو چند لمحات میں حاضر کی جاسکتی ہے۔"

"نہیں۔ میرے خیال میں اور کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو بس آپ یوں سمجھ لیجیے کہ آپ تیار رہیں۔"

"ایئر پورٹ تک جانے کا کیا بندوبست ہوگا؟"

"ٹیکسی۔ جو آپ کو یہیں فراہم کی جائے گی۔ بعد کے تمام معاملات آپ کو خود سنبھالنا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" اس سے زیادہ دلچسپ صورتحال شاید ہی اب تک مجھے پیش آئی ہو۔ ویسے بھی ابھی مجھے اس زندگی کا آغاز کیے ہوئے وقت ہی کتنا گزرا تھا۔ بہرطور ٹیکسی سے ایئر پورٹ پہنچا اور اس کے بعد باقی تمام معاملات بڑی مستعدی سے خود سنبھال لیے۔ یہاں تک کہ میں اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔ سفر کی طوالت بہت زیادہ نہیں تھی۔ دورانِ سفر بھی میں کسی بھی جانب توجہ دیے بغیر اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرتا رہا۔ اس بار مجھے مکمل ذمہ داریاں سنبھالنی تھیں۔ حالانکہ ایسا پہلے بھی ہوا تھا۔ خاص طور سے ہرین سیموئل کے کیس میں مجھے ایک خاصا مشکل کردار کرنا پڑا تھا۔ لیکن کوئی ایسی خاص بات نہیں ہوئی تھی البتہ اس بار تبدیلی یہ تھی کہ اصل معاملہ نہ مجھے بتایا گیا تھا نہ میرے علم میں تھا، بلکہ سارے معاملات تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے اور مجھے انہی تاریکیوں میں غوطہ لگا کر اصل صورتحال کے بارے میں جاننا تھا۔ روزانہ فرنانز کے بارے میں میرے ذہن میں یہ تصور ابھرا کہ اور کچھ ہو یا نہ ہو کم از کم یہ ایک خوبصورت خاتون ضرور ہوں۔ جو کسی بھی شکل میں زیلا ایڈمن کا بدل ثابت ہوسکیں۔ زیلا ایڈمن کو یاد کرکے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بعد میں بالآخر اس نے میری شخصیت کو تسلیم کرلیا تھا۔ ان تمام خیالات میں ڈوبا ہوا اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ طیارے نے رن وے کو چھوا اور اس کے بعد زندگی کا وہی ہنگامہ جاری ہوگیا جو ہر جگہ ایک الگ نوعیت رکھتا ہے۔ معمولات سے فراغت اور اس کے بعد ایئر پورٹ سے باہر آگیا اور میں نے ان نمائندوں کو دیکھا جو مختلف ہوٹلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک جانب ریو پیلس کا نمائندہ بھی نظر آرہا تھا اور دوسروں کی طرح میرا منتظر تھا۔ میں نے اسے اشارے سے اپنے قریب بلایا اور اپنا بریف اس کے حوالے کردیا۔ نمائندے نے بڑی خوشدلی سے میرا بریف کیس اپنے ہاتھ میں لیا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر ایک جانب چل پڑا۔ ایک لمبی سی خوبصورت گاڑی تیار کھڑی تھی اور اس میں ریو پیلس میں قیام کرنے کے خواہشمند حضرات آبیٹھے تھے جن کی تعداد پانچ تھی۔ بالآخر جب رش ختم ہوگیا تو گاڑی ہمیں لے کر چل پڑی اور نہایت پراخلاق انداز میں تھوڑی دیر کے بعد مجھے ریو پیلس کے ایک خوبصورت کمرے میں منتقل کردیا گیا۔ رات کا بقیہ حصہ صرف سونے کے لیے تھا اور میں اپنے اس خوبصورت کمرے میں آنے کے بعد اپنے ذہن کو مکمل طور پر آزادی دینا چاہتا تھا۔ بشرطیکہ کہیں باہر سے مداخلت نہ ہو اور پرسکون رات بآسانی گزر گئی۔ کسی بیرونی مداخلت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ یعنی کسی نے مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور اس بات نے ذہن کو کافی مطمئن کیا۔ چونکہ پرسکون نیند لے چکا تھا اور اپنے آپ کو ہر تردد سے الگ رکھا تھا۔ اس لیے طبیعت میں بڑی فرحت تھی۔ ایک بار پھر محترمہ روزانہ فرنانز میرے ذہن میں آگئیں۔ یہ خاتون کہاں ہیں اور ان سے ملاقات کا ذریعہ کیا ہوگا۔ کچھ الجھنیں بھی ذہن میں بار بار آجاتی تھیں۔ لیکن اب ان سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ہونا وہی تھا

جسے میں قبول کرچکا ہوں اور جس کا فیصلہ وقت کرنے والا تھا۔ دن کا ایک اچھا خاصا حصہ اپنے کمرے میں گزر گیا۔ ناشتا کمرے میں طلب کرلیا تھا اور اس کے بعد یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ باہر نکل کر آوارہ گردی کی جائے یا کمرے ہی میں کسی کی آمد کا انتظار کیا جائے۔ کوئی آیا تو نہیں تھا لیکن دن کو تقریباً ساڑھے گیارہ بارہ بجے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور آپریٹر نے مجھے بتایا کہ میرا فون ہے۔ میں نے حیرانی سے ریسیور اٹھایا اور ریسیور میں ہیلو کہا۔ دوسری جانب سے ایک مردانہ آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو۔ کہو دوست رات کیسی گزری؟"

"بہت خوبصورت۔" میں نے بے تکلفی سے کہا اور دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"تم مجھے نہیں جانتے۔ لیکن میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں جو ذمہ داریاں شہباز احمد خان نے تمہارے سپرد کی ہیں ان کا ایک حصہ میں بھی ہوں۔ میں یقینی طور پر کسی مناسب وقت تم سے ملاقات کروں گا۔ اس سے پہلے تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ براہ کرم مجھ سے میرے بارے میں ابھی سوال نہ کرنا جس لڑکی سے تمہیں یہاں ملاقات کرنی ہے وہ اسی ہوٹل میں مقیم ہے۔ خود ہی تم سے ملے گی۔ اس سے پہلے اپنے طور پر کوئی کوشش نہ کرنا۔ وہ تمہیں صرف صورت سے پہچانتی ہے اور خود وہ تمہیں کچھ الجھی الجھی نظر آئے گی۔ دیکھو یہ مسئلہ کچھ ایسا ہے کہ کسی کے بھی ذہن میں کوئی واضح بات نہیں ہے۔ اس بار تمہیں یقینی طور پر بہت سے انوکھے اور دلچسپ واقعات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اپنے آپ کو ذہنی طور پر الجھنے نہ دینا یوں سمجھ لو کہ میری ذمہ داریاں بھی لگائی گئی ہیں کہ جب تم کسی مشکل کا شکار ہو تو میں تمہیں صورتحال سے آگاہ کردوں۔ اگر میری آواز تم تک نہ پہنچے یا کسی طرح میرا رابطہ تم سے قائم نہ ہو پائے تو پریشان نہ ہونا۔ بس یہ سمجھنا کہ تم جو کچھ کر رہے ہو وہ بالکل مناسب ہے۔"

"خوب۔ گویا تم میرے ہمزاد ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل صحیح بات کہی تم نے۔ ایسی حالت میں یہی سمجھ لو تو بہتر ہے۔"

"کم از کم اتنا تو مجھے پتا چلنا چاہیے کہ وہ لڑکی مجھے کس انداز میں شناخت کرے گی۔"

"اس کے پاس تمہاری ایک تصویر موجود ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ تم کون ہو، کیا ہو۔ وہ خود بھی ایک الجھی الجھی لڑکی ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ اس کے اور تمہارے درمیان اجنبی کی حیثیت سے ہوگا۔ اسے خود بھی تم پر حیرت نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ تمہیں پہلی بار دیکھے گی۔ مطلب تم سمجھ رہے ہونا؟ یہ سارے واقعات ایک مفروضے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ہمیں اس مفروضے ہی سے اصل صورتحال کو جاننا ہوگا۔ اس میں یقینی طور پر جو مشکلات تمہیں پیش آسکتی ہیں وہ آئیں گی لیکن یہ تمہاری زندگی کا ایک دلچسپ واقعہ ہوگا۔ بس اس سے آگے مجھے اور کچھ نہیں کہنا۔" دوسری طرف سے آواز بند ہوگئی۔ میں ریسیور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہ گیا تھا جو گفتگو کی گئی تھی، اتنی الجھی ہوئی تھی کہ میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ البتہ ریسیور رکھنے کے بعد میں نے اس آواز اور اس کے تلفظ پر غور کرنا شروع کردیا۔ زبان انگریزی تھی لیکن لہجہ یقینی طور پر برٹش نہیں تھا۔ بلکہ ایک عجیب سا لہجہ تھا اور اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا میرے لیے مشکل تھا۔ میں نے تمام حالات اور واقعات پر لعنت بھیجی اور ایک بار پھر اپنے آپ کو آواز دی۔ خود کو نئے رنگ میں ڈبو کر میں جو کچھ بن جاتا تھا وہ بننا اس وقت ضروری تھا۔ پہلی بار شاید حالات میری فطرت سے عین مطابقت رکھتے تھے۔ یعنی کوئی مسئلہ میرے ذہن میں نہیں تھا۔ آزادی تھی اور انداز یہ تھا کہ بیل کی طرح جدھر سینگ سمائیں چلتے رہو اور حالات سے حالات کا اندازہ لگاؤ۔ میرے لیے کیا مشکل تھی جو کچھ شہباز احمد صاحب نے مجھے بتایا تھا اس کے تحت کام کرتے رہنا ضروری تھا۔ بس اپنا تحفظ اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ٹھیک ہے شہباز احمد صاحب آپ نے مجھے میرے رنگ میں ڈبویا ہے تو آپ دیکھیے میری زندگی کی نیلاہٹیں۔ اس کے بعد میں نے بالکل اپنے آپ کو ذہنی طور پر آزاد کردیا اور اس پراسرار شخص کے بارے میں سوچنا بھی چھوڑ دیا جس کی آواز مجھے سنائی دی تھی۔ اور پھر بقیہ وقت میں نے ہوٹل میں گزارا۔ ریو پیلس کے بارے میں یہ اندازہ میں بخوبی لگا چکا تھا کہ انتہائی خوبصورت ہوٹل ہے اور یقینی طور پر یہاں کی تفریحات بھی بہترین ہوتی ہوں گی۔ شام کو تقریباً سات بجے ایک خوبصورت لباس میں ملبوس ہوکر میں نیچے آیا اور ہوٹل کے وسیع و عریض ہال میں جا بیٹھا۔ میری میز یہاں مخصوص تھی اور میں نے یہاں بہترین لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ دلکش چہرے والے دلکش نقوش ملکی بھی تھے اور غیر ملکی بھی، جو ملکی تھے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ غیر ملکیوں سے زیادہ ہی حسین نظر آ رہے تھے۔ ماحول میں ایک عجیب سی فرحت کا اظہار ہو رہا تھا۔ میں اپنی میز پر بیٹھ کر چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگا۔ ویٹر کے آنے پر میں نے فی الحال اپنے لیے ایک مشروب طلب کر لیا تھا۔ مشروب کی ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے ہوئے میں نے ایک بار پھر اس ماحول پر نگاہیں دوڑائیں اور اس حسین لڑکی کو دیکھا جو شعلہ نظر آ رہی تھی۔ ایک سلگتا ہوا سا شعلہ۔ بڑے دلکش اور حسین نقوش تھے۔ بالوں کا انداز خاص طور پر بہت خوبصورت تھا اور جسمانی طور پر نہایت متناسب۔ میں چند لمحات اس پر نگاہیں جمائے رکھیں۔ وہ کسی اور جانب دیکھ رہی تھی اور اس کے بعد نہ جانے کیوں میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس کی قربت حاصل کروں لیکن بہت زیادہ بے تکلفی کا مظاہرہ کرنا بھی مناسب نہ تھا۔ پہلے ماحول کا جائزہ لے لیا جائے تو بہتر ہے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اس لڑکی کے پاس ایک چوڑے شانوں والے شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ نجانے کب وہ اس کی میز پر بیٹھ گیا تھا۔ لڑکی کے انداز کا یہاں سے احساس نہیں ہو رہا تھا۔ میں اپنا ہونٹ سکوڑ کر دوسری جانب متوجہ ہو گیا۔ وہ لڑکی اس شخص سے نجانے کس انداز میں بات کر رہی تھی۔ ہو سکتا ہے وہ اس کا دوست ہو، قدیم ہو یا کوئی اور بھی ہو۔ بہرحال اسے ہال کی سب سے خوبصورت لڑکی قرار دیا جا سکتا تھا۔

یوں تو بے شمار حسین بیگمات اور حسین مرد حضرات موجود تھے لیکن وہ لڑکی اپنے لباس اور اپنے انداز میں اکیلی ہی نظر آ رہی تھی۔ بہرطور تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس کا تصور ذہن سے نکال دیا اور اپنی تفریحات میں مشغول ہو گیا۔ کسی کو اپنے قریب آنے کی اجازت نہیں دی تھی حالانکہ کئی خاص قسم کی لڑکیاں میرے قریب سے گزری تھیں انہوں نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا بھی تھا لیکن میری طرف سے توجہ نہ پا کر آگے بڑھ گئی تھیں۔ پھر کچھ دیر بعد میں نے اس لڑکی کو اپنی جانب متوجہ دیکھا۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ غالباً اس نے پہلی بار مجھے دیکھا تھا یا شاید اس کے ذہن میں کوئی اور تصور جاگ رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا چوڑے شانوں والا آدمی غالباً کسی اور جانب متوجہ تھا۔ بہت دیر اسی طرح گزر گئی اور میں کچھ دیر بعد اکتا کر وہاں سے اٹھ گیا۔ ہوٹل کے دوسرے حصوں میں بھی تفریحات جاری تھیں۔ ہر قسم کے کھیل وغیرہ یہاں لگے ہوئے تھے اور میرے لیے بہت سی تفریحات کا سامان موجود تھا۔ کچھ دیر تک میں کھیلوں کے کمروں میں چکر لگاتا رہا۔ ہر طرح کے کھیل ہو رہے تھے۔ اور بعض جگہ مجھے کافی دلچسپی محسوس ہوئی۔ میں نے خود بھی ایک کھیل میں حصہ لیا جو کروز بال کہلاتا ہے۔ کروز بال میرا پسندیدہ کھیل تھا اور ہمارے شہر میں صرف ایک ہی جگہ وہ نظر آتا تھا۔ یہاں میں بہت دیر تک مشغول رہا اور اس کے بعد واپس ڈائننگ ہال میں آ گیا۔ اب وہ لڑکی وہاں نظر نہیں آ رہی تھی۔ بہرطور میں نے ڈائننگ ہال میں پہنچ کر کھانا طلب کیا اور اس کے بعد عمدہ کھانا کھا کر میں تھوڑی سی چہل قدمی کے لیے ہوٹل کے پارک میں آ گیا۔ وہاں بھی روشنیاں لگی ہوئی تھیں۔ درختوں کے جھمگٹ تھے اور ان کے نیچے لوگ اپنی اپنی پسندیدہ چیزوں سے شغل کر رہے تھے۔ بہرطور یہ چہل قدمی بھی بہت دلکش رہی تقریباً گیارہ بج چکے تھے جب میں واپس اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ ابھی تک محترمہ روزانہ فرناز نے مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ لیکن کیا فرق پڑتا ہے۔ میرے لیے بھلا کیا مشکل تھی۔ یہ چیز تفریح کے لیے موجود تھی اور اس کے بعد تہران کی خوبصورت سرزمین کو دیکھنے کا منصوبہ میرے ذہن میں تھا۔ وہ لڑکی اگر مل جائے تو ٹھیک ہے، نہ ملے تو جہنم میں جائے۔ مجھے بھلا کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ یہاں تو میں ایک آزاد پنچھی تھا لیکن تقریباً ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا جب میرے دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔ اور میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"آؤ اندر آؤ، کون ہے؟" لیکن آنے والی کو دیکھ کر میں بری طرح اچھل پڑا تھا۔ وہی سرخ شعلہ میرے کمرے میں چمک رہا تھا۔ میں حیران سا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آئی اور پھر اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا میں دروازہ بند کر دوں؟" "میں ۔۔۔" بوکھلا کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ لڑکی نے غالباً میرے چہرے کے تاثرات سے میری کیفیت کو پڑھ لیا اور آہستہ سے بولی۔

"میرا مطلب ہے مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنی ہے اور یہ گفتگو یقینی طور پر پرائیویٹ ہے۔ اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ کمرے کا دروازہ بند کر دوں؟"

"کیوں نہیں کیوں نہیں۔" میں بے اختیار مسکرا پڑا۔ وہ واپس پلٹی اور اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے قریب آ گئی اور اسی

مخصوص انداز میں بولی۔

"کیا تم حارث پاشا ہو؟" میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر آہستہ سے جواب دیا۔

"اگر میں حارث پاشا ہوں تو تم اپنے آپ کو کیا کہو گی؟"

"نہیں پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم حارث پاشا ہو؟"

"اگر تم روزانہ فرناز ہو تو پھر یقینی طور پر میں حارث پاشا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور لڑکی کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے۔ وہ ہنس پڑی اور تیزی سی چلتی ہوئی میرے قریب آئی اور اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لیتے ہوئے بولی۔

"ہاں میں روزانہ فرناز ہوں۔ آہ مجھے بڑی شدت سے تمہارا انتظار تھا۔ تمہاری تصویر میرے پاس موجود ہے لیکن شاید وہ کافی پرانی ہے۔ تمہارا یہ چہرہ اس تصویر سے کافی مختلف نظر آتا ہے لیکن خدوخال سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ تم ہی ہو سکتے ہو تصویر یقینی طور پہ پرانی معلوم ہوتی ہے۔ دکھاؤں تمہیں؟" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے خود ہی اپنے لباس سے چھوٹی سی تصویر نکالی۔ اور اسے میرے سامنے کر دیا۔ بلیک اینڈ وائٹ تصویر تھی اور یقینی طور پر اس شخص کی تھی جسے میں نے تابوت میں دیکھا تھا۔ لیکن لڑکی کی اس بات سے میں بالکل متفق تھا کہ تصویر کافی پرانی تھی۔ ویسے بھی وہ بوسیدہ حالت میں تھی اور کافی عرصہ پہلے کی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ورنہ آج کل بلیک اینڈ وائٹ تصویروں کا کہاں رواج ہے۔ میں حیرانی سے اس تصویر کو دیکھتا رہا۔ اور لڑکی نے اسے اپنے لباس میں واپس رکھ لیا پھر بولی۔

"تم ۔۔۔ تم یقین کرو مجھے تمہارے آنے سے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا کوئی اپنا، میرا کوئی ایسا اپنا میرے پاس آ گیا ہے جو مجھے ہر مشکل سے نجات دلا دے گا۔"

میں نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ مجھے بہت معصوم سی نظر آئی تھی، لیکن اس کے چہرے کی لکیریں بتا رہی تھیں جیسے وہ کسی شدید پریشانی کا شکار ہو۔ اس نے چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"تمہیں میری مدد کرنا ہو گی۔ تمہیں ۔۔۔ تمہیں میری پوری پوری مدد کرنا ہو گی۔ دیکھو بھلا، تم خود سوچو میری زندگی کیا ہے۔ کیا ہے میری زندگی۔ کیا ہوں میں؟ جو اپنی شناخت میں ناکام رہے جو خود کو نہ جانتا ہو اپنے بارے میں کیا فیصلہ کر سکتا ہے۔ کیا زندگی میں ایک خلا نہیں محسوس ہوتا؟" مجھے اپنی کھوپڑی میں خلا محسوس ہو رہا تھا۔ بھلا میں اس لڑکی کو کیا جواب دیتا۔ جس کے بارے میں مجھے صرف اتنا معلوم تھا کہ اس کا نام روزانہ فرناز ہے اور تہران میں وہ مجھ سے ملاقات کرے گی۔ یہ شکل در شکل تھی۔ اور در حقیقت اس بار لطف آ رہا تھا۔ مجھے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے میں چند ہاتھوں میں کھلونے کی مانند کھیلا جا رہا ہوں۔ نہ سر تھا نہ پاؤں اور واقعات تھے کہ تیزی سے آتے چلے آ رہے تھے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں کون ہوں؟" عجیب سوال تھا میں نے فوراً ہی اس کا جواب دیا۔

"ہاں ۔۔۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"کیا ۔۔۔ کیا؟" اس نے ایک بار پھر اپنے نرم و نازک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور میں نے گرمجوشی سے اس کے ہاتھ کو سہارا دیا۔

"کون ہوں میں؟ بتاؤ خدا کے لیے مجھے بتاؤ، میں کون ہوں؟"

"روزانہ فرناز۔" میں نے جواب دیا اور اس نے ایک دم میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اس کے چہرے پر کسی قدر ناراضگی کے آثار تھے۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

"مذاق اڑا رہے ہو میرا؟"

"ہرگز نہیں، کیا تم روزانہ فرناز نہیں ہو؟"

"وہ تو ہوں لیکن اس کے علاوہ کیا ہوں؟"

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔" میرے اس جواب پر اس کے چہرے پہ مایوسی کی لکیریں پھیل گئیں اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں مجھ پر کبھی کبھار ایسا دورہ پڑ جاتا ہے۔ بہت پریشان ہو جاتی ہوں۔ میں تو سوچنے لگتی ہوں کہ ۔۔۔ کہ معاف کرنا واقعی تمہیں عجیب سے احساسات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو گا بھلا تم کیسے بتا سکتے ہو کہ ایک اجنبی لڑکی جو تمہیں صرف تصویر کے ذریعے پہچانتی ہو اور جسے تم بالکل نہیں جانتے، تم سے اپنے بارے میں سوال کر رہی ہے۔ عجیب بات ہے۔ واقعی عجیب بات ہے۔ میں تمہیں پاگل نظر آتی ہوں ناں۔ سچ سچ بتاؤ ۔۔۔ کیا تم مجھے دماغی مریضہ سمجھتے ہو؟"

"ہرگز نہیں مس فرناز، اور آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں میں کہ ہر قسم کی پریشانی کو ذہن سے نکال دیجیے۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اگر آپ یہ مناسب سمجھتی ہیں کہ میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں اور آپ کے کام آسکتا ہوں تو پھر آپ کو مجھ پر تھوڑا بہت اعتماد کرنا ہوگا۔ آپ سب سے پہلے اپنے آپ کو پرسکون کیجیے۔ یہ بتلائیے کیا منگواؤں آپ کے لیے؟"

"نہیں کچھ نہیں۔ بعض اوقات مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے لوگ مجھے پاگل سمجھتے ہوں مگر میں پاگل نہیں ہوں۔ البتہ مجھے پاگل بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر تم میری مدد کرو تو میں ان کوششوں کو ناکام بنا دوں گی۔ یقین کرو میں بالکل صحیح دماغ رکھتی ہوں۔ مجھے کوئی ایسا دماغی عارضہ نہیں ہے جسے لوگ پاگل پن قرار دے سکتے ہیں۔ بالکل صحیح ہوں اگر کوئی بات پاگل پن کی نظر آجائے۔ لیکن اب تم خود سوچو کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو نہ جانتا ہو جسے یہ بتایا گیا ہو کہ وہ وہ نہیں ہے جو اپنے آپ کو سمجھتا ہے تو پھر اس کی ذہنی کیفیت کیا ہوگی؟۔ لیکن آغا توقیر۔ آغا توقیر یقینی طور پر یہ سب کچھ جانتا ہے اور تمہیں میری یہی مدد کرنا ہوگی۔ آغا توقیر کو تلاش کرلیں گے ہم لوگ اور جب وہ مل جائے گا تو تم۔ تم اس کی زبان کھلواؤ گے۔ اس سے معلوم کرلو گے کہ آخر میں کون ہوں، میری اپنی حیثیت کیا ہے؟" میں اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ جس قدر معصوم تھی اس سے مجھے اس پر پیار بھی آرہا تھا۔ ویسے بھی سوچیے بھی وہ اس قابل تھی کہ اسے پیار کیا جائے۔ ایسی لڑکی اگر میرے رحم و کرم پر آپڑے تو۔ تو۔ لیکن بہرطور ذہنی طور پر اتنا پسماندہ بھی نہیں تھا میں کہ کسی کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں چنانچہ میری آواز میں محبت اور اپنائیت پیدا ہوگئی۔

"ہم سب کچھ کرلیں گے ویٹر فرناز۔ کوئی بھی ایسی بات نہیں ہوگی جس سے تمہیں پریشانی ہو۔ تم بس اس بات کا پورا اطمینان کرلو کہ میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔ اور تمہیں تمام مشکلات سے نکالنا میری ذمہ داری ہے۔"

"آہ۔ اب تم آگئے ہو۔ نجانے کیوں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری مشکلات کا حل مجھے مل جائے گا۔"

"یقیناً یقیناً۔ اور میری گزارش ہے کہ ہم دونوں ایک ٹھنڈا مشروب پی کر اپنے ذہن کو پرسکون کرلیں۔" وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بہت دلکش تھی۔ اس نے کہا۔

"اب میں تم سے ہر طرح کا تعاون کروں گی۔ تم ویسے بھی ظاہری طور پر مجھے اچھے انسان معلوم ہوتے ہو، حالانکہ ایسے لوگ میرا مطلب ہے۔ جو اس قسم کے خطرناک کام کیا کرتے ہیں صورت شکل سے اور مزاج سے بھی خطرناک ہوتے ہیں۔ میرا اس سلسلے میں کوئی تجربہ تو نہیں ہے۔ تم اچھے آدمی ہو ناں؟" اس نے مجھ سے سوال کیا اور میں ہنس پڑا۔

"اس کا فیصلہ تم ہی کرو گی فرناز ڈوئیر۔" میں نے کسی قدر بے تکلفی سے کہا اور پھر بولا۔

"ویسے تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"یہیں اسی ہوٹل میں۔ بس تمہارے اوپر کی منزل میں ہوں بلکہ شاید تمہارے کمرے کی چھت میرے کمرے کا فرش ہو۔" وہ بچوں کی طرح ہنس پڑی۔

"ہوں۔ تو تم کو اپنے کمرے تک جانے کے لیے ایک منزل طے کرنا پڑے گی۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے اور پھر ضروری تو نہیں ہے کہ میں اتنی جلدی چلی جاؤں۔ تمہیں نیند تو نہیں آرہی۔"

"بالکل بھی نہیں۔ ابھی تو تم سے بہت ساری باتیں کرنا ہیں۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور کافی اطمینان کے آثار اس کے چہرے پر نظر آنے لگے۔ نجانے اس بے چاری کا کیا مسئلہ ہے۔ ویسے شہباز احمد صاحب نے اس وقت مجھے جس امتحان میں ڈالا تھا وہ واقعی ایسا تھا کہ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو چکرا جاتا۔ ایک پاگل لڑکی میرے سامنے تھی۔ درحقیقت وہ پاگل نہیں تھی بلکہ باتیں پاگل پن ہی کی کرتی تھی اور مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ ایک ایسے مسئلے پر کام کر رہا تھا اس بار جس کے بارے میں یوں لگتا تھا جیسے کسی کو کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔ تھی نا دلچسپ بات۔"

وہ نہایت بے تکلفی سے میرے سامنے بیٹھ گئی۔ میں اس کے مشاغل کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"مجھ سے باتیں کرو۔"

"اس کی ایک شرط ہے۔"

"کیا؟"

"میں جو سوال کروں گا، اس کا تم بالکل سچ جواب دو گی۔"

"میں جھوٹ کیوں بولوں گی؟" اس نے معصومیت سے کہا۔

"یہی تو میں سوچ رہا ہوں تم جھوٹ کیوں بولو گی؟"

"بالکل نہیں بولوں گی۔"

"اس ہوٹل میں کب سے مقیم ہو؟"

"چھ دن ہوگئے۔"

"اس سے پہلے کہاں تھیں؟"

"پیرس میں۔"

"وہاں اور کون تھا؟"

"میڈم شیپل کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ میڈم شیپل بہت بری خاتون تھیں بہت ہی بری۔"

"کیوں؟"

"انہوں نے ساری زندگی مجھے قید میں رکھا۔ بالکل قیدی تھی میں۔ بات بعد میں سمجھ میں آئی۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ میری کچھ نہیں تھیں۔ کوئی رشتہ نہیں تھا ان سے۔"

"پھر وہ تمہارے پاس کیوں تھیں؟"

"نہ جانے کیوں۔ انکل ڈگلس نے بھی کبھی مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

"انکل ڈگلس کون تھے؟"

"ارے۔" وہ اچھل پڑی۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم انکل ڈگلس کو نہیں جانتے؟"

"میری بات چھوڑو، تم بتاؤ۔"

"وہ میرے انکل ہیں۔ انہوں نے ہی تو مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تم میری تمام مشکلات کا حل ہو۔"

"انکل ڈگلس کا پورا نام کیا ہے؟"

"راڈرک رائل ڈگلس۔"

"اوہ مسٹر راڈرک کی بات کر رہی ہو تم۔ میں انہیں صرف مسٹر راڈرک رائل کے نام سے جانتا ہوں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ دماغ کی چولیں ہلی جا رہی تھیں۔ عجیب گورکھ دھندا ہے۔ بے حد عجیب۔

ویٹر نے ہماری طلب کردہ مشروب کمرے میں پہنچا دیا تھا اور روزانہ فرناز بچوں ہی کی طرح اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔ میری ذہنی کیفیت اس وقت زیادہ بہتر نہیں تھی۔ بات صرف ایک خوبصورت لڑکی کی ہوتی تو میں کسی اور کیفیت کو جگہ نہ دیتا لیکن ایک حسین چہرے اور متناسب جسم کی مالک لڑکی کی ذات میں ایسی الجھنیں پوشیدہ تھیں جو اسے دوہری کیفیت کا شکار بنا رہی تھیں۔ وہ اگر اس کیفیت کا شکار نہیں تھی تو کم از کم میں تو تھا۔ اول تو شہباز احمد صاحب نے ہی ایک انوکھا کھیل شروع کیا تھا اور اس کے بعد پے در پے ذہنی الجھنیں جو کسی بھی چیز کو سمجھنے کا موقع نہیں دے رہی تھیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ رات کے ان لمحات میں باقی چیزوں کو سمجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ صرف ان خاتون کو سمجھ لیا جائے تو بہتر ہے لیکن محترمہ جس انداز کی گفتگو فرما رہی تھیں، وہ بھی بڑا عجیب تھا۔ ذہنی طور پر معتدل معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ کبھی کسی کیفیت کا شکار کبھی کسی کیفیت کا شکار، مشروب کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے وہ اس طرح کھو گئی جیسے ماحول میں کسی اور چیز کی موجودگی کا خیال بھی نہ رہ گیا ہو۔ میں البتہ مشروب کے گلاس کی آڑ سے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا اور مجھے اس کے چہرے کی بدلتی ہوئی کیفیات کا احساس ہوتا رہا، دفعتاً ہی وہ ہنس پڑی۔ اور میرے ہاتھ سے گلاس گرتے گرتے بچا۔ ہنسی کی کوئی بات تو نہیں تھی۔ نجانے کون سا خیال اس ہنسی کا باعث بنا تھا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو اس نے مجھ سے نگاہیں ملائیں اور ایک بار پھر ہنس پڑی۔

"گلاس رکھ دیجیے تو بہتر ہوگا۔ کہیں یوں نہ ہو کہ آپ کی ہنسی کے درمیان آپ کا لباس بھی خراب ہو جائے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ اس نے جلدی سے گلاس نیچے رکھا اور پھر ہونٹ خشک کرنے لگی۔

"جی۔ اب میں اس ہنسی کی وجہ بھی جاننا چاہوں گا؟"

"میں میڈم شیپل کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔"

"خوب۔ اس میں ہنسی کی کون سی بات تھی؟"

"تم نہیں جانتے۔ میڈم شیپل بڑی بدمزاج اور چڑچڑی خاتون ہیں اور میں نے انہیں اتنی کامیابی سے دھوکا دیا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"یوں سمجھیے گا کہ پہلے میرا تعارف میڈم شیپل اور انکل ڈگلس سے کرا دیجیے گا۔" میرے ان الفاظ پر وہ چونک پڑی اور اس نے کہا۔

"تم بار بار انکل ڈگلس کا نام کیوں لیتے ہو؟ انکل ڈگلس نے ہی تو مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

"عرض کرچکا ہوں کہ میں انہیں واڈرک رائل کے نام سے جانتا ہوں۔ تاہم میری خواہش ہے کہ آپ اس کام کے شروع ہونے سے پہلے مجھے مسٹر راڈرک رائل کے بارے میں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھی تفصیلات بتا دیجیے۔ اپنے بارے میں بھی اور آنٹی شیپل کے بارے میں بھی۔"

"ہوں۔ اب میں سمجھی تمہارا مقصد کیا ہے۔ دیکھو دراصل میں بیوقوف نہیں ہوں۔ ویسے بھی جوان ہو چکی ہوں، تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور میرے کانوں کی لویں گرم ہو گئیں۔ میں نے کہا۔

"جی ہاں۔ مجھے تو آپ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی جوان محسوس ہوتی ہیں۔"

"اور آنٹی شیپل خدا انہیں غارت کرے انہوں نے کبھی یہ بات تسلیم ہی نہیں کی۔ بس یوں سمجھتی تھیں جیسے میں دودھ پیتی بچی ہوں۔"

دودھ پیتی تھیں آپ؟" میں نے سوال کیا۔

"بہت ہی برا لگتا ہے مجھے۔ بس بتا نہیں سکتی۔ یوں لگتا ہے جیسے زہر پی رہی ہوں۔ مگر آنٹی شیپل اس وقت تک میری جان نہیں چھوڑتی تھیں جب تک دودھ کا بھرا ہوا گلاس نہ پلا دیتی تھیں۔ اگر سو بھی جاتی تھی تو یہ دودھ مجھے پینا پڑتا تھا۔"

"ہوں۔ واقعی بہت بری تھیں وہ۔ لیکن آپ آنٹی شیپل کی قیدی کب سے تھیں؟"

"یہ تو مجھے یاد کرنا پڑے گا۔ دراصل بہت سی باتیں مجھے یاد نہیں رہتیں۔ کب سے تھی میں آنٹی شیپل کے پاس جب بہت چھوٹی سی تھی۔ تب تو شاید ان کے پاس نہیں تھی۔ مجھے یاد ہی نہیں آتا۔ پھر اس وقت ــ اس وقت ــ میں ــ جب تک... ہاں یقیناً دریائے سین کے کنارے شاید میں کچھ اور بھول گئی ہوں۔ خیر چھوڑو مجھے یاد نہیں کہ میں آنٹی شیپل کے پاس کب سے تھی۔ لیکن وہ میری سخت نگرانی رکھتی تھیں۔ ہمارا مکان بہت خوبصورت تھا۔ تم نے لوبے ڈی بون کے بارے میں تو سنا ہوگا؟"

"جی ہاں ــ اچھی طرح ــ" میں نے جواب دیا۔

"لوبے ڈی لوبون میں ہمارا ایک کاٹیج تھا۔ اس کے سامنے دریائے سین پھیلا ہوا تھا۔ اتنا خوبصورت ہے کاٹیج ہمارا کہ دیکھو تو بہت خوش ہو۔ لیکن کاٹیج میں ایک احاطہ بنا ہوا تھا اور میں اس احاطے تک قید تھی۔ بعض اوقات چھپ کر دریائے سین کی جانب نکل جاتی تھی لیکن آنٹی شیپل کی آنکھیں اس قدر تیز تھیں اور ان کی ناک اتنی دور دور تک سونگھ سکتی تھی کہ انہیں پتا چل جاتا تھا کہ میں اس وقت گھر کے احاطے میں نہیں ہوں اور اس کے بعد وہ چھوٹا سا منحوس کتا نے کر میری تلاش میں نکل پڑتی تھیں جو میرا جانی دشمن تھا۔"

"کتا ــ؟" میں نے سوال کیا۔

"جی ہاں ــ وہ چھوٹی نسل کا کتا جو کسی گیند کی طرح لڑھکتا پھرتا ہے۔ ویسے لگتا خوبصورت ہے مگر مجھے اس سے صرف اس لیے نفرت تھی کہ وہ میری بو سونگھ کر آنٹی شیپل کو بتا دیتا تھا کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔"

"تو آپ شہر نہیں آیا جایا کرتی تھیں؟"

آتی جاتی تھی ــ لیکن بس ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہی نہیں ہوتی تھیں میرے ہاتھ میں۔ آنٹی شیپل سائے کی طرح میرے ساتھ لگی رہتی تھیں۔ اور مجھے اس بات کا بالکل موقع نہیں مل سکتا تھا کہ میں اپنے طور پر بھی کچھ سیر و تفریح کر سکوں۔ ایک بار تو میں گھر ہی سے نکل بھاگی تھی۔"

"اچھا؟" میں نے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"اور اس وقت بھی جانتے ہیں میری تلاش کس طرح ہوئی؟"

"اسی کتے کے ذریعے ــ اور یہ کتا ــ آہ میری دلی خواہش تھی کہ کسی طرح میں سالے زہر کھلا دوں۔ کئی بار میں نے اس کے لیے زہر کی تیاریاں کیں۔ لیکن نجانے کیوں جب میں اسے زہر دینے لگتی تھی تو وہ مجھے اتنی پیار بھری نگاہوں سے دیکھنے لگتا تھا کہ بس میرا ارادہ ملتوی ہو جاتا تھا۔"

"جی ہی ــ کہتی رہیے ــ کہتی رہیے۔" میں نے کہا۔

"بس پھر انکل ڈگلس نے ایک رات کو مجھ سے میرے احاطے میں ملاقات کی اور کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ میں یہاں سے نکل بھاگوں۔"

"ایک منٹ ــ ایک منٹ ــ یہ انکل راڈرک رائل ڈگلس سے آپ کی ملاقات کیسے ہوئی؟"

"انکل راڈرک رائل تو ہمیشہ ہی سے میرے ساتھ تھے۔ بلکہ یوں سمجھ لیجیے کہ وہ شروع ہی سے مجھ سے ملتے رہتے تھے۔ دراصل وہی تو میرے سرپرست تھے۔"

"اچھا اچھا ــ ان کی ملاقات آنٹی شیپل سے نہیں تھی؟"

"تھی ــ وہ آنٹی شیپل کو باقاعدہ میری نگرانی کے لیے تنخواہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی۔"

"بھلا کیسے؟"

"خود آنٹی شیپل نے بتائی تھی۔ جب میں نے ایک بار لڑائی کے دوران ان سے یہ کہا کہ آخر وہ مجھ پر اس قدر پابندی کیوں رکھتی ہیں؟ وہ کون ہیں میری؟ ممی تو نہیں ہیں وہ میری ــ تو انہوں نے کہا کہ بیٹی، میں تمہاری کوئی نہیں ہوں لیکن یوں سمجھ لو کہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں تمہاری نگرانی کروں۔ اور اس کے لیے مسٹر ڈگلس ــ مجھے ایک معقول معاوضہ دیتے ہیں۔ مجھ جیسی بے کار عورت کو بھلا اور کون سی ملازمت کہاں مل سکتی ہے۔ تم یوں کرو کہ مجھ سے تعاون کرو اور مجھے کسی طرح کا دھوکا نہ دو۔ اس طرح میری زندگی بھی گزر جائے گی۔ خیر اس وقت آنٹی شیپل کی آنکھوں سے چونکہ بڑے بڑے آنسو بہنے لگے تھے۔ اس لیے میرا دل بھی پسیج گیا اور میں نے ان سے کہا کہ ٹھیک ہے۔ اب میں انہیں پریشان نہیں کروں گی۔ لیکن پھر اس شام جب آنٹی کچن میں مصروف تھیں۔ انکل ڈگلس نے مجھ سے احاطے میں ملاقات کی۔ اور کہنے لگے کہ اب مجھے آنٹی کے پاس رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میں یہاں سے اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ نکل جاؤں۔ ایک گاڑی میرا انتظار کرے گی اور اس کے بعد میں ایک ہوٹل میں جا کر مقیم ہو جاؤں۔ انہوں نے ہوٹل کے بارے میں مجھے تفصیلات بتائیں اور کہا کہ میرے لیے وہاں کمرہ بک کرا دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ خوشی کی بات میرے لیے اور کیا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے وہی کیا جو انکل نے کہا تھا۔ اس رات میں نے ضد کر کے آنٹی کو خوب کھانا کھلایا۔ کھانا بھی بہت عمدہ پکا ہوا تھا۔ "ملی ہوئی مچھلیاں" تو وہ اتنے شوق سے کھاتی تھیں کہ بس میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں ایک بات اور بھی جانتی تھی کہ جب وہ بہت زیادہ کھا لیتی تھیں تو بالکل ڈول ہو جاتی تھیں۔ اور ایک طرح سے ان پر غنودگی سی طاری ہو جاتی۔ اسی لیے میں نے ضد کر کے انہیں خوب کھلایا اور جب وہ گہری نیند میں ڈوب گئیں تو میں نے پھرتی سے اپنا سامان رکھا اور وہاں سے نکل بھاگی۔ کالی گاڑی مجھے مل گئی تھی۔ جس نے بآسانی مجھے ہوٹل پہنچا دیا۔

"خوب ــ پھر کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"انکل ڈگلس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں جانتی ہوں کہ میں کون ہوں۔ اور میں اس بات پر حیران رہ گئی۔ واقعی یہ بات تو میں نہیں جانتی تھی کہ میں کون ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ مجھے بتائیں کہ میں کون ہوں۔ تو انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا کہ میری زندگی کے ساتھ ایک انوکھی داستان وابستہ ہے۔ آغا توقیر نامی ایک شخص میرے بارے میں تمام تفصیلات جانتا ہے اور صرف وہی بتا سکتا ہے کہ میں کون ہوں۔ انکل ڈگلس نے بڑے درد بھرے انداز میں کہا کہ کوئی شخص اگر اپنے آپ سے بھی واقف نہ ہو تو اس کی زندگی پر لعنت ہے۔ میں نے بھی دل میں سوچا کہ واقعی بھلا ایسا کیوں ہے۔ آخر یہاں سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں لوگوں کے عزیز، رشتے دار ہوتے ہیں۔ محبت کرنے والے ہوتے ہیں میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ بس میں اس مکان میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی۔ میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ انکل ڈگلس نے میرے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔ اب مجھے اپنی شناخت کے لیے بھرپور کوششیں کرنی چاہئیں۔ میرے تمام عزیز و اقارب موجود ہیں۔ میرے ماں باپ بھی ہیں۔ سب کوئی ہے میرا لیکن مجھے ایک مجرمانہ انداز میں ان سب سے دور کر دیا گیا ہے اور یہ مجرمانہ طریقہ اختیار کرنے والا آغا توقیر کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔"

"کیا آپ آغا توقیر کو جانتی تھیں؟"

"اس سے پہلے بالکل نہیں جانتی تھی مگر انکل نے مجھے اس کی تصویر بھی دکھائی اور اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بھی مجھے بتا دیں اور کہا کہ اب میں اسے تلاش کروں۔ میں نے انکل سے کہا کہ یہ کام تو میرے لیے بہت مشکل ہو سکتا ہے تو انہوں نے کہا کہ وہ خود بھی میری مدد کریں گے۔ اور اس کے بعد ہم پیرس لندن اور نجانے کہاں کہاں آغا توقیر کو تلاش کرتے رہے انکل ڈگلس دراصل بوڑھے آدمی تھے اور میرا بہت زیادہ ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔ پھر وہ تھک گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تہران چلی جاؤں۔ انہوں نے ایک ایسے شخص کا بندوبست کر دیا ہے جو اس سلسلے میں میری پوری پوری مدد کر سکتا ہے۔ اور اس کی مدد سے میں آغا توقیر کو بھی تلاش کر سکتی ہوں۔ انکل ڈگلس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ اس وقت تصنا گیا ہے کہ آغا توقیر تہران میں موجود ہے۔ چنانچہ اگر میں اس شخص سے ملاقات کر لوں۔ تو پھر آغا توقیر کو تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ انکل ڈگلس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ وہ شخص آغا توقیر کی زبان کھلوانے میں مہارت رکھتا ہے اور صرف وہ یہ کام سرانجام دے سکتا ہے۔ بس میں نے دل میں سوچا کہ کسی طرح تم مل جاؤ تو میری ساری مشکل حل ہو جائے۔ اور میں یہاں ریو پیلس میں آ کر مقیم ہو گئی۔ انکل ڈگلس یہاں موجود نہیں ہیں لیکن ان کے ٹیلی فون مجھے دو تین بار مل چکے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں بالکل اطمینان سے انتظار کرتی رہوں۔ یہاں نہ مجھے آنٹی شیپل کا کوئی خوف ہے اور نہ کسی اور کا۔ میں ایک آزاد حیثیت کی مالک ہوں اور یقین کرو کہ یہ آزادی میرے لیے اتنی دلکش ہے کہ بیان نہیں کر

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سکتی۔ چنانچہ میں یہاں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ اب تو تم آنٹی شمیلہ سے اچھی طرح واقف ہو گئے ہو گے اور مجھ سے بھی اور کوئی بات پوچھنی ہے مجھ سے؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ لیکن کھوپڑی کی جو حالت تھی، وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔ آنٹی سارا کی گفتگو ہو گئی تھی لیکن ابھی تک یہ نہیں پتا چلا تھا کہ آخر اس میں میرا کردار کہاں سے آ گھسا ہے۔ اور کسی ایسے سرکاری مشن سے ان خاتون کا کیا تعلق ہو سکتا ہے جو شہباز صاحب کے اور میرے وطن کے لیے باعثِ دلکشی ہو۔ اس طرح مجھے جس امتحان میں ڈالا گیا تھا، وہ مجھے بہت سخت نظر آ رہا تھا لیکن ساری سختی ان خاتون کو دیکھ کر دور ہو جاتی تھی۔ اگر کام بن سکا تو ٹھیک ہے اور نہ بن سکا تو سب کچھ جہنم میں جائے۔ ضروری تو نہیں ہے میرے لیے کہ ہر مشکل کا حل دریافت کر کے شہباز احمد صاحب کے حوالے کر دوں۔ میں بھی انسان ہوں۔ کون سی باتیں ایسی ہو سکتی ہیں جو سامنے نہیں آ سکتیں۔ بہرطور کوشش کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کوشش کے درمیان یہ بات مجھے معلوم ہو چکی تھی کہ محترمہ روزانہ فرناز کا ساتھ رہے گا۔

"تو پھر کیا حرج ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ بالکل مطمئن رہیں مس روزانہ فرناز، میں انکل ڈگلس کی ہدایت کے مطابق آغا توقیر کو تلاش کرنے میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ ہاں آغا توقیر کی تصویر وغیرہ تو ہو گی آپ کے پاس؟"

"میرے پاس بہت کچھ ہے۔ اس کا حلیہ، اس کی تصویر، سب کچھ ہے میرے پاس۔"

"اگر تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو تو میں یہیں سو جاؤں گی، صوفے پر سو جاؤں گی۔ مجھے صوفے پر سونے کی عادت ہے۔"

"جی۔۔ جی۔" میں نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"ہاں۔۔ اب بھلا کون اوپری منزل تک جائے۔ اچھا خدا حافظ۔" اس نے عجیب سے انداز میں دونوں جوتے پاؤں سے اچھال کر ایک طرف پھینک دیئے۔ اور پھر اپنے موزے بھی اتار دیئے۔ اور اس کے بعد صوفے پر دراز ہو گئی۔ میں کھوپڑی پر دونوں ہاتھوں سے مالش کرنے لگا تھا۔ بات کس حد تک بگڑی ہوئی ہو گی، مجھے اندازہ نہیں تھا۔ بڑی دیر تک میں اپنی جگہ پر احمقوں کی طرح اسے دیکھتا رہا۔ اس نے سے کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ گہری نیند سو گئی ہے لیکن اس کے چہرے پر جو معصومیت پھیلی ہوئی تھی اور اس کے سونے کا جو انداز تھا، اس نے مجھے ایک عجیب سی پریشانی کا شکار کر دیا۔ بلاشبہ بہت وقت گزر چکا تھا، میری وحشت خیزیوں کو اور اپنی ان وحشت خیزیوں کو میں نے کہیں بھی نہیں روکا تھا لیکن کہیں دل کے کسی گوشے میں یا پھر شاید جنون کی روانی میں کچھ ایسے ذرات شامل ہو گئے تھے جو ناجائز کہے جا سکتے تھے یعنی ان ذرات کی وجہ سے میرے دل میں یہ احساس جاگا تھا کہ کسی ایسی سوئی ہوئی معصوم لڑکی کو کسی طور پریشان نہ کیا جائے۔ یہ اچھا نہیں ہو گا۔ پتا نہیں یہ نیک خیالات میرے ذہن میں کہاں سے گھس آئے۔ بہرطور میں نے ان نیک خیالات پر بری طرح جھنجھلاہٹیں محسوس کیں لیکن میرے قدم آگے نہیں بڑھ سکے۔ اور پھر ایک گلاس ٹھنڈا پانی پی کر میں بھی اپنے بستر پر جا لیٹا۔ بہت دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔ گردن گھما کر دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ مدھم روشنی جلا دی تھی اور نجانے کب تک گہری سوچوں کا شکار رہا تھا۔ البتہ اس نیند کے لیے میں آج تک حیران ہوں جو مجھے نہایت آسانی سے آ گئی تھی اور نیند بھی اتنی گہری کہ دوسری صبح میری آنکھ کھلی تھی۔ آنکھ کھلنے کے بعد کچھ دیر کے لیے ماحول سے واقفیت نہیں ہوئی اور یہ دیکھنا پڑا ہے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں چنانچہ میں نے ہوٹل کے کمرے کی چھت کو دیکھا، کھڑکی کو دیکھا، وہاں رکھے ہوئے فرنیچر کو دیکھا اور مجھے یاد آ گیا کہ وہ ریو پیلس کا ایک کمرہ ہے لیکن فرنیچر کو دیکھنے کے سلسلے میں اس صوفے پر بھی نگاہ پڑی جو اس وقت خالی تھا۔ میں نے حیرانی سے اس خالی صوفے کو دیکھا اور پھر میری نگاہیں باتھ روم کی جانب اٹھ گئیں۔ لیکن باتھ روم میں بھی اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور دروازہ بھی بند تھا اور محترمہ روزانہ فرناز میرے کمرے میں موجود نہیں تھیں۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں طرح طرح کے خیال آئے۔ میری نگاہ اپنے سامان کی جانب اٹھی۔ لیکن کوئی گڑبڑ نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر میں برق رفتاری سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کا ہینڈل کھولا تو اندازہ ہوا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے اور یہ اندازہ ہونے کے بعد اس بات کا احساس بھی ہوا کہ ہو سکتا ہے محترمہ روزانہ فرناز اپنے کمرے میں چلی گئی ہوں لیکن معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ رات کو وہ لڑکی مجھے بیوقوف بنا کر خاموشی سے باہر نکل گئی ہو جس کمرے کے بارے میں محترمہ روزانہ فرناز نے بتایا تھا اس کا صحیح تعین کر کے اس کمرے کے دروازے پر پہنچا۔ دستک دی اور دروازہ کھولنے والی وہی خاتون تھیں۔

"سوری۔ میں تمہیں بتائے بغیر وہاں سے چلی آئی۔ جاؤ اپنے کمرے میں جاؤ۔ شیو بناؤ۔ بڑھی ہوئی شیو مجھے بہت

بری لگتی ہے۔ آدمی بیمار سا محسوس ہوتا ہے اور ہاں فوراً کوئی صاف سا لباس پہن لینا۔ یہ لباس پہن کر تم میرے کمرے تک چلے آئے؟"

"جی ہاں۔ غلطی ہو گئی، معافی چاہتا ہوں۔"

"جاؤ۔ جاؤ میں ناشتا تمہارے ہی کمرے میں کروں گی۔ بس جب تک تم تیار ہو جاؤ گے میں روم سروس کو ٹیلی فون کر کے ناشتے کے لیے کہہ دوں گی۔ اور تمہارے کمرے میں پہنچ جاؤں گی۔ بھئی جاؤ، یہ تمہارا بڑھا ہوا شیو میرے ذہن کو گراں گزر رہا ہے۔" بہرحال اس نے اس عاجزی سے کہا کہ مجھے واپس ہوتے ہی بنی پڑی اور میں لڑکھڑاتے قدموں سے واپس پلٹ کر اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد محترمہ کی ہدایت کے مطابق شیو بھی بنائی اور لباس بھی عمدہ پہنا۔ پھر دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔ واہ بھئی، جہانگیر جمال شاہ صاحب، زندگی میں ایسے ایسے موڑ آ رہے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح قرار حاصل کیا جائے۔ اب ان خاتون کا انداز دیکھیے۔ محسوس ہوتا تھا جیسے میری سرپرست ہیں اور انہی کی نگرانی میں، میں پل کر جوان ہوا ہوں۔ محترمہ کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ کس مصیبت میں آ پڑی ہیں۔ ایک ذرا سی جنبش ان کے سارے معیارِ زندگی کو تباہ کر سکتی ہے۔ آنٹی شمیلہ کے ساتھ جو زندگی انہوں نے گزاری ہے اور جسے وہ قید کہتی تھیں، وہ اس زندگی سے بدرجہا بہتر تھی جو ایک لمحے کی لغزش میں انہیں ہمیشہ کے لیے حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ اطمینان تھا، کیا انداز تھا، کیا انداز تکلم تھا۔ بہرطور میں باہر نکل آیا اور انتظار کرنے لگا۔ وہ ناشتے کے ساتھ ساتھ ہی اندر داخل ہوئی تھی۔ ویٹر کو اس طرح ہدایات دے رہی تھی جیسے اپنے آبائی ملازم کو اپنے ڈائننگ روم میں کھانا یا ناشتا لگانے کی ہدایت کر رہی ہو۔ میری جانب انہوں نے نگاہ بھر کر دیکھا تک نہیں تھا۔ میں خاموشی سے انتظار کرتا رہا اور جب ویٹر واپس چلا گیا تب وہ میری جانب متوجہ ہوئیں۔ مجھے گہری نگاہوں سے دیکھا اور مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے بولیں۔

"اب عمدہ لگ رہے ہو۔ شاندار۔ بے حد شاندار۔ آؤ ناشتا کریں۔" البتہ ناشتے کی میز پر بھی انہوں نے اپنا وہی انداز برقرار رکھا۔ بس یہ محسوس ہو رہا تھا کہ والدہ صاحبہ بہت عزت کے ساتھ مجھے ناشتا کرا رہی ہیں۔ دل ہی دل میں ہنسی آ رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی اپنی بچت کر گئی۔ بھلا اس سے کیا کہا جا سکتا ہے۔ خود اس کے انداز میں کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں تھی جیسے اسے مجھ سے کسی خوف کا احساس ہو۔ ناشتا کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"تمہارے آ جانے کے بعد کم از کم مجھے بڑا سکون ہوا ہے۔"

"جی۔" میں نے سعادت مندی سے کہا۔

"ورنہ میں اپنے آپ کو اتنا تنہا تنہا محسوس کرتی تھی۔ اب دیکھو نا، انکل ڈگلس سے اوّل تو میری بہت زیادہ ملاقاتیں بھی نہیں ہوئیں۔ بے شک وہ ایک اچھے اور نیک انسان ہیں اور مجھ سے بہت محبت سے پیش آتے ہیں لیکن اس کے باوجود میرے اور ان کے درمیان تکلف کی دیوار حائل ہے۔ باقی رہیں آنٹی شمیلہ تو ان کے بارے میں تو میں تمہیں تفصیل بتا ہی چکی ہوں۔ نہ مجھے کوئی دوست بنانے دیا، لڑکی یا لڑکا، بس بوجھی شناسائی سائے کی طرح میرے ساتھ ساتھ لگی رہتی تھیں۔ اب لطف آ رہا ہو گا۔ پاگلوں کی طرح مجھے تلاش کرتی پھر رہی ہوں گی۔ اور اچھا ہے۔ کبھی نہ تلاش کر پائیں اور ایک بات میں تمہیں اور بتا دوں آنٹی شمیلہ سے مجھے اس قدر نفرت ہو گئی ہے کہ اب مجھے اگر یہ خطرہ ہوا کہ وہ دوبارہ مجھ پر قابو پا لیں گی تو شاید میں انہیں ہلاک کرنے سے بھی گریز نہ کروں۔"

"جی۔" میں نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"تم بہت کم بول رہے ہو، کیا بات ہے؟ کل تو تمہاری کیفیت ایسی نہیں تھی۔"

"جی ہاں۔ وقت وقت کی بات ہے۔"

"نہیں بھئی۔ مجھے بور مت کرو۔ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے خوب ہنستے بولتے رہو۔ دراصل میرے دل میں ایک عجیب سا احساس ہے۔ تمہاری ممی اور ڈیڈی تو ہیں نا؟"

اس نے سوال کیا اور میں نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"جی ہاں۔ ہیں۔"

"وہ تم سے محبت بھی کرتے ہوں گے۔ ذرا یہ تو بتاؤ تمہی کا انداز کیا ہوتا ہے تمہارے ساتھ؟"

"کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"آہ۔ اس کی ایک وجہ ہے۔ میں اچھی طرح نہیں جانتی کہ ماں اپنے بچوں سے کس طرح پیش آتی ہے۔ نا ہی ڈیڈی کے بارے میں مجھے یہ بات معلوم ہے۔ ہاں سب جو کچھ پڑھا ہے اور ادھر ادھر لوگوں سے سنا ہے، اسی سے واقفیت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ماں اور باپ بچوں سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔ نجانے میرا بچپن کہاں کھو گیا ہے؟" اس کے لہجے میں اداسی گھل گئی۔ اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ ان جملوں نے مجھے بہت متاثر کر دیا تھا۔ اس کا کیس میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا تھا۔ ویسے کوئی یقینی طور پر ایسی ہی پراسرار بات تھی جس کی بنا پر اتنے بڑے بڑے لوگ اس جانب متوجہ ہو گئے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھے۔ آخر شہباز احمد صاحب کو بھلا کیا پڑی تھی ایک لڑکی کے والدین کی تلاش کے لیے ایک باقاعدہ شخص کو مخصوص کر دیں۔ انکل ڈگلس اور نا بابت میں لپٹی ہوئی لاش کا مسئلہ بھی بڑا انوکھا تھا۔ وہ لاش کس کی تھی جس کی شکل میں مجھے یہاں بھیجا گیا تھا۔ صورتحال اس حد تک سامنے آئی تھی کہ انکل ڈگلس نامی کسی شخص نے ایک شخص کو اس سلسلے میں مطلوب کیا تھا۔ اور وہ شخص کسی طرح ہلاک ہو گیا۔ بات تو یہ ہے کہ یہ انکل ڈگلس آخر ہے کون اور کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ اور پھر اس قدر بڑی حیثیت کہ شہباز احمد صاحب کو ان کے لیے کام کرنا پڑا۔ اور وہ بھی اس انداز میں۔ شہباز احمد صاحب نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی میرے ذہن میں تھا۔ یعنی وہ بے چارے خود بھی الجھے ہوئے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ معاملہ اس سطح سے بھی بہت اونچا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے تو یہ بھی کہا تھا کہ اب میری قدر و قیمت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ بہت اعلیٰ پیمانے پر بعض معاملات میں میرا انتخاب کیا جاتا ہے۔ یعنی صورتحال اتنی معمولی نہیں ہے کہ میں اسے سطحی انداز میں لوں۔ اس لڑکی کے سلسلے میں میں جو کچھ کر رہا ہوں، وہ بہت بڑی سطح کی چیز ہے۔ البتہ یہ معاملات جس انداز میں پیش آ رہے ہیں وہ ذرا مختلف ہیں۔ ویسے مجھے وہ ٹیلی فون بھی یاد آیا۔ وہ پر اسرار شخص جس نے مجھے اس سلسلے میں ہدایات دی تھیں۔ یعنی کوئی ایسی شخصیت جو یہ بات اچھی طرح جانتی ہے کہ اصل آدمی مر چکا ہے اور میں اس کی جگہ کام کر رہا ہوں۔ کیا وہ انکل ڈگلس کی شخصیت ہو سکتی ہے۔ امکانات اسی بات کے تھے۔ بلکہ ہر طرح سے یہ شبہ ہو رہا تھا۔ وہ ناشتا ختم کر چکی اور میں خاموشی سے ناشتے میں مصروف رہا۔ تب اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولی۔

"کتنا کھاؤ گے؟ کیا دوپہر کا کھانا کھانے کا ارادہ نہیں ہے۔" میں چونکہ بے خیالی میں کھائے جا رہا تھا اس لیے میں نے چونک کر اس کی صورت دیکھی اور پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا تم بہت زیادہ ناشتہ کرنے کے عادی ہو؟"

"جی ہاں۔ آپ حکم دیجیے تو کل سے ختم کر دوں؟"

"ارے نہیں نہیں۔ میں تمہارے کھانے پینے پر پابندی تھوڑی لگانا چاہتی ہوں۔ ویسے بھی تندرست رہنے کے لیے اچھی خوراک بے حد ضروری ہے۔ بس میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ تم بہت زیادہ کھا گئے۔ غالباً کسی سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے؟"

"ہاں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"چائے اور بناؤں تمہارے لیے؟"

"نہیں شکریہ۔" اور اس نے ناشتے کے برتن سمیٹ کر ایک جانب رکھ دیے۔ اور اس کے اندر بھرپور عورت پن جھلکتا تھا۔ اس کی انداز کی نرمی یہ بتاتی تھی کہ اس کے اندر محبتوں کے جذبے بہت تیز اور تند ہیں۔ اور وہ اس کا اظہار کسی ایک شخصیت پر ہی کر دینا چاہتی ہے۔ شاید وہ دبے ہوئے جذبات اور وہ چھپے ہوئے احساسات نمایاں ہو گئے تھے جو اس کے سینے میں پوشیدہ تھے اور اس کا مرکز میں ہی بنا تھا۔ بہرطور بعض اوقات ایسی کیفیات میں بھی لطف آنے لگتا ہے شرط یہ ہے کہ انسان اپنے ذہن کو اس جانب مائل کرلے اور میں نے دل میں سوچا کہ چلو ایک نیا تجربہ ہی سہی چنانچہ میں اب کسی قدر مطمئن ہو گیا اور میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی میڈم، اب ہمارا کیا پروگرام ہوگا؟"

وہ چند لمحے سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ "ایک بات کہوں۔ ہنسو گے تو نہیں؟"

"آپ حکم دیں گی تو نہیں ہنسوں گا۔"

"بھئی کیسی باتیں کرتے ہو۔ ہر کام میرے حکم سے ہی تھوڑی کرو گے اور پھر میں کوئی تمہاری حاکم تو نہیں ہوں۔ تم تو خود — خود میرے لیے اتنا مشکل کام کر رہے ہو۔ میں تو خود تمہارے احکامات مانوں گی۔ بس دوستوں کی طرح کوئی بات کہنا چاہتی ہوں تو اسے سن لینا کرنا نہ کرنا تمہاری مرضی ہے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"دیکھو۔ میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیل بتا چکی ہوں۔ میرا بچپن مجھے ایک مخصوص عمر تک یاد نہیں ہے۔ بس یوں لگا جیسے بے ہوش ہوں یا لمبے عرصے سوتی رہی ہوں دنیا سے بالکل بے خبر ہو کر اور ان لوگوں کو بھول چکی ہوں جو میرے اردگرد پھیلے ہوئے تھے۔ ہاں جب ہوش سنبھالا تو صرف آنٹی شیلی کو دیکھا۔ اور اس کے بعد ایک ہی صورت دیکھتے دیکھتے اور وہ بھی بڑی پابندیوں کے ساتھ۔ دل میں نفرتوں کے جذبے بیدار ہو جانا لازمی بات تھی۔ آنٹی شیلی نے جس قدر پابندیاں مجھ پر لگا رکھی تھیں۔ اف وہ چھوڑو یار بار انہی کا تذکرہ کرنے بیٹھ جاتی ہوں۔ بہرطور یوں سمجھ لو میں نے زندگی میں نہ کوئی دوست بنایا نہ کسی کو اپنا ساتھی تصور کیا۔ اب

جبکہ میرے دل میں یہ خیال جاگا ہے کہ میں اپنے آپ کو شناخت کروں اور یہ معلوم کروں کہ میرے ممی اور ڈیڈی کون تھے اور میں کیا تھی تو اس کے لیے انکل ڈگلس نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ لیکن ان ساری باتوں کے ساتھ ساتھ تم جیسے دوست کا مل جانا بھی بہت قیمتی ہے میرے لیے۔ میں یقینی طور پر آغا توقیر کو تلاش کر کے اپنے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں لیکن یہ بھی نہیں کہ ہم صرف ایک ہی کام میں سرگرداں ہو جائیں۔ تمہارے ساتھ یہاں کی سیر و سیاحت کر کے مجھے بہت لطف آئے گا۔ میں دراصل تھوڑی ہونق سی ہوں۔ اور یقین کرو بہت سی چیزوں سے ناواقف ہوں۔ بعض جگہ اتنی گھبرا جاتی ہوں کہ مجھے پسینہ آ جاتا ہے۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ اس دنیا کے قوانین کیا ہیں؟"

"ہوں۔ ٹھیک ہے، پھر؟"

"آغا توقیر کو تو ہم تلاش کرتے رہیں گے لیکن اس کے ساتھ اگر سیر و سیاحت کا مشغلہ بھی جاری رہے تو کیا حرج ہے؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو گویا تم مجھ سے متفق ہو؟"

"جی بالکل۔" میں پھر اسی انداز میں بولا اور پھر میں نے پوچھا۔

"اچھا یہ بتاؤ، آغا توقیر کے بارے میں تمہیں اور کیا تفصیلات معلوم ہیں؟"

"دراصل انکل ڈگلس نے مجھے بہت ساری باتیں بتا دی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر آغا توقیر مل جائے تو اس کے ساتھ سخت سلوک کر کے اس کی زبان کھلوائی جا سکتی ہے۔ صرف وہی ہے جو میرے ماضی کے متعلق پوری طرح جانتا ہے۔"

"اگر آغا توقیر تمہیں مل جائے تو تم پہچانو گی کس طرح؟"

"بتایا تو تھا میں نے تمہیں۔ انکل ڈگلس نے مجھے اس سے اس قدر روشناس کرا دیا ہے کہ جب وہ کہیں نظر آ جائے میں تمہیں اشارے سے بتا دوں گی کہ وہ آغا توقیر ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مجھے کچھ فلمیں بھی دکھائی تھیں آغا توقیر کے بارے میں، اس کی عادات و خصائل کے بارے میں بہت سی تفصیلات بتائی تھیں۔"

"ہوں گویا تم آغا توقیر کو بآسانی پہچان سکتی ہو؟"

"بالکل پہچان سکتی ہوں۔ اس سلسلے میں تم مطمئن رہو۔ بس جہاں بھی وہ نظر آیا، میں تمہیں اشارہ کر دوں گی۔ باقی کام تمہارا ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ تو اب کیا خیال ہے؟"

"سیر و سیاحت۔ یہ لباس بہت اچھا ہے جو تم نے پہنا ہے لیکن باہر نکلنے کے لیے تو دوسرے لباس کی ضرورت ہو گی اور میں خود بھی نیا لباس پہنوں گی۔"

"تو پھر تیار ہو جائیے، ہم چل رہے ہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ویٹر کو بلا کر میں نے برتن اٹھوائے اور اس کے بعد اپنا لباس تبدیل کرنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل سے باہر آ گئے۔ ذہن کو بالکل آزاد چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت اس کی قربت میں کوئی خاص لطف بھی نہیں آ رہا تھا۔ لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ کم از کم تہران کی سیاحت میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ ویسے بھی خوبصورت علاقہ تھا اور اس کے بارے میں مجھے تفصیلات معلوم تھیں۔ چنانچہ ہم ایک ٹیکسی کر کے چل پڑے اور پھر ایک خوبصورت پہاڑ کے پہلو میں واقع ایک حسین جگہ پہنچ گئے۔ یہ جگہ شہر سے دو ہزار فٹ بلند ہے۔ سخت گرمی میں جب تہران تپنے لگتا ہے تو یہاں بہار کا موسم ہوتا ہے۔ پر رونق بازار اور بلند و بالا عمارتیں آہستہ آہستہ پیچھے رہتی جا رہی تھیں اور ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ فضا میں سکون تھا اور سڑک کے پہلو میں گنگناتی ہوئی ندی کے شور میں پرندوں کی چہچہاہٹ شامل تھی۔ پہاڑی چشموں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ فضا میں خنکی پھیلی ہوئی تھی۔ سڑکوں کے دونوں اطراف پھولوں کے تختے اور گھنے سرسبز چناروں کی قطاریں تھیں۔ ہم اس سڑک پر کوئی موڑ مڑتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے یہ درخت ہمارا راستہ روک لیں گے۔ درختوں کی شاخیں اتنی نیچی تھیں کہ ٹیکسی کی چھت سے تھوڑی سی اونچی رہ جاتی تھیں ہر چہار چنار کے سبزی مائل پتے ہماری ٹیکسی پر بارش کے قطروں کی طرح برستے رہے اور تھوڑی دیر ٹیکسی ایک حسین علاقے میں جا کر رک گئی۔ یہاں کچھ خوبصورت ریسٹورنٹ پھیلے ہوئے تھے۔ ہم ایک پتھریلی چٹان میں تراشی ہوئی سیڑھیاں طے کر کے ایک ریسٹورنٹ میں آ گئے اور ایک میز منتخب کر لی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک چشمہ ابل رہا تھا۔ میزوں پر رنگ برنگے گلدانوں کے بجائے ننھے ننھے پرندوں کے پنجرے لٹکے ہوئے تھے۔ ماحول بے حد خوبصورت تھا۔ میں نے روزانہ فرناز کی آنکھوں میں بچوں کی سی کیفیت پائی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اس وقت باقی سب کچھ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھول گئی ہو۔ اور ان تمام مناظر سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔"

"تمہیں یہ سب کچھ کیسا لگتا ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"بہت خوبصورت۔"

"یقین کرو میرا دل تو چاہتا ہے کہ۔۔ کہ۔" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اس وقت تمہاری ذہنی کیفیت کیا ہے؟"

"بس یوں سمجھو، میں سب کچھ بھول گئی ہوں مجھے ان مناظر نے اپنے آپ میں گم کر لیا ہے۔ دنیا کتنی حسین ہے، کبھی غور کرو تو پتا چلتا ہے۔ لیکن بعض لوگ اس دنیا سے کس قدر دُور ہو جاتے ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ اگر میرے والدین مجھے کبھی نہ ملے اور مجھے پتا نہ چل سکا کہ وہ کون ہیں؟ تو میں کیا کروں گی؟"

میں اس سوال پر بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"شادی کر لینا۔"

"اس سے کیا ہو جائے گا؟"

"تمہارا ذہن تبدیل ہو جائے گا۔"

"کیا شادی کرنے سے ذہن تبدیل ہو جاتا ہے؟"

"شاید ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"تم نے شادی کی ہے؟"

"نہیں۔ میرا ذہن جیسے کا تیسا ہے۔" میں نے فوراً جواب دیا اور وہ میرے جواب پر سنجیدگی سے غور کرنے لگی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب میں کیا کروں۔ بہرطور کم از کم یہاں کے موسم نے ذہن پر اس قدر خوشگوار کیفیت پیدا کر دی تھی کہ برا نہیں لگ رہا تھا۔ بلند درختوں، خوشگوار پھول اور بہتے ہوئے دریا کا شور ہوا کی سرسراہٹیں جن میں زندگی کی لہر بپا تھیں۔ یہاں پہنچنے کے بعد ہم نے کچھ کھایا پیا، حالانکہ دیر سے ناشتا کیا تھا لیکن اس کے باوجود بھوک لگنے لگی تھی۔ اور ہمیں کھانے پینے میں بہت لطف آیا تھا۔ روزانہ فرناز کے انداز سے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے درحقیقت وہ اپنے کسی بہت ہی قریبی دوست کے ساتھ تہران کی سیاحت کرنے کے لیے آئی ہوئی ہے۔ بہرحال میرے ذہن میں یہ تصور بیدار ہوا کہ آغا توقیر کی تلاش کے سلسلے میں میں کیا اقدامات کر سکتا ہوں۔ لڑکی تو خیر معصوم تھی، یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی گئی تھی اور مجھ سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ مجھے حالات میں اپنے لیے راستہ نکالنا ہے۔ اگر یہ باقاعدہ مجھ پر مسلط رہی تو پھر یہ [illegible] معصومانہ حرکتیں ہوتی رہیں گی۔ میں

ان معصومانہ حرکتوں میں کہاں تک اس کا ساتھ دوں گا خیر ابھی اس مسئلے میں کوئی جلد بازی نہیں تھی۔ مجھے گیونلہ آئے ہوئے یہاں وقت ہی کتنا گزرا تھا۔ خاصی سیر و سیاحت کرنے کے بعد ہم بالآخر ریو پلیس واپس پلٹ آئے۔ روزانہ فرناز بہت خوش تھی اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھ اس قسم کی سیاحت کرنے میں مجھے جتنا لطف آیا ہے، بیان نہیں کر سکتی۔ یہ دل چاہتا ہے کہ بس ملک ملک اسی طرح گھومتی پھروں۔"

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "آپ کو غالباً یاد نہیں رہا ہے مس روزانہ فرناز، کہ مجھے ایک خاص مقصد کے تحت آپ تک پہنچایا گیا ہے۔ اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اس مقصد کا آغاز ہو جائے۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"ہاں۔ نجانے کیوں بار بار میں سب کچھ بھول جاتی ہوں یا شاید اپنے آپ کو بھی۔"

"سب کچھ یاد رکھنا بے حد ضروری ہے۔ ملک ملک کی سیاحت کرنے کے بجائے اگر مجھے یہ تمام معلومات حاصل ہو جائیں کہ آغا توقیر ہمیں کہاں مل سکے گا۔ تو میں زیادہ مؤثر انداز میں کام کر سکتا ہوں۔"

"مگر یہ معلومات میں کہاں سے فراہم کروں؟ اگر ایسا ممکن ہوتا تو میں خود ہی آغا توقیر کو تلاش کر لیتی۔" بہرطور میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ سوچنے کے لیے میرے پاس اب بہت کچھ ہو گیا تھا۔ دن میں کافی سیر و سیاحت کی گئی تھی اور اب اس وقت کچھ تھکن سی محسوس ہو رہی تھی۔ چنانچہ وہ بھی آرام کرنے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور میں اپنے کمرے میں بیٹھا یہ سوچتا رہا کہ آخر یہ حماقتیں میں کب تک جاری رکھ سکوں گا۔ اسے سیر و سیاحت کرانے کے لیے تو مجھے یہاں نہیں بھیجا گیا تھا۔ ابھی میں ان سوچوں میں گم تھا کہ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور ایک دم ہی میرے ذہن میں وہ شخص آ گیا جس نے مجھے پہلی بار ٹیلی فون کیا۔ میں نے ٹیلی فون ریسیو کیا تو وہی آواز سنائی دی۔

"کہیے کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

"جھک مار رہا ہوں۔"

"اچھا مشغلہ ہے۔" دوسری طرف سے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔ اور پھر اس نے کہا۔

"میرے خیال میں تم بور ہو رہے ہو؟"

"کیا میں آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کرنے کی کوشش کروں؟"

"واہ۔ یہ کوشش میرے لیے حیرت انگیز ہو گی۔"

"تب پھر میں آپ کو مسٹر ڈگلس کہہ سکتا ہوں۔" دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر آواز سنائی دی۔

"نہیں، میں ڈگلس نہیں ہوں۔ لیکن ڈگلس کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ لڑکی نے اس سلسلے میں تمہیں تفصیلات بتائی ہوں گی۔ ان چکروں میں مت پڑو کہ یہ ڈگلس کون ہے، کیا ہے؟ یہ معلوم کرنا تمہارے لیے بالکل فائدہ مند نہیں ہو گا لیکن میں ایک رائے پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی۔"

"دراصل پروگرام میں کچھ تبدیلیاں کرنا ضروری ہو گئی ہیں۔ تم اگر مناسب سمجھو تو لڑکی سے الگ ہو جاؤ۔"

"میرے لیے اس میں کوئی غیر مناسب بات نہیں ہے۔"

"لیکن زیادہ دور نہیں بلکہ اس سے کچھ فاصلے پر رہ کر اس کی نگرانی کرو۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے ہٹ جانے سے وہ بہت دلبرداشتہ ہو جائے گی اور تمہیں جگہ جگہ تلاش کرے گی۔ لیکن اس سے ایک فائدہ ہو گا۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے جہاں تک اطلاعات موصول ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ آغا توقیر کے کچھ آدمی اس کی اور تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے تم اس سے الگ ہو جاؤ تو وہ پریشان ہو جائیں۔ اور اس کے تعاون میں سے کوئی سامنے آ جائے۔ ہمیں ایسے لوگوں کی اشد ضرورت ہے جو ہمیں آغا توقیر کی نشاندہی کر سکیں۔"

"یہ ساری باتیں تو بالکل ٹھیک ہیں جناب لیکن کیا آپ اپنا تعارف کرانا پسند کریں گے؟"

"میرے بارے میں بس اتنا ہی سمجھ لو کہ ہر حالت میں تمہارا ہمدرد ہوں اور تمہارے اور اس لڑکی کے مشن کی تکمیل چاہتا ہوں۔"

"مسٹر ہمدرد، کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ آپ مجھ سے ملاقات کریں۔"

"یقیناً۔ میں تم سے کسی نہ کسی وقت ضرور ملاقات کروں گا۔ لیکن اس وقت جب ہم کم از کم ایک مسئلے پر کام کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں کسی کے زیر تحت کام نہیں کرتا؟" میں نے کہا۔

"اوہو، اس سلسلے میں مجھے صرف اپنا مددگار اور معاون سمجھو۔ چاہو تو ماتحت بھی کہہ سکتے ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ کیونکہ میں بھی تنہا بہت سی معلومات فراہم نہیں کر سکتا۔ میں ابتدائی طور پر جو ذمہ داریاں میرے سپرد تہران میں کی گئی ہیں، انہی کی تکمیل کر رہا ہوں۔"

"ہوں، ٹھیک ہے۔ تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"دوست اس کا فیصلہ تم خود کر سکتے ہو۔ یہ میری صرف رائے ہے۔ ہو سکتا ہے اس سے ہمیں کچھ کامیابی حاصل ہو جائے۔"

"اوکے۔ میں کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔ اور اس کے بعد دوسری طرف سے آواز بند ہو گئی۔ یہ میرے لیے ایک اور فکر انگیز بات تھی۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں کہ روزانہ فرناز کے سلسلے جو امنگیں دل میں بیدار ہوئی تھیں وہ خود بخود سو گئی تھیں۔ اب اگر وہ مجھ پر پھر مسلط ہونے لگی تو خواہ مخواہ مجھے اخلاقیات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جبکہ میرے جیسے کسی شخص کے لیے اپنی تفریحات مہیا کر لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب روزانہ فرناز سے علیحدگی کیسے اختیار کی جائے۔ ویسے میں اسے اس انداز میں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ معصوم سی لڑکی تھی۔ کچھ کہہ دینا نہایت معیوب تھا۔ چنانچہ اس رات میں نے ڈنر کے دوران اس سے کہا۔

"مائی ڈیئر روزانہ فرناز، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہاں بہت لطف آ رہا ہے۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کی محبت سے بے پناہ خوش ہیں، لیکن میں ذرا مختلف انداز میں سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"اگر ہم دونوں یکجا رہ کر آغا توقیر کو تلاش کریں تو یہ مناسب نہیں ہو گا۔ میں یوں کرتا ہوں کہ اپنا کام اپنے طور پر جاری رکھتا ہوں اور تم اپنے طور پر۔ کم از کم یہ ہو گا کہ ہم لوگ ایک دوسرے کی نگرانی کر سکیں گے۔"

"مگر کیسے؟ آخر کیسے؟"

"تہران کی سیاحت تم تنہا کرو۔ میں تمہاری نگرانی کروں گا۔"

"اس سے کیا ہو گا؟"

"میں یہ دیکھوں گا کہ کہیں آغا توقیر کے آدمی تمہارے پیچھے تو نہیں لگے ہوئے۔ اگر ایسا ہے تو پھر ان میں سے کسی کو پکڑ لینا میرے لیے مشکل کام نہیں ہو گا۔ اور ہم ان سے یہ معلومات حاصل کر لیں گے کہ آغا توقیر کہاں چھپا ہوا ہے۔" روزانہ فرناز مجھے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سوچتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت نظر آئی اور اس کے بعد اس کے چہرے پر تجسس بیدار ہو گیا۔

"واقعی یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن ایک بات تو بتاؤ۔ کیا تم مجھ سے بالکل الگ ہو جاؤ گے؟"

"نہیں ۔ کچھ دن کی بات ہے۔ اگر ہمیں کوئی آج ہی مل جاتا ہے تو پھر ظاہر ہے ہم یکجا ہو کر کام کریں گے۔"

"تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میں کیا کروں؟"

"تم یوں کرو کہ اپنے طور پر سیر و سیاحت کرو اور میں اپنے طور پر۔"

"ہوں ۔ اچھی بات ہے۔ کل سے یہی سہی۔" اس نے کہا اور میں اس مشکل مرحلے سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ویسے چونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھے نہیں سونپی گئی تھی اور یہ میرا کام بھی نہیں تھا اس لیے مجھے یہ تشویش نہیں تھی کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آ سکتا ہے۔ دوسرے دن اس معاہدے کے تحت ہم دونوں الگ الگ باہر نکل گئے اور میں نے کچھ فاصلے سے روزانہ فرناز کا تعاقب شروع کر دیا۔ لیکن اس میں مجھے بہت زیادہ دلچسپی نہ محسوس ہوئی اور میں اپنے طور پر کام میں مصروف ہو گیا۔ روزانہ فرناز کی ٹیکسی کہیں آگے نکل گئی تھی۔ میں اپنی ٹیکسی سے اتر کر سڑک پر چہل قدمی کرنے لگا۔ یہاں وہی روایتی رونق نظر آ رہی تھی میں آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا کافی دور نکل آیا۔ پھر ایک چھوٹے سے پبلک پارک میں داخل ہو گیا جہاں زندگی کی رونقیں شباب پر تھیں۔ نوجوان جوڑے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گشت کر رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے خوبصورت بچے ادھر سے ادھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ خوانچے والے اور بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو زندگی کی ضروریات فروخت کر رہے تھے۔ میں پارک میں ٹہلتا رہا۔ پھر میں ایک گوشے سے نکل رہا تھا کہ دفعتاً میں نے ایک آدمی کو اپنی جانب نگراں دیکھا۔ وہ مجھے دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ دراز قامت اور خوبصورت لباس میں ملبوس شخص مقامی ہی معلوم ہوتا تھا۔ میں نے جب اس کی جانب دیکھا تو وہ پلٹ کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ اور یہ اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا کہ وہ میری نگرانی کر رہا ہے۔ اب یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دور سے میرے تعاقب میں آ رہا ہے یا یہیں پر متوجہ ہوا ہے لیکن جس انداز میں وہ مجھے دیکھ کر ٹھٹکا تھا، اس سے مجھے یہ احساس ہوتا تھا کہ اس نے اسی پارک میں مجھے دیکھا ہے۔ میں وہاں سے آگے بڑھ گیا اور پھر میں نے پلٹ کر اس شخص کو دیکھا تو وہ مجھے نظر نہیں آیا۔ بہر طور یہ بات ذہن میں ضرور رہی تھی۔

پھر شام کو تقریباً پونے آٹھ بجے میں واپس آیا تو روزانہ فرناز اپنے کمرے میں موجود تھی۔ میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ فوراً ہی آواز سن کر میرے پاس آ گئی۔ اس کے انداز میں وہی بچوں جیسی معصومیت تھی۔

"ہیلو ۔ !"

"جی ۔ کہو، کیسا رہا تمہارا دن؟"

"بس کوئی خاص بات نہیں، کل جو لطف آیا تھا وہ آج نہیں آیا۔ مگر مجبوری ہے کیا کیا جائے۔ ویسے میں نے کچھ اور مقامات کی سیاحت کی ہے۔ کیا تم میرا تعاقب کر رہے تھے؟"

"کچھ فاصلے تک ۔ تمہیں کوئی ایسی بات تو نہیں محسوس ہوئی جو حیران کن ہو؟"

"بالکل نہیں۔" میں نے دن بھر کا مشغلہ جو رکھا وہ بہت زیادہ مشکل نہیں تھا۔ وہ مجھے اپنے دن بھر کی تفصیلات بتانے لگی۔ رات کا کھانا ہم لوگوں نے ساتھ کھایا اور پھر روزانہ فرناز کو بمشکل تمام میں نے اس کے کمرے میں دھکیلا تھا۔ خوامخواہ ذہن خراب کرنے سے کیا فائدہ؟ تاہم اسے اس کے کمرے تک پہنچانے کے لیے میں خود ہی گیا تھا اور پھر کافی دیر تک اس سے بیٹھ کر باتیں کرتا رہا تھا۔ جب اس کی آنکھیں خمار آلود ہو گئیں تو میں نے اس سے اجازت طلب کی اور اس نے گردن ہلا دی۔

"تم دروازہ بند کر لو روزانہ۔"

"ہوں ۔" وہ اٹھی اور پھر اس نے دروازہ بند کر لیا۔ میں اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ پھر دروازہ کھول کر اندر پہنچا۔ لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر بستر پر لیٹنے ہی جا رہا تھا کہ دفعتاً ایک عجیب سا احساس ہوا۔ غالباً یہ میری چھٹی حس تھی۔ جس نے مجھ سے کچھ کہا تھا اور جو کچھ اس نے کہا تھا وہ یہ تھا کہ میرے کمرے میں میرے علاوہ اور کوئی بھی موجود ہے۔ میری نگاہیں ادھر ادھر بھٹکنے لگیں۔ سامنے لگی ہوئی الماری کے عقب میں اتنی جگہ موجود تھی کہ کوئی اس کے پیچھے چھپ سکتا تھا۔ ابھی میں کچھ سوچنے بھی نہ پایا تھا کہ الماری کے عقب سے دو افراد نکل آئے اور ان میں سے ایک وہی تھا جسے میں نے پارک میں دیکھا تھا۔ میں احمقانہ انداز میں مسہری پر پاؤں لٹکا کر بیٹھا ان کی شکلیں دیکھتا رہا اور میں نے بخوبی ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستول دیکھ لیے تھے جن کا رخ

میری جانب تھا۔ وہ شخص جسے میں نے پارک میں دیکھا تھا آگے بڑھا اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔

"اگر چیخنے کی کوشش کی تو گولی تمہارے حلق میں داخل ہو جائے گی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہ جملے اس موقع پر کہے ہی جاتے ہیں۔ میرے ہاتھ بلند کیے گئے اور اس کے بعد میرے لباس کی تلاشی لے ڈالی گئی۔ لیکن شب خوابی کے اس لباس میں کوئی چیز انہیں کہاں ملتی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے کھڑا کر دیا۔ دوسرے آدمی نے میرے عقب پر پہنچ کر پستول کی نال میری پشت سے لگا دی لیکن مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ان کی دوسری حرکت کیا ہو گی۔ میں دراصل ان کی ان تمام کارروائیوں کا جائزہ لے کر یہ اندازہ لگانا چاہ رہا تھا کہ وہ مجھ سے آخر کیا چاہتے ہیں۔ دفعتاً ہی مجھے کلوروفارم کی تیز بو اپنی ناک میں محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی عقب سے ایک ہاتھ آ کر میری ناک پر جم گیا تھا۔ ایک لمحے میں میں نے اپنے جسم کو سخت کر کے گردن جھٹکنے کی کوشش کی لیکن کم بخت کلوروفارم میں یہی خوبی ہے کہ ایک لمحہ سانس نہیں لینے دیتا۔ میرے ہوش و حواس رخصت ہو گئے تھے جس طرح اس وقت میں ان لوگوں کا شکار ہوا تھا، یہ میری زندگی کا بدترین واقعہ تھا ورنہ جدوجہد کر کے ان دو آدمیوں کو ٹھکانے لگانا میرے جیسے آدمی کے لیے کوئی مشکل کام نہ تھا۔ بہر طور اس کے بعد حواس قائم نہ رہے لیکن بے حواسی بھی بہت عرصے تک جاری نہ رہی۔ میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک دھندلی سی چھلی دیکھی۔ بدن کے نیچے بستر محسوس ہو رہا تھا لیکن گزرتے ہوئے واقعات بھی ذہن کے پردوں سے ٹکرا رہے تھے۔ میں نے اپنے نیچے کے بستر کو ٹٹولا اور چند ہی لمحات میں مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ میرے ہوٹل کا کمرہ نہیں ہے۔ میں فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دماغ میں ایک ہلکا سا چکر آیا تھا۔ کلوروفارم کی یہی خاصیت ہے کہ وہ بعد میں بھی اعصاب پر اثر انداز رہتا ہے اور اس وقت تک کلوروفارم میرے اعصاب پر اثر انداز تھا۔ بہر طور میں اسی طرح بیٹھا ہوا ان حالات پر غور کرتا رہا۔ اور یہ اندازہ لگاتا رہا کہ مجھے کیوں اغوا کیا گیا ہے۔

چند ہی لمحات کے بعد میں نے اپنے ذہن میں پُرسکون سی کیفیت محسوس کی۔ یقینی طور پر اس کام کا آغاز ہو گیا تھا جو میں خود چاہتا تھا۔ کم از کم کوئی تحریک تو پیدا ہوئی خوامخواہ ادھر ادھر بھٹکتے رہنے سے کیا فائدہ؟ ابھی میں یہ تمام باتیں سوچ رہا تھا کہ دفعتاً کمرے میں تیز روشنی پھیل گئی اور میری آنکھیں بند ہو گئیں لیکن میں کمرے میں کچھ اور لوگوں کے قدموں کی چاپ سن رہا تھا البتہ جب آنکھیں روشنی میں کھلنے کی عادی ہوئیں تو میں نے اپنے سامنے ایک اجنبی شخص کو دیکھا جو بہت خوبصورت سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کا چہرہ بہت ہی مکروہ تھا۔ قد و قامت میں بالکل بندروں جیسی کیفیت نظر آتی تھی۔ سر گنجا تھا۔ ہاتھ میں پستول دبا ہوا تھا۔ سامنے ہی ایک دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور وہ یقیناً اسی کھلے ہوئے دروازے سے بے آواز اندر آیا تھا۔ میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے پستول سے مجھے اشارہ کیا کہ میں کھڑا ہو جاؤں اور میں ایک تھکی تھکی سی سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے پستول سے ہی مجھے دروازے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ اور خود ایسی پوزیشن اختیار کر لی جس سے وہ پستول سے مجھے کور بھی کیے رہے اور میں کوئی حرکت نہ کرنے پاؤں۔

"کہاں جانا چاہتے ہو؟" میں نے سوال کیا اور اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ نجانے وہ گونگا تھا یا پھر بولنا پسند نہیں کرتا تھا۔

"اور اگر میں آگے نہ بڑھوں تو ۔؟"

اس نے پستول کے ٹریگر پر انگلی رکھی اور پستول والا ہاتھ سیدھا کر لیا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن تم لوگوں نے مجھے اغوا کر کے اچھا نہیں کیا ہے۔"

اس نے آنکھیں نکال کر پھر مجھے پستول سے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور میں آہستہ آہستہ دروازے سے باہر نکل آیا۔ وہ اتنا فاصلہ رکھ کر میرے پیچھے آ رہا تھا کہ اگر میں کوئی کوشش کرنا چاہوں تو وہ میری زد میں نہ آ سکے۔ ایک پتلی سی راہداری سے گزار کر وہ مجھے راہداری کے ایک موڑ پر لے آیا۔ اور پھر ایک کمرے کی جانب اشارہ کیا۔ میں نے خود ہی کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ وسیع و عریض کمرہ بلکہ ہال تھا۔ اور اس ہال میں چند نشستیں نظر آ رہی تھیں۔ کچھ عجیب سی کیفیت تھی یہاں کی۔ یہاں اندر تین آدمی اور موجود تھے۔ جو غالباً میرے استقبال کے لیے موجود تھے۔ ان تینوں نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

"براہ کرم، اس طرف آ جاؤ اور سنو، کوئی بھی ایسی کوشش نہ کرنا جس سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ ہماری یہی خواہش ہو گی کہ ہم تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ صرف اپنے ایک خیال کی

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے سرد نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے مخاطب کیا تھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"میں ایک سیاح ہوں اور یہاں بغرضِ سیاحت آیا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے اغوا کرنے کا مقصد کیا ہے۔"

"نہ تم سیاح ہو اور نہ بغرضِ سیاحت یہاں آئے تھے، جو کچھ بھی ہو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اور ہم یہی معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تم کون ہو۔ اس طرف آجاؤ اور اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔" انہوں نے کہا اور میں نے چند لمحات سوچنے کے بعد کرسی کی جانب رُخ کر لیا۔ کرسی مخصوص ساخت کی بنی ہوئی تھی۔ میں اس پر بیٹھا تو دفعتاً ہی اس کے ہتھوں پر سے دو ہک ابھرے اور میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیوں کی طرح پڑ گئے۔ انہوں نے مجھے قید کر دیا تھا۔ بہرطور میں نے اس بات پر کسی جدوجہد کا اظہار نہیں کیا۔ اور خاموشی سے ان کی کارروائیوں کو دیکھنے لگا۔ کرسی کچھ اس قسم کی تھی جیسے ہیئر ڈریسرز کے ہاں ہوتی ہے جس پر بیٹھ کر بال کٹوائے جاتے ہیں۔ نجانے وہ کیا کرنا چاہتے تھے۔ ابھی تک میں نے کسی جدوجہد کا آغاز نہیں کیا تھا۔ اور صرف ان کی کارروائیاں دیکھنا چاہتا تھا۔ ویسے ذہن کے گوشوں میں اب کچھ خیالات آتے جا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے انہیں میری شخصیت پر شبہ ہو گیا ہو بدقسمتی تو یہ تھی کہ کوئی صورتحال ہی معلوم نہیں تھی۔ ایسی اتفاقی باتیں ذہن تک پہنچی تھیں جن کا کوئی سر پاؤں نہیں تھا۔ خود شہباز احمد صاحب نے بھی یہی الفاظ کہے تھے کہ اس بار ایک ایسا کھیل پھیر دکھایا جا رہا ہے جس کا کوئی سر پاؤں نہیں ہے۔ بہرطور یہ بھی ایک تجرباتی منزل تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ وہ تینوں آدمی مصروف ہو گئے جو اس ہال نما کمرے میں موجود تھے۔ ایک مشین کو گھسیٹ کر میرے چہرے کے سامنے لایا گیا۔ عجیب و غریب قسم کی مشین تھی۔ میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ یہ کیا چیز ہے۔ اس کے بعد عقب سے کسی نے میرے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر میری گردن کرسی کی پشت سے لگا دی اور پھر ایک چمڑے کا تسمہ میری پیشانی سے کس دیا گیا جس سے میرا چہرہ بالکل پیچھے جا لگا۔ دوسرے آدمی مشین پر عمل کر رہے تھے۔ اور مشین کا ایک خاص قسم کا حصہ میرے چہرے کے عین سامنے آ گیا تھا۔ پھر دفعتاً ہی ان میں سے ایک شخص نے مشین کا ایک بٹن دبایا اور سفید رنگ کے پانی جیسی ایک پھوار اس سے نکلی جس نے میرے چہرے کو بھگو دیا۔ عجیب سی ٹھنڈی ٹھنڈی سی کیفیت تھی۔ میری آنکھیں تو خود بخود بند ہو گئی تھیں لیکن ان میں تکلیف کے آثار بھی نہیں تھے۔ وہ پھوار دیر تک میرے چہرے پر پڑتی رہی اور اب میرے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ ہوا کہ وہ میرے چہرے پر میک اپ تلاش کر رہے تھے۔ حالانکہ شہباز احمد خان نے جو کوششیں کی تھیں ان کے بارے میں مجھے اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ بہت مستحکم ہیں۔ میک اپ کے جدید ترین طریقے کو استعمال کیا گیا تھا لیکن ہر چیز کا توڑ موجود ہوتا ہے۔ اور اب مجھے یہ اندازہ لگانا تھا کہ ان لوگوں کو کس حد تک کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔ اور اب شاید اپنے اس عمل کا ردعمل دیکھنا چاہتے تھے۔ تقریباً دس منٹ اسی طرح گزر گئے۔ اس کے بعد مجھے اپنے چہرے پر کچھ عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی۔ یوں لگتا تھا جیسے پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے میرے چہرے سے اُتر رہے ہوں۔ پلاسٹک میک اپ کو اتارنے کے لیے جو چیزیں انہوں نے استعمال کی تھیں، وہ جدید ترین تھیں میں ہاتھ ہلا نہیں سکتا تھا کہ اپنے چہرے کو ٹٹول کر دیکھ سکوں لیکن اندازہ یہی تھا کہ وہ اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ خود بھی میرے چہرے پر اپنے اس عمل کا ردعمل تلاش کر رہے تھے اور پھر ان میں سے وہ جو میرے چہرے پر اپنے اس عمل کا ردعمل تلاش کر رہے تھے اور پھر ان میں سے وہ جو میرے سامنے کھڑا ہوا تھا، مسکرایا۔ اس نے کامیابی کی نگاہ سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔ اور اس کا ساتھی ایک بڑا سا تولیہ لے کر میرے قریب پہنچ گیا۔ تب میرے چہرے کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا گیا اور پلاسٹک کے وہ ٹکڑے میں نے تولیے میں لپٹے ہوئے دیکھے جو میرے چہرے پر تھوڑی دیر پہلے موجود تھے۔ گویا میرا اصل چہرہ ان کے سامنے آ گیا تھا پھر انہوں نے ایک دوسرے کو اشارے کیے اور اس کے بعد میرے ہاتھوں سے وہ کلیمپ نکال دیئے گئے۔ جو کرسی کے ہتھوں سے بندھے ہوئے تھے۔ پھر دو آدمیوں نے بازوؤں سے پکڑ کر مجھے اٹھایا اور ان میں سے ایک پستول تانے میرے پیچھے چلنے لگا۔ مجھے ایک دوسرے کمرے میں لایا گیا۔ یہاں بہت معمولی سا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ ایک بستر چند کرسیاں اور بس۔ لوہے کی ایک الماری ایک گوشے میں رکھی ہوئی تھی۔ مجھے انہوں نے بستر پر دھکیل دیا۔ پستول بردار بدستور پستول کا رُخ میری جانب کیے ہوئے تھا۔ اس طرح اب ان کی تعداد چار ہو گئی تھی۔ میں نے سوچا کہ صورتحال بالکل مختلف ہو گئی ہے اور اب میں اپنا عمل جاری نہ رکھ سکوں گا۔ جس کے تحت اب تک کام کرتا

Uploaded By Nadeem

رہا ہوں۔ مجھے اپنی اصل شخصیت میں واپس آنا پڑے گا۔

پھر وہ شخص جو پہلی بار مجھے ہوٹل میں ملا تھا، میرے سامنے آیا اور اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"اور اب تم اپنے بارے میں بتاؤ گے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

"کیا تم مجھے چائے نہیں پلاؤ گے؟"

"ہم تمہیں جو کچھ بھی پلائیں گے اس کا اندازہ تمہیں تھوڑی دیر کے بعد ہو جائے گا لیکن سب سے پہلا کام یہ کرو کہ تم فوری طور پر اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا دو۔"

"میرے بارے میں تفصیل جاننا تمہارے حق میں بہتر نہیں ہوگا دوستو۔" میں نے جواب دیا۔

"ہمارے لیے کیا بہتر ہوگا۔ اور کیا بہتر نہیں ہوگا اس کا فیصلہ صرف ہم کر سکتے ہیں۔ ہاں تم ذرا یہ تو بتاؤ وہ لڑکی کون تھی تمہارے ساتھ؟"

"غالباً تم روزانہ نازک کی بات کر رہے ہو؟"

"وہ جو کوئی بھی ہے تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟"

"ذاتی باتیں کسی کو بتائی نہیں جاتیں اور پھر تم اس طرح مجھے اغوا کر کے میرے بارے میں یہ تفصیلات معلوم کرنے کا حق بھی نہیں رکھتے۔ میں ایک بار پھر تمہیں وارننگ دے رہا ہوں کہ میرے بارے میں جاننے کی کوشش نہ کرو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ زبان کھلوانے کے لیے ہمیں وہی طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا جو عام لوگوں کے ساتھ کیے جاتے ہیں۔ ہماری خواہش تھی کہ ہم تم پر کوئی تشدد نہ کرتے لیکن اگر تم اسی سے خوش ہو تو تمہاری مرضی۔ دیکھو تمہیں اپنے بارے میں مکمل تفصیل بتانا ہوگی — یہ بتانا ہوگا کہ اس لڑکی سے تمہارا کیا تعلق ہے اور یہ بھی بتانا ہوگا کہ وہ تم سے کیا کام لینا چاہتی ہے؟"

"میں ایک بار پھر تم سے کہہ رہا ہوں اور شاید آخری بار کہ تم مجھ سے اس بارے میں کوئی سوال مت کرو۔ بہتر یہ ہے کہ باہر جانے کا راستہ مجھے بتاؤ ورنہ اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔" پستول والے نے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ ایک بار پھر میرے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے مجھے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کیا لیکن بس یہی ان کی غلطی تھی جو وارننگ میں انہیں دے چکا تھا، اس پر انہوں نے غور نہیں کیا تھا۔ ہاتھ بھی کھول دیئے تھے اور اس کے بعد اس بات سے مطمئن تھے کہ میرے سینے پر پستول تنا ہوا ہے لیکن جب ان کی گردنیں میرے ہاتھ کے شکنجے میں آئیں اور ان کے سر آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرائے تو انہیں لطف ہی آ گیا۔ پستول والے نے چیخ کر کہا۔

"خبردار۔ خبردار۔ کچھ کہنے سے پہلے ہم تمہیں گولی مارنا نہیں چاہتے ورنہ۔" لیکن اس ورنہ سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ کیونکہ وہ دونوں آدمی جن کے سر میں نے آپس میں ٹکرائے تھے ایک دم سے جھولنے لگے۔ اور اس وقت گھوم کر میں نے ان میں سے ایک کے سینے پر لات رسید کی۔ انداز جچا تلا تھا چنانچہ وہ اُچھل کر پستول بردار پر جا گرا۔ اور اس کے بعد میرے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ میں انتظار کرتا رہتا۔ میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور پستول والے کو رگیدتا ہوا دور تک لے گیا۔ اس کے بعد پستول اس کے ہاتھ میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لڑائی کا انداز کچھ اس قسم کا ہو گیا تھا کہ میں بھی سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ بس اب جبکہ میں نے ان پر حملہ کر دیا تھا میری خواہش تھی کہ ان میں سے کوئی اس قابل نہ ہونے پائے کہ مجھ پر کوئی کاری وار کر سکے۔ چنانچہ میں نے ان میں سے ایک کا گریبان پکڑ کر اسے پوری قوت سے گھمایا اور دیوار کی طرف اچھال دیا۔ وہ اس قوت سے دیوار سے ٹکرایا کہ اس کا سر خربوزے کی طرح کھل گیا۔ وہ ایک تیز چیخ کے ساتھ نیچے آ گرا۔ باقی تینوں اب صورتحال کا اندازہ لگا چکے تھے۔ اور انہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ مجھ پر قابو پانا مشکل ہے۔ جسمانی طور پر میں ان تینوں سے کہیں زیادہ طاقتور تھا لیکن وہ کیونکہ تعداد میں زیادہ تھے اس لیے اس بات سے مطمئن کہ کسی نہ کسی طرح مجھ پر قابو پا لیں گے۔ البتہ ان کی یہ کوشش ان کے لیے بڑی مہلک ثابت ہو رہی تھی۔ جو بھی مجھے ہاتھ لگتا وہ پھر اس قابل نہ رہتا کہ دوبارہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکے اور چند ہی لمحات کے بعد میں نے ان کے حلیے درست کر کے رکھ دیئے۔ مجھے خدشہ تھا کہ عمارت میں ان چار کے علاوہ اور کوئی موجود نہ ہو چونکہ یہاں اچھا خاصا ہنگامہ ہو گیا تھا اور آوازیں اس قدر بلند ہوئی تھیں کہ باہر سے مداخلت کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس خطرے کے پیشِ نظر میں نے وہ پستول اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا جو اس شخص کے ہاتھ سے گرا تھا۔ پستول کے چیمبر بھرے ہوئے تھے اور مجھے یقین تھا کہ اب اگر کوئی باہر سے گھس آیا — تو میں اس پر آسانی سے قابو پا سکوں گا۔ لیکن باہر کوئی آہٹ نہیں سنائی دی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان چار افراد کے علاوہ باہر کوئی اور موجود نہیں ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور ان چار میں سے ایک تو آہستہ آہستہ دم توڑ ہی چکا تھا، وہ جسے میں نے دیوار سے ٹکرا دیا تھا۔ اس کی چوٹیں اس قدر شدید تھیں کہ وہ دوبارہ سانس نہ لے سکا۔ لیکن وہ تینوں زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے سانس دھونکنی کی طرح چل رہے تھے اور اندازہ ہو رہا تھا کہ اب وہ اٹھ نہیں پائیں گے۔ ان میں سے ایک نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب پتا نہیں وہ بے ہوش ہو گیا تھا یا بے ہوش ہونے کی اداکاری کر رہا تھا تاکہ مزید مار نہ کھا سکے البتہ وہ دو افراد اب بھی ہوش کے عالم میں تھے اور اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ بار بار گردن جھٹک رہے تھے۔ آنکھیں بھینچ رہے تھے، کھول رہے تھے۔ میں نے ان کے گریبان پکڑ کر انہیں بھی کھڑا کر دیا اور پھر کچھ جگہ انہوں نے لی تھی وہ اس مسہری پر بیٹھ گئے جہاں چند لمحات قبل میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے ان سے کہا۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میرے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ میرے بار بار وارننگ دینے کے باوجود تم لوگ ہوش میں نہیں آئے۔ اور اب تمہیں یہ بتانا پڑے گا کہ تم کون ہو؟"

ان کے چہرے پر خوف کے آثار منجمد تھے اور وہ بے حد سراسیمہ نظر آتے تھے۔ میں نے اچھی طرح یہ اندازہ لگا لیا کہ عمارت میں ان کا مددگار اور کوئی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ یقینی طور پر کوئی ایسی حرکت کرتے جس سے ان کے مددگار ان کی جانب متوجہ ہوتے۔ میں نے پستول کا رخ ان کی طرف کیا اور کہا۔

"ان دونوں میں سے ایک تو مر چکا ہے اور دوسرا یقینی طور پر موت کے قریب ہے اور اگر نہیں ہے تو میں بہرطور اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن تم دونوں کے بارے میں میں نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے کہ تمہارے سلسلے میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ان کے چہرے پر خوف کے آثار مزید گہرے ہو گئے اور پھر ان میں سے ایک نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، اس کا اندازہ ہمیں اچھی طرح ہے لیکن کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ ہم صرف کرائے کے آدمی ہیں؟"

"میں جانتا تھا کہ اس کے بعد تم یہی سب کچھ کہو گے۔ اور اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کرو گے لیکن جیسا کہ تم نے ابھی اعتراف کیا کہ تم اس مسئلے میں باقاعدہ ملوث تھے۔ مجھے جو نقصان پہنچا ہے اور میرے لیے جو کارروائی ہوئی ہے، اس کا نتیجہ کیا ہوگا، یہ تم خود بھی اچھی طرح جانتے ہو۔ مجھ پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت کروں یا تمہیں زندہ چھوڑ دوں۔ ہاں سودا کیا جا سکتا ہے۔ تم خواہ کسی بھی حیثیت کے مالک ہو، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں تمہیں زندہ چھوڑ سکتا ہوں مگر صرف اس شکل میں کہ تم مجھے تمام صورتحال بتا دو۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی پھر دوسرا آدمی بولا۔

"اور جو کچھ ہم بتائیں گے تم اس پر یقین کر لو گے؟"

"اس کا فیصلہ صرف مجھ پر چھوڑ دو۔ جہاں یقین کرنے والی بات ہوگی میں یقین کر سکتا ہوں۔ اور سنو یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس عمارت میں اس وقت تم چاروں کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا بھی وسوسہ مت رکھنا کہ مجھے بیرونی طور پر کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے چنانچہ میں جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہوں، آسانی سے کر ڈالوں گا۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"دراصل ہم میڈم صولت جمال کے ملازم ہیں اور انہی کے لیے یہ سارے کام کر رہے ہیں۔"

"میڈم صولت جمال کون ہیں؟"

"تہران کی ایک معزز شخصیت۔ تم جہاں سے چاہو ان کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ میڈم صولت جمال کو تلاش کر لینا تمہارے لیے مشکل کام نہیں ہوگا۔ اور یہ کام ہم نے صرف یہ سوچ کر لیا ہے کہ اب ہمارا تہران رہنا ممکن نہیں ہے۔"

"مطلب؟"

"جب میڈم صولت جمال کو یہ بات معلوم ہوگی کہ تمہارے مسئلے میں ہم چاروں ناکام ہو گئے ہیں تو ہماری زندگی ویسے بھی ممکن نہیں ہے۔ اگر تمہارے ہاتھوں سے ہمیں نجات مل گئی تو ہم پہلا کام یہی کریں گے کہ تہران چھوڑ کر کہیں اور نکل جائیں۔"

"کیا صولت جمال اتنی ہی خطرناک عورت ہے؟"

"اس سے بھی کہیں زیادہ۔ تم تصور نہیں کر سکتے۔"

"ہوں۔ اور یہ دونوں؟"

"یہ ہمارے ساتھی ہیں۔ وہ شخص ہمارا کنٹرولر ہے۔ اس نے اس شخص کی جانب اشارہ کر کے کہا جو اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔

"تمہاری ذمہ داریاں کیا کیا تھیں؟"

"اس شخص کی ہدایت پر ہم لوگ کام کر رہے تھے اور

اس نے ہم سے یہ کہا تھا کہ تم جو کچھ نظر آتے ہو، وہ نہیں ہو۔ وہ بہت ذہین آدمی تھا اور اسے یہ تمام چیزیں اس لیے فراہم کی گئی تھیں کہ وہ تمہارے چہرے پر میک اپ تلاش کرے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ تم میک اپ میں ہو اور تمہاری شخصیت اس سے بالکل مختلف ہے تو پھر تم سے یہ معلومات حاصل کی جائیں کہ تم کون ہو۔ اور یہ تمام معلومات اسے میڈم صولت جمال کو پہنچانا تھیں۔"

"ہوں۔ میڈم صولت جمال کے بارے میں اور کچھ بتا سکتے ہو؟"

"اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ وہ ایران کی ایک معزز خاتون ہیں۔ شاہی خاندان سے ان کا تعلق ہے اور وہ کیا کرتی ہیں یہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔"

"آغا توقیر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"آغا توقیر؟" ان دونوں نے ایک بار پھر ایک دوسرے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"ہاں آغا توقیر۔"

"یقین کرو یہ نام ہم نے پہلی بار سنا ہے۔"

میں کچھ دیر سوچتا رہا۔ ظاہر ہے تمام تر معلومات ان لوگوں سے حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ بہرطور اب یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ان کا کیا کیا جائے۔ صولت جمال کا تذکرہ سامنے آیا تھا۔ دیکھ لینا تھا کہ یہ کیا شخصیت ہے۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ اس وقت بھی جھوٹ بول رہے ہوں۔ میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ میں اس جھوٹ کو صحیح انداز میں شناخت کر سکتا۔ چنانچہ اب صرف ایک ہی بات تھی یا تو ان تینوں کو بھی ہلاک کر دوں لیکن بے مقصد ہلاکت میرے لیے مشکل تھی۔ ان لوگوں کو مارنے کا کوئی جواز نہیں تھا حالانکہ یہ خطرہ تھا کہ اب یہ مجھے میری اصل شکل میں دیکھ چکے ہیں اور ظاہر ہے اس کے بعد جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہی نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے صولت جمال سے ان کا دوبارہ تعلق قائم ہو جائے اور اس کے بعد ان کی جان بخشی اس شکل میں کر دی جائے کہ یہ دوبارہ مجھے تلاش کر کے صولت جمال کو اس کی اطلاع دیں بشرطیکہ صولت جمال کا کوئی وجود ہو۔ اپنے طور پر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ ایک شخص تو اپنی حماقت کا شکار ہو چکا ہے لیکن ان تینوں کی زندگی لینا مناسب نہیں ہے۔ البتہ انہیں بے ہوش کرنا ضروری تھا چنانچہ پستول کے دستے نے یہ کام کر دکھایا۔ ان کے سر کی پشت پر بڑے بڑے زخم پڑ گئے اور اس کے بعد میں وہاں سے نکل آیا۔ عمارت وسیع اور کشادہ تھی۔ ایک لمحے کے لیے میرا دل چاہا کہ کم از کم اس عمارت کی تلاشی لے کر یہ معلومات حاصل کروں کہ درحقیقت صولت جمال کوئی شخصیت رکھتی ہے یا صرف ایک فریب ہے۔ لیکن عمارت کے چند کمروں کی تلاشی لینے پر بھی مجھے کوئی ایسی چیز نہ ملی جو کارآمد ہوتی۔ یہاں اعلیٰ درجے کا فرنیچر اور قیمتی ساز و سامان موجود تھا اور یہ ایک آراستہ ترین عمارت کہی جا سکتی تھی لیکن ایسی کوئی چیز یہاں دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی جس کی چابی اگنیشن میں لگی ہوئی تھی۔ میں نے اسی کو غنیمت جانا اور اس کے بعد کار اسٹارٹ کر کے عمارت سے باہر نکل آیا لیکن زیادہ دیر تک میں اس کار کو اپنے استعمال میں نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ اس کی نشاندہی کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ ایک بھری پری سڑک پر فٹ پاتھ کے کنارے اسے چھوڑا، ایک اسٹور میں داخل ہوا۔ اور اس کے بعد وہاں سے کچھ معمولی اشیاء کی خریداری کر کے باہر نکل آیا۔ ایک بے مقصد سا کام تھا لیکن یہ اشیاء میرے لیے اس لیے ضروری تھیں کہ اب میری شخصیت اچانک ہی تبدیل ہو چکی تھی اور میں ایک نئی شکل میں تھا۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اب روزانہ فرناز کے سامنے اس انداز میں جانا ممکن نہیں تھا کیونکہ ظاہر ہے وہ مجھے نہیں پہچانے گی اور دوبارہ اپنے آپ پر وہ میک اپ کرنا میرے لیے انتہائی مشکل تھا۔ مسئلہ بڑا پیچیدہ ہو گیا تھا۔ لیکن اب اس ٹیڑھے مسئلے کو سنبھالنا بھی میرے لیے انتہائی ضروری ہو گیا تھا۔ البتہ روزانہ فرناز کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ جو اشیاء میں نے خریدی تھیں۔ اس میں چند لباس کے جوڑے، ایک سوٹ کیس، شیونگ وغیرہ کا سامان یعنی تمام چیزیں موجود تھیں۔ اور اس کے بعد ہوٹل ریو پیلس میں دوسرا کمرہ حاصل کرتے ہوئے مجھے دقت پیش نہیں آئی البتہ یہ کمرہ میں نے خصوصی طور پر روزانہ فرناز کے کمرے کے بالکل سامنے لیا تھا۔ روزانہ فرناز کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں نے اندر اس کی موجودگی کو محسوس کیا تھا۔ وہ ہوٹل میں ہی تھی۔ بڑا مشکل مرحلہ پیش آ گیا تھا۔ اب میں اس سے حارث پاشا کی حیثیت سے دوبارہ ملاقات نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس طرح میرے کام میں کافی مشکلات پیش آ گئی تھیں۔ لیکن بہرطور روزانہ فرناز کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا کیونکہ تمام معاملات اسی سے وابستہ تھے۔ اس کے علاوہ میں نے دل میں یہ بھی سوچا کہ اب فوری طور پر کوئی جدوجہد مناسب نہیں ہے۔ پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ ان لوگوں کے چنگل سے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکل آنے پر رد عمل کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے ظاہر ہے جس طرح مجھے پکڑا تھا اس سے انہیں اس کا اندازہ ہوگا کہ میں کون ہوں۔ اب میرے نکل آنے کے بعد یہ بھی دیکھنا تھا کہ ان کا آئندہ قدم کیا ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ان دونوں آدمیوں نے کہا تھا وہ اس سلسلے میں کوئی جدوجہد کرتے ہیں یا پھر واقعی یہاں سے نکل بھاگتے ہیں۔ اس کے علاوہ صولت جمالی کا نام بھی میرے ذہن میں موجود تھا لیکن صولت جمال کے سلسلے میں کچھ کرنے سے پہلے میں آرام کرنا چاہتا تھا۔

وہ رات، دوسرا دن اور پھر تیسری رات میں نے پرسکون طریقے سے ہوٹل میں اپنے کمرے ہی میں گزاری۔ البتہ روزانہ فرناز کے سلسلے میں، میں نے خاصا اہتمام کیا تھا۔ اور اس کے ہر قدم کی نگرانی کر رہا تھا۔ روزانہ فرناز کی پریشانیاں عروج پر پہنچی ہوئی تھیں اور اس کا اندازہ میں اس کے چہرے پر موجود بے چینی دیکھ کر لگا سکتا تھا۔ ویسے وہ ہوٹل سے باہر نہیں گئی تھی۔ البتہ نچلی منزل میں میرے کمرے کے اس نے بہت سے چکر لگائے تھے۔ اور میں نے اچھی طرح اس کا جائزہ لیا تھا کہ وہ بے حد پریشان ہے۔ یہ پریشانی فطری حیثیت رکھتی تھی کیونکہ روزانہ فرناز کو میرے گم ہو جانے سے بڑی تاریکی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ اور پھر تیسرا دن بھی گزر گیا اور رات ہوگئی۔ رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ اس دن میں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں بہت دیر تک وہاں کے لوگوں سے لطف اندوز ہوتا رہا تھا۔ روزانہ فرناز کو بھی میں نے ایک میز پر دیکھا تھا اور اس کے بعد جب وہ وہاں سے اٹھ کر چلی تو میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی لیکن اس چوڑے شانوں والے شخص کو میں نظر انداز نہیں کر سکا تھا جس کے چہرے پر اچھی خاصی گھنی داڑھی تھی اور آنکھوں پر ایک بہت ہی قیمتی فریم کی عینک لگی ہوئی تھی۔ بڑا خوش پوش آدمی تھا۔ عمر پینسٹھ ستر سال سے کم نہیں ہوگی لیکن بڑی اچھی جسمانیت رکھتا تھا۔ میں نے صاف محسوس کر لیا کہ وہ روزانہ فرناز کو نظروں میں رکھے ہوئے ہے۔ میں نے بغور اس کا جائزہ لیا اور پھر اس جگہ تک اس کا تعاقب کیا جہاں روزانہ فرناز کا کمرہ تھا۔ میں اب اس بات سے پوری طرح متفق ہو گیا تھا کہ یہ شخص روزانہ فرناز کی نگرانی کر رہا ہے۔ اور کچھ دیر کے بعد جب روزانہ فرناز اپنے کمرے میں داخل ہوگئی تو اس نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں مستعد ہو گیا۔ یہ کام انتہائی خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے روزانہ فرناز کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ بہرطور دروازہ کھلا اور وہ شخص اندر داخل ہو گیا۔ میں فوراً ہی کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ حالانکہ یہ خطرناک بات تھی لیکن اس کے باوجود میں کئی ہولے سے دروازہ بجانے لگا۔ اندر کا منظر ذرا اطمینان بخش تھا۔ کیونکہ روزانہ فرناز اس شخص کے سامنے سسک سسک کر رو رہی تھی۔ اور وہ محبت بھرے انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک نام ابھرا، انکل ڈگلس۔ روزانہ فرناز نے اس شخص کے بارے میں مجھے جو تفصیلات بتائی تھیں ان سے یہی اندازہ ہو سکتا تھا کہ یہ شخص اس کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ تاہم اس کے باوجود میں دیر تک جائزہ لیتا رہا اور اس کے بعد جب اپنے کمرے میں پہنچا تو تب بھی میں دروازے سے نہ ہٹا بلکہ دوسرے کمرے پر نگاہیں جمائے رہا۔ اور یہ کام مجھے ایک گھنٹے تک جاری رکھنا پڑا تھا۔ ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد وہ شخص وہاں سے برآمد ہوا۔ روزانہ اسے دروازے تک چھوڑنے آئی اور اس کے بعد وہ اسے خداحافظ کہہ کر چلا گیا۔ میرے ذہن میں یہ تجسس جاگ اٹھا تھا کہ انکل ڈگلس اگر یہاں تک آپہنچا ہے تو اس نے اب روزانہ فرناز سے کیا کہا۔ اور اس کا حل فوراً ہی میرے ذہن میں آگیا۔ چنانچہ میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے چل پڑا۔ میں نے اس شخص کو ایک پیلے رنگ کی کار میں بیٹھ کر پارکنگ لاٹ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا پھر میں اس پبلک کال بوتھ کے قریب پہنچ گیا جو ہوٹل کے احاطے میں تھا۔ اس کال بوتھ سے میں نے پہلے کاؤنٹر سے اور پھر روزانہ فرناز سے رابطہ قائم کر لیا۔ اور چند لمحات کے بعد روزانہ فرناز کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"حارث پاشا بول رہا ہوں۔"

"اوہ میرے خدا۔ حارث۔ حارث تم کہاں چلے گئے؟ کیا ہوا تمہارے ساتھ؟ خیریت تو ہے ناں؟ میں تمہارے لیے کس قدر پریشان ہوں، کیا تم اس بات کو جانتے ہو۔ آخر تم کہاں غائب ہو؟"

"تم نے بہت سارے سوالات ایک ساتھ کر ڈالے۔ روزانہ، میں یوں سمجھ لو کہ تمہارے ہی کام میں مصروف ہوں۔"

"لیکن کہاں۔ آخر کہاں؟۔ اور اس طرح بتائے بغیر؟"

"بس یوں سمجھ لو، یہ انتہائی ضروری تھا۔ اگر میں ان اوقات میں تمہارے ساتھ ہوتا تو یقیناً تمہاری زندگی کے لیے سخت خطرات پیش آسکتے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

"تمام تفصیل تو فون پر نہیں بتا سکتا اور ابھی تم سے ملاقات بھی نہیں کر سکتا لیکن یوں سمجھ لو تمہاری لمحہ لمحہ نگرانی کر رہا ہوں اور تمہارے دشمنوں کو نگاہوں میں رکھے ہوئے ہوں!"

"میرے دشمن؟"

"ہاں، تمہارا کیا خیال ہے، تمہارا کوئی دشمن نہیں ہے؟"

"یقین کرو اب سے کچھ دیر پہلے مجھے معلوم نہ تھا کہ کوئی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کر سکتا ہے مجھے تو بس آغا توقیر کی تلاش تھی جو مجھے میری منزل تک پہنچا دے، کم از کم مجھے یہ بتا دے کہ میں کون ہوں۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں اور کوئی تصور نہیں تھا۔ لیکن۔ لیکن۔"

"ہاں لیکن کیا؟"

"تمہیں یہ بات بتانا بھول گئی میں کہ اب سے کچھ دیر پہلے انکل ڈگلس نے مجھ سے ملاقات کی ہے۔ وہ یہاں ایران آپہنچے ہیں۔"

"اوہو۔ انکل ڈگلس۔"

"ہاں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ انکل ڈگلس یہاں تک آجائیں گے۔ لیکن وہ آگئے ہیں۔ میں نے انہیں تمام صورتحال بتا دی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر تو ہوئی ہے جب وہ یہاں سے گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے بڑی تسلی دی ہے۔ اور کہا ہے کہ ان کے آدمی میری نگرانی کرنے پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ مجھے یہاں کچھ خطرات بھی پیش آسکتے ہیں۔"

"یہ بات تو پہلے بھی ہو سکتی تھی۔ میرا مطلب ہے کہ تمہارے سلسلے میں انہیں خطرات کا احساس کب ہوا؟"

"بس یوں سمجھ لو انہوں نے مجھے کوئی تفصیل نہیں بتائی۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ میں خطرات میں گھری ہوئی ہوں اور یقین کرو اب مجھے بھی خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ براہ کرم تم میرے پاس آجاؤ۔ جب تم میرے پاس تھے تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری بھرپور حفاظت کے لیے کوئی موجود ہو۔ لیکن اب۔ اب میں اپنے آپ کو بڑا تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ میں اتنی پریشان ہوں تمہارے لیے دو تین دن سے کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بس مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میرا کوئی بہت ہی قریبی دوست ساتھی، عزیز مجھ سے بچھڑ گیا ہے۔ آخر تمہیں ایسی کیا مشکل پیش آگئی کہ تم نے اپنا کمرہ بھی چھوڑ دیا اور تمہارا سامان وغیرہ بھی یہیں موجود ہے۔ تم اپنا کام کیسے چلا رہے ہو؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ کام چل ہی رہا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح مجھے آسانی ہو جائے گی اور آغا توقیر کی تلاش میں کافی مدد بھی مل سکتی ہے۔"

"تو کیا تم ان کے راستے پر لگ گئے ہو؟"

"کسی حد تک، حالانکہ ابھی کام بہت ہے لیکن یوں سمجھ لو کہ ہو سکتا ہے بہت جلد میں تمہیں خوشخبری سناؤں۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے تمہارے ساتھ بھی مجبوری پیش آگئی ہے۔"

"ظاہر ہے ورنہ تمہیں ایک لمحے نہ چھوڑتا۔"

"تو پھر کب آؤ گے میرے پاس؟"

"ہو سکتا ہے کافی وقت لگ جائے لیکن تمہیں انتہائی احتیاط کے ساتھ اپنا کام جاری رکھنا ہے۔ ویسے انکل ڈگلس اور کیا کہہ رہے تھے تم سے؟"

"تمہارے بارے میں پوری تفصیلات معلوم کر رہے تھے۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ تم اتنے عرصے سے غائب ہو۔ بہت تشویش کا شکار ہو گئے لیکن کہنے لگے کہ جس شخص کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے وہ بہت ہی ذہین انسان ہے اور حارث پاشا یقیناً اس اہمیت کا حامل ہے کہ وہ آغا توقیر کو تلاش کر لے۔ لیکن اس کی گمشدگی انکل ڈگلس کے لیے پریشان کن ہے۔"

"انکل ڈگلس سے اب تمہارا رابطہ کس طرح قائم ہوگا؟"

"وہ مجھے فون کریں گے۔ ویسے مجھے اپنا فون نمبر بھی دے گئے ہیں۔"

"کیا تم مجھے ان کا فون نمبر بتا سکتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" اس نے کہا اور پھر ایک ٹیلی فون نمبر دہرا دیا جسے میں نے اپنے ذہن میں اچھی طرح نوٹ کر لیا۔ اب مجھے یہ فون نمبر اچھی طرح یاد رہ سکتا تھا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"سنو روزانہ فرناز۔ تمہیں بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم ہزار آنکھوں سے تمہاری نگرانی کر رہے ہیں اور تمہیں صرف انہی ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ ہوٹل سے باہر نکلنا بھی تمہارے لیے خطرناک ہوگا۔ کچھ وقت یونہی گزار دو جیسا کہ انکل ڈگلس نے کہا کہ تمہاری نگرانی کے لیے وہ کچھ لوگوں کا تقرر کر دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بہتر ہے۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ٹھیک ہے مگر تم کب آسکو گے میرے پاس؟"

"میں نے کہا ناں کہ وعدہ نہیں کر سکتا۔ لیکن تمہیں ٹیلی فون کر کے حالات سے آگاہ ضرور کرتا رہوں گا۔" روزانہ فرناز نے مطمئن لہجہ اختیار کیا تھا اور اسے مزید تسلیاں دینے کے بعد میں نے فون بند کر دیا تھا۔ اس طرح ایک مشکل تو حل ہو گئی تھی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ شخص جو روزانہ فرناز کے کمرے میں داخل ہوا تھا انکل ڈگلس تھا۔ دوسرے یہ کہ ڈگلس کا ٹیلی فون نمبر بھی مجھے معلوم ہو گیا تھا۔ اب صورتحال یہ تھی کہ میں اس سلسلے میں اس پر کس حد تک اعتماد کر سکتا تھا۔ ویسے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ شخص جو انکل ڈگلس کے نام سے پہچانا جاتا ہے یقینی طور پر شہباز احمد صاحب سے کوئی رابطہ رکھتا ہو گا کیونکہ اسی کے ذریعے مجھے یہاں تمام ہدایات مل رہی تھیں۔ میں درحقیقت اس سے صورتحال کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ اور پھر بہت دیر تک اسی سلسلے میں سوچتا رہا۔ جلد بازی میں کوئی کام کرنا مناسب نہیں تھا۔ سوچنے سمجھنے کے بعد ہی انکل ڈگلس سے رابطے کے لیے قدم اٹھانا تھا۔ بہرطور وہ رات میں نے پرسکون طریقے سے گزاری۔ اس معاملے میں جس قدر ذہنی الجھنوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا ان کا مجھے اندازہ نہیں تھا۔ ابھی تک صحیح معنوں میں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا تھا لیکن مسئلہ وہی تھا کہ صورتحال میرے علم میں لائی ہی نہیں گئی تھی۔ ایک لڑکی جسے اپنے ماضی کی تلاش تھی آخر اس لڑکی کے ماضی سے ان تمام لوگوں کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ باقاعدہ حکومتیں اس سلسلے میں ملوث ہو گئی تھیں۔ ذاتی طور پر اگر کسی شخصیت کے لیے کوئی کام کیا جاتا ہے خواہ وہ کتنی بھی بڑی شخصیت ہو تو اس سلسلے میں کم از کم حکومتی پیمانے پر یہ سب کچھ نہیں ہوتا لیکن شہباز احمد صاحب کا اس معاملے میں ملوث ہو جانا اس بات کا اظہار کرتا تھا کہ خارجی تعلقات کے قائم رکھنے کے سلسلے میں یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اصل میں مجھے اسی چیز کے بارے میں ذرا سی الجھن تھی۔ اگر تھوڑی سی تفصیلات معلوم ہو جاتیں تو میں اپنے طور پر بھی کچھ سوچ سکتا تھا۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ انکل ڈگلس سے رابطہ قائم کیا جائے اور پھر بڑے اہتمام کے بعد میں نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا اور وہ نمبر ڈائل کرنے لگا جو مجھے روزانہ فرناز نے بتائے تھے دوسری طرف کافی دیر کے بعد فون ریسیو کیا گیا اور اس کے بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔"

"مسٹر ڈگلس سے بات کرنا چاہتا ہوں میں؟"

"کون ہیں آپ؟" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

"پہلے آپ کو یہ بتانا ہو گا کہ کیا آپ مسٹر ڈگلس ہیں؟"

"میرا خیال ہے آپ نے غلط جگہ ٹیلی فون کیا ہے یہاں مسٹر ڈگلس نامی کوئی شخص موجود نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے مجھے یہ غلط نمبر دیا گیا ہو لیکن مس فرناز کا کہنا ہے کہ مسٹر ڈگلس اسی نمبر پر مل سکتے ہیں۔" ایک بار پھر دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ اور اس کے بعد آہستہ سے کہا گیا۔

"اگر اپنے بارے میں کچھ تفصیلات بتاؤ تو ہو سکتا ہے میں مسٹر ڈگلس سے ملاقات کرانے میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

"آپ مجھے حارث پاشا کے نام سے جان سکتے ہیں مسٹر اور اگر اس نام کے بارے میں کچھ تفصیلات آپ کو معلوم ہیں تو پھر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ مسٹر ڈگلس سے بات کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔" دوسری طرف چونکی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

"اوہ حارث پاشا میں ڈگلس ہی بول رہا ہوں۔"

"مجھے یقین تھا مسٹر ڈگلس۔"

"ہم۔ ہم مگر تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"روزانہ فرناز سے۔"

"اور یہ نمبر؟"

"یہ نمبر بھی اسی نے مجھے دیا ہے چونکہ آپ پچھلی رات اس سے ملاقات کر چکے ہیں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ اب تم مجھے فوراً بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟"

"افسوس اس بارے میں ابھی آپ کو کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں تم سے دوبار ٹیلی فون پر رابطہ قائم کر چکا ہوں اور میں ہی وہ شخص ہوں جس نے تمہیں تفصیلات بتائی تھیں تو کیا تم اس کے بعد بھی اس بات پر تیار نہ ہو گے کہ مجھے اپنی موجودہ جگہ کے بارے میں بتاؤ؟"

"جی ہاں۔ اس کے بعد بھی میں اس بات پر تیار نہیں ہوں گا۔"

"دیکھو۔ میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اب صورتحال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ میرا تم تک براہ راست پہنچ جانا ضروری ہے۔"

"مسٹر ڈگلس، سب سے پہلے آپ میرے کچھ سوالات کا جواب دیجیے۔"

"دیکھو ٹیلی فون پر گفتگو کرنا ہمارے لیے خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ تم مجھ سے فوراً ملاقات کر لو اور اس اطمینان کے ساتھ کہ میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ اگر میں تمہیں شہباز احمد خان کا حوالہ دوں تو تم زیادہ مطمئن ہو جاؤ گے۔" میں چونک کر خاموش ہو گیا۔ شہباز احمد صاحب کا حوالہ دینے کا مقصد یہ تھا کہ مسٹر ڈگلس وہ تمام باتیں جانتے ہیں جو میرے اور شہباز صاحب کے درمیان تھیں یعنی وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جس شخص کے میک اپ میں میں ایران پہنچا ہوں وہ دراصل ہلاک ہو چکا ہے اور مجھے اسی کی جگہ دی گئی ہے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔

"آپ کا قیام کہاں ہے مسٹر ڈگلس؟" جواب میں مسٹر ڈگلس نے خیابان فردوسی کا نام لیا تھا اور اس عمارت کا بھی جس کے ایک فلیٹ میں وہ مقیم تھے۔

"کیا وہ جگہ آپ کے خیال میں محفوظ ہے؟"

"ہاں ابھی تک اس طرف کسی کی نگاہ نہیں گئی خیابان فردوسی کی اس عمارت کے فلیٹ نمبر ایک سو اٹھاون میں اگر تم چاہو تو آ سکتے ہو۔ لیکن براہ کرم نہایت ہوشیار رہ کر۔ کیونکہ بہرطور یہ بات تم ذہن نشین رکھنا کہ ہم دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں اور یقینی طور پر تمہاری طرف سے بھی وہ لوگ بے خبر نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے میں کچھ دیر کے بعد آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد فون کا ریسیور رکھ دیا۔ مسٹر ڈگلس تک جانے کے سلسلے میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آ سکتی تھی۔ البتہ یہ بات ذہن میں ضرور تھی کہ میری اصلی شکل جب بھی ان لوگوں نے مجھے پہچان لیا ہے۔ بہرطور اگر راستے میں کوئی مداخلت وغیرہ ہوئی تو مسٹر ڈگلس تک جانے کا ارادہ ملتوی کر دوں گا لیکن فی الحال ان سے مل لینا ضروری تھا۔ کم از کم مجھے تو معلوم ہو کہ یہ سارا چکر ہے کیا؟ بس احتیاط ہی مدنظر رکھی گئی تھی۔ اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ خیابان فردوسی میں وہ عمارت تلاش کرنے میں مجھے بہت زیادہ مشکل پیش نہیں آئی جس کا حوالہ مسٹر ڈگلس نے دیا تھا اور پھر اس عمارت میں مطلوبہ فلیٹ کے سامنے پہنچ کر میں نے دھڑکتے دل سے کال بیل پر انگلی رکھ دی مسٹر ڈگلس ہی نے دروازہ کھولا تھا اور میں نے ایک نگاہ میں انہیں پہچان لیا تھا۔ ایک لمحے وہ میری صورت دیکھتے رہے اور میں نے آنکھیں بند کر کے گردن خم کر دی۔ تو وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور انہوں نے مجھے اندر آنے کا راستہ دیا اور اس کے بعد دروازہ بند کر دیا۔

"اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو میں۔ تو میں۔"

"جی۔ آپ حارث پاشا ہی سے مل رہے ہیں" میں نے جواب دیا۔ مسٹر ڈگلس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ وہ مجھے لیے ہوئے اس فلیٹ کے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔ اور پھر انہوں نے مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر حارث پاشا۔"

"جی۔"

"آپ کا چہرہ اچانک کیسے تبدیل ہو گیا؟"

"وقت نے بہت کچھ تبدیل کر دیا مسٹر ڈگلس۔"

"اتفاق کی بات ہے مسٹر جہانگیر جمال شاد کہ مجھے آپ کی اصلی شکل دکھا دی گئی تھی ورنہ آپ یقین کیجیے کہ اس وقت صورتحال بالکل ہی مختلف ہوتی۔" میں ایک لمحے کے لیے اپنے اعصاب کو کشیدہ محسوس کرنے لگا تھا۔ مسٹر ڈگلس نے مجھے میرے اصل نام سے پکارا تھا گویا یہ شخص۔ لیکن پھر میں نے خود ہی اپنے آپ پر لعنت بھیجی۔ مجھے یہ بات کیوں نہ یاد رہی تھی کہ مسٹر ڈگلس نے دوبار مجھے ٹیلیفون کر کے اس قسم کی گفتگو کی تھی جس سے یہ اندازہ لگا لینا مشکل کام نہ تھا کہ وہ میری اصل شخصیت سے بھی واقف ہیں۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ جہانگیر جمال شاد کو کیسے جانتے ہیں؟"

"میں مختصراً تم سے اپنا تعارف کرا دوں گا۔ یوں سمجھ لو فرانسیسی سیکرٹ سروس میں مجھے ایک اچھا عہدہ حاصل ہے اور مجھے دنیا کے ان گنے چنے افراد کے بارے میں تفصیلات بھی بتائی گئی ہیں۔ جو اپنی کارکردگی میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور مسٹر جہانگیر جمال آپ بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ مجھے آپ سے کچھ دن قبل روشناس کرایا گیا تھا۔ جب یہ مہم درپیش ہوئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس میں آپ کی مدد لی جائے گی۔" میں نے گہری نگاہوں سے مسٹر ڈگلس کو دیکھا اور

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھر بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ اس سلسلے میں میری بہت مدد کر سکتے ہیں۔"

مسٹر ڈگلسن نے چند لمحات انتظار کیا اور اس کے بعد وہ اٹھ کر ایک بڑی سی کھڑکی کے قریب پہنچ گئے۔ کھڑکی کھولی اور دور دور تک دیکھتے رہے اور اسے بند کر کے دوبارہ میرے پاس آبیٹھے۔

"یہاں تک آتے ہوئے آپ کو یقین ہے کہ آپ کو کسی نے نہیں دیکھا؟"

"میں نے اس کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اس سمت سے آپ مطمئن ہو جائیے۔"

"تو پھر اب میں تم سے یہ سوال ضرور کروں گا کہ یہ تمہاری شکل کیسے تبدیل ہو گئی؟ وہ میک اپ جو بڑی مہارت اور محنت سے کیا گیا تھا اور جس میں میں تمہیں دیکھ چکا ہوں، تبدیل کیسے کر لیا گیا؟"

"اس کی بھی ایک کہانی ہے مسٹر ڈگلسن۔ لیکن کیا اس سے پہلے یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم لوگ اپنی معلومات کا ایک دوسرے سے تبادلہ کر لیں۔" مسٹر ڈگلسن خاموشی سے مجھے دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس حد تک یہ ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے سے مکمل طور پر مطمئن ہو جائیں۔ مائی ڈیئر مسٹر جہانگیر جمال شاہ مجھے اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ اس سلسلے میں مکمل تفصیلات کسی ایک فرد کے پاس موجود نہیں ہیں، اور میں جانتا ہوں کہ آپ کو بھی ان تمام تفصیلات کا علم نہیں ہوگا۔ اور کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے کہ بہت سی باتوں سے میں بھی ناواقف ہوں اور مجھے جن چیزوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ صرف انہی پر عمل کر رہا ہوں۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ یوں سمجھ لیجیے کہ جس شخص کی صورت میں آپ کو یہاں بھیجا گیا تھا۔ وہ بہت بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ لیکن اس کی اہمیت کیا تھی۔ آپ یقین کیجیے مجھے بھی اس کے بارے میں نہیں معلوم۔ میرے ڈیپارٹمنٹ کے پاس اس کا تھوڑا بہت ریکارڈ موجود ہے اور ہاں جہاں تک اس لڑکی روزانہ فرناز کا تعلق ہے تو یہ بھی ایک انوکھی کہانی ہے۔ اس کی ذمہ داری مجھے اب سے بہت عرصہ پہلے سونپی گئی تھی اور خالص سرکاری سطح پر یعنی میں اس کی جو کچھ بھی نگرانی کر رہا تھا اور اس کے سلسلے میں جو کچھ بھی میں نے کیا وہ صرف ایک سرکاری کام تھا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

"اگر آپ سے میں یہ سوال کروں کہ میڈم شیمل کون تھیں تو؟"

"ایک ایسی عورت جس نے اس لڑکی کی پرورش کی لیکن صرف سرکاری احکامات کے تحت۔"

"اس کا مقصد ہے کہ یہ سلسلہ بہت قدیم ہے؟"

"ہاں بہت قدیم۔"

"اور یہ آغا توقیر کیا چیز ہے؟"

"ایک ایسا نام جو بہت سے رازوں کا انکشاف کرے گا!"

"ایران میں اس کی موجودگی کیا حیثیت رکھتی ہے؟"

"وہ سو فیصد یہیں موجود ہے بلکہ یوں سمجھ لو یہاں کا باشندہ ہے اور اس سلسلے میں وہ سب سے بڑا رازدار اور مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔"

"کیا یہ تمام باتیں ڈرامائی حیثیت نہیں رکھتی ہیں؟"

"سو فیصدی ڈرامائی حیثیت رکھتی ہیں لیکن تم نے ایک اچھی خاصی زندگی اپنے اس کام میں گزاری ہے۔ کیا تم اس سارے مسئلے میں ڈرامائی کیفیت سے انکار کر سکتے ہو؟"

میں نے اس شخص سے اتفاق کیا اور پھر کہا۔

"مگر وہ شخص جو میرا مطلب ہے جس کی حیثیت سے مجھے یہاں بلایا گیا ہے؟"

"ہاں۔ اس کا نام حارث پاشا ہی تھا۔ لیکن وہ بہت پراسرار طریقے سے اس وقت ہلاک کر دیا گیا جب وہ اس سلسلے میں مکمل طور پر کام شروع کرنے والا تھا۔"

"ہوں تو پھر؟"

"اس کی لاش ______ حاصل کر لی گئی۔ اور اس کے بعد بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر ___ یہ طے کیا گیا کہ تمہاری خدمات اس سلسلے میں حاصل کی جائیں۔ یوں سمجھ لو کہ یہ تین ملکوں کے سربراہوں کا منصوبہ تھا اور ان ملکوں میں ایک ملک بہت بڑی حیثیت کا حامل ہے۔"

"اوہ ___ مگر میرا نام؟"

"ہاں جہانگیر جمال شاہ ___ یہ بہت بڑا اعزاز ہے تمہارے لیے کہ تین ملکوں کے سربراہوں نے صرف ایک ہی نام لیا اور وہ تھا جہانگیر جمال شاہ۔"

"خوب ___ بہرطور خوشی کی بات ہے میرے لیے پھر؟"

اس کے بعد اس شخص کی لاش تمہارے ملک بھیج دی گئی اور ساتھ ہی وہ احکامات بھی جو تین ملکوں کی تجارت کے

لیے انتہائی ضروری تھے۔"

"کمال ہے پھر؟"

"بس اس کے بعد تمہیں یہاں بلا لیا گیا اور میرے سپرد کچھ ذمہ داریاں کی گئیں۔ روزانہ فرناز کو ایران پہنچا دیا گیا اور تمہیں یہ سن کر یقیناً تھوڑا تعجب ضرور ہوگا کہ میں خود اس کے ساتھ اس کی نگرانی کرتا ہوا یہاں تک آیا۔ لیکن اسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ میں اس کے قریب موجود ہوں۔"

"بہت ہی الجھے ہوئے اور پراسرار معاملات ہیں۔"

"سو فیصدی ___ بالکل، مجھے اس سے مکمل اتفاق ہے۔"

"ٹھیک ___ پھر؟"

"بس اور کچھ نہیں۔ اس کے بعد یہاں ہم سب تاریکی میں آنکھیں پھاڑ رہے ہیں۔"

"آپ نے میڈم صولت جمال کے نام پر کسی قدر حیرت کا اظہار کیا تھا؟"

"نہیں تم اسے بھی صرف اتفاق سمجھو کہ صولت جمال کے بارے میں تفصیلات مجھے بہت مختصر عرصے میں فراہم کی گئی تھیں۔ یہ عورت شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی باعزت اور باحیثیت ہے یہاں پر لیکن حکومتِ ایران کی نگاہوں میں بھی مشکوک ہے اور حکومتِ ایران اس کے بارے میں خصوصی طور پر کچھ ایسے انتظامات کرنے میں مصروف ہے جس سے اس کی کارکردگی پر نگاہ رکھی جائے۔ ویسے بذاتِ خود بہت ہی معزز عورت ہے لیکن کچھ ایسی روایتوں کے ساتھ جو ناپسندیدہ ہیں مگر اب تم مجھے یہ تو بتاؤ کم از کم کہ صولت جمال کی نشاندہی تم پر کیسے ہوئی؟"

"معلومات کا تبادلہ یہاں تک ہو چکا ہے مسٹر ڈگلسن تو میں آپ سے یہ عرض کیے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ اس دوران میں یہاں چند افراد کو قتل بھی کر چکا ہوں اس میں سے ایک تو یقینی طور پر مر گیا ہوگا۔ باقی تین ہو سکتا ہے ہلاک ہو گئے ہوں اور ہو سکتا ہے زندہ بچ گئے ہوں۔"

"اوہ کیوں، کیسے؟"

"بس انہوں نے مجھے اغوا کیا تھا اور مجھ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ روزانہ فرناز کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم کر رہے تھے۔"

"گڈ ___ گڈ ___ مگر تمہارا میک اپ؟"

"انہوں نے ہی یہ میک اپ میرے چہرے سے اتارا تھا۔"

"تب سو فیصدی یہ وہی لوگ ہوں گے جو حارث پاشا کے قاتل تھے۔ انہیں اس بات پر حیرت ہوئی ہوگی کہ جب حارث پاشا کو انہوں نے قتل کر دیا تو پھر وہ زندہ کیسے نظر آ رہا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ تمہاری یہ صورت ان کی نگاہوں کے سامنے آ چکی ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن امکان اس بات کا ہے کہ اب ان میں سے کوئی بھی یہ انکشاف کرنے کے لیے کہیں نہیں جا سکے گا۔"

"یہ صرف ایک خیال ہے۔ ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔" میں نے کہا اور مسٹر ڈگلسن کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"بہرطور مسٹر جہانگیر جمال شاہ، آپ کو میڈم صولت جمال کا نام معلوم ہو چکا ہے تو پھر اب یہ انتہائی مناسب بات ہوگی کہ آپ میڈم صولت جمال سے مل لیں۔ میں اس کام کے بارے میں سوچ رہا تھا اور یہ ارادہ رکھتا تھا کہ اپنے حکام سے اس سلسلے میں ہدایات حاصل کروں لیکن میرا خیال ہے وقتی طور پر میں یہ فیصلہ ملتوی کیے دیتا ہوں کیونکہ تم ایک بہترین کارکردگی کے مالک انسان ہو اور یقینی طور پر وہ کام بڑی خوش اسلوبی سے کر سکتے ہو جو میں چاہتا ہوں۔"

"مثلاً؟"

"یوں بھی معلومات کے درمیان ایک نام میرے سامنے آیا ہے اور یہ نام ہے احمر غزالی۔ احمر غزالی ایک ایسی شخصیت ہے جو کہیں باہر سے آ رہی ہے اور اس کا تعلق صولت جمال سے ہے۔ چنانچہ احمر غزالی کی حیثیت سے تم صولت جمال سے ملاقات کر سکتے ہو۔ بعد میں حالات کا اندازہ تمہیں خود لگانا ہے۔ یہ صولت جمال کیا شے ہے اور آغا توقیر کے سلسلے میں ہماری کیا مدد کر سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے اس کا تعلق براہِ راست آغا توقیر سے ہو۔ لیکن اگر نہ بھی ہو تو یہ عورت آغا توقیر کے بارے میں اتنی تفصیلات جانتی ہے کہ شاید ہی کوئی دوسرا جانتا ہو۔ ایک بار پھر میرا ذہن چکرا گیا۔ ایک اہم کردار مجھے ملا لیکن اس طرح گمنامی میں ڈوبا ہوا یعنی اسے خود بھی یہ بات معلوم نہیں تھی کہ پورا واقعہ کیا ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے یا پھر اس شخص نے جو کچھ بتایا وہ ایک حقیقت ہے۔ معاملات اتنی بے حد الجھے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کو تو دل یہ چاہا کہ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ان سب چیزوں پر لعنت بھیج کر واپس اپنے وطن چلا جاؤں اور شہباز صاحب سے اس کیس سے ناکامی کا اعتراف کر لوں۔ مجھے اس کے بعد کے حالات کی بالکل پرواہ نہیں تھی۔ ظاہر ہے میں جادوگر تو نہیں تھا کہ ہر مسئلے میں کامیاب ہی ہو جاتا یا جادو کے زور سے تمام تفصیلات معلوم کر لیتا۔ اس میں مجھے عمل ہی کرنا تھا اور اس عمل میں ناکامی کا احساس کیا جا سکتا تھا لیکن نجانے کیوں دل کو یہ بات نہ بھائی اور میں نے مسٹر ڈکسن سے تعاون کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے ان سے کہا۔

"وہ نہیں جانتی کہ میرا چہرہ تبدیل ہو چکا ہے۔ میں نے اس سے صرف ٹیلیفون پر گفتگو کی تھی۔ اور اس سے آپ کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ بہرطور اس کا ساتھ تو اب ممکن نہیں ہوگا لیکن میں اپنی اس اصل حیثیت سے کام کرنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر جہانگیر جمال شاہ آپ یقین کیجیے کہ میں صرف آپ کو معلومات فراہم کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ آپ کے اقدامات پر میرا کوئی اختیار نہیں ہے۔ آپ نے ان تمام باتوں کو سمجھ لیا ہے اور اس کے بعد آپ اپنے طور پر جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ہاں ایک پیشکش اور بھی ہے آپ کو مجھے جہاں چاہیں استعمال کریں۔ اب تک میں آپ کے سامنے نہیں آیا تھا۔ صرف اس تحفظ کے ساتھ کہ کہیں کچھ لوگوں کی نگاہوں میں نہ آ جائیں آپ۔ لیکن اب جبکہ یہ سب کچھ ہو چکا ہے تو میرا خیال ہے اس احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جہاں بھی چاہیں مجھے استعمال کر سکتے ہیں۔ میرے ساتھ کچھ افراد اور بھی ہیں جو آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔ دوسری سمت اس کی نگرانی بھی ازحد ضروری ہے۔ ہم اصل میں عجیب انداز میں کام کر رہے ہیں۔ ایک طرف ہمیں اسے منظرِ عام پر لانا پڑ رہا ہے اس لیے کہ آغا توقیر اسے دیکھے۔ اور اس کی جانب متوجہ ہو۔ کچھ عمل کرے اور ہم اس تک پہنچ جائیں۔ دوسری طرف اس کی حفاظت بھی ہم پر فرض ہے۔"

میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی اور مسٹر ڈکسن سے اس بات پر اتفاق کیا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ "مگر یہ صولت جمال۔ میرا مطلب ہے اس عورت سے کہاں ملا جا سکتا ہے؟"

"میں اس کے تازہ ترین پروگرام سے تمہیں کسی بھی وقت آگاہ کر دوں گا۔ براہِ کرم مجھے اپنا ٹیلی فون نمبر دے دو۔"

"میں اپنا ٹیلی فون نمبر آپ کو دے دوں گا لیکن آپ اسے اپنے تک ہی محدود رکھیں مسٹر ڈکسن۔"

"کیا اب یہ بات کہنے کی گنجائش ہے؟"

"نہیں نہیں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر بتاؤ۔"

اور میں نے ریو چلیس کا فون نمبر بتایا تو مسٹر ڈکسن چونک کر رہ گئے۔

"ہم۔ مطلب یہ ہے کہ تم۔ تم اسی کمرے میں؟"

"نہیں۔ میں نے اس کے سامنے والا کمرہ حاصل کر لیا ہے اور اب اسی میں مقیم ہوں۔"

"تمہاری مراد روزانہ فرناز سے ہے؟"

"سو فیصدی۔"

"گڈ۔ مجھے علم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم اعلیٰ کارکردگی کے مالک قرار دیے گئے ہو۔ یہ سب کچھ بلاوجہ ہی نہ ہوا ہوگا۔" میں نے مسکراتے ہوئے مسٹر ڈکسن کا شکریہ ادا کیا اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہاں سے چلا آیا۔ اتنی تمام کارروائی ہو چکی تھی۔ لیکن چاروں طرف تاریکی۔ اور پھر ان تاریکیوں میں ایک نام میرے ذہن میں گونجا میڈم صولت جمال۔ بہرطور دیکھنا یہ ہے کہ یہ خاتون ہیں کیا شے۔ مزید دو دن گزر گئے اور اس دوران کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ روزانہ فرناز کو میں مسلسل بے چین دیکھتا تھا۔ میں نے اس دوران اسے ایک بار اور ٹیلی فون کیا اور اس بات پر اطمینان دلایا کہ میں اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں۔ اس کے لیے مجھے بچکانہ حرکتیں بھی کرنی پڑیں۔ یعنی میں نے اسے اس کی مصروفیات بتائیں کہ کس وقت وہ کمرے سے باہر نکلی، کہاں گئی، اور کیا کیا۔ اس سے میں نے یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ مستقل میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ فرناز نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر یہ کیا کم بڑی بات ہے کہ تم مجھ سے اتنے فاصلے پر ہو۔ آخر میری اور تمہاری دوستی بھی تو ہے۔ تمہارے ساتھ جو لمحات میں نے گزارے ہیں، وہ میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ میں چاہتی ہوں کہ ساری باتیں اپنی جگہ تم کم از کم میرے نزدیک رہو۔"

"ابھی یہ ممکن نہیں ہے مس فرناز، لیکن ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقت میں یہ مشکل دور ہو جائے اور میں آپ کی قربت حاصل کر سکوں۔"

"دیکھو حارث، تم مجھے بہت یاد آتے ہو۔ براہ کرم جس شکل میں بھی ہو جس حیثیت میں بھی ہو کم از کم میرے قریب آؤ۔ ہم اجنبی لوگوں کی طرح ہی مل لیں گے۔ مجھے اطمینان تو ہوگا۔"

"آپ بالکل بچوں جیسی گفتگو کر رہی ہیں مس فرناز، اظہار

ہے جو کام ہم کر رہے ہیں، اس کے لیے ہمیں بہت سے لوگوں سے چھپنا بھی پڑے گا۔ ایسی حالت میں یہ انتہائی ضروری ہے کہ میں آپ سے الگ رہوں۔"

"بہرحال تم اپنی مجبوریاں سمجھتے ہو گے۔" فرناز نے کہا۔ وہ کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی اور اس کے بعد میں نے اس کے انداز میں وہ اضطراب کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ تیسرے دن مجھے مسٹر ڈکسن کا فون موصول ہوا اور میں نے ان کا فون ریسیو کر کے ان سے سلام دعا کی تو مسٹر ڈکسن کہنے لگے۔

"مائی ڈیئر جہانگیر جمال شاہ، وہ وقت آ گیا ہے جب تم میڈم صولت جمال سے مل لو۔"

"جی بتائیے۔"

"یہاں قصرِ فیروز نامی ایک عمارت ہے۔ ایک بہت دولتمند شخص کی رہائش گاہ۔ یہاں ایک عمدہ قسم کی پارٹی ہے اور اس پارٹی میں میڈم صولت جمال بھی شریک ہو رہی ہیں۔ تمہیں اس سے بہتر جگہ کوئی اور نہیں ملے گی۔ مزید کچھ تفصیل میں تمہیں بتا دوں، صولت جمال کو تمہارا انتظار ہے مگر وہ تمہاری صورت آشنا نہیں ہے۔ ہمیں تھوڑا سا خطرہ تو مول لینا پڑے گا یعنی اس شخص کا جو اصل حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ تمہیں اور کوئی خاص پریشانی نہیں ہوگی۔ صولت جمال تمہیں باسانی احمر غزالی تسلیم کر لے گی کیونکہ احمر غزالی کے بارے میں جو مختصر تفصیلات معلوم ہوئی ہیں، وہ یہی ہیں کہ وہ ایک خوبرو نوجوان اور اسمارٹ آدمی ہے۔"

"ہوں گڈ۔ ویری گڈ۔ ٹھیک ہے بہرطور میں اس سے ملاقات کر لوں گا۔ ویسے قصرِ فیروز۔" میں نے کہا اور مسٹر ڈکسن مجھے قصرِ فیروز کے بارے میں تفصیلات بتانے لگے۔ میں اب قصرِ فیروز جانے کے لیے تیار تھا۔ اور اس سلسلے میں میں نے اپنے آپ پر کافی محنت کی تھی کیونکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ احمر غزالی ایک شاندار سی شخصیت ہے۔ اس دوران میں نے تہران کے بہت سے راستوں کے بارے میں معلومات حاصل کر لی تھیں۔ وہ کار جو پرائیویٹ تھی اور میں نے ہوٹل سے حاصل کی تھی، مجھے لے کر چل پڑی۔ میں پہلے اس سمت نہیں آیا تھا۔ ویسے یہ سڑک زیادہ کشادہ نہیں تھی۔ اس کے اطراف میں زیادہ تر شوروم بنے ہوئے تھے۔ اور پھر اس کا اختتام ایک چوراہے پر ہوا۔ اور چوراہے سے یہ کار بائیں سمت گھوم گئی۔ پھر کسی ڈھلان میں اتر کر وہ ایک انتہائی خوبصورت علاقے میں پہنچ گئی جسے تہران کے دولتمند لوگوں کی رہائش کہا جا سکتا تھا۔ انتہائی حسین طرز کی کوٹھیاں اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں، ان کے درمیان اور کئی گشت کر رہے تھے۔ کار سڑک سے گزرتی ہوئی بالآخر ایک ایسی خوبصورت کوٹھی کے گرد پہنچ گئی جہاں بڑی رونق نظر آ رہی تھی۔ گیٹ پر باوردی دربان کھڑے ہوئے تھے۔ اور اندر وسیع و عریض لان روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ بے شمار میزیں اور کرسیاں اس لان پر بچھی ہوئی تھیں، اور بہت سے افراد وہاں نظر آ رہے تھے۔ میرا استقبال کیا گیا اور میں آگے بڑھ گیا۔ تاحدِ نگاہ حسن ہی حسن بکھرا ہوا تھا کافی رونق تھی یہاں اور ہر طرف نوجوان جوڑے مصروفِ گفتگو تھے۔ بے شمار افراد اس پارٹی میں شریک ہوئے تھے اور مجھے ان کی شخصیت کے بارے میں یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ کون کون ہیں۔ بہرطور میں اس بھیڑ میں میڈم صولت جمال کو تلاش کرتا رہا۔ یہ بھی ایک دلچسپ بات تھی کہ مجھے ان کی صورت سے آشنائی نہیں تھی۔ پھر اچانک ہی میں نے ایک نوجوان لڑکی کی طرف دیکھا اور اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

"معاف کیجیے گا محترمہ۔ کیا میڈم صولت جمال اس پارٹی میں شریک نہیں ہوئیں؟"

"میڈم صولت جمال؟" لڑکی نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ صولت جمال سے آشنا نہ ہو۔ پھر اس نے ایک دم چونک کر کہا۔

"اوہ۔ آپ کو صولت جمال نظر نہیں آ رہیں۔ وہ۔ وہ خاتون۔ ذرا دیکھیے اس جانب۔" میں نے اس طرف دیکھا۔ بہت ہی نفیس قسم کے لباس میں ملبوس صولت جمال نظر آ رہی تھیں۔ چہرے پر بہت شاندار میک اپ تھا۔ آنکھیں بہت حسین اور کشادہ تھیں۔ وہ کچھ خواتین سے گفتگو کر رہی تھیں۔ میں نے اس لڑکی کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گیا۔ صولت جمال کا اچھی طرح جائزہ لے لینا چاہتا تھا تاکہ اس سلسلے میں مزید کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اور میں نے اس عورت کے بارے میں تھوڑے بہت اندازے قائم کر لیے پھر کچھ دیر کے بعد مجھے موقع ملا تو میں تیز قدموں سے چلتا ہوا صولت جمال کے قریب پہنچ گیا۔ اتفاق سے اس وقت وہ تنہا تھیں۔ اور ہاتھ میں ایک گلاس لیے اس کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لے کر مسکراتی نگاہوں سے اطراف کے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"محترمہ صولت جمال کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ کسی کو ان کی شناخت میں کوئی دقت پیش آئے۔" میں نے مؤدب لیکن شگفتہ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انداز میں کہا اور میڈم صولت جمال چونک کر میری جانب متوجہ ہو گئیں۔ ان کے گلاس میں سے تھوڑا سا مشروب چھلکا تھا لیکن پھر انہوں نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا اور کسی قدر سپاٹ لہجے میں بولیں۔

"کیا ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر احمر غزالی میڈم صولت جمال کے لیے اجنبی ہو سکتا ہے تو یہ انتہائی حیران کن بات ہوگی۔ میرے ان الفاظ پر صولت جمال بُری طرح چونک پڑی تھی۔ اس بار اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور دیکھ کر دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"تم احمر غزالی ہو؟"

"محترمہ سے اس طرح بے تکلفی سے مخاطب ہو جانے والا خادم ہی ہو سکتا ہے۔"

"مجھے تمہاری سخت ضرورت تھی احمر غزالی، لیکن یہاں اس طرح تم نے مجھ سے ملاقات کیوں کی؟"

"یہاں پہنچنے کے بعد محترمہ سے ملاقات کرنے کی خواہش اس قدر شدید ہو گئی میرے دل میں کہ اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا۔ اور یہ معلوم کیا کہ محترمہ سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ تب پتا چلا کہ قصرِ فیروزی کی اس تقریب میں آپ شریک ہیں اور خود کو باز نہ رکھ سکا۔"

"ہمارا پبلک مقامات پر ملنا یا گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہاں تمہیں اور کوئی نہیں جانتا ہوگا۔ لیکن بدقسمتی سے کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ بہت سی نگاہیں ہر وقت میری نگراں رہتی ہیں ایسی حالت میں میرے قریب دیکھے جانے والوں پر بھی شبہ کیا جا سکتا ہے جبکہ تم جانتے ہو احمر غزالی کہ تم میرے لیے کس قدر کارآمد شخص ہو۔"

"جی میڈم، میں سمجھتا ہوں یہ تمام صورتحال۔"

"خیر کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ تم ان حالات سے ناواقف ہو۔ اس لیے میں تمہیں آگاہ کیے دے رہی ہوں کہ مجھ سے فوراً دور ہو جاؤ۔ اور کل گیارہ بجے میں اپنی رہائش گاہ پر تمہارا انتظار کروں گی۔ صولت جمال نے کہا اور اس طرح واپس مڑ گئی جیسے اب تک مجھ سے کوئی گفتگو ہی نہ ہوئی ہو۔ جب میں نے بھی رخ تبدیل کر لیا اور دوسروں کی طرف دیکھنے لگا۔

تقریب میں بے شمار افراد شریک تھے اور ان کی حیثیت بتاتی تھی کہ قصرِ فیروزہ میں آنے والے عام لوگ نہیں ہو سکتے علاوہ ازیں اس تقریب کی کوئی تفصیل بھی مجھے نہیں معلوم تھی لیکن بس اتنا ہی کافی تھا کہ ایک بڑے آدمی کے ہاں تقریب تھی اور بہت بڑے بڑے لوگ اس تقریب میں شریک تھے۔ یہ ایک دلچسپ بات تھی۔ صولت جمال نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا وہ میرے ذہن میں گونج رہا تھا لیکن اب اس سے زیادہ کوئی کوشش بے مقصد بھی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ میں نے اس سلسلے میں جدوجہد نہیں کی اور دو قدم آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک خوبصورت سی لڑکی میرے قریب پہنچ گئی۔ رنگ سفید تھا اور خدوخال انتہائی جاذبِ نظر۔ ایک عجیب سی نقش و نگار کی مالک تھی جس میں بڑی جاذبیت تھی اور پھر اس کی مسکراہٹ کا انداز بہت ہی دلکش تھا دانتوں کی سفید جھلک اور آنکھوں میں اپنائیت کا احساس میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو۔" اس نے آہستہ سے کہا اور میں اس کی صورت دیکھنے لگا۔

"مجھے ہیلو نہیں کہو گے؟"

"کیوں نہیں، کیوں نہیں۔ کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔ ویسے آؤ میرے ساتھ مشروب کا ایک گلاس پیو۔ مجھے خوشی ہو گی۔" اس نے بے تکلفی سے کہا اور میں شانے ہلا کر اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ لڑکی میرے ساتھ ایک میز کی جانب چل پڑی تھی۔ پھر اس نے میز کے گرد کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گئی۔ بیٹھنے کے بعد اس نے کہا۔

"مجھے معاف کرنا۔ اس بے تکلفی سے تمہارے ساتھ پیش آنے کی مجھے ہدایت ملی ہے۔"

"ہدایت؟" میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں ابھی چند لمحات قبل شاید تم نے غور نہ کیا ہو لیکن میڈم صولت جمال نے مجھے اس کے لیے اشارہ کیا تھا۔" میں سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ لڑکی نے کہا۔

"تعارف کے لیے یوں تو ناموں کا سہارا لیا جاتا ہے لیکن میں نہ تمہیں تمہارے نام سے پکاروں گی اور تمہیں بھی میرا نام جاننے کی ضرورت نہیں۔ بس اتنا بتا دوں کہ میں میڈم صولت جمال کی سیکریٹری ہوں۔"

"اوہو۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"حالات شاید اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ صولت جمال تم سے زیادہ گفتگو نہیں کر سکتیں انہوں نے مجھے اشارے

سے حکم دیا تھا کہ میں تمہیں اٹینڈ کروں۔"

"شکریہ۔ ویسے آپ میرے بارے میں کچھ جانتی ہیں؟"

"بس اتنا ہی جانتی ہوں کہ میڈم صولت جمال آپ سے کوئی غرض رکھتی ہیں اور اتنا ہی میرے لیے کافی ہے۔"

"چلیے اچھا ہوا، آپ سے ملاقات ہو گئی۔ ویسے ناموں سے ناواقفیت میرے خیال میں ضروری تو نہیں ہے۔"

"لوگ یہ جانتے ہیں کہ میں صولت جمال کی سیکریٹری ہوں۔ اس لیے ہو سکتا ہے میڈم صولت جمال زیادہ دیر تک مجھے تمہارے ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں۔ تاہم میں ذاتی طور پر تم سے بہت متاثر ہوں۔ اگر چاہو تو اپنا نام بتا دو۔"

"مجھے احمر غزالی کہتے ہیں۔"

"میں دردانہ کمال ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کمال ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور وہ مسکرا دی۔ ویٹر سے مشروب کے دو گلاس لینے کے بعد ہم دونوں اس کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتے رہے۔" میں نے کہا۔

"خانم صولت جمال نے کل گیارہ بجے مجھے اپنے گھر پر دعوت دی ہے۔ میں ویسے بھی باہر سے آیا ہوا ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ اس وقت میڈم صولت جمال اپنی کون سی رہائش گاہ میں مجھ سے مل سکتی ہیں؟"

"دو سو آٹھ خیابانِ حدید۔ بس اتنا کافی ہے۔ تمہیں وہاں پہنچنے میں دقت نہیں ہو گی۔" میں نے دل میں خوشی کی لہر سی محسوس کی تھی۔ بہرطور یہ مشکل مرحلہ بھی حل ہو گیا تھا۔ دردانہ کمال بہت دلکش لڑکی تھی۔ میں نے چند لمحات کے بعد اس سے کہا۔

"کیا آپ بھی اسی جگہ ملتی ہیں؟"

"ہاں دن میں نو بجے سے رات نو بجے تک۔"

"اور اس کے بعد۔"

"اس کے بعد میرا اپنا گھر ہے اور میں وہاں ملتی ہوں۔"

"اور اس گھر کا پتا مجھے نہیں معلوم ہو سکتا؟" میں نے جرأت کر کے کہا اور وہ نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھنے لگی۔

"کیوں؟"

"اس لیے کہ بعض لوگ ایک بار ملنے کے بعد اس قسم کے تاثرات چھوڑ جاتے ہیں کہ ان سے بار بار ملنے کو جی چاہتا ہے اور آپ ان میں سے ایک ہیں مس دردانہ کمال۔"

"ہوں۔ بہرطور یہ مسئلہ بعد میں طے ہو جائے گا پہلے آپ میڈم صولت جمال سے ملاقات کر لیجیے گا۔"

"بعض مسئلے پہلے سے بھی پہلے ہو جاتے ہیں، آپ اس سے اتفاق نہیں کرتیں؟" میں نے محسوس کیا کہ وہ کس قدر اکتائی ہوئی سی ہے۔ غالباً جان چھڑانا چاہتی تھی چنانچہ میں نے مشروب کا گلاس رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کے چہرے پر پھیلی ہوئی اکتاہٹ میں دیکھ رہا ہوں اور اس کے بعد ظاہر ہے میں آپ سے مزید کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔"

"اوہ نہیں نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ بس میں اس احساس کا شکار ہوں کہ کہیں میڈم صولت جمال کے پروگرام کے خلاف یہ بات نہ ہو جائے۔ ویسے آپ کو۔ آپ مطمئن رہیے۔ کل تو میری آپ سے ملاقات ہو ہی رہی ہے۔ میں آپ کو کہیں نہ کہیں تھوڑا بہت وقت ضرور دوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔ اس سے زیادہ اس تقریب میں شرکت میرے لیے ممکن نہیں رہی تھی۔ حالانکہ یہاں کا رنگا رنگ ماحول بہت حسین تھا۔ اور عمارت بھی بہت شاندار۔ لیکن اس بات کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا کہ بن بلایا مہمان تھا۔ کہیں بھی کسی وقت بے عزتی ہو جانے کے امکانات تھے۔ خاص طور سے اس لیے کہ مقامی لوگوں سے کسی بھی طور واقف نہیں تھا۔ پھر وہاں سے واپسی میں کوئی دقت نہ ہوئی اور اس کے بعد میں ریو پیلس پہنچ گیا۔ ریو پیلس میں سامنے کے کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا اور پتا نہیں روزانہ فرناز کہاں گئی تھی۔ ویسے روزانہ فرناز کے لیے دل میں اب کوئی لہر نہیں اٹھتی تھی۔ جس انداز کی لڑکی تھی۔ بس اس سے تو یہی دل چاہتا تھا کہ اسے ٹافیاں دی جائیں اور واپسی کا رخ اختیار کیا جائے۔ بھلا شام کی رنگینیاں کیسے اس کے ساتھ باعث دلکشی ہو سکتی تھیں۔ بعد میں میڈم صولت جمال ہی کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ آخر یہ خاتون ہیں کیا چیز؟ اور یہ معاملہ۔ اُف خدا کی پناہ! میں جب بھی اس معاملے کے بارے میں سوچتا تو دماغ کی رگیں دُکھنے لگتیں۔ کس مصیبت میں پھنسا دیا تھا اس بار شہباز احمد صاحب نے مجھے۔ کوئی سرپاؤں ہی نہ تھا اس ہنگامہ خیزی کا۔ ویسے میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میڈم صولت جمال سے ملاقات کے بعد اصل فیصلہ کروں گا کہ مجھے اس سلسلے میں کام کرنا بھی چاہیے یا نہیں۔ کسی کا پابند تو تھا نہیں۔ شہباز احمد صاحب سے صاف صاف کہہ سکتا تھا کہ جو معاملہ میری سمجھ سے ہی باہر ہو اس

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پر کیا کام کیا جا سکتا ہے سوائے اس کے کہ اپنے آپ کو مشکل میں ڈالا جائے۔ ذہن کچھ اس طرح بیزاری محسوس کر رہا تھا کہ لباس تبدیل کر کے نیچے ڈائننگ ہال میں آ گیا اور پھر کافی رات گئے تک ڈائننگ ہال میں ہی بیٹھا رہا۔ وہاں کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اب تک یہاں جو بھی وقت گزرا تھا، وہ میرے حساب سے بدترین وقت کہا جا سکتا تھا۔ بہر طور بہت رات گئے واپس آیا۔ روزانہ فرناز کے کمرے میں اس وقت بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا اور میں کسی قدر الجھ گیا تھا لیکن یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اس کا رابطہ مسٹر ڈگلس سے ہو گیا ہے چنانچہ میری ذمہ داری اس کے لیے کم از کم ختم ہو گئی ہے۔ مسٹر ڈگلس خود اسے سنبھالیں گے اور اس کی نگرانی کریں گے۔ رات کو سو گیا۔

دوسری صبح کو جاگا۔ ناشتا کیا اور اس کے بعد میڈم صولت جمال کے پاس جانے کی تیاریاں کرنے لگا ویسے ان خاتون کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ اپنے آپ کو بہت سلیقے سے رکھنے کی عادی تھیں اور خوب محنت کرتی تھیں اپنے آپ پر۔ ورنہ حسن وجوانی اس طرح قائم نہ رہتی۔ جبکہ عمر بہت کم نہ تھی۔ گیارہ بجے خیابان حدید چل پڑا اور کچھ دیر کے بعد اس کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا جس کا نمبر مجھے دیا گیا تھا۔ بہت ہی خوبصورت عمارت تھی۔ میں نے دروازے کی بیل بجائی تو دروازہ کھولنے کے لیے وہی محترمہ یعنی روزانہ کمال تشریف لائیں۔ مجھے دیکھ کر بڑے مسرور انداز میں گردن خم کی اور راستہ دے دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میری یہاں آمد انتہائی کارگر رہی۔ کم از کم آپ کا دیدار ہو گیا۔"

"آپ جس سطح کے آدمی ہیں جناب، اس کے تحت تو مجھے اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ آپ میری جانب متوجہ ہیں جبکہ میں صرف ایک ملازمہ ہوں۔"

"میری سطح کا اندازہ تم نے کیسے لگایا روزانہ کمال؟"

"کمال کرتے ہیں۔ واقعی کمال کرتے ہیں آپ۔ میڈم صولت جمال آپ کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہیں اور آپ مجھ سے اپنی سطح کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ بہر حال میرا اپنا خیال برقرار ہے۔ آج کے بعد اگر آپ چاہیں تو مجھ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ واپسی میں میں آپ کو پتا دے دوں گی۔" وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے صدر دروازے تک آئی اور پھر اس نے صدر دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل ہونے کی ہدایت کی۔ بہت بڑا ہال تھا جس میں نفیس ترین ایرانی قالین بچھا ہوا تھا۔ اور اس ہال میں تین دروازے نظر آ رہے تھے۔ جن پر پردے جھول رہے تھے۔ باقی ہال میں اور کوئی فرنیچر نہیں تھا جس دروازے سے میں اندر داخل ہوا تھا، وہ بہت مضبوط اور خاص قسم کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ میں نے یہاں آنے کے بعد حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا۔ روزانہ کمال مجھے یہاں پہنچا تو گئی تھی لیکن اس سے آگے نہیں بتایا تھا کہ آگے کیا ہونا ہے۔ جبکہ یہ ہال خالی تھا لیکن یہ میرا خیال تھا۔ میں نے ان تینوں دروازوں پر نگاہ ڈالی۔ اور ایک عجیب سے احساس کا شکار ہو گیا۔ ہر دروازے پر لٹکے ہوئے پردے کے نیچے دو جوتے جھانک رہے تھے۔ یعنی ایک ایک آدمی اس پردے کے پیچھے کھڑا ہوا تھا لیکن انداز پراسرار تھا۔ وہ سامنے کیوں نہیں آئے۔ اور میڈم صولت جمال۔ لیکن اس کے بعد مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا۔ پردے کے پیچھے جو بھی موجود تھے۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئے تعداد یقینی طور پر تین ہی تھی لیکن جو عجیب سی چیز مجھے نظر آئی وہ ان کے ہاتھوں میں دبے ہوئے پستول تھے جن کا رخ میری جانب تھا۔ یہ پستول اور ان لوگوں کے چہرے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔ پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر ایک بٹن دبایا اور جس دروازے سے میں اندر داخل ہوا تھا۔ اس پر جست کی ایک چادر آ پڑی۔ گویا اب میں ان لوگوں کا قیدی تھا۔ میرے ذہن کے کسی حصے میں خطرے کی گھنٹی بج رہی تھی میڈم صولت جمال۔ میڈم صولت جمال۔ وہ تینوں اپنا کام انجام دینے کے بعد مختلف گوشوں میں کھڑے ہو گئے۔ اور اس کے بعد ایک چوتھا شخص آگے بڑھا اور میرے سامنے آ گیا۔ یہ دراز قامت آدمی تھا۔ چہرے کے نقوش ایرانی تھے اور آنکھوں میں مکارانہ چمک تھی۔ ہونٹ پتلے پتلے اور بھنچے ہوئے تھے۔ جسم پر جو لباس موجود تھا، بے حد قیمتی تھا۔ ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور اس کے بعد بولا۔

"احمر غزالی۔"

"آپ کون ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اپنا تعارف بھی کرا دوں گا۔ یہاں تم میڈم صولت جمال سے ملنے آئے تھے ناں؟"

"جی ہاں۔"

"میڈم صولت جمال اس وقت یہاں نہیں ہیں اور انہوں نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔"

"یہ کیا مذاق ہے میڈم صولت جمال نے آج گیارہ بجے مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا اور اس کے بعد میں یہاں آ گیا۔ اور اب مجھے نئی اطلاع ملی ہے جبکہ باہر موجود سیکرٹری نے بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا کہ میڈم صولت یہاں موجود نہیں ہیں۔ مجھے تمہاری بات میں جھوٹ نظر آتا ہے مسٹر۔ ایک بار پھر میں تم سے سوال کروں گا کہ تمہیں کس نام سے پکاروں؟"

"آغا توقیر۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرے ذہن میں ایک زوردار دھماکا ہوا۔ آغا توقیر۔ آغا توقیر۔ یہ نام میرے لیے انتہائی سنسنی خیز تھا۔ کہاں میڈم صولت جمال اور کہاں آغا توقیر۔ یہ آغا توقیر وہی شخصیت تھی جسے ہم ایران کے گوشے گوشے میں تلاش کر رہے تھے اور جس کے سلسلے میں مسٹر ڈگلس اور بے چاری روزانہ فرناز بری طرح پریشان تھی۔ میرا خیال ہے کہ اسی سلسلے میں مجھے بھی یہاں تک بھیجا گیا ہے۔ یعنی آغا توقیر کی تلاش کے سلسلے میں۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ بات میرے علم میں روزانہ فرناز کی زبانی آئی تھی۔ میں دلچسپ نگاہوں سے آغا توقیر کو دیکھنے لگا۔ سنسنی خیز لمحات جو مجھ پر گزرے تھے اب آہستہ آہستہ ختم ہو گئے تھے۔ آغا توقیر میرے سامنے کھڑا تھا اور مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی سانپ جیسی پھنکار ابھری۔

"لیکن تم احمر غزالی نہیں ہو۔"

"کہانیاں بہت دلچسپ ہیں مسٹر آغا توقیر، لیکن جس انداز میں آپ نے میرا استقبال کیا ہے اس سے آپ کے گھٹیا پن کا احساس ہوتا ہے۔" آغا توقیر کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے غصے کے آثار نظر آئے۔ پھر اس نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اگر تم واقعی کوئی معیاری آدمی ہو تو کیا کسی ایک آدمی کے استقبال کے لیے یہ تین پستول بردار ضروری ہوتے ہیں۔" آغا توقیر کی سمجھ میں شاید بات آ گئی۔ اس نے ایک انگلی اٹھائی اور ایک آدمی آگے بڑھا۔

"تلاشی لے لو اس کی۔" اس نے کہا اور وہ شخص اپنا پستول آغا توقیر کے ہاتھ میں دے کر میری جانب بڑھ گیا۔ پھر اس نے سرد لہجے میں انگریزی میں کہا۔

"ہاتھ بلند کر دو۔" میں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے اور اپنی تلاشی دے دی۔ ظاہر ہے میرے پاس کوئی ہتھیار اس وقت موجود نہیں تھا لیکن اس کے علاوہ جو کچھ تھا وہ میری جیب میں ہی رہنے دیا۔ اور اس شخص نے گردن خم کر کے آغا توقیر سے کہا کہ اس شخص کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ پھر وہ اپنے پستول لے کر وہاں سے چلا گیا۔ آغا توقیر نے مجھے ایک کمرے کی جانب آنے کا اشارہ کیا تھا۔ یہ کمرہ ایک دروازے سے آگے بڑھنے کے بعد تھا۔ یہ حصہ بہت ہی حسین تھا۔ اور یہاں عمدہ قسم کا فرنیچر لگا ہوا تھا لیکن کمرہ کافی وسیع تھا اور اس میں ایک اور دروازہ بھی نظر آ رہا تھا۔ آغا توقیر نے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود میرے سامنے پڑی ہوئی ایک کوچ پر جا بیٹھا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے اب تم گفتگو کرنے کے انداز سے مطمئن ہو گئے ہو۔"

"ہاں مسٹر آغا توقیر۔ یقینی طور پر۔" میں نے جواب دیا۔ میرے ذہن میں زبردست طریقے سے چرخیاں چل رہی تھیں۔ اور اب میں فیصلے کر رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آنکھوں کے سامنے وہی نیلی نیلی دھند امنڈتی چلی آ رہی تھی جو جنونی فیصلے کرتی تھی اور ان جنونی فیصلوں کا طریقہ کار بہت ہی ہولناک ہوا کرتا تھا۔ نتیجے سے بے پروا ہو کر کام کرنے کا یہ انداز میرے لیے ہمیشہ ہی کارآمد رہا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے ذریعے کچھ ایسے غیر قانونی کام ہو جاتے تھے جن کے لیے قانون کے پاس کوئی معافی نہیں تھی اب یہ دوسری بات تھی کہ میں اب تک قانون کے ہتھے باقاعدہ نہیں چڑھا تھا۔ آغا توقیر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تم سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں معزز دوست اور میری خواہش ہے کہ ہم لوگ بہت ہی اچھے ماحول میں گفتگو کریں۔"

"اس سے پہلے میرے ذہن میں جو سوالات پیدا ہوئے ہیں آغا صاحب، میں ان کا جواب چاہتا ہوں۔"

"چلو یونہی سہی، کم از کم تم اپنے الفاظ میں نرمی تو پیدا کر سکو گے۔ حالانکہ تم نے مجھ سے نہایت تلخ لہجے میں یہ کہا تھا کہ یہاں تمہارے استقبال کا طریقہ نہایت گھٹیا ہے۔"

"میں اس وقت بھی اپنے اس نظریئے پر قائم ہوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ پوچھو، تم کیا پوچھنا چاہتے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو؟"

"میڈم صولت جمال سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"ہمارے درمیان دشمنی کا رشتہ ہے۔" آغا توقیر نے جواب دیا اور میری نگاہوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ آغا توقیر ذرا دلچسپ آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"یہ رشتہ بڑا دلچسپ ہے آغا صاحب، دراصل میں نے بہت سے رشتوں کے بارے میں سنا ہے۔ لیکن دشمنی کا رشتہ۔"

"اتفاق ہے۔ تم نے کبھی دشمنی کے رشتوں کے بارے میں نہیں سنا۔ حالانکہ یہ رشتے بھی دوستی کے رشتوں کی طرح بہت مضبوط ہوتے ہیں!"

"شاید۔"

"پھر دوسرا سوال کرو۔"

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اپنے دشمن کے گھر میں آپ کیسے نظر آ رہے ہیں بار۔" آغا توقیر نے آہستہ سے گردن ہلائی اور بولا۔

"دراصل یہ صولت جمال کا گھر نہیں بلکہ میرا مکان ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ یہ مکان میرا ہے اور تم اس وقت میرے مہمان ہو۔"

"لیکن صولت جمال نے تو مم... میرا مطلب ہے۔"

"ہاں تھوڑی سی تفصیل بتائے دیتا ہوں تمہیں۔ تمہیں وہاں دیکھا گیا، صولت جمال سے تم ملے اور اس کے بعد میری ایک ساتھی لڑکی صولت جمال کی سیکریٹری کے روپ میں تمہارے پاس پہنچ گئی۔ دراصل وہ لڑکی صولت جمال کی نگرانی کر رہی تھی اور اس نے تمہارے اور صولت جمال کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی تھی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے تم تک رسائی حاصل کی اور صولت جمال کی سیکریٹری کی حیثیت سے یہ پتا تمہیں بتا دیا اور درحقیقت مائی ڈیئر تم جو کوئی بھی ہو، احمر غزالی نہیں ہو کیونکہ مجھے اسی سے یہ اندازہ ہو گیا تھا۔ جیسے بھی میری اپنی معلومات تمہارے بارے میں بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے مجھے یہ یقین تھا کہ تم کم از کم احمر غزالی نہیں ہو جبکہ صولت جمال سے تم احمر غزالی کی حیثیت سے ہی ملے تھے۔ اس کے علاوہ تم میرے لیے ایک دلچسپ شخصیت ہو اور تھوڑے سے قابلِ نفرت بھی۔ اس لیے کہ تم نے میرے دو ساتھیوں کو قتل کر دیا اور دو کو زخمی!"

"اوہ... سو ویری گڈ۔ بڑی صاف صاف گفتگو کر رہے ہیں آپ آغا صاحب۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ چاروں افراد آپ کے ساتھی تھے۔"

"ہاں۔ میرے بہترین کارکن۔ میرا خیال ہے تمہارے ابتدائی سوالات کے جواب تمہیں مل گئے ہیں۔ میں اس کے علاوہ بھی تمہیں ایک چھوٹی سی کہانی سنانا چاہتا ہوں؟"

"اب میں اس کہانی میں پوری پوری دلچسپی لوں گا آغا صاحب۔ درحقیقت یہ ایک دلچسپ کام تھا جو آپ نے کیا اور میں اس کارکردگی کی داد دیتا ہوں آپ کو۔ آپ نے بڑی خوبصورتی سے مجھے بغیر کسی شخص کی مدد کے اغوا کر لیا ہے۔" آغا توقیر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تو پھر سنو۔ یہ ایک عجیب و غریب کہانی ہے۔ ہو سکتا ہے تم نے ایک ایسی شخصیت کا نام سنا ہو جو بڑی اہمیت کی حامل تھی۔"

"کیا نام تھا اس شخصیت کا؟"

"ڈاکٹر شیرانی۔" آغا توقیر نے جواب دیا اور میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میری معلومات بہت زیادہ نہیں ہیں۔ یہ ڈاکٹر شیرانی کون تھا؟"

"ایک بہت بڑا محقق۔ بہت بڑا سائنس دان اور بہت ہی عظیم شخصیت کا مالک۔ ڈاکٹر شیرانی کو قتل کر دیا گیا ایک ایسے سلسلے میں جو بہت ہی عظیم تھا۔ وہ جو تحقیق کر رہا تھا وہ انسانیت کی بقا کے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتی تھی لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس سے اختلاف رکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس تحقیق کو منظر عام پر نہیں آنے دینا چاہتے تھے چنانچہ ڈاکٹر شیرانی کو قتل کر دیا گیا لیکن قتل ہونے سے پہلے ڈاکٹر شیرانی کو اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کی گرفت میں آنے والا ہے اور اس نے اپنی بیٹی روزانہ فرناز کے پاس ایک ایسی شے محفوظ کر دی جو اس کی تحقیق کے سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتی تھی اور درحقیقت جس کی تلاش ان لوگوں کو تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ڈاکٹر شیرانی نے اپنے دوست ڈگلس کو اس بات پر مامور کر دیا کہ وہ اس کی بیٹی کی حفاظت کرے۔ مسٹر ڈگلس کا تعلق فرانس سے ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر شیرانی کی ہدایت کے مطابق اس لڑکی کی پرورش کے لیے انتظامات کیے اور اسے اس طرح گمنام کر دیا کہ کوئی بھی اسے نہ پا سکا۔ مسٹر ڈگلس کا خیال تھا کہ لڑکی کے سمجھدار ہونے کے بعد

وہ اس سلسلے میں دوبارہ کام کا آغاز کریں گے۔ اور یقینی طور پر اس سلسلے میں کوئی مناسب کارروائی کریں گے۔ بہرطور میں نہیں جانتا کہ مسٹر ڈگلس نے اس سلسلے میں کیا کیا۔ لیکن انہیں شاید یہ بات نہیں معلوم تھی کہ ڈاکٹر شیرانی میرا بہترین دوست تھا۔ اور اس نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی کے سلسلے میں کیا کچھ کیا ہے۔ اس نے مجھ سے ایک درخواست بھی کی تھی کہ اگر وہ زندگی سے محروم ہو جائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے اپنے آپ کو ایک ایسی حیثیت سے روشناس کرایا جس سے یہ بات سمجھی جانے لگی کہ میں خود بھی ڈاکٹر شیرانی کے قتل میں ملوث ہوں بلکہ میری اس کوشش سے بہت سے افراد جو ڈاکٹر شیرانی کے قتل کی تحقیقات کر رہے تھے میری تلاش میں مصروف ہو گئے۔ اور وہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتے رہے۔ میں نے اپنی یہ حیثیت برقرار رکھی اور ڈاکٹر شیرانی کے دشمنوں کی حیثیت سے منظرِ عام پر رہا یہاں تک کہ مسٹر ڈگلس بھی مجھے انہی لوگوں میں شمار کرنے لگے۔ پھر میں نے کچھ ایسے معاملات پیدا کیے جن سے یہ اندازہ ہو کہ میں اس سلسلے میں بہت زیادہ واقفیت رکھتا ہوں۔ ادھر مسٹر ڈگلس ان تمام کوششوں میں کامیابیاں حاصل کرتے رہے اور بالآخر ایک ایسا وقت آ گیا جب انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اس لڑکی کو منظرِ عام پر لے آیا جائے تاکہ اس سلسلے میں مزید کارروائی ہو سکے جس کا تعلق ڈاکٹر شیرانی سے تھا۔ مسٹر ڈگلس کا نظریہ تبدیل ہو چکا تھا اور انہوں نے اس بارے میں ایک بہت بڑی سپر پاور سے گفتگو کر کے وہ تحقیق اس کے ہاتھوں فروخت کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن مسٹر ڈگلس کو یہ بات معلوم تھی کہ ڈاکٹر شیرانی کی بیٹی روزانہ فرناز نہیں جانتی کہ اس کے باپ نے اس کے پاس کیا محفوظ کیا ہے۔ مسٹر ڈگلس نے اپنے طور پر کوشش کی تھی کہ وہ خود روزانہ فرناز سے تفصیلات معلوم کر لیں لیکن ایک معصوم لڑکی کو ان تمام باتوں سے باخبر رکھ کر وہ خود اپنی ہی حماقتوں کا شکار ہو چکے تھے۔ چونکہ روزانہ فرناز انہیں کچھ نہیں بتا سکی تھی۔ یہ بات میں اور صرف میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی چیز ہے جس سے روزانہ فرناز کو اصل حقیقت کا پتا چل سکتا ہے اور جس کے تحت وہ اس تحقیق کو منظرِ عام پر لا سکتی ہے۔ انسانیت کی بقا کے لیے وہ تحقیق بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ وہ ایسے ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف ایک مؤثر کارروائی ہے جو دنیا میں تباہی پھیلانے کا سبب بن سکتے ہیں۔ یعنی اس کارروائی کی بنا پر یہ ہتھیار بالکل غیر مؤثر ہو سکتے ہیں۔ اس طرح تم ڈاکٹر شیرانی کی اس حیثیت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ اگر یہ راز بھی اس سپر پاور کے پاس چلا جائے تو پھر یہ سمجھ لو کہ دونوں قوتیں اسے ہی حاصل ہو گئیں۔ بلکہ مزید قوتیں اسے حاصل ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ دوسروں کے حربوں کو ناکام بنا سکتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں زیادہ دلچسپی لے رہی ہے اور اب میں تمہیں صولت جمال کے بارے میں بتا دوں۔ صولت جمال بھی اسی سپر پاور کے لیے کام کر رہی ہے اس کا تعلق ایران کے شاہی خاندان سے ہے۔ لیکن درحقیقت اس کی کیفیت بالکل مختلف اور وہ ایک ایجنٹ کی طرح یہاں کام کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے تمہیں میری ان باتوں سے اختلاف ہو اور تم ان کے پس پردہ کچھ اور چیزیں تلاش کر رہے ہو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن اب مجھے اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ میں تم سے تمہارے بارے میں گفتگو کروں۔"

میں سنسنی خیز نگاہوں سے آغا توقیر کو دیکھ رہا تھا۔ یہاں تو کہانی ہی بالکل مختلف ہو گئی تھی۔ جو آج تک میری نگاہوں میں نیک نام تھے اب ان کی دوسری شخصیت میرے سامنے تھی اور جن لوگوں کو میں خطرناک سمجھ رہا تھا، وہ کارآمد ثابت ہو رہے تھے لیکن اب میں کچھ شبہات اور بہت سی الجھنیں میرے ذہن میں باقی تھیں۔ بہت سے معاملات تھے جو بالکل الجھے ہوئے تھے۔ اور ان کی کوئی وضاحت نہیں ہوئی تھی۔ میں نے گہری سانس لی اور آغا توقیر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں آغا صاحب کہ یہ ساری کہانی بے حد الجھی ہوئی ہے۔ اس کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی کہ ڈاکٹر شیرانی نامی ایک شخص نے ایک شے ایجاد کی یا ایک فارمولا دریافت کیا جس کے تحت ایٹمی ہتھیاروں کی تباہ کاری کو روکا جا سکتا ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر شیرانی اس دنیا میں نہ رہے۔ لیکن انہوں نے یہ فارمولا اپنی کسی ایسی بچی کے پاس منتقل کر دیا جو اس وقت بالکل ناسمجھ تھی اور اس کے ڈگلس نامی ایک شخص کو یہ ہدایت کی کہ وہ فارمولا محفوظ رکھے اور یہ بچی بڑی ہو جائے تو اس فارمولے کے سلسلے میں کوئی مؤثر عمل کرے۔ ڈگلس نے اس لڑکی کو

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کسی کے سپرد کر دیا اور جب وہ لڑکی بڑی ہو گئی تو ڈگلسن نے اس سلسلے میں عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن اس دوران ڈگلسن کی نیت بدل چکی تھی اور وہ اس فارمولے کو کہیں اور فروخت کرنا چاہتا تھا۔ یہی کہانی ہے ناں؟"

"سو فیصدی۔"

"اور صولت جمال بھی اس سلسلے میں اس سپر پاور کے لیے کام کر رہی ہے؟"

"بالکل۔ اس طرح کئی پارٹیاں بن چکی ہیں جن میں سے ایک میں خود ہوں لیکن میرے ذہن میں دراصل جو منصوبہ ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ فارمولا کسی جنگ باز ملک کے ہاتھ لگ جائے۔ اور وہ دنیا کو اپنی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد اپنی قوتوں میں بے پناہ اضافہ کر کے پوری دنیا کو بلیک میل کر سکے۔"

"تو پھر مملکت کے حوالے کروں گا یہ فارمولا جس کے بارے میں دنیا جانتی ہے کہ وہ تخریب پسند نہیں ہے اور عمل پسندی پر یقین رکھتی ہے۔ مذہباً بھی وہ اسی کی قائل ہے۔ اور بھی اور اس کے بارہا مظاہرے ہو چکے ہیں۔"

"اس قوت کا نام بتانا پسند کریں گے آغا توقیر؟"

"چین۔" آغا توقیر نے جواب دیا۔ میں گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر میں نے کہا۔

"کیا آپ نے چینی حکومت سے اس موضوع پر بات کی ہے؟"

"نہیں بالکل نہیں۔ اس کی طرف سے ابھی تک اس فارمولے کے سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے۔ اور ظاہر ہے ہر شخص یا ہر حکومت اس سے واقف نہیں ہے۔"

"لیکن اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟"

"کیا انسانیت کی بھلائی کے لیے کوئی کام کیا جائے تو اس میں مالی فائدے کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے میرے دوست؟" آغا توقیر نے کہا۔

"تو اس کا مطلب ہے آپ خالص انسانی بنیادوں پر یہ کام کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں خالص انسانی بنیادوں پر۔"

"اگر تم یہ طنز کر رہے ہو تو یہ بہر طور تمہاری مرضی ہے۔ ورنہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں ایک ٹھوس سچائی ہے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ بہر طور یہ تمہارا اپنا مسئلہ ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ مجھ سے اس بارے میں کیا چاہتے ہو؟"

"بات دراصل یہ ہے میرے دوست کہ میں بہت عرصے سے اس مشن پر کام کر رہا ہوں۔ اور اس کے لیے میں نے بہت بڑا سرمایہ بھی خرچ کیا ہے۔ میں چاروں طرف نگاہ رکھ رہا ہوں اور حارث پاشا نامی ایک شخص جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ اسے مخصوص کیا گیا ہے روزانہ فرناز کے لیے کہ وہ روزانہ فرناز سے اس بارے میں تفصیلات معلوم کرے۔ یہ شخص جانتا تھا کہ اسے کس طرح اپنا یہ کام سرانجام دینا ہے اور جب ہمیں یہ بات معلوم ہوئی تو ہم نے انتہائی کوشش کر کے اس شخص کو حاصل کیا اور اس سے یہ پوچھا کہ وہ کون سا طریقہ ہے جس سے روزانہ فرناز سے سب کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے لیکن اس پوچھ گچھ کے دوران وہ زندہ نہ بچ سکا پھر اس کے بعد کچھ پراسرار لوگوں نے جن کے بارے میں میرا خیال ہے کہ صولت جمال سرفہرست ہے، اس کی لاش کو اغوا کر لیا۔ وہ درحقیقت اسے زندہ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں دیر ہو چکی تھی۔ جانے کس طرح ڈگلسن بھی اس کارروائی میں شامل ہو گیا۔ صولت جمال سے اس کا براہ راست کوئی تعلق آج تک نہیں پتا چل سکا ہے لیکن اسے مصروف عمل دیکھا گیا ہے اور ڈگلسن نے یہ کوششیں شروع کر دیں کہ کسی طرح اس لڑکی کو مجبور کیا جا سکے۔ ڈگلسن ظاہر ہے اسی سے بالکل قریب تھا اور وہ اسے اپنے باپ کے دوست کی حیثیت سے اچھی طرح جانتی تھی اور اس پر اعتماد کرتی تھی چنانچہ ڈگلسن نے کوئی چکر چلایا اور اس کے بعد تم سامنے آ گئے۔"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ چار آدمی میرے ہی تھے، جن میں سے دو کو تم نے ہلاک کر دیا۔ اور دو زندہ بچ گئے۔ انہوں نے مجھے تمہارے بارے تفصیلات بتائیں۔ دراصل ہم یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ جس شخص کو ہم نے قتل کر دیا وہ اب زندہ کیسے موجود ہے؟۔ لیکن تم ان کے

"ہاں۔ سو فیصدی۔ بالکل ہمارا یہی ارادہ ہے۔"

"لیکن میں اپنی جان بچانے کے لیے جدوجہد کروں تو؟"

"تمہیں اس کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس عمارت میں اب تمہاری یہ جدوجہد کارآمد نہیں ہو سکتی۔"

"ٹھیک۔ یہی معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن ایک بات اور ہے۔ اگر اس مسئلے میں تمہیں کامیابی ہو گئی اور اس میں کچھ میرا بھی حصہ ہو تو مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا؟"

آغا توقیر خاموش ہو گیا۔ چند لمحات سوچتا رہا پھر

اس نے کہا۔

"ارے واقعی! تمہاری کاوشیں اس قدر مؤثر ثابت ہو گئیں کہ ہمارا کام ان سے بن گیا تو ہم تمہیں تھوڑا بہت معاوضہ دے سکتے ہیں لیکن اس شکل میں کہ ہمیں تمہارے بارے میں کل تفصیلات معلوم ہو جائیں۔ ویسے یہ بات تو طے ہے کہ تم احمر غزالی بھی نہیں ہو۔"

"یہ احمر غزالی کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ڈاکٹر خیرانی کا بھانجا جو ایک غیر ملک میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔"

"مگر صولت جمال کو اس شخص سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟"

حاوی ہو گئے اور وہاں ہم سے بہت بڑی غلطی ہوئی کہ ہم نے تمہاری قوت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا تھا اور اس کے بعد یہ بات ہمارے لیے خطرناک ہو گئی کہ ایک ایسا شخص منظر عام پر موجود رہے جو اس سلسلے میں مؤثر کارروائی کر سکتا ہو۔ تم اس شخص کے میک اپ میں لڑکی تک پہنچ گئے اور ہم نہیں جانتے کہ تم نے اس سلسلے میں اس سے کیا معلومات حاصل کی ہیں۔ بہرحال اس کے بعد تم صولت جمال کے چکر میں وہاں دیکھے گئے اور میں نے فوراً ہی عمل کر کے تمہیں یہاں حاصل کر لیا اور اب میں اس بات کا حق رکھتا ہوں کہ تم سے تمہارے بارے میں پوچھوں؟"

"اور اگر میں نہ بتاؤں تو؟"

"تو معاف کرنا میرے دوست تمہاری زندگی ممکن نہیں ہے۔ ہم جو کچھ کرتے رہے ہیں اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم کسی ایسی شخصیت کو زندہ نہ چھوڑیں جو اس سلسلے میں ہماری تمام کاوشوں کا صفایا کر دے اور انہیں ملیامیٹ کر دے۔"

"گویا دوسری صورت میں تم مجھے قتل کر دو گے؟"

صولت جمال اپنے طور پر یہ کوشش کر رہی ہے کہ کسی طرح روزانہ فرناز کو اپنے جال میں اتار لے اور اس کے لیے اس نے احمر غزالی کا سہارا ڈھونڈا ہے۔ لیکن یہ بات بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ صولت جمال ابھی تک احمر غزالی سے نہیں ملی ہے اور ان کے درمیان خط و کتابت کے ذریعے ہی تمام معاملات طے ہوئے ہیں۔"

"مسٹر ڈگلسن ہی وہ آدمی تھے جنہوں نے اس شخص کی لاش حاصل کی جس کا نام حارث پاشا تھا اور پھر مسٹر ڈگلسن نے یہ لاش مجھے دکھائی اور مجھ سے اس سلسلے میں معاملات طے کیے۔ میں ایک ایشیائی ملک کا باشندہ ہوں اور اپنے وطن میں ایسے بہت سے کام کرتا ہوں جن کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ذہانت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر ڈگلسن نے مجھ سے رابطہ قائم کر کے ایک بہترین معاوضہ طے کیا اور مجھے اس کام پر مصروف کر دیا کہ میں اس لڑکی سے معلومات حاصل کروں اور اس کے ساتھ مل کر تمہیں تلاش کروں۔ چونکہ مسٹر ڈگلسن کا خیال ہے مسٹر آغا توقیر کہ تم اس سلسلے میں بہت کچھ جانتے ہو اور لڑکی سے وہ تفصیلات معلوم کر سکتے ہو جس کے لیے وہ بہت سی نظروں میں آ چکی ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

آغا توقیر عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھتا رہا۔ شاید یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے درست ہے یا اس میں کوئی فریب ہے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اس کا مقصد ہے کہ تم معاوضہ لے کر اس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"کتنا معاوضہ طے ہوا ہے؟"

"ایک لاکھ ڈالر۔" میں نے جواب دیا۔ "اور اس میں سے پچاس ہزار ڈالر مجھے ایڈوانس مل چکے ہیں۔"

"ہوں۔ میں تمہیں اتنی رقم نہیں دے سکوں گا۔ زیادہ سے زیادہ پچیس ہزار ڈالر تمہیں اس سلسلے میں کل معاوضے کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے تمہارا نقصان صرف پچیس ہزار ڈالر کا ہوگا۔ چونکہ پچاس ہزار ڈالر تم وصول کر چکے ہو۔ میری حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے۔ ورنہ بقیہ پچاس ہزار ڈالر میں خود تمہیں پیش کر دیتا البتہ یہ سوچو کہ پچیس ہزار ڈالر کا نقصان کر کے تم انسانیت کی بقا کے لیے کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دو گے۔"

"لیکن کیا ضروری ہے کہ میں ان کوششوں میں کامیاب ہی ہو جاؤں؟"

"کوشش کرنا ہر شخص کا فرض ہے۔ ہماری طرف سے پچیس ہزار ڈالر کا معاوضہ تمہیں اسی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ جب تم کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"کرنا کیا ہوگا مجھے؟"

"وہی جو وہ چاہتی ہے لیکن اب صورتحال مختلف

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوگئی ہے۔ یعنی تمہارا کام آغا توقیر کی تلاش بھی تھا میں تمہارے سامنے آچکا ہوں اور تم سے اس سلسلے میں بھرپور تعاون کروں گا۔ لیکن معاف کرنا میرے دوست! اس اطمینان کے بعد کہ تم دلی طور پر میرے کام کے لیے آمادہ ہو گئے ہو۔"

"اور اگر میں تمہیں دھوکا دے کر یہاں سے نکل جاؤں اور بعد میں اسی کے لیے کام کروں تو؟"

"تو پھر ہم کوشش کریں گے کہ تم دوسری بار جہاں بھی نظر آؤ، ہم تمہیں ہلاک کر دیں۔"

"خوب — اچھا اب یہ بتائیے کہ کیا آپ درحقیقت اس لڑکی کے بارے میں ایسی کوئی بات جانتے ہیں جس سے اسے اطمینان ہو جائے اور وہ اپنا ماضی تلاش کر لے؟"

"میں نے ایک بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے یعنی یہ کہ تمہیں ڈاکٹر شیرانی کے بارے میں بتا دیا ہے، احمر غزالی کے بارے میں بتا دیا ہے۔ اس کے بعد اگر تم لوگ کوشش کرو تو بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس کا باپ ڈاکٹر شیرانی ہے اور ماں زندہ ہے۔ درحقیقت میرے علم میں بھی نہیں بات ہے کہ اس کی ماں کہاں ہے۔ اس کی ماں اپنی بیٹی کا انتظار کر رہی ہے اور یہ بھی ایک گہرا پیچ ہے کہ جب یہ دونوں ماں بیٹیاں ملیں گی تو وہ تمام مسئلے حل ہو جائیں گے جن کے لیے بہت سے لوگ سرگرداں ہیں۔ یعنی روزانہ فرناز کو اس کی ماں سے ملانا بہت ضروری ہوگا۔ اور وہیں سے تمام مسائل کا حل نکلے گا لیکن اسے اس کی ماں تک پہنچانے کا مسئلہ سب سے آخر میں طے پائے گا۔"

"ہاں۔ صولت جمال کو راستے سے ہٹانا ہوگا۔ ڈگلس کو راستے سے ہٹانا ہوگا۔ یہ کام تمہارے ذریعے نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ تم صرف اپنے طور پر اس لڑکی کو سنبھالے رکھو گے۔ اور اسے پوری طرح اپنے جال میں اتار لو گے۔"

میں نے بڑی سنسنی محسوس کی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ مسئلہ ابتدا ہی سے الجھا ہوا تھا لیکن اس میں جتنے قدم بھی آگے بڑھا جاتا، مزید الجھنیں پیدا ہوتی چلی جاتی تھیں۔ بہرطور مجھے یہ سب کچھ کرنا تھا اور نتیجے سے بے پروا ہو کر کرنا تھا۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے آغا توقیر کو دیکھا اور کہا۔

"مسٹر آغا توقیر، اب تک ہمارے درمیان جو گفتگو ہوئی، اس میں کچھ ایسے معاملات شامل تھے جن کی بنا پر ہم نے بہت ہی بے باکانہ انداز میں یہ ساری باتیں کی ہیں۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے۔ میں آپ کو صرف ایک بات بتانا چاہتا ہوں آغا توقیر کہ پہلے ہمارے درمیان ایک تفریحی شغل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ اپنے آدمیوں کے ذریعے مجھے قتل کرا دیں، بس کچھ نقصان پہنچا دیں۔ مجھے خوشی ہوگی، اگر آپ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد جب آپ اس میں ناکام ہو جائیں گے تو پھر میں آپ سے یہ کہوں گا کہ میں مخلصانہ طور پر آپ کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یہ غلط فہمی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے دل سے نکال دیجیے کہ آپ یا آپ کے ساتھی مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ میں کس بنیاد پر کہہ رہا ہوں، اسے چھوڑ دیجیے۔ اس وقت میں آپ کی اس رہائش گاہ میں موجود ہوں اور یقینی طور پر آپ تنہا نہیں ہوں گے۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں آغا توقیر کہ میرے خلاف اپنا ہر حربہ آزما لیجیے۔"

"میں نہیں کہہ سکتا کہ تمہارے اس دعوے کا جواز کیا ہے۔ لیکن اب بھلا اس بات کی کیا گنجائش ہے البتہ ہم ایک دوسرے پر نہایت ہی مخلصانہ طور پر اعتبار کر لیں اور ایک معاہدہ اپنے درمیان کر لیں۔ وہ یہ کہ اگر تمہیں میری یہ باتیں جھوٹی معلوم ہوں، اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ میں نے جھوٹ بول کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے تو تمہیں اس کا اختیار ہوگا کہ تم جس طرح بھی چاہو مجھے نقصان پہنچاؤ، قتل کر دو یا میرے بارے میں دوسرے لوگوں کو بتا دو۔ اور اگر مجھے کبھی یہ محسوس ہوا کہ تم اپنے معاہدے سے ہٹ رہے ہو تو میں بھی انتہائی کوشش کروں گا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا دوں۔ بس ہم دونوں کے درمیان یہ بات طے ہے۔ نہ اس وقت میں تمہیں کوئی نقصان پہنچاؤں گا اور نہ تم اپنی دلیری کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرو۔ میں بے شک تمہیں ایک دلیر انسان تسلیم کرتا ہوں۔ اور اس بات کا نمونہ اپنے ان چار آدمیوں کے سامنے دیکھ چکا ہوں لیکن میرے دوست طاقت ہی ہر جگہ کارگر نہیں ہوتی۔ بعض اوقات کچھ دوسرے معاملات بھی ذہن میں لانے پڑتے ہیں۔ جہاں تک میرے مسئلے کا تعلق ہے تو تم دوستی کا نام لے کر میری گردن کاٹ سکتے ہو۔ یہ میری گردن تمہارے سامنے حاضر ہے۔" آغا توقیر نے آگے بڑھ کر گردن میرے سامنے جھکا دی اور میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہارے یہ الفاظ سچ ہیں تو تم اسی انداز میں

کام کرنا چاہتے ہو تو مجھے پچیس ہزار ڈالر تو کیا، ایک پیسہ بھی درکار نہیں۔ بس میں تمہارے اس مشن میں تمہارے ساتھ ہوں۔ البتہ اس فارمولے کے حصول کے بعد یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسے کس ملک کے حوالے کیا جائے تاہم اس کی فروخت کا کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں آئے گا۔"

"یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔" آغا توقیر نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اور میں نے اسے مصافحے کے طور پر ہاتھ میں لے لیا۔ اس کے بعد صورتحال ہی بدل گئی۔ آغا توقیر مجھے ہال سے نکال کر ایک اور کمرے میں لے آیا جہاں عمدہ قسم کی ڈائننگ ٹیبل بچھی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"دو دشمن، دو گہرے دوستوں میں تبدیل ہو گئے ہیں اور اس کے بعد کچھ کھانا پینا لازمی ہو جاتا ہے۔" اس نے گھنٹی بجائی اور ایک ملازم کے آنے پر کافی لانے کے لیے کہا۔ پھر کافی کے ساتھ جو کچھ آیا وہ بہت کچھ تھا اور آغا توقیر نے بڑی محبت سے مجھے یہ سب کچھ کھلایا تھا۔ اسی دوران وہ لڑکی دروازہ کمان بھی اندر داخل ہوئی اور ہم دونوں کو اس حال میں دیکھ کر عجیب سے انداز میں منہ کھول کر رہ گئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے آنکھ ماری تھی اور وہ جھینپی ہوئی وہاں سے باہر نکل گئی۔ میں نے آغا توقیر سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا۔

"میری کارکن ہے۔"

"ہوں ۔۔۔" آغا توقیر نے میرا چہرہ دیکھا اور پھر کھانے کی ایک پلیٹ کی جانب متوجہ ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے آغا توقیر سے کہا۔

"تو پھر مسٹر آغا توقیر، اب میرا دوسرا قدم کیا ہونا چاہیے؟"

"یہ تمہاری ذہانت پر مبنی ہے۔"

"تم مجھے صولت جمال کے گھر کا پتا بتاؤ۔ ویسے میں تمہاری اس کارروائی کی داد دیتا ہوں کہ تم نے بڑی ہوشیاری سے مجھے وہاں جانے کے بجائے اپنے ہاں بلا لیا۔"

"تمہارا اس سے ملنا بے حد ضروری ہے کیونکہ ہم اسے اس طرح اپنے جال میں پھانس سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ پتا بتاؤ۔" میں نے اس سے کہا۔ اور آغا توقیر نے مجھے ایک پتا بتا دیا۔ ظاہر ہے یہ اندازہ تو مجھے نہیں تھا کہ یہاں سے اس جگہ کا کتنا فاصلہ ہے۔ لیکن آغا توقیر نے جو کیفیت بتائی تھی، اس سے یہ پتا چلتا تھا کہ زیادہ دور نہیں ہے۔ کافی دیر تک ہم اس موضوع پر باتیں کرتے رہے۔ آغا توقیر نے کہا کہ وہ مجھ سے ملاقاتیں کرتا رہے گا۔ اور میں بالکل اطمینان رکھوں، وہ منظر عام پر نہیں آسکے گا۔ اور نہ ہی کسی کو یہ معلوم ہو سکے گا کہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔ پھر اس نے کہا۔

"مسٹر ڈگلس بہت خطرناک آدمی ہے۔ میں اب تم سے اس معاہدے کے بعد کافی مطمئن ہو گیا ہوں اور اس سلسلے میں زیادہ مؤثر انداز میں اقدامات کر سکتا ہوں۔ تاہم تمہارا ہوشیار رہنا بے حد ضروری ہے۔ یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ مجھ سے تمہارا کوئی رابطہ ہو چکا ہے۔" میں ہنسنے لگا۔ اور آہستہ سے بولا۔

"نہیں آغا توقیر۔ بعد کے کچھ معاملات مجھے بھی سنبھالنا ہوں گے۔ تم مطمئن رہو۔" آغا توقیر خاموش ہو گیا۔ پھر وہ مجھے باہر تک چھوڑنے آیا اور اس کے بعد مجھے صولت جمال کے ہاں جانا تھا۔ راستے میں میں نے بہت سی باتیں سوچیں۔ آغا توقیر نے جو کچھ کہا تھا اس میں سے بہت کچھ سچ نظر آ رہا تھا۔ واقعی بڑے حیران کن حالات تھے لیکن اس کے باوجود آغا توقیر پر بھی توجہ دینا بے حد ضروری تھا۔ اس دنیا میں کسی کے بارے میں آخری طور پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ ہو سکتا ہے آغا توقیر بھی کوئی ڈبل گیم کھیل رہا ہو۔ لیکن بہرطور اب مجھے صولت جمال کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرنا تھا۔ یہ اچھی بات تھی کہ تھوڑی سی تفصیلات آغا توقیر سے معلوم ہو گئی تھیں اور ان کے تحت میں صولت جمال سے زیادہ بہتر انداز میں گفتگو کر سکتا تھا۔ جب میں صولت جمال کے مکان کے سامنے پہنچا تو باہر ایک ملازم میرا منتظر تھا۔ نجانے کس طرح اس نے مجھے پہچان لیا اور آگے بڑھ کر بولا۔

"مسٹر احمر غزالی۔"

"ہاں۔"

"تشریف لائیے۔ میڈم بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔" میں اندر داخل ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میڈم صولت جمال ایک خوبصورت باریک سے لباس میں ملبوس ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں اور انہیں دیکھ کر میری آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ میڈم صولت جمال نے جو لباس پہنا ہوا تھا، وہ اتنا باریک تھا کہ پردہ پوشی کے بجائے بدن کو نمایاں کر رہا تھا۔ ویسے بھی وہاں جب میں نے انہیں تقریب میں دیکھا تھا تو

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ بے شک ایک سادہ سفید اور پروقار لباس میں ملبوس تھیں لیکن ان کے انداز نوخیز تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنی عمر سے بہت کم محسوس کرتی ہوں، اپنے آپ کو۔ گلابی رنگ کے اس لباس میں وہ میرے نزدیک پہنچیں اور بڑے ہی والہانہ انداز میں انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ پھر مجھے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔

"اتنی دیر تو محبوب کا انتظار بھی نہیں کیا جاتا جتنی دیر میں نے تمہارا انتظار کیا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اس کی وجہ کیا ہے؟" میں نے خاموش نگاہوں سے محترمہ صولت جمال کو دیکھا تو انہوں نے کہا۔

"یقینی طور پر تم نے وہاں تقریب میں میرے انداز کا برا مانا ہوگا؟"

"آپ کے انداز کا؟"

"ہاں بعض جگہ کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں۔ دراصل میں لوگوں میں اتنی مقبول ہوں کہ زیادہ تر نگاہیں میری جانب نگراں رہتی ہیں اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر نجانے کتنے لوگوں کے ذہنوں میں رقابت اور تجسس نمودار ہوا ہوگا۔ میں اس سے تمہیں بچانا چاہتی تھی۔ لیکن تم اس بات کا برا مان گئے۔" میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا تھا۔ یہ محترمہ ضرورت سے زیادہ غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ اپنے بارے میں نجانے کیا سوچتی ہیں، سمجھتی ہیں اور یقینی طور پر انہوں نے میرے بارے میں بھی اسی انداز میں سوچا ہوگا۔ ہر انسان کا ایک انداز فکر ہوتا ہے اور وہ ہر شخص کو ایک ہی ترازو میں تولنے لگتا ہے۔ بہر طور چونکہ اب محترمہ صولت جمال سے میں اس قدر مخلص نہیں تھا۔ چنانچہ اگر کسی سے مخلص نہ ہوا جائے تو پھر اس کی مرضی کے مطابق گفتگو کرنا چاہیے اور اس سلسلے میں مجھ سے زیادہ ماہر کون ہو سکتا ہے جو اچھے سے اچھے ذہین انسان کو اگر اس کا تعلق صنف نازک سے ہو، غلط فہمی کا شکار کرنے میں کمال کا درجہ رکھتا تھا اور میرے سارے دوست اس بات کو خلوص دل سے تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ میرے چہرے پر بھی ایسے تاثرات نظر آئے جیسے محترمہ صولت جمال کو اس انداز میں دیکھ کر میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہوں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ ذہنوں کو مسحور کرنے کی قوت رکھتی ہیں!" صولت جمال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی لیکن بے وقوف عورت یہ بات نہیں جانتی تھی کہ واسطہ ایک ایسے سانپ سے ہے جو دوست ہے لیکن اس کے ڈسنے سے کوئی تکلیف نہیں محسوس ہوتی اور انسان خاموشی سے موت کی نیند سو جاتا ہے۔

صولت جمال کے ہونٹوں پر فخریہ مسکراہٹ تھی۔ اس نے کہا۔ "تمہاری گفتگو بہت دلکش ہے۔"

"اور میں؟" میں نے فوراً سوال کیا۔

"بے حد پرکشش۔" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

"شکریہ خانم۔"

"اوہ۔ تم نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے۔ میں تمہیں ایک معزز مہمان کا درجہ دینا چاہتی ہوں۔"

"مزید شکریہ ادا کرنا مجھ پر قرض ہو گیا ہے۔" میں نے کہا گویا میں ڈرائنگ روم کی حد سے گزر گیا تھا۔ مجھے وہاں سے نکال کر بیڈ روم میں لے آیا گیا جس کی آرائش قابل دید تھی۔ ہر شے سے دولت کا مظاہرہ ٹپک رہا تھا۔ یہاں کا ماحول بے حد رومانی تھا اور یہاں آنے کے بعد ذہن خود بخود دوسرے انداز میں پہنچ جاتا تھا۔ بشرطیکہ صولت جمال جیسی دلکش شخصیت اس ماحول میں ایک خوبصورت لباس میں ملبوس سامنے ہو۔ میں پوری طرح اس جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ صولت جمال نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کی اور مسکراتی ہوئی بولی۔

"کیا تم اس بات پر یقین کرو گے میرے دوست امر غزالی کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کے قدموں کی رسائی اس خوابگاہ تک ہوتی ہے۔ وہ میرے انتہائی پسندیدہ اور دوستوں میں سے تھے۔ جو یہاں تک آ نے ہیں۔ بیٹھو براہ کرم بیٹھ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ صولت جمال میرے سامنے ہی ایک اور کرسی پر نیم دراز ہو گئی تھی۔ غالباً کرسی میں ہی کوئی بٹن لگا ہوا تھا جسے اس نے دبا دیا تھا کیونکہ چند لمحات کے بعد ایک خادمہ اندر داخل ہوئی اور گردن خم کر کے کھڑی ہو گئی۔

"کوئی بہت ہی اچھا مشروب لاؤ، ہمارے دوست کے لیے۔" صولت جمال نے کہا۔ اور خادمہ اسی انداز میں واپس چلی گئی۔ میں مسکراتی نگاہوں سے صولت جمال کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیسا لگا میرا یہ کمرہ؟"

"میڈم صولت جمال کے نام سے بہت ہی حسین تصورات جاگ اٹھتے ہیں۔ ہر چند کہ مجھے آپ سے بہت زیادہ واقفیت نہیں تھی لیکن میں نے خود بھی آپ کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کیں۔ انہی معلومات کی بنیاد پر میں آپ تک پہنچا تھا۔ جو معلومات مجھے حاصل ہوئیں، ان میں یہ بات سرفہرست تھی کہ میڈم کا تعلق شاہی خاندان سے ہے۔ گو شاہی خاندان کے خاتمے کے بعد میڈم بالکل الگ تھلگ ہو گئی ہیں لیکن آپ کا اپنا رکھ رکھاؤ ہے، ایک انداز ہے اور اس وقت مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ شاہی خاندان بے شک ختم ہو گیا لیکن اس کے بچے کھچے افراد اس کی روایات کو زندہ رکھ رہے ہیں۔"

"یقیناً گو شاہ کے خاتمے کے بعد ہم پر بدترین زوال آیا لیکن میں نے اپنی ذہانت سے اپنے آپ کو ان تمام معاملات سے الگ تھلگ کر لیا۔"

"یہ کمال ہے۔" میں نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ امر غزالی تم سے میری بہت تفصیلی خط و کتابت ہو چکی ہے اور میں اس موضوع کو ابھی نہیں چھیڑنا چاہتی۔ حالانکہ تمہیں طلب کرتے ہوئے میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ فوراً ہی تم سے مطلب کی باتیں شروع کر دوں گی لیکن تم اپنے طور پر ایک مسحور کن شخصیت ہو اور میں یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتی کہ صنف نازک کے لیے ایسے پرکشش چہرے میں نے کم ہی دیکھے ہیں۔ تم نے یقینی طور پر مجھے متاثر کیا ہے۔ تم جہاں کہیں بھی مقیم ہو لیکن آج تم مکمل طور پر میرے مہمان رہو گے۔"

"میں تو ایران میں داخل ہوتے ہی آپ کا مہمان بن چکا ہوں محترمہ صولت جمال۔"

"ہاں۔ اور مجھے افسوس ہے کہ ہم نے تمہیں براہ راست اپنے پاس کیوں نہ طلب کیا لیکن قصوروار ہم بھی نہیں ہیں۔ جن حالات سے ہمارا سابقہ ہے۔ وہ اتنے پریشان کن ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اور جیسا کہ ہم نے کہا کہ آج اس موضوع پر کوئی بات نہیں ہوگی۔ ہم معزز مہمان کو ذہنی طور پر بالکل آزاد رکھ کر اسے ایک مہمان ہی کا درجہ دیں گے۔"

"جی۔" میں نے پھر آہستہ سے کہا۔

"چنانچہ یہ موضوع ختم۔ تم یہ سناؤ کہ تمہاری زندگی کس انداز میں گزر رہی ہے؟"

"بس آپ کو علم ہے کہ عرصہ دراز سے ایران سے دور الگ تھلگ زندگی بسر کر رہا ہوں لیکن اپنی روایتیں ہمیشہ دل و دماغ میں زندہ رہتی ہیں۔"

"یقینی طور پر ہم ایک انوکھی روایت کے حامل ہیں اور اپنے اس منصب کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔" اسی وقت وہ ملازمہ خوبصورت ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آ گئی جس پر حسین رنگ کے کئی مشروب سجے ہوئے تھے۔ صولت جمال نے اپنے ہاتھوں سے ان کا ایک مکسچر سا بنایا اور مجھے ایک گلاس پیش کیا۔ یہ اندازہ میں لگا چکا تھا کہ یہ شراب نہیں تھی چنانچہ مطمئن انداز میں میں نے شربت کے گھونٹ لیے اور تعریفی لہجے میں بولا۔

"یہ بھی آپ کی جادوگری ہے۔ میں نے اتنا اعلیٰ مشروب کبھی نہیں پیا۔" صولت جمال میری ایک ایک بات سے خوش ہو رہی تھی اور اس وقت یہ میرے لیے انتہائی ضروری تھا حالانکہ دل و دماغ کی جو کیفیت تھی، اسے میں ہی جانتا تھا۔ آغا توقیر نے جو کہانی سنائی تھی۔ اس نے ذہن میں بہت سے پردے کھول دیے تھے۔ کم از کم اب اس بات سے آگہی تو حاصل ہو گئی تھی کہ چکر کیا چل رہا ہے اور درحقیقت بڑا ہی ہولناک چکر تھا۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اس بار شہباز احمد صاحب بھی بری طرح دھوکا کھا گئے تھے جو کارروائی ہو رہی تھی اس میں انہیں بھی آلہ کار بنا لیا گیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ معاملہ میرے ہاتھوں میں آ گیا تھا اور کئی بار ایسا ہو چکا تھا کہ میں نے ان کی کسی بھی غلطی کو سنبھال لیا تھا مگر اس بار جو کچھ ہو رہا تھا وہ درحقیقت بے حد سنسنی خیز تھا بشرطیکہ مجھے سنائی ہوئی کہانی درست ہو یعنی شہباز احمد صاحب ایک ایسی قوت کے جال میں گرفتار ہو کر عمل کر رہے تھے۔ جو اس مسئلے میں تخریبی حیثیت اختیار کر چکی تھی اور کم از کم میں اس بات سے بالکل متفق تھا کہ اس کے ہاتھ میں اگر یہ قوت چلی گئی تو طاقت کا توازن مکمل طور پر اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ آغا توقیر نے اس سلسلے میں چین کا نام لیا تھا۔ میں اچھی طرح یہ بات جانتا تھا کہ چین میرا اور میرے ملک کا کیسا اہم دوست ہے اور درحقیقت آج تک اس کی ترقی کے بعد کسی تخریبی کیفیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا اور اس کا رویہ ہمیشہ انسانیت کی فلاح کے لیے مثبت رہا تھا۔ چنانچہ اگر آغا توقیر اپنے معاملات میں مخلص ہے تو یہ بات بالکل قابل توجہ ہے کہ اس مسئلے کو کس طرح حل کیا جائے اور میں اس سلسلے میں پوری طرح عمل کرنے کے لیے تیار تھا لیکن شہباز احمد صاحب سے اس موضوع پر گفتگو کیے بغیر یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا۔ اگر شہباز احمد صاحب سے رابطے کا کوئی ذریعہ ہو جائے تو کم از کم انہیں تفصیل بتا دی جائے کیونکہ اس کے بعد عمل کرنا بہت آسان ہوگا لیکن یہ سب کچھ بھی آسان نہیں تھا۔ ہاں اس سلسلے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں یہ ضرور سوچا جا سکتا تھا کہ کسی بھی طرح شہباز احمد صاحب کو اس معاملے میں براہِ راست ملوث کر لیا جائے لیکن یہ سب کچھ بعد کی باتیں تھیں۔ ابھی تو میں عجیب گورکھ دھندے میں پڑا ہوا تھا اور مجھے انہی سے نمٹنا مشکل نظر آ رہا تھا۔

صولت جمال کے ساتھ یہ دن ایک حسین دن کی طرح گزرا بلاشبہ اس نے اپنی رہائش گاہ میں ایسے انتظامات کر رکھے تھے کہ دنیا بھر کی تفریحات یہیں مکمل ہو جائیں اور رات تک مجھے بوریت کا بالکل احساس نہیں ہوا تھا۔ بس خیالات تھے جو کبھی کبھی ذہن کے پردوں سے ٹکرا جاتے تھے۔ رات کا کھانا نہایت پرتکلف تھا۔ اور صولت جمال نے اس میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دی تھیں۔ تاہم انسان زیادہ سے زیادہ کتنا کھا سکتا ہے۔ وہ مجھے اصرار کر کر کے کھلاتی رہی اور اس کے بعد رات گزارنے کے لیے جس جگہ کا بندوبست کیا گیا تھا ہم اسے خوابوں کی جنت کہہ سکتے تھے۔ بہت وسیع و عریض ہال تھا جس کے درمیان میں ایک گول مسہری پڑی ہوئی تھی۔ اطراف کی دیواروں پر دنیا بھر کے مناظر دکھانے کا حسین انتظام تھا اور اس کمرے میں رات بسر کرنے کا مطلب یہ تھا جیسے سرزمینِ الف لیلیٰ میں کوئی رات بسر کر لی جائے اور جب تمام فراغتوں کے بعد مجھے یہاں آنے کی دعوت دی گئی تو میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ محترمہ صولت جمال اس رات کو دلکش سے دلکش تر بنانا چاہتی ہیں اور انہوں نے مجھے ہر چیز سے متعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہاں بیٹھ کر میں دنیا کے حسین ترین مناظر دیکھ سکتا ہوں اور اس کا انتظام انہوں نے کر لیا تھا۔ چنانچہ ہم دیر تک دنیا بھر کی تفریح گاہوں میں کھوئے رہے۔ یوں ہی محسوس ہوتا تھا جیسے ہم براہِ راست وہاں کی سیر کر رہے ہوں۔ اور بلاشبہ صولت جمال اپنی عمر سے کہیں زیادہ کمسن تھیں۔ اور اس کمسنی کا ثبوت انہوں نے جس طرح دیا اسے شاید میں زندگی کے آخری لمحات تک فراموش نہ کر سکوں ہاں کوئی ایسی کیفیت بھی مجھ پر طاری ہو گئی تھی جس نے بالآخر مجھے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا۔۔۔ دوسری صبح جب میں جاگا تو محترمہ صولت جمال میرے قریب موجود نہیں تھیں۔ بلکہ شاید اس کمرے ہی میں نہیں تھیں۔ ہاں دو خادمائیں میرے جاگنے کا انتظار کر رہی تھیں۔ جنہوں نے مجھے غسل کی دعوت دی اور اس کے بعد جب میں تیار ہو گیا تو مجھے ناشتے کے کمرے میں چلنے کی پیشکش کی گئی۔ جہاں محترمہ صولت جمال سفید رنگ کے حسین لباس میں ملبوس میرا انتظار کر رہی تھیں انہوں نے پراستقبال نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس کے بعد خاموشی سے ناشتا شروع ہو گیا۔ ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے کہا۔

"احمر غزالی، تم نے میری ذات پر ایک عجیب سا تسلط قائم کر لیا ہے اور یوں لگتا ہے جیسے تمہارے ساتھ ایک طویل عرصہ گزر جائے گا لیکن ہمیں جذبات سے ہٹ کر بھی عمل کی راہوں پر قدم اٹھانے چاہئیں۔ باقی معاملات کے لیے تو زندگی پڑی ہوئی ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے تیار ہو؟"

"محترمہ صولت جمال کی عنایات کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں، ویسے میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں آپ سے ہر قسم کی گفتگو کے لیے تیار تھا۔"

"میں نے کہا ناں کہ تم زندگی میں بہت دور تک میرے ساتھ سفر کر سکتے ہو بشرطیکہ تم چاہو۔ آؤ اب اس کمرے سے دوسرے کمرے میں چلتے ہیں جہاں ہمیں کام کی گفتگو کرنی چاہیے۔" اور میں خود بھی یہی چاہتا تھا چنانچہ میں صولت جمال کے ساتھ اس کمرے میں آ گیا جہاں چاروں طرف الماریاں اور ریک وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک خوبصورت میز پڑی ہوئی تھی جس کے ایک جانب صولت جمال بیٹھ گئی۔ اور دوسری سمت میں۔ تب صولت جمال نے کہا۔

"احمر غزالی میں نے تمہیں اپنے خطوط میں کافی تفصیلات لکھی ہیں، کیا تمہیں اپنے خاندانی حالات اور ان کا پس منظر معلوم ہے؟"

"کیوں نہیں میڈم؟"

"ڈاکٹر شیرانی کے بارے میں تمہیں کچھ اور معلومات حاصل ہیں؟"

"نہیں، صرف اس حد تک کہ وہ میرے چچا تھے۔"

"اور تمہیں اپنی چچازاد بہن کے بارے میں بھی تفصیلات معلوم ہیں؟"

"جی ہاں۔۔۔ روزانہ فرناز کا میں صرف نام سن سکا ہوں افسوس اس سے ملاقات کبھی نہیں ہوئی کیونکہ وہ مجھ سے بہت دور پہنچا دی گئی تھی۔"

"ہاں، ڈاکٹر شیرانی کے قتل کے بعد کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ روزانہ فرناز کو پس منظر میں رکھنا بے حد ضروری ہو گیا لیکن اس کی ذات سے ایک ایسی کہانی وابستہ ہے احمر غزالی جس کی تفصیلات اگر ہمیں معلوم ہو جائیں تو ہم دنیا کے دولت مند ترین لوگ بن سکتے ہیں اور دولت

کس کے لیے پرکشش نہیں ہوتی۔ کیا تم اپنے آپ کو اس جہان سے الگ سمجھتے ہو؟"

"محترمہ صولت جمال، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ زندگی گزارنے کے لیے دولت جس قدر ہاتھ آ سکے اچھا ہے اور اس کے بغیر زندگی بالکل بے کیف ہوتی ہے۔"

"تو بس پھر یوں سمجھ لو کہ میں تمہارے لیے دولت کے در کھولنا چاہتی ہوں۔"

"اور میں آپ کے حکم پر ہر وقت اپنی گردن کٹانے کے لیے اپنے آپ کو تیار محسوس کرتا ہوں۔"

"اگر تم نے اس جذبے سے کام کیا تو یوں سمجھ لو کہ پھر ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔" میری آنکھوں میں حسرت کے آثار پیدا ہو گئے تھے اور میں محسوس کر رہا تھا کہ صولت جمال ان آثار کو بخوبی محسوس کر رہی ہے۔ اسی میں میری کامیابی پوشیدہ تھی۔ صولت جمال نے کہا۔

"وہ کہانی میں تمہیں مختصر الفاظ میں سنا رہی ہوں۔ جو ہماری ان کاوشوں کی بنیاد بنی ہے۔" میں پوری طرح صولت جمال کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔ اور پھر صولت جمال کی کہانی اس کہانی سے مختلف نہیں تھی جو آغا توقیر نے مجھے سنائی تھی بس اس میں کچھ معمولی سی تبدیلیاں تھیں تاہم صولت جمال نے آخر میں کہا۔

"یوں سمجھ لو روزانہ فرناز ہمارے لیے اس خزانے کے دروازے کھول دے گی جو ہمارا منتظر ہے۔ ڈاکٹر شیرانی کے قتل کے بعد وہ اپنے آپ سے ناواقف ہو گئی ہے اور نہیں جانتی کہ اس کی ماں اور باپ کون ہیں۔"

"کیسے؟ آخر کیسے؟" میں نے سوال کیا اور صولت جمال گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"ڈاکٹر شیرانی عظیم سائنسدان تھا۔ اس نے زندگی میں نہ جانے کیا کیا تجربات کر ڈالے تھے۔ ایٹمی طوفان کے خلاف جس فارمولے پر اس نے کام کیا تھا، اس کا کامیاب تجربہ بھی کیا تھا۔ ایک بڑی طاقت نے ایک زبردست ایٹمی تجربہ کیا تو فوراً ہی ڈاکٹر شیرانی نے اس پر اپنا تجربہ آزما ڈالا اور تمام ایٹمی پھیلاؤ سمٹ کر ناکارہ ہو گیا۔ بس اسی جگہ سے ہلچل مچ گئی اور بڑی بڑی ایٹمی قوتیں یہ پتا چلانے میں سرگرداں ہو گئیں کہ ان کے اس تجربے کی ناکامی کی وجہ کیا ہے بالآخر انہوں نے ڈاکٹر شیرانی کا سراغ لگا ہی لیا اور اس کے بعد ڈاکٹر شیرانی کے لیے جس قدر خطرات پیدا ہو گئے، ان کا اندازہ تم خود لگا سکتے ہو احمر غزالی۔ ڈاکٹر شیرانی نے ان خطرات کو بخوبی محسوس کر لیا۔ وہ صدی کا انسان تھا اور محبِ انسانیت بھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ چاہے زندگی چلی جائے چاہے اس کے اہلِ خاندان تباہ و برباد ہو جائیں، وہ انسانیت کی بھلائی کے لیے یہ عمل ضرور کرے گا اور اس فارمولے کو خصوصی طور پر تیار کر کے ایٹمی پھیلاؤ کو روک دے گا اور ایٹمی قوتوں کو خوفزدہ کر دے گا۔ اس کے لیے اس کے پاس بہت بڑے بڑے منصوبے تھے لیکن جو لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے تھے، وہ بہت طاقتور تھے اور کچھ ہی عرصے کے بعد ڈاکٹر شیرانی نے محسوس کر لیا کہ اب اس کا بچنا محال ہو گیا ہے۔ وہ لوگ اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑیں گے۔ اور اس کی موت کے بعد اس کا فارمولا تلاش کر لیں گے چنانچہ اس نے فارمولے کو ایک ایسی جگہ چھپا دیا جہاں کسی کا پہنچنا ممکن نہیں تھا البتہ اس نے اس فارمولے کا ایک حل دریافت کر لیا یعنی اپنی بیٹی کو اس نے اس کے تحفظ کے لیے مقرر کر دیا۔ روزانہ فرناز بہت چھوٹی نہیں تھی بس ایک عمر تک پہنچ چکی تھی لیکن ڈاکٹر شیرانی نے اس سے اس کی عمر چھین لی اور وہ اپنا ماضی بھول گئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ڈاکٹر شیرانی نے اس کے ذہنی خلیوں میں سے ایک خلیے کا انتخاب کیا اور اس میں اس فارمولے کے پوشیدہ ہونے کی جگہ محفوظ کر دی جبکہ اس خلیے سے اس نے اس کی ماں کا تصور نکال دیا اس طرح وہ اپنا ماضی اور اپنے اطراف کو بھول گئی۔ اور اس کے لیے ڈاکٹر شیرانی نے ایک خاص طریقۂ کار اختیار کیا یعنی یہ کہ اس کی ماں اس کے سامنے سے ہٹ جائے اور کسی جگہ محفوظ ہو جائے پھر جب بھی کبھی اس کی ماں اس کے سامنے آئے گی تو اس خلیے میں تحریک پیدا ہو گی۔ وہ ماں کو پہچان لے گی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اسے فارمولے کے پوشیدہ ہونے کی جگہ یاد آ جائے گی۔ یہ ایک انوکھا تجربہ تھا جس پر ڈاکٹر شیرانی کو مکمل اعتماد تھا چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کو وہاں سے روپوش کر دیا۔ اور فرانس کے ایک خاص حصے میں اس کی پرورش کا بندوبست کر دیا اور اس کی ذمہ داری مسٹر ڈگلس نے سنبھال لی لیکن یہ بات صرف آغا توقیر جانتا تھا کہ اس کی ماں کہاں پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ آغا توقیر کے علاوہ یہ بات کسی کو معلوم نہیں تھی گویا ڈاکٹر شیرانی نے تمام معاملات تقسیم کر دیے تھے۔ اگر کسی طرح اس کی ماں کا پتا چل جائے اور لڑکی کو وہاں پہنچا دیا جائے تو بس سمجھو احمر غزالی کہ وہ ہم ہوں گے جن کے قبضے میں وہ عظیم فارمولا ہو گا اور اس کے بعد

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کے بعد یوں سمجھ لو کہ ہم دنیا کے امیر ترین لوگ بن جائیں گے۔ اس کی قیمت ہماری پسند کے مطابق وصول ہو گی۔ اور پھر آگے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا انتخاب میں نے اسی لیے کیا ہے احمر غزالی کہ تم اگر اس کے سامنے آؤ گے تو اس کے ذہن کے خلیوں میں غیر محفوظ نہیں ہو گے وہ کسی کو پہچانے یا نہ پہچانے تمہیں ضرور پہچان لے گی نہ بھی پہچان سکی تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم اسے یاد دلاؤ گے کہ تم کون ہو اور پھر تم سے زیادہ قربت اس کے لیے کسی اور کو نہ ہو گی۔ مطلب یہ ہے کہ تم اسے اپنا ساتھی بنا سکتے ہو۔ باقی لوگ جو بھی ہوں گے۔ وہ تم ہی سے رجوع کریں گے لہٰذا تم نہایت ہوشیاری سے ان کا سامنا کر سکو گے پھر کسی بھی طرح آغا توقیر کے ذریعے یہ بات معلوم کرنا ہو گی صولت جمال، آپ نے جو قربت مجھے بخش دی ہے اس کے بعد بھلا میری مجال ہے کہ میں آپ سے انحراف کروں۔ دنیا کی دولت ایک جانب، آپ کی محبت اور آپ کا التفات دوسری جانب، میں سمجھتا ہوں اس پر ہر دولت کو ٹھکرایا جا سکتا ہے۔ مجھے آپ کی قربت سے زیادہ اور کوئی شے عزیز نہیں ہے۔ میرے ان الفاظ نے صولت جمال کو بہت متاثر کیا۔ اور میں نے ایک بار پھر دل میں سوچا کہ عورت ہر قیمت پر صرف عورت ہوتی ہے۔ وہ کچھ بھی بن جائے لیکن اس کی اصل شخصیت کوئی نہیں مٹا سکتا۔ صولت جمال نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے آپ کو زندگی بھر تمہارے قدموں میں پیش کر دوں گی۔ لوگوں کا میرے بارے میں جانے کیا کیا خیال ہے۔ تم نے خود بھی دیکھا ہو گا کہ میں تمہارے ساتھ کس انداز میں پیش آئی۔ بات دراصل یہ ہے کہ اپنا رکھ رکھاؤ اور اپنی حیثیت برقرار رکھنا ایک مشکل عمل ہوتا ہے"

"محترمہ صولت جمال آپ نے مجھے خرید لیا ہے اور خریدی ہوئی چیزیں صرف غلام ہوتی ہیں اور غلام صرف احکامات پر عمل کرتے ہیں۔ میں آپ کے مشورے سے تمام مراحل طے کروں گا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔" اور صولت جمال بے اختیار ہو گئیں اور ان کی بے اختیاری کافی دیر تک جاری رہی۔ پھر یہ طے پایا کہ ابھی ایک آدھ دن میں ان کے ساتھ گزاروں ان کا دل بھی مجھ سے دور ہونے کو نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ کہنے لگیں۔

"کام زندگی کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور بے شک جب تک تم میرے پاس نہیں پہنچے تھے۔ مجھے لمحہ لمحہ تمہارا انتظار تھا اس تصور کے ساتھ کہ تم سے بات کر کے اس کام کا آغاز کروں گی لیکن اب جب تم میرے نزدیک آ گئے ہو تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرا وہ کام دوسرے نمبر پر جا پڑا ہے اور پہلا نمبر تمہارے ساتھ وقت گزارنے کا ہے۔ چنانچہ ابھی ایک آدھ دن مزید میرے ساتھ قیام کرو اور اس کے بعد عمل کی دنیا میں نکل جاؤ۔" مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ جس وقت بھی میں چاہتا محترمہ صولت جمال کو خدا حافظ کہہ سکتا تھا اور یوں بھی میڈم صولت جمال اس قابل نہیں تھیں کہ ان کے ساتھ بہت زیادہ وقت گزارا جائے۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ جو کچھ ان سے معلوم ہو گیا، اس سے زیادہ اور کچھ معلوم ہونا ممکن نہیں تھا کم از کم صورتحال تو میرے علم میں آ گئی تھی لیکن فطرت کا مسئلہ ذرا مختلف ہوتا ہے۔ اس وقت میڈم صولت جمال بھی غنیمت تھیں کہ انہوں نے میرے لیے اپنے دل کے دروازے کھول دیئے تھے۔ چنانچہ ان دروازوں کے دوسری جانب اگر تھوڑا بہت وقت گزار لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں نے ان کی یہ پیشکش قبول کر لی تھی۔ لیکن ذرا سا مسئلہ گڑبڑ ہو گیا۔

غالباً اس وقت شام کے چار بجے تھے اور میں اپنی تمام تر کارروائیوں سے مطمئن ہو کر کمرے میں آرام کر رہا تھا کہ مجھے صولت جمال سے ملاقات کی سوجھی۔ میرے لیے جو جگہ مخصوص کی گئی تھی اور جو آج ہی مجھے دی گئی تھی۔ وہ صولت جمال کے کمرے کے بالکل برابر تھی اور یہاں سے نکل کر صولت جمال کے کمرے میں داخل ہونا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میں دروازے سے باہر نکلا اور صولت جمال کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ ان کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ اور میں اندر داخل ہونے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس کی کوئی وجہ نہیں تھی بس نجانے کیوں ایک دم میرے قدم رک گئے تھے۔ اندر سے غالباً صولت جمال نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھا لیا تھا۔ دوسری طرف سے جو بھی آواز سنائی دی ہو، لیکن صولت جمال کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔

"ہاں۔ کون ہو تم؟" میں صولت جمال بول رہی ہوں۔ کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمہارا دماغ تو درست ہے؟ میں ہرگز نہیں مان سکتی۔ کہاں سے بول رہے ہو تم۔ نہیں بالکل نہیں۔ احمر غزالی میرے پاس موجود ہے۔ ہاں وہ میرے پاس موجود ہے۔ اور میں اسے اچھی طرح پہچانتی ہوں مگر میں کیسے مان لوں؟ میں تسلیم نہیں کر سکتی۔ تم یقیناً فراڈ ہو۔ تم نے کہیں سے احمر غزالی کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ کیا؟ ہاں، نہیں بالکل نہیں۔ کہاں سے تصدیق کرا سکتے ہو، کہاں سے۔ اوہ مگر۔ مگر یہ بات درست ہے تو پھر وہ کون ہے، سب کچھ جانتا ہے وہ۔ نہیں، ہاں یہ بات میرے علم میں ہے کہ بہت سے لوگ اس مسئلے پر کام کر رہے ہیں لیکن میں تمہیں ہی سچا کیسے مان لوں، کیسے ثابت کرو گے۔ اوہ تم نے میرا دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ سنو، کیا تم میرے پاس آ سکتے ہو۔ ہاں پتا میں بتائے دے رہی ہوں۔ فوراً میرے پاس پہنچو لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا۔ میں ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتی جو مجھے دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر دھوکا اس نے دیا ہے تو وہ بھی اب یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکے گا۔ تم یہ ثابت کر سکو گے کہ تم اصلی احمر غزالی ہو۔ ٹھیک ہے آ جاؤ، میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ ہاں ٹھیک ہے پتا تم نے ذہن نشین کر لیا ہے ناں۔ بس میرے پاس فوراً پہنچو۔ فوراً۔"

صولت جمال نے غالباً ریسیور رکھ دیا تھا اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ ہو گیا تھا جس کی مجھے توقع تھی اور اس کے بعد میں نے جو کچھ کیا وہ بے چینی کے عالم میں ہی کیا تھا۔ میں نے جلدی سے صولت جمال کے دروازے کو باہر کی جانب کھینچا اور باہر سے اسے بولٹ کر دیا تاکہ وہ فوراً ہی باہر نکل کر شور نہ مچا سکے۔ اور اس کے بعد بھلا اس بات کے کیا امکانات تھے کہ میں ایک لمحے بھی وہاں رکتا۔ سر پر پاؤں رکھ کر ایسا بھاگا کہ اپنے ہوٹل میں آ کر دم لیا۔ یہ پناہ گاہ میرے لیے بہترین تھی اور یہاں فی الوقت میں پوری طرح محفوظ تھا۔ لیکن جو کچھ ہوا تھا، بہت ہی پرلطف بات تھی۔ اس کم بخت احمر غزالی کو بھی اسی وقت نازل ہونا تھا۔ میڈم صولت جمال پر جو کچھ گزری ہو گی، میں اسے اچھی طرح جانتا تھا۔ اور اس کے بعد جو کچھ میں کر آیا تھا، اس نے تو اس کا پارہ بری طرح چڑھا دیا ہو گا، لیکن یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ اتنا حیرتناک تھا کہ عقل ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ یہ شہباز احمد صاحب بھی خوب آدمی تھے۔ خود اتنے بڑے عہدے سے ریٹائر ہو کر آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے اور ایسے ایسے خطرناک کیس میرے سپرد کر دیا کرتے تھے جن کا نہ سر ہوتا تھا نہ پاؤں۔ کیا ہی انوکھی بات تھی۔ ایک ایسا فارمولا جو ایٹمی تباہ کاریوں کو روکنے میں معاون ثابت ہو سکتا تھا، ڈاکٹر شیرانی نامی ایک شخص نے ایجاد کیا اور اسے محفوظ رکھنے کے لیے دنیا کا ایک انوکھا ترین طریقہ آزمایا۔ بعض لوگ بھی کیا زندگی گزارتے ہیں کہ کسی سے مخلص نہیں ہو پاتے وہ سوائے اپنے مقصد کے۔ اور ڈاکٹر شیرانی نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ نہ صرف اپنی بلکہ اپنی بیوی اور بیٹی کی بھی زندگی مصیبت میں ڈال دی تھی لیکن اب اس مصیبت کا میں کیا کروں۔ حارث پاشا کی حیثیت سے تو با آسانی روزانہ فراز کے سامنے جا سکتا تھا لیکن اب تو اس سے ملاقات بھی بالکل بے مقصد تھی۔ تاہم اب مجھے آگے کی صورتحال کا بہتر طریقے سے اندازہ ہو چکا تھا۔ کیسی دلچسپ بات تھی۔ اس وقت تین اہم ترین دشمن ایک دوسرے سے پوری طرح ہوشیار تھے۔ یعنی مسٹر ڈگلس، آغا توقیر اور صولت جمال باقی اور کوئی اس سلسلے میں جو کچھ بھی کر رہا تھا، کم از کم میرے علم میں نہیں تھا۔ یہ تینوں افراد ایسے تھے جنہیں تھوڑی تھوڑی معلومات اس سلسلے میں حاصل تھیں اور پرلطف بات یہ تھی کہ یہ تمام معلومات انہوں نے مجھے فراہم کر دی تھیں۔ اور اس وقت سب سے زیادہ بہتر جاننے والا میں تھا جسے شہباز احمد صاحب نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے بڑے اہتمام سے بھیجا تھا۔ مسٹر ڈگلس بھی مکمل صورتحال سے ناواقف تھے۔ آغا توقیر بھی اور میڈم صولت جمال بھی لیکن میرے پاس ان تمام چیزوں کا حل موجود تھا۔ البتہ ان میں کچھ افراد ایسے تھے جن سے خصوصی طور پر کام نکالنا تھا۔ مثلاً یہ کہ اس لڑکی کو اس کی ماں تک لے جانا میرا کام تھا۔ اور اس سلسلے میں مسٹر ڈگلس میرے معاون ثابت ہو سکتے تھے۔

آغا توقیر اس مسئلے میں مسٹر ڈگلس کو ناکام کرنے کا خواہشمند تھا کیونکہ ان سے اس فارمولے کے حصول کے بعد شدید خطرات لاحق ہو سکتے تھے یہی کیفیت میڈم صولت جمال کی تھی۔ اگر مسٹر ڈگلس اور میڈم صولت جمال کو آپس میں بھڑا دیا جائے تو کم از کم دو خطرناک دشمن ایک دوسرے میں الجھ جاتے اور مجھے کامیابی حاصل ہو سکتی تھی لیکن سب سے پہلے تو اس فارمولے کا حصول ضروری تھا۔ کہیں یوں نہ ہوتا کہ یہ سارے مسئلے آپس میں الجھ جاتے اور وہ خوفناک فارمولا کسی غلط انسان کے ہاتھ لگ جاتا لیکن شہباز احمد صاحب کو بھی اس کی حقیقت سے ناواقفیت تھی بلکہ وہ تو یہ بات بھی جانتے تھے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ اس کے بعد یہ بات انتہائی ضروری ہو گیا تھا کہ میں شہباز احمد صاحب سے کسی ذریعہ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رابطہ قائم کر کے انہیں تمام تفصیلات سے آگاہ کروں لیکن اس سے پہلے لڑکی کو پوشیدہ کر دینا ضروری تھا کیونکہ آغا توقیر یا صولت جمال میں سے کوئی بھی اس تک پہنچ سکتا تھا اور اگر انہوں نے اسے اغوا کر لیا تو پھر معاملہ بہت طویل چلا جائے گا۔ لیکن میں بذاتِ خود اس سلسلے میں کیا عمل کر سکتا تھا۔ اول تو میرے پاس ایسے ذرائع موجود نہیں تھے اور یہاں میرے لیے کچھ الجھنیں اور مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں وہ تو میری اصلی شکل میں نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے حارث پاشا کی شکل میں تھا ورنہ اسی طرح کچھ آسانی ہو جاتی۔ بہت دیر تک انہی سوچوں میں گم رہا۔ اور اس کے لباس وغیرہ تبدیل کیا بال سنوارے اور باہر نکل آیا اور پھر سب سے پہلے میری نگاہ مسٹر ڈگلس پر پڑی تھی۔ جو روزانہ فرناز کے کمرے سے باہر نکل رہے تھے۔ مسٹر ڈگلس کو دیکھتے ہی میرے ذہن میں ایک منصوبہ آ گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر برق رفتاری سے آگے بڑھ کر مسٹر ڈگلس کے قریب پہنچ گیا۔ وہ جانتے تھے کہ میں اس کمرے میں موجود ہوں۔ لیکن نہ جانے کیوں وہ مجھ سے ملے بغیر ہی چلے جا رہے تھے۔ غالباً روزانہ فرناز کا کوئی معاملہ ہوگا۔ تاہم مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹکے اور میں نے انہیں اشارے سے اپنے کمرے کی سمت آنے کے لیے کہا۔ چند لمحات کے بعد مسٹر ڈگلس میرے سامنے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"یہاں آنے سے پہلے میں نے تمہارا کمرہ دیکھا تھا تم موجود نہیں تھے۔ اس وقت بھی میں یہی سمجھا کہ تم اپنے کمرے میں موجود نہیں ہو۔ ورنہ تم سے ملاقات کر کے جاتا۔"

"ہاں۔ مجھے واپس آئے زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے۔ آپ سے ایک انتہائی ضروری کام ہے مسٹر ڈگلس براہ کرم بیٹھ جائیے۔" میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا مسٹر ڈگلس متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

"کیا آپ نے روزانہ فرناز کو ایسے شخص کے بارے میں بتا دیا ہے۔ جو سامنے والے کمرے میں مقیم ہے یعنی میری کسی بھی حیثیت سے وہ واقف ہے؟"

"نہیں میرے دوست۔ یہ تو کسی طور مناسب نہیں تھا۔" مسٹر ڈگلس نے کہا۔

"ابھی آپ نے اس سے ملاقات کی تو آپ کے اور اس کے درمیان کیا گفتگو رہی؟"

"کوئی خاص نہیں۔ بس وہ تشویش زدہ ہے۔ اپنی شناخت کے لیے بری طرح پریشان ہے وہ۔"

"دراصل مسٹر ڈگلس، بات کچھ آگے بڑھی ہے اور اس انداز میں آگے بڑھی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ خطرناک ہو گئی ہے۔" مسٹر ڈگلس کے چہرے پر تجسس کے آثار پھیل گئے۔ انہوں نے کہا۔

"کیا تم اس بارے میں کچھ تفصیلات بتاؤ گے؟"

"جی۔ صولت جمال آپ کے علم میں ہے؟"

"اچھی طرح۔ اور میرا خیال ہے مختصراً اس کے بارے میں ہم دونوں کے درمیان گفتگو ہو چکی ہے۔"

"ہاں تو یوں سمجھ لیجیے کہ صولت جمال اپنے طور پر جس کام میں مصروف تھی، اب اس کی تکمیل قریب آگئی ہے۔" مسٹر ڈگلس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں۔ مطلب میں نہیں سمجھ پایا تمہارا۔"

"احمر غزالی اس کے پاس پہنچ چکا ہے۔"

"احمر غزالی۔ ڈاکٹر شیرازی کا بھتیجا؟"

"جی۔ اسی کی بات کر رہا ہوں۔ دراصل ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آگیا ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے مسٹر ڈگلس کو شروع سے لے کر آخر تک کی تفصیل بتائی۔ سوائے اس کے کہ صولت جمال نے مجھے دماغ کے بارے میں جو بتایا تھا وہ میں مسٹر ڈگلس سے چھپا گیا تھا۔ مسٹر ڈگلس کے چہرے پر شدید تجسس کے آثار پھیلے ہوئے تھے۔ اور وہ کسی قدر گہری سوچ میں مبتلا نظر آ رہے تھے پھر انہوں نے کہا۔

"یہ صورتحال تو خطرناک ہو گئی۔ احمر غزالی بلاشبہ اس کا بھائی ہے اور وہ اس تک پہنچنے کے قانونی ذرائع بھی رکھتا ہے۔ میرا مطلب ہے صولت جمال کے بارے میں میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ کیسی شخصیت کی مالک ہے۔ شاہی خاندان سے تعلق ہونے کی بنا پر اس کے وسائل لامحدود ہیں اور وہ کسی بھی طور بہت کچھ کر سکتی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روزانہ فرناز کو ہم لوگوں کے چنگل سے نکال کر وہ مکمل طور پر احمر غزالی کے ذریعے اپنی تحویل میں لے لے۔ اس کے بعد ہم ہاتھ ملنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن ہم ہاتھ نہیں ملنا چاہتے اور اس

کے مواقع ہیں ابھی ہمارے پاس۔"

"وہ کیا؟"

"روزانہ فرناز کو جس طرح بھی ہو سکے فوراً یہاں سے ہٹا دیا جائے۔ کیونکہ صولت جمال اس قدر لاعلم عورت نہیں ہے کہ اسے روزانہ فرناز کے موجودہ ٹھکانے کے بارے میں معلوم نہ ہو۔"

"اندازہ یہی ہوتا ہے ورنہ احمر غزالی کو اس تک پہنچانے کے لیے وہ کیا طریقہ کار اختیار کرتی؟"

"بالکل بالکل۔ آپ نے بالکل درست سوچا مسٹر ڈگلس۔"

"تو پھر یہ کام تو میرا خیال ہے ہمیں باقی تمام باتوں سے پہلے کر لینا چاہیے۔"

"آپ کے پاس کوئی ایسی جگہ ہے جہاں آپ اسے یہاں سے ہٹا کر پوشیدہ کر سکیں؟" مسٹر ڈگلس پھر کسی سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر آہستہ سے بولے۔

"میرا خیال ہے یہ مناسب نہیں ہوگا۔"

"کیوں؟"

"اس کی وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"مطلب یہ ہے کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ان سب کی نگاہوں سے الگ ہوں۔ نجانے کس کس طرح آغا توقیر اور صولت جمال مجھ پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے وہ میرے موجودہ ٹھکانے سے بھی واقف ہوں اور ہو سکتا ہے وہ میری نقل و حرکت کا بھی جائزہ لے رہے ہوں۔ ایسی حالت میں اگر روزانہ فرناز کو میں خود کہیں پوشیدہ کروں گا تو با آسانی یہ بات ان کے علم میں آجائے گی۔ ویسے ابھی وہ مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کریں گے اور یہی وجہ ہے کہ میری رہائش گاہ سے واقف ہونے کے باوجود انہوں نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی تک میں ان کے لیے کام کا آدمی نہیں ہوں لیکن روزانہ فرناز کو میں جہاں بھی رکھوں گا وہ اسے ضرور حاصل کر لیں گے۔" میں گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ مسٹر ڈگلس کا یہ کہنا بالکل درست تھا۔ پھر مسٹر ڈگلس ہی بولے۔

"ایک تجویز البتہ میرے ذہن میں ہے۔"

"کیا؟"

"اگر تم اجازت دو تو میں اسے تمہارے اس کمرے میں منتقل کر دوں۔"

"اس کمرے میں؟"

"ہاں۔"

"مگر میں۔ میرا مطلب ہے مجھے دوسرا کمرہ؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"پھر؟"

"میں ایک نئے شخص کی حیثیت سے تمہارا اس سے تعارف کرا دیتا ہوں۔ میں اس سے کہوں گا کہ تم اس کے نئے محافظ ہو اور اس کے بعد تم خود بہتر سمجھ لو گے۔ سو کرو گے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے چہرے پر میک اپ کر کے ہم فوری طور پر اس کی شخصیت تبدیل کر دیں معاملہ میری توقع سے کہیں زیادہ طویل ہو گیا ہے۔ مجھے اس قدر امید نہیں تھی۔" میں تیز نگاہوں سے مسٹر ڈگلس کا چہرہ دیکھتا رہا اور پھر میں نے ان سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے عارضی طور پر ہم یہ کر سکتے ہیں۔"

"تو پھر تم مجھے اجازت دو کہ فوری طور پر یہ عمل کر ڈالوں ہم اس کے سامنے باقی گفتگو کر لیں گے اور یہ طے کر لیں گے کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا ہے۔" مسٹر ڈگلس اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد میری اجازت لے کر دروازے سے باہر نکل گئے۔ میں ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔ میرے خیال میں یہ بہت مناسب قدم تھا کیونکہ اب جبکہ مجھے تمام صورتحال معلوم ہو چکی تھی تو روزانہ فرناز کا بھی مجھ سے دور رہنا مناسب نہیں تھا کوئی بھی حادثہ، کوئی بھی واقعہ پیش آ سکتا تھا۔ اور وہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو سکتی تھی۔ اور پھر خصوصاً ان حالات میں جبکہ مجھ پر ایک انتہائی اہم راز کا انکشاف ہو چکا تھا، میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

میں انتظار کرتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد مسٹر ڈگلس، روزانہ فرناز کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گئے۔ روزانہ فرناز نے ایک چھوٹا سا بریف کیس اٹھایا ہوا تھا جس میں یقینی طور پر اس کے کچھ لباس وغیرہ تھے۔ وہ اجنبی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی اور مسٹر ڈگلس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"روزانہ۔ جہانگیر جمال شاہ سے ملاقات کرو۔ یہ ہمارے نئے دوست ہیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہیلو۔" میں نے کہا۔

"ہیلو۔" فرناز پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"آئیے مس فرناز، آپ کے بارے میں مسٹر ڈگلسن نے مجھے تمام تفصیلات بتادی ہیں۔" وہ سوٹ کیس ایک طرف ڈال کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ مسٹر ڈگلسن نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

"کہیے آپ کے مزاج کیسے ہیں؟" میں نے فرناز سے پوچھا۔

"جھوٹ نہیں بولنا چاہتی اس لیے یہ سوال نہ کرو۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" میں مسکراتا ہوا بولا۔

"تمہارے اس سوال کے جواب میں مجھے یہی کہنا چاہیے ناں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں اور ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اوہ بے بی، تم ضرورت سے زیادہ حساس ہو، اتنا حساس ہونا بھی اچھی بات نہیں ہے۔" مسٹر ڈگلسن نے کہا۔ جواب میں روزانہ فرناز نے انہیں ایسی نگاہوں سے دیکھا جن میں درد و کرب کے آثار تھے۔ میں اس کی ذہنی کیفیت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ ظاہر ہے بیچاری پریشان تھی مسٹر ڈگلسن نے کہا۔

"روزانہ فرناز، حارث پاشا کو یقینی طور پر کوئی حادثہ پیش آگیا ہے جس کی بناء پر وہ ہم تک نہیں پہنچ سکا۔ بہرطور اب اس کی جگہ مسٹر جہانگیر جمال شاہ نے لے لی ہے۔"

"آہ۔ انہیں بھی کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔" روزانہ فرناز نے کہا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور بولا۔

"میرے بارے میں آپ بالکل فکر مند نہ ہوں مس فرناز، میں آپ کا مکمل تحفظ کروں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کے والدین کی تلاش میں آپ کی مدد۔ آپ اطمینان رکھیے یہ کام میں سرانجام دوں گا۔"

"نجانے کون اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا۔ میں تو اب مایوس ہو گئی ہوں۔"

"بے بی، تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تم یہ نہیں دیکھتیں کہ تمہارے انکل کس طرح تمہارے لیے سرگرداں ہیں اور ہر ممکن طریقے سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ تمہیں تمہاری اصلیت مل جائے۔" روزانہ فرناز نے ایک ٹھنڈی

سانس لی اور پیشانی مسلنے لگی، میں نے مسکراتے ہوئے مسٹر ڈگلسن سے کہا۔

"آپ بالکل مطمئن رہیں، مس فرناز میرے ساتھ خوش رہیں گی۔"

"یقیناً۔ یقیناً۔ مجھے اس بات کا پورا پورا اطمینان ہے ظاہر ہے ابھی تو تمہاری ان سے ملاقات ہوئی ہے بس چند روز لگیں گے۔ اور تم دونوں بے تکلف ہو جاؤ گے۔ ویسے میں نے بلبلا کو کسی حد تک تفصیلات بتا دی ہیں اور ہم اس بات سے متفق ہیں کہ وہ کمرہ چھوڑ دیا جائے جہاں اس کے لیے خطرات ہو سکتے ہیں۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے جہانگیر جمال شاہ، کیا بے بی کے چہرے پر میک اپ کر دینا مناسب ہوگا؟"

"میں سمجھتا ہوں تھوڑا بہت یہ کام ہو جانا چاہیے۔ تاکہ ان کے دشمن انہیں پہچان نہ سکیں۔"

"ہم۔ مگر میرے چہرے پر میک اپ کرے گا کون؟" فرناز نے سوال کیا۔

"تھوڑا بہت یہ کام مجھے بھی آتا ہے مس فرناز، میں یہ خدمت سرانجام دوں گا۔" وہ گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ پھر مسٹر ڈگلسن نے کہا۔

"مگر تمہارے پاس میک اپ کا سامان ہے؟"

"وہ بازار سے حاصل کرنا ہوگا۔"

"اطمینان رکھو، یہ کام میں کر لوں گا۔"

"کب؟"

"میرا خیال ہے مجھے اجازت دو، میں اس سے فارغ ہو کر آتا ہوں۔" مسٹر ڈگلسن نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ مسٹر ڈگلسن باہر نکل گئے تو میں نے مسکراتے ہوئے روزانہ فرناز کی طرف دیکھا اور کہا۔

"آپ کو یقیناً اپنے چہرے سے پریشانی جھٹک دینی چاہیے مس فرناز۔"

"میں بہت پریشان ہوں مسٹر جمال شاہ، بات دراصل یہ ہے کہ میری اصلیت کھو گئی ہے۔"

"مسٹر ڈگلسن نے مجھے تمام تفصیلات بتا دی ہیں۔ آپ اطمینان رکھیے آغا توقیر کو گردن سے پکڑ کر آپ کے سامنے پیش کرنا میری ذمے داری ہے۔ یہ کام حارث پاشا نہیں کر سکا لیکن میں ضرور سرانجام دوں گا۔"

"وہ بہت اچھا آدمی تھا۔"

"میں بھی بہت اچھا آدمی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ میری طرف دیکھنے لگی پھر بولی۔

"مگر تم کون ہو؟"

"جہانگیر جمال شاہ۔"

"یہ تو مجھے معلوم ہو چکا ہے لیکن۔"

"بس یوں سمجھ لو میں اس تابوت کی آخری کیل ہوں۔" وہ خاموش ہو کر خلاؤں میں گھورنے لگی تھی۔ بہت دیر تک میں اس سے مختلف قسم کی باتیں کرتا رہا۔ اور رفتہ رفتہ میں نے اسے اپنے آپ سے بے تکلف کر لیا۔ پھر مسٹر ڈگلسن آگئے۔ وہ میک اپ کا بہترین سامان لے آئے تھے۔ اسی دوران اس کے استعمال کا وقت آگیا تھا چنانچہ میں اس کے چہرے پر مصروف ہو گیا اور میں نے خود بھی حیران کن نگاہوں سے اس کی بدلی ہوئی شکل دیکھی اور پھر آئینہ اس کے سامنے کر دیا۔ آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر روزانہ فرناز پر ایک بہتر اثر ہوا تھا۔ اس کے منہ سے ہنسی نکل گئی۔

"ارے رے۔ یہ آئینے میں کون نظر آرہا ہے مجھے؟"

"یہ مس فرناز ہیں۔" میں نے کہا۔

"نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"سوال پیدا ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو لیکن آئینے میں مس فرناز نظر آرہی ہیں۔"

"اوہ میرے خدا کس قدر بدل گئی ہوں میں۔ مگر یہ کیسے ہوا؟"

"میک اپ کے کمال کی وجہ سے۔"

"تم تو بہت باکمال انسان ہو۔"

"ابھی آپ نے میرے کمالات دیکھے کہاں ہیں؟ مس فرناز، جب میں آپ کو آپ کی اصلیت سے آگاہ کروں گا تب آپ کو اندازہ ہوگا کہ میں کتنے کام کا آدمی ہوں۔"

"لگتا تو یہی ہے، تمہارا یہ کمال دیکھنے کے بعد مجھے نجانے کیوں یہ امید ہو گئی ہے کہ تم میرے مسائل کا حل بن سکتے ہو۔"

"میں تمہارے مسائل کا حل ہوں مس فرناز، اطمینان رکھو۔" مسٹر ڈگلسن بھی مسکرا رہے تھے پھر انہوں نے کہا۔

"تو پھر مجھے اجازت؟"

"آپ بالکل اطمینان سے جائیے مسٹر ڈگلسن، مس فرناز کو تھوڑا سا تنہا رہنا پڑے گا یہاں، میرا مطلب ہے یہ ہو سکتا ہے کہ میں کسی کام میں مصروف ہو جاؤں لیکن بہرحال یہ یہاں خوش رہیں گی۔" فرناز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مسٹر ڈگلسن اسے تسلیاں دینے کے بعد باہر نکل گئے تو وہ کسی قدر تشویش بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

"مگر تم کہاں جاؤ گے؟"

"مس فرناز، آپ کے ماضی کی تلاش میں۔" وہ سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تب پھر میں تمہیں اس کام سے نہیں روکوں گی چونکہ اس وقت مجھے دنیا میں صرف ایک ہی شے درکار ہے اور وہ ہے میرا ماضی۔"

"میں آپ کا ماضی، آپ کو تلاش کر کے دوں گا مس فرناز، یہ میرا عزم ہے۔" وہ ممنون نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی تھی۔

پھر میں اسے ہدایت دیتا رہا۔ پھر میں نے اسے بتایا کہ وہ اس کمرے سے بالکل باہر نہ نکلے اور اپنے طور پر ایسی کوئی کارروائی نہ کرے جس سے اس کا اسکے دشمنوں کی نگاہوں میں آجانا ممکن ہو سکے۔ اس نے مجھ سے اس بات کا بھرپور وعدہ کیا تھا۔

اب یہ معاملہ انتہائی سنجیدگی کی حدود میں داخل ہو گیا تھا۔ ویسے بھی فرناز سے مجھے بہت زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ میرے مطلب کی شخصیت نہیں تھی تاہم جو معاملہ اس سے منسوب تھا، اس پر مجھے لازمی طور پر بھرپور سنجیدگی سے عمل کرنا تھا اور پھر میں ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ مجھے یہ خدشہ بھی تھا کہ صولت جمال کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہوں گے لیکن اب ایسی بات بھی نہیں تھی کہ میں اپنے متوقع دشمنوں سے نہ نمٹ سکوں اور اس کے بعد میں نے جو جدوجہد کی وہ کافی مشکل تھی۔ اپنے سفارتخانے سے میرا رابطہ مشکل ترین ثابت ہوا تھا لیکن بہرطور میں اس میں کامیاب ہو گیا۔ ظاہر ہے ان لوگوں کو اپنی اصلیت تو نہیں بتا سکتا تھا۔ البتہ جب ذمہ دار ارکان سے میں نے یہ کہا کہ میں براہِ راست شہباز احمد صاحب سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تو وہ سنجیدہ ہو گئے۔ پہلے مجھ سے میرے بارے میں تمام تفصیلات پوچھی گئیں اور میں نے ان سے کہا کہ اگر ممکن ہو سکے تو شہباز احمد صاحب سے رابطہ قائم کر کے صرف یہ بتا دیا جائے کہ جہانگیر جمال شاہ ان سے بات کرنا چاہتا ہے۔ ردِعمل بہتر ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں گا۔ میرے ان سنجیدہ الفاظ پر وہ لوگ بھی سنجیدہ ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد انہوں نے کوششوں کا آغاز کر دیا۔ مجھے کئی گھنٹے سفارت خانے میں رکنا پڑا تھا اور اس کے بعد ہاٹ لائن پر شہباز احمد صاحب سے رابطہ قائم ہوا۔ غالباً میرے نام نے انہیں فوری طور پر اس کام پر عمل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے ہاٹ لائن پر شہباز احمد صاحب کی آواز سنی۔

"ہاں جہانگیر، کہو خیریت ہے؟"

"جی بالکل خیریت ہے جو ذمہ داری آپ نے مجھے سونپی تھی اس کی تکمیل قریب ہے۔ مجھے یہاں کچھ سہولتیں درکار ہیں۔"

"بالکل بالکل۔ کہو کیا صورتحال ہے؟"

"آپ صرف اتنا کر دیجیے کہ آفتاب کمال کو کچھ ایسے ذمہ دار ارکان کے ساتھ بھیج دیجیے جو یہاں کارآمد ثابت ہوں۔ ظاہر ہے اس سے زیادہ تفصیل میں آپ کو نہیں بتا سکتا لیکن معاملہ شاید آپ کی توقع سے بھی کہیں زیادہ سنگین ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا، بات معمولی نہیں تھی اور بتاؤ کسی اور شے کی ضرورت؟"

"نہیں آفتاب کمال سے کہیے کہ وہ تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ آئے اور اپنے ساتھ جن لوگوں کو لائے وہ کارآمد ہونے چاہئیں۔"

"تم اطمینان رکھو۔ بالکل ایسا ہی ہوگا۔ آہ میں کس قدر بے چین ہوں صورتحال معلوم کرنے کے لیے۔"

"معاملہ بس یوں سمجھ لیجیے کہ بے حد سنگین نوعیت کا ہے اور اتنا ہی کافی ہے۔"

"آفتاب کمال بہت مختصر وقت میں تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ میں اس کے لیے خصوصی بندوبست کروں گا۔" شہباز احمد صاحب نے کہا اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ بس اتنا کافی تھا۔ شہباز احمد صاحب کو میں نے یہ تفصیلات بتائیں کہ آفتاب کمال مجھ سے کہاں رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ پھر ہمارے درمیان گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے ذمہ دار ارکان کا شکریہ ادا کیا۔ اس گفتگو کے بعد وہ مؤدب ہو گئے تھے اور میرے ساتھ ہر تعاون کرنے کے لیے تیار تھے۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور باہر نکل آیا۔ ظاہر ہے آفتاب کمال کو مجھ تک پہنچنے میں کچھ وقت لگ سکتا تھا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد میں واپس اپنے ہوٹل آ گیا۔ یہاں ایک بار روزانہ فرناز کا جائزہ لے لینا ضروری تھا۔ وہ معصوم لڑکی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ مجھ سے بہت دیر تک باتیں کرتی رہی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے کام کا آغاز کر دیا ہے اور بہت تیز رفتاری سے اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے بہت جلد میں اسے اس کے ماضی سے آگاہ کر دوں۔ اور اسے اپنے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے۔ وہ بہت خوش ہو گئی تھی۔ میں نے اسے مزید ہدایات دیں۔ اور کہا کہ اس وقت اس کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنے دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ کمرے سے باہر قدم نہیں نکالے گی۔ اور سب اپنے لیے کھانے پینے کی اشیاء یہیں منگوا لیا کرے گی۔ یہ میرے لیے ایک پرسکون بات تھی اور اس کے بعد میں زیادہ بہتر طریقے سے اپنے کام کا آغاز کر سکتا تھا۔

پھر میری دوسری منزل آغا توقیر کا گھر تھا۔ میں نے اپنے طور پر اپنے ذہن میں بہت سے فیصلے کر لیے تھے۔ اور ایک انداز قائم کر لیا تھا کہ مجھے کس طرح کام کرنا چاہیے۔ اور میں اپنی مخصوص صلاحیتوں کے ساتھ اب اس کام کا آغاز کر چکا تھا۔ چنانچہ میں آغا توقیر کی کوٹھی میں داخل ہو گیا۔ یہاں میرا اچھا استقبال کیا گیا تھا۔ اتفاق کی بات یہ کہ دردانہ کمال بھی موجود تھی اور سب سے پہلے اسی نے میرا استقبال کیا تھا۔ رسمی گفتگو کے بعد میں نے آغا توقیر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ جائے گا۔ میں دردانہ کمال سے باتیں کرتا رہا۔ میں نے اس سے کہا۔

"اور آپ نے بھی مجھ سے کچھ وعدے کیے تھے مس دردانہ، اس کے بارے میں آپ نے کیا سوچا؟"

"کمال کے آدمی ہیں آپ، میں آپ سے کتنے فاصلے پر ہوں اور آپ مجھ سے اپنے وعدوں کی تکمیل کی بات کر رہے ہیں۔"

"تو یہ فاصلے کم کر دیجیے ناں مس دردانہ۔" میں نے ہنستے

ہوئے کہا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔

"آپ بہت دلچسپ انسان ہیں، کیا آپ یہاں آغا توقیر کے ہاں قیام نہیں کر سکتے؟"

"اگر آپ کی دعوت ہو تو۔"

"دراصل میں بھی ان دنوں یہیں مصروف ہوں کہیں اور نہیں لے جا سکتی آپ کو لیکن آپ چاہیں تو یہاں قیام کر سکتے ہیں۔"

"اگر آغا توقیر چاہے۔"

"میرا خیال ہے آغا صاحب آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ آپ کے بارے میں ان کے بہت اچھے خیالات ہیں۔" دردانہ کمال نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

جو منصوبہ میں نے اپنے ذہن میں ترتیب دیا تھا وہ آغا توقیر کو چت کرنے کے لیے کافی تھا۔ بشرطیکہ وہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار آدمی نہ ہو پھر کچھ دیر کے بعد آغا توقیر آ گیا۔ شام ہو گئی تھی۔ شام کی چائے کا وقت قریب تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسرور ہو گیا۔ اور اس نے مجھ سے بڑا پرجوش مصافحہ کیا۔

"میں بے چینی سے آپ کا منتظر تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح آپ سے رابطہ قائم ہو۔"

"میں حاضر ہو گیا آغا صاحب۔"

"کہیے کیا کارروائی ہو سکی اس دوران، مگر ٹھہریے میرا خیال ہے چائے منگوا لی جائے۔ ہم دونوں یہیں بیٹھ کر چائے پئیں گے۔" چائے کے دوران آغا توقیر نے ایک بار پھر مجھ سے کہا۔

"جی میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں آپ صولت جمال کے جال میں تو نہیں گرفتار ہو گئے۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"آغا صاحب، غالباً آپ ایسے انسانوں سے آج تک ملاقات کرنے میں ناکام رہے ہیں، جنہوں نے اپنی زبان کی پابندی کی ہو۔"

"نہیں نہیں، آپ یقین کیجیے میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کس قسم کے انسان ہیں۔ بس یونہی میں سوچ رہا تھا کہ کہیں کوئی خطرہ نہ پیش آ گیا ہو آپ کو۔"

"میں نے اس سلسلے میں صولت جمال کے گھر اور اس کے اطراف کی نگرانی بھی کی ہے اور آپ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"صولت جمال، صرف ایک عورت ہے، صرف عورت۔ لیکن ہم نے اس عورت سے اپنے مطلب کی باتیں معلوم کر لی ہیں۔" آغا توقیر کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے پرتجسس انداز میں کہا۔

"آہ۔ مجھے یقین تھا۔ نجانے کیوں مجھے یقین تھا کہ تم درحقیقت بہت زیادہ کارآمد انسان ہو اور یہ سب کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ کہو کیا صورتحال ہے؟"

"آغا صاحب، یہ ایک بہت ہی پراسرار اور دلچسپ کہانی ہے۔ اور درحقیقت صولت جمال کا انتخاب کر کے ہم نے نہایت ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں بلکہ میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ وہ اس مسئلے میں سب سے زیادہ کارآمد عورت ہے۔" آغا توقیر نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ اس کی متجسس نگاہیں میرے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں اور وہ میری آنکھوں کے راستے ذہن میں اتر کر تمام صورتحال معلوم کر لینا چاہتا تھا پھر میں نے کہا۔

"جی آغا صاحب، تو بس آپ یوں سمجھ لیجیے کہ اب ہم کامیابی کے بالکل نزدیک ہیں۔"

"اگر تم مجھ سے میری نیت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ میں خلوص دل سے تمہارا دوست بن چکا ہوں اور اس مسئلے کے بعد بھی ہو سکتا ہے میرے اور تمہارے درمیان گہرے تعلقات قائم رہیں۔"

"میری اپنی بھی یہی دلی خواہش ہے آغا صاحب۔"

"تم اطمینان رکھو، اچھا یہ بتاؤ تمہیں کیا معلومات حاصل ہوئی ہیں وہاں سے؟"

"حالات بہت دلچسپ اور عجیب رخ اختیار کر گئے آغا صاحب، درحقیقت احمر غزالی اس لڑکی کا چچا یا تایازاد بھائی ہے اور صولت جمال کو یہ بات معلوم تھی اس نے اسے طلب کر کے اس کے ذریعے کام کرنا چاہا تھا۔"

"آہ شاید۔۔۔ شاید میں نے تمہیں اس کی نشاندہی کی تھی۔" آغا توقیر نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"میں نے احمر غزالی کی حیثیت سے اس سے ملاقات کی اور اس سے مکمل تفصیلات معلوم کر لیں۔ وہ درحقیقت اس راز کی تلاش میں ہے اور احمر غزالی کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتی ہے۔ اس نے مجھے تفصیلات بتا دیں اور ان

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تفصیلات کا اندازہ کچھ یوں لگائیے کہ ڈاکٹر شیرانی ایک بہترین سائنسدان اور ایک عظیم محقق تھا اور اس نے ایک ایسے فارمولے کو دریافت کیا جو ایٹمی تباہ کاریوں کے خلاف انتہائی کارآمد ثابت ہو سکتا ہے لیکن اسے اپنی زندگی کے خطرات لاحق ہو گئے تھے اور اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ بہت زیادہ عرصے زندہ نہیں رہ سکے گا۔ چنانچہ یہاں بھی اس نے اس راز کو محفوظ رکھنے کے لیے اپنی سائنسی کاوشوں ہی سے کام لیا۔ اور اس راز کو اپنی بیٹی روزانہ فرناز

کے ذہن کے ایک خلیے میں محفوظ کر دیا اور اس خلیے کے ٹوٹنے کے لیے اس نے ایک مخصوص طریقہ کار منتخب کیا اور یہ طریقہ کار یہی تھا کہ اس لڑکی کی ماں اس سے دور کر دی جائے۔ اور اسے ذہنی طور پر ایک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ اپنے ماضی کی تلاش کے عذاب میں اور اس کے بعد اسے مسٹر ڈگلس کے حوالے کر دیا گیا۔ مسٹر ڈگلس نے اسے فرانس میں پروان چڑھایا اور اس کے بعد اس کے بعد وہ اپنے طور پر تبدیل ہو گئے۔ یہ تمام باتیں آغا صاحب آپ کو معلوم ہیں اور ہماری اس سلسلے میں آپ سے طویل گفتگو ہو چکی ہے۔"

"میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ باقی صورتحال کیا ہے؟"

"باقی صورتحال یہ ہے آغا صاحب کہ لڑکی جب اپنی ماں سے ملے گی تو اس کے ذہن کا وہ خلیہ ٹوٹ جائے گا۔ وہ ماں کو پہچان لے گی اور اس کے بعد اسے وہ راز بھی یاد آ جائے گا۔ چنانچہ وہ اس وقت جس کے بس میں ہو گی، اسے ہی اس راز کے بارے میں تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔" آغا توقیر کا چہرہ شدتِ جوش سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ شدید حیران نظر آ رہا تھا اور پھر اس نے مسرور لہجے میں کہا۔

"آہ۔ اس کا مطلب ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم۔ ہم کامیابی کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔"

"یقیناً آغا صاحب، لیکن اب مسئلہ اس کی ماں سے ملاقات کا ہے۔ وہ کیسے مل سکتی ہے؟" آغا توقیر کے ہونٹوں پہ ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"اس کی ماں میری تحویل میں ہے۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔ اور آغا توقیر کامیاب انداز میں مسکراتا ہوا بولا۔

"ہاں۔ یہاں سے اتفاقی سے اس داستان کے چند ٹکڑے یکجا ہو گئے ہیں۔ کچھ مسٹر ڈگلس کو معلوم ہے، کچھ مجھے اور کچھ میڈم صولت جمال کو۔ افسوس یہ ہے کہ ہم تینوں یکجا نہیں ہو سکتے۔ لیکن بہرطور اب یہ کام ہو گیا ہے اور ان دونوں کے نصیب میں صرف ناکامی لکھی ہے۔ آہ میرے دوست تم نے یہ معلومات حاصل کر کے مجھے جو کچھ دیا ہے کاش میں تمہیں اس کا بدلہ دے سکتا۔" میں مسکراتا رہا، میں نے کہا۔

"آغا صاحب، ویسے میرے خیال میں یہ ایک انتہائی انوکھی اور بے حد عجیب کہانی ہے۔"

"اس میں کیا شک ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا چاہیے؟"

"میرے خیال میں آغا صاحب، وہ وقت آ گیا ہے جب لڑکی کو اپنی تحویل میں لے لیا جائے اور اس کے بعد جیسا کہ آپ نے کہا کہ اس کی ماں آپ کے قبضے میں ہے اسے اس کی ماں کے سامنے لے جایا جائے اور پھر تمام صورتحال مکمل ہو جائے گی۔" آغا توقیر پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"لڑکی کے بارے میں مجھے تفصیلات بتاؤ۔" اور میں نے نہایت خلوص سے اسے روزانہ فرناز کے ہوٹل کے اس کمرے کے بارے میں بتا دیا جس میں وہ کچھ دیر بلکہ ایک دن پہلے مقیم تھی اور اب اس کی جگہ تبدیل ہو چکی تھی آغا توقیر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو میرے خیال میں اب سب سے اہم کام یہ ہے کہ ہم لڑکی کو اپنی تحویل میں لے لیں۔"

"بالکل آغا صاحب، بالکل۔"

"تم اطمینان رکھو میرے دوست، یہ کام میں بخوبی سرانجام دے لوں گا اور اس وقت تک میرا خیال ہے تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب میری ذمہ داریاں شروع ہو گئی ہیں اور میں انہیں پورا کرنے کے لیے عمل کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم لڑکی کو ساتھ لے کر اس کی ماں کے پاس چلیں گے اور سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"لیکن اس کی ماں کہاں ہے؟"

"اطمینان رکھو، تمہیں اس کے لیے بہت زیادہ فاصلہ

طے نہیں کرنا پڑے گا۔ یہیں اسی ملک میں اسی شہر سے کچھ فاصلے پر بس میں اپنا یہ کام سرانجام دے لوں اور اب میری اور تمہاری ملاقات اس وقت ہو گی جب میں اسے ساتھ لے کر آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اس دوران میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"یہ تمہاری آرام گاہ ہے۔ اطمینان رکھو یہاں تمہیں کوئی خطرہ نہیں درپیش ہو گا اور ویسے بھی میرا خیال ہے کہ کوئی تمہاری جانب متوجہ نہیں ہے۔"

"ہے آغا صاحب، بدقسمتی یہ ہے کہ معاملہ بگڑ گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" آغا توقیر ایک بار پھر چونک پڑا تھا اور پھر میں نے اسے احمر غزالی کی واپسی کی پوری کہانی سنا دی۔ اور صولت جمال کے سلسلے میں بھی باقی تفصیلات اسے بتا دیں۔ آغا توقیر کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار پھیل گئے تھے۔ پھر اس نے کہا۔

"اطمینان رکھو، کسی کو یہ علم نہیں ہو گا کہ تم یہاں ہو۔ یہاں تم آرام سے قیام کرو۔ میں دردانہ کو ہدایت دیئے دیتا ہوں کہ وہ تمہارے لیے آرام گاہ کا بندوبست کر دے بالکل مطمئن رہو۔ اور یہ بھی سمجھ لو میں تم سے کبھی غداری نہیں کروں گا۔ تمہارا ساتھ تو میرے انتہائی ضروری ہے۔ ابھی تو تم سے مجھے بہت سے کام لینے ہیں۔" آغا توقیر نے کہا۔ اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ کام میری مرضی کے مطابق ہوا تھا۔ آغا توقیر نے دردانہ کمال کو بلایا اور میرے سامنے ہی اسے ہدایات دیں۔ پھر وہ مجھ سے مصافحہ کر کے وہاں سے چلا گیا تھا۔ دردانہ کمال نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا، پھر وہ بولی۔

"لیجیے، وہ معاملات خود بخود طے ہو گئے جن کے لیے میں کاوشیں کر رہی تھیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے دردانہ کمال کی طرف دیکھا اور وہ عجیب سے انداز میں گردن ہلانے لگی۔ دردانہ کمال نے میرے لیے قیام گاہ کا بندوبست کیا تھا اور ایک خوبصورت کمرے میں میرے قیام کا تمام بندوبست کیا گیا تھا۔ کھانے پینے کے لیے بہترین اشیاء اور اس کے علاوہ وہ تمام آسائشیں مجھے یہاں مہیا کر دی گئی تھیں جو میری ضرورت ہو سکتی تھیں۔ ویسے مجھے لڑکی کے بارے میں زیادہ تشویش نہیں تھی۔ آغا توقیر ظاہر ہے اسے نہیں پا سکے گا اور اس سلسلے میں بھی مجھے ہی عمل کرنا پڑے گا۔ کام

میری پسند کے مطابق ہی ہو رہا تھا لیکن بس اب اسے کچھ دیر کے لیے ٹالنا تھا۔ کم از کم اس وقت تک کے لیے جب تک آفتاب کمال میرے پاس نہ پہنچ جائے۔ اور پھر یہ رات دردانہ کمال کے نام تھی۔ دردانہ کمال مقامی لڑکی تھی لیکن ذہنی طور پر نہایت فراخ اور کشادہ طبیعت کی مالک لڑکی تھی۔ وہ میرے ساتھ انتہائی بے تکلفی سے پیش آ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"آپ بھی سوچتی ہوں گی کہ یہ شخص کس قدر بیباک ہے۔ آپ کو میں نے کافی پریشان کیا ہے دردانہ صاحبہ؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں تو خود تمہارے فریب میں گرفتار ہو گئی ہوں۔"

"فریب میں؟"

"ہاں اسے فریب کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"کیوں؟"

"بس عجیب ہوں میں بھی، انتہائی احمق، انتہائی بیوقوف حالانکہ اپنے طور پر ایک بڑی ذمہ داری سنبھالی ہوئی ہے۔ لیکن بعض اوقات مجھے خود بھی احساس ہوتا ہے کہ میں اس پائے کی عورت نہیں ہوں، جس پائے کی بننا چاہتی ہوں۔"

"براہِ کرم کچھ تفصیلات بتانا پسند کریں گی؟" میں نے کہا اور دردانہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"کیا تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ تم خطرے میں ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"آغا توقیر کے ساتھ تم خطرے میں ہو۔" اس نے کہا اور میں بھونچکا ہو کر اسے دیکھنے لگا پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں مجھے اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"صولت جمال کو جانتے ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تب پھر میں تمہیں یہ بتانا ضروری سمجھتی ہوں میرے دوست کہ تم شدید خطرے میں گرفتار ہو۔ صولت جمال سے غالباً تمہارا کوئی مسئلہ چل گیا ہے۔"

"ہاں۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"صولت جمال آغا توقیر سے ملی تھی۔"

"کب؟" میں ایک دم سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"کل۔ کل صبح۔" اس نے جواب دیا اور میں خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"اس سے پہلے یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست نہیں تھے بلکہ ایک طرح سے دشمنی تھی ان کے درمیان لیکن صولت جمال نے آغا توقیر سے گفتگو کی اور کہا کہ تم نہ صرف اس کے لیے بلکہ آغا توقیر کے لیے بھی خطرناک ثابت ہو سکتے ہو چنانچہ کیوں نہ دونوں مل کر تم سے نمٹنے کا فیصلہ کریں۔"

"پھر؟" میں نے کہا۔

"اس کے بعد ان دونوں کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا اور آغا توقیر نے صولت جمال سے کہا کہ وہ تمہاری تلاش چھوڑ دے کیونکہ اب یہ کام آغا توقیر نے سنبھال لیا ہے۔"

"پھر؟" میں نے اسی انداز میں پوچھا۔

"اور بس اب تم یہاں آ گئے ہو۔ میں تمہیں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ آغا توقیر بہت اچھا انسان نہیں ہے۔ جس سلسلے میں وہ عمل کر رہا ہے۔ اس میں اس کا اپنا لالچ چھپا ہوا ہے۔ وہ اگر تم سے ایسی کوئی بات کہتا ہے جو تمہارے مفاد کی ہو تو یوں سمجھ لو کہ وہ تم سے فریب کر رہا ہے۔" میں نے عجیب سی نظروں سے دردانہ کمال کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور تم مجھے یہ سب کیوں بتا رہی ہو دردانہ؟"

"کہہ چکی ہوں ناں کہ میں اس پائے کی عورت نہیں ہوں جس پائے کے کاموں میں الجھ گئی ہوں۔ مجھ میں، مجھ میں ابھی وہ عورت زندہ ہے جو محبت کرتی ہے، چاہتی ہے، پسند کرتی ہے اور اپنی پسند کے ہاتھوں زندگی کھو بیٹھتی ہے۔ ہو سکتا ہے جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اس کے بعد تمہارے اندر جو رد عمل ہو اس کے نتیجے میں مجھے موت کے گھاٹ اترنا پڑے لیکن میں نے زندگی کی بازی لگا کر تمہاری زندگی بچانے کی کوشش کی ہے اور مرتے وقت کم از کم مجھے اس بات کا اطمینان رہے گا کہ میں نے جسے پسند کیا، جسے چاہا، اس کے لیے جان دے دی۔" میں دردانہ کمال کو دیکھتا رہا۔ آغا توقیر اور صولت جمال کا مل جانا واقعی میرے لیے ایک خوفناک عمل تھا۔ بہرطور دردانہ کمال نے اس وقت جس دوستی کا ثبوت دیا تھا، میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"دردانہ تم اطمینان رکھو، وہ لوگ میرا بال بیکا بھی نہیں کر سکیں گے۔ اور میں۔ میں انہیں نقصان پہنچا دوں گا لیکن اس بات کا بھی بھروسہ رکھو دردانہ کہ میں تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ اور اس بات کو کبھی نظر انداز نہیں کروں گا کہ تم نے بے لوث میری مدد کی تھی۔" دردانہ کمال کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جنہیں اس نے چند ہی لمحات کے بعد پونچھ ڈالا اور بولی۔

"یاد رکھنا، کم از کم یہ بات ضرور یاد رکھنا کہ تمہیں یہاں ایک انتہائی بیوقوف اور احمق قسم کی عورت سے ملاقات کرنی پڑی تھی۔"

"نہیں دردانہ، تم نے جو کچھ کیا ہے، اس سے انسانیت کا مفاد بھی وابستہ ہے۔"

بہرحال دردانہ کا یہ انکشاف میرے لیے بے حد سنسنی خیز تھا اور اس نے مجھے بروقت ہوشیار کر کے میرا دل جیت لیا تھا اور میں اس کے بارے میں محبت سے سوچنے لگا تھا۔ ویسے لڑکیوں کے بارے میں میرے تجربات میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ یہ کہیں اور کسی بھی حیثیت میں پہنچ جائیں بالآخر عورت ہی رہتی ہیں۔ اور بعض اوقات اپنے عورت پن کے ہاتھوں اس طرح تباہ و برباد ہوتی ہیں کہ ان کی تباہی پر دکھ کرنے کا وقت بھی نہیں ملتا۔ بہرطور یہ ساری باتیں اپنی جگہ، دردانہ کمال کے ساتھ جو وقت گزرا، وہ بھی بہت حسین تھا لیکن میری سوچیں اب ذرا مختلف شکل اختیار کر چکی تھیں۔ آغا توقیر اور صولت جمال مل گئے تھے اور اس کے بعد جو واقعات منظر عام پر آنے والے تھے ان کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا لیکن میری اور آغا توقیر کی جو گفتگو ہوئی تھی اس سے میں نے یہ پتا ضرور چلا لیا تھا خاص طور پر دردانہ کمال کے بتائے ہوئے حالات کی روشنی میں کہ صولت جمال نے آغا توقیر کو وہ تمام تفصیلات نہیں بتائیں جو اسے میری زبانی معلوم ہوئیں۔ اگر ایسا ہو جاتا تو یقینی طور پر آغا توقیر کی کیفیت مختلف ہوتی۔ اور جو کام اس نے مجھ سے ملاقات کے بعد شروع کیا تھا، وہ مجھ سے ملاقات سے پہلے ہی شروع کر سکتا تھا یعنی محترمہ صولت جمال نے آغا توقیر کو بھی چارہ ڈالا ہے اور جو کچھ بھی ان کے درمیان معاملات طے ہوئے ہیں کم از کم آغا توقیر کو یہ بات نہیں معلوم ہو سکی تھی جو اسے میرے ذریعے

سے معلوم ہوئی۔ اس سے ایک فائدہ بھی حاصل ہو سکتا تھا وہ یہ کہ آغا توقیر صولت جمال سے مل جانے کے باوجود اس پر اعتبار نہیں کرے گا۔ اور یہ ایک دلچسپ بات تھی کہ وہ دونوں دوست بننے کے باوجود ایک بار پھر دشمن بن گئے تھے اور مجھے یقینی طور پر اس سے فائدہ ہونا چاہیے تھا۔

وہ رات وہیں میں نے سکون سے گزاری۔ آغا توقیر کے بارے میں نہ اندازہ مجھے تھا کہ اگر اس نے روزانہ فرناز کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس میں کامیابی یا ناکامی ہوئی تو وہ مجھے اس کی اطلاع ضرور دے گا۔ ویسے امکانات ناکامی ہی کے تھے۔ میں نے نہایت خوش اسلوبی سے ایک چھوٹے سے طریقہ کار سے روزانہ فرناز کو محفوظ کر دیا تھا۔ اور اب یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ ویسے مسٹر ڈگلس خود بھی جرائم پیشہ آدمی تھے اور وہ جانتے تھے کہ ان کی تمام تر کاوشوں کا پھل روزانہ فرناز ہی ہے۔ چنانچہ وہ کبھی اسے آسانی سے آغا توقیر کے قبضے میں نہیں جانے دیں گے۔ یہ ایک مثلث بن گیا تھا۔ اور اس مثلث میں میں چوتھا آدمی تھا لیکن مجھے تھوڑا سا وقت ٹالنا تھا تاکہ آفتاب کمال یہاں پہنچ جائے۔ صورتحال کچھ ایسی ہی ہو گئی تھی کہ آفتاب کمال کا آنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ اسی دن تقریباً دوپہر کو بارہ بجے آغا توقیر میرے پاس پہنچا۔ اب اس کے چہرے پر مایوسی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ انداز بھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ شدید محنت کرتا رہا ہو۔ آنکھوں میں رات جاگنے کے آثار تھے تاہم مجھ سے خوش اخلاقی اور نرمی سے ملا۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہیے آغا صاحب، کیا خبر سنا رہے ہیں؟"

"ناکامی کی خبر۔" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" میں چونک کر بولا۔

"روزانہ فرناز اب وہاں موجود نہیں ہے۔"

"اوہ! یہ کب کی بات ہے؟"

"کل شام سے لے کر آج صبح تک کی۔"

"مطلب؟"

"بڑی سیدھی سی بات کر رہا ہوں کہ اب وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا ہے۔" میں نے اپنے چہرے پر اس قسم کے آثار پیدا کر لیے جیسے اس اطلاع سے مجھے افسوس ہوا ہو۔ بہت دیر تک خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔

"لیکن۔ لیکن۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟"

"کیا آپ مجھے سمجھانا پسند کریں گے آغا توقیر صاحب؟"

"نہیں۔ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے مسٹر ڈگلس کو تم بیوقوف کیوں سمجھتے ہو؟"

"مسٹر ڈگلس۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ہاں وہ شخص بہت چالاک ہے اور اسے اب یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ روزانہ فرناز کو اب منظر عام پر رہنا مناسب نہیں ہے حالانکہ اس سے پہلے روزانہ فرناز کو میری تلاش تھی اور ڈگلس نے یہ مشہور کیا ہوا تھا کہ اگر وہ مجھے تلاش کرے گی تو اسے اس کے ماضی کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔ لیکن اب ڈگلس یہ کھیل کھیلنے پر آمادہ نہیں ہے اور اس نے روزانہ فرناز کو وہاں سے ہٹا دیا ہے۔" میں اس تمام گفتگو کو سننے کے بعد بھی خاموش رہا تھا۔ آغا توقیر نے کہا۔

"اور میں اس ناکامی کو برداشت نہیں کر سکتا میرے دوست۔"

"ناکامی کا تصور آپ کیوں کرتے ہیں آغا صاحب؟"

"تو پھر؟" آغا توقیر نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہم لوگ جدوجہد کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور ایک بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں آغا توقیر صاحب کہ ڈگلس میری مٹھی میں ہے۔"

"اوہ ہاں واقعی۔" آغا توقیر جیسے کسی خیال سے چونک پڑا۔

"اور اگر ڈگلس میری مٹھی میں ہے تو آپ یوں سمجھ لیجیے کہ روزانہ فرناز بھی ہمارے ہاتھوں کی پہنچ سے دور نہیں ہے۔" آغا توقیر کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔ اس نے کہا۔

"کمال ہے، کتنا بیوقوف ہوں میں۔ بعض معاملات میں اتنا سا اندازہ نہیں لگا سکا اور اس سلسلے میں سخت پریشانی کا شکار رہا ہوں۔"

"آپ بالکل مطمئن رہیں مسٹر ڈگلس کو تلاش کر کے یہ معلوم کر لینا کہ انہوں نے روزانہ فرناز کو کہاں رکھا ہے میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"واقعی۔ واقعی۔ اوہ۔ میری بہت بڑی مشکل حل کر دی تم نے مائی ڈیئر۔ میرا خیال ہے اس سلسلے میں ہم جس قدر جلد ہی عمل کر سکیں مناسب ہے، ایک ایسا طریقہ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا انتخاب کر لیا جائے جس کے تحت عمل کر کے ہم کامیابی کی منزلوں تک پہنچ جائیں۔"

"یقیناً آغا صاحب، میں بھی یہی چاہتا ہوں۔"

"بھئی دیکھو اب صرف یہ مسئلہ ہے۔ تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔ ظاہر ہے اپنے ہوٹل میں جا کر مقیم ہو جاؤ گے اور اس کے بعد تم ڈگلسن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرو گے۔ ویسے کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ مسٹر ڈگلسن کہاں مل سکتے ہیں؟"

"وہ چالاک آدمی کبھی مجھے اپنی رہائش گاہ کے بارے میں نہیں بتاتا بلکہ جب بھی مجھ سے ملاقات کرنی ہوتی ہے وہ خود ہی میرے پاس پہنچ جاتا ہے۔"

"چلو یونہی سہی، ہمیں اس کی رہائش گاہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اب مسٹر ڈگلسن سے جب تمہاری ملاقات ہوگی تو تم کیا کرو گے؟"

"اس کا مشورہ میں آپ سے چاہتا ہوں آغا صاحب۔"

"ہوں — میرا خیال ہے اسے مختصراً صورتحال سے آگاہ کر دو اور ایسا کرو کہ میرے اور اس کے درمیان ملاقات کرا دو یا پھر اگر یہ بھی نہ کرنا چاہو تو پھر یوں کرو کہ اسے اس جگہ کے بارے میں آگاہ کر دو، جہاں اس لڑکی کی ماں موجود ہے۔ لیکن یہ آگہی معاف کرنا، میں ابھی تمہیں فراہم نہیں کروں گا۔ ڈگلسن سے رابطہ کرو۔ روزانہ فرناز کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور پھر ٹیلی فون پر مجھے اطلاع دو اور اس کے بعد ایک مقررہ عمل کے تحت تم ڈگلسن پر اس بات کا انکشاف کرو کہ لڑکی کی ماں کہاں ہے۔ واقعات اسے بتا دینا اب ضروری ہو گیا ہے کیونکہ اب ہم میں سے کوئی بھی اس بات سے لاعلم نہیں ہے کہ صورتحال کیا ہے؟"

"ٹھیک کہتے ہیں آپ آغا توقیر صاحب۔"

"پھر جب تم ڈگلسن کو لے کر وہاں جاؤ تو میں تمہارا تعاقب کروں گا اور اس کے بعد اس جگہ تک پہنچ جاؤں گا۔ جہاں یہ سارا گیم ہوگا۔ سمجھ رہے ہو ناں میری بات۔ ہم عین وقت پر مسٹر ڈگلسن کو چیت کریں گے۔" میں پُرخیال نگاہوں سے آغا توقیر کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"مجھے آپ سے اتفاق ہے آغا صاحب۔"

"مگر انتہائی ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا۔ ذرا سی چوک ہم لوگوں کو نقصان سے دوچار کر سکتی ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"تو بس ٹھیک ہے۔ یہ بات ہمارے درمیان طے ہو گئی۔"

"تو پھر اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ، لیکن ایک بات کا خیال رکھنا میں تم پر بہت بڑا بھروسا کر چکا ہوں اور اس بھروسے کو داغدار نہ کرنا۔"

"بعض اوقات آپ کے یہ الفاظ مجھے اپنی توہین محسوس ہوتے ہیں۔"

"اوہ — نہیں میرے دوست۔ حالات کچھ ایسے ہیں کہ میں ان سے خوفزدہ رہتا ہوں۔"

"مگر ایسی صورت میں؟"

"معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔" آغا توقیر نے کہا اور پھر میں اس سے اجازت لے کر باہر نکل آیا۔ کچھ خدشات مجھے بھی تھے، جو کھیل چل رہا تھا وہ بے حد سنسنی خیز تھا۔ اور اس کھیل کے سارے کھلاڑی کسی بھی جگہ گڑبڑ کر سکتے تھے۔ مجھے یہ خوف بھی تھا کہ ڈگلسن کوئی نیا کھیل نہ شروع کر دے۔ بہرحال میں دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچا تھا اور اس کے بعد یہ اندازہ فوراً ہی ہو گیا تھا کہ روزانہ فرناز اندر موجود ہے۔ اس نے سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ چہرے پر بیزاری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ تاہم میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو مس فرناز!" اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تو میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"بہت زیادہ بوریت کا شکار ہیں؟" اس نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے پھر کہا۔

"مجھ سے ناراض ہیں؟"

"اوہ نہیں — ایسی کوئی بات نہیں ہے مسٹر شاہ۔" اس نے کہا۔

"تو پھر کیا بات ہے؟"

"بس کچھ نہیں۔"

"کچھ تو ہے۔" میں نے سوال کیا اور وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔

"میرے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"مثلاً؟"

"یہ جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟"

"آپ روزانہ فرناز ہیں۔"

"بس؟"

"اور کیا جان سکتا ہوں آپ کے بارے میں بغیر آپ کے بتائے ہوئے۔" میں نے کہا اور اس کی آنکھوں میں آنسو لرزنے لگے۔ چند لمحات وہ گردن جھکائے بیٹھی رہی، پھر اس نے کہا۔

"سنو — میں کچھ نہیں ہوں، کچھ بھی نہیں ہوں۔" اس کے ان الفاظ میں اتنا درد، اتنا کرب تھا کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہوں میں۔ یقین کرو کچھ بھی نہیں ہوں۔"

"کیا آپ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گی مس فرناز۔" میں نے کہا۔ اس کی اس کیفیت سے میں واقعی متاثر ہو گیا تھا۔

"کیا بتاؤں، اپنے بارے میں۔ میں تو خود بھی کچھ نہیں جانتی۔ اور میں خود کو نہیں جانتی۔ تمہیں حیرت نہیں ہو رہی اس بات پر کہ تمہارے سامنے ایک ایسا انسان موجود ہے۔ جسے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم، میرے ماں باپ کون ہیں۔ میں کیا ہوں، کچھ بھی نہیں معلوم مجھے۔ کچھ بھی نہیں معلوم۔"

"مس فرناز، مسٹر ڈگلسن سے میری آپ کے موضوع پر بات چیت ہوئی ہے۔ مسٹر ڈگلسن کا کہنا ہے کہ بہت جلد انتہائی مختصر وقت میں آپ اپنے بارے میں سب کچھ جان لیں گی۔ ویسے آپ ایک بات بتائیے کہ اپنے بارے میں جان کر آپ کیا کریں گی؟"

"یہ کوئی سوال ہے تمہارا؟"

"نہیں۔ میرا مطلب ہے آپ کے دل میں سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟"

"صرف ایک ہے۔"

"وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ مجھے پتا چل جائے کہ میری ماں کون ہے، میرا باپ کون ہے۔ اگر وہ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں تو کم از کم مجھے اپنی شناخت تو مل جائے۔ میں یہ تو جان لوں کہ میں کون ہوں۔ مجھے اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ ایسے لوگ کتنے کم ہوں گے جو اپنے بارے میں سب کچھ نہیں جانتے۔ کوئی کسی بھی حیثیت کا مالک ہو۔ کہیں سے بھی تعلق رکھتا ہو، اسے کم از کم یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کون ہے۔ میں ہمیشہ اپنے بارے میں سوچتی رہتی ہوں میں یہ سوچتی ہوں کہ آخر میں کون ہوں۔ میں اس دنیا میں کب آئی، کیسے آئی، کیوں آئی؟ یہ ساری باتیں میرے دل کو بہت دکھ دیتی ہیں۔"

"یقیناً۔ میں آپ سے متفق ہوں۔ لیکن اب آپ کو خوش ہو جانا چاہیے کہ بہت مختصر وقت میں آپ اپنے بارے میں سب کچھ جان لیں گی۔"

"آہ کاش — یہ ممکن ہو جائے۔" اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا۔ ویسے مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ مسٹر ڈگلسن میرے اوپر مکمل بھروسا کر رہے تھے اور انہوں نے روزانہ فرناز کو وہاں سے اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہرحال اب کام پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا تھا۔ مجھے آفتاب کمال کا انتظار تھا۔ آفتاب کمال آ جائے اور اس سے ملاقات ہو جائے تو پھر میں اس کیس کو آخری پنچ دے دوں۔ صورتحال تقریباً میرے علم میں آ چکی تھی۔ دلچسپ معاملہ یہ تھا کہ ابھی سب کچھ غیروں کے ہاتھ میں تھا اور میں اپنے آپ کو بے بس پاتا تھا۔ ان لوگوں سے بھرپور تعاون کرنا ضروری تھا۔ ایک طرف صولت جمال تھی تو دوسری طرف آغا توقیر۔ ان تمام لوگوں کو چکر میں ڈال کر اور مسٹر ڈگلسن کو دھوکا دے کر مجھے اپنا کام سرانجام دینا تھا پھر میں نے سفارت خانے سے دوبارہ رابطہ قائم کیا۔ مجھے کچھ اشارے دے دیئے گئے تھے۔ جن کی بناء پر یہ بات طے ہو گئی تھی کہ میں یہی سوالات کروں گا۔ اور جہاں مجھے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کرنا تھا وہ جگہ سفارت خانہ نہیں تھی بلکہ ایک پرائیویٹ رہائش گاہ تھی۔ میں نے ہوٹل کے کمرے سے نکلنے کے بعد ایک پبلک کال بوتھ سے اس جگہ ٹیلی فون کیا اور جس شخص کو میری معاونت پر متعین کیا گیا تھا۔ اس نے مستعدی سے فون ریسیو کیا۔

"میں جو کوئی بول رہا ہوں، اس کے بارے میں تمہیں معلوم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری ڈیوٹی میرے لیے لگائی گئی ہے۔"

"بہت کافی ہے جناب، میں سمجھ گیا۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"تو پھر بتاؤ، میرے کام کا کیا ہوا؟"

"آج رات ساڑھے گیارہ بجے وہ لوگ پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے؟"

"بالکل ساڑھے گیارہ بجے ان کی فلائیٹ پہنچے گی یہیں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہی اطلاع دی گئی ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ بہت بہت شکریہ۔ ان کا قیام کہاں ہوگا؟"

"ہوٹل میڈ لینو میں۔ کمرہ نمبر سات سو آٹھ سات سو نو اور سات سو دس۔"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔ یہ اطلاع سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی تھی اور میں بے حد مسرور ہوگیا تھا۔ اس کے بعد باقی وقت روزانہ فرناز کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے گزارا۔ مسٹر ڈگلس کا فون مجھے شام کو ساڑھے پانچ بجے موصول ہوا تھا۔ انہوں نے کہا۔

"ہیلو مسٹر جہانگیر جہاں شاہ۔"

"ہیلو مسٹر ڈگلس۔"

"کہو، اس سلسلے میں بات کچھ آگے بڑھی ہے؟"

"اس قدر آگے بڑھ گئی ہے مسٹر ڈگلس کہ آپ سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔"

"کیا مطلب ہے؟" مسٹر ڈگلس کے لہجے میں تجسس تھا۔

"آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میں منزل تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ بس آخری مراحل رہ گئے ہیں۔"

"میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

"نہیں مسٹر ڈگلس، براہ کرم بھول کر بھی ایسا عمل مت کیجیے گا۔"

"کیوں؟" مسٹر ڈگلس نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ لوگ ایک ایک لمحہ میری نگرانی کر رہے ہیں اور اس وقت ان کو عمدگی سے احمق بنانا ہی ہماری کامیابی کی دلیل ہے ورنہ ناکامی ہمارا مقدر بن جائے گی۔"

"اوہ۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ تم بہت آگے بڑھ گئے ہو۔"

"میں نے کہا ناں، بہت مختصر وقت میں، میں آپ کو تمام تر صورتحال سے آگاہ کر دوں گا اور اس کے بعد کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔"

"کاش۔ کاش ایسا ہو جائے۔"

"ایسا ہونے والا ہے مگر احتیاط اور صبر ضروری ہے۔ میں بہت جلد آپ کو خوشخبری سناؤں گا۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ آٹھ بجے میں باہر نکل آیا۔ کرائے کی ایک گاڑی حاصل کی اور چل پڑا لیکن اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے خطرات سے میں پوری طرح آگاہ تھا۔ بہت دیر تک میں بھری پری سڑکوں پر سفر کرتا رہا۔ ایک آدھ بار کسی جگہ رک کر اسٹورز میں سجے ہوئے سامان کو دیکھا اور کچھ خریداری بھی کی۔ یہ وقت میں نے ایسی جگہوں پر گزارا جہاں میں عام نگاہوں میں نہ آسکوں۔ خود کو پوشیدہ رکھنا بھی ضروری تھا۔ پھر مکمل اطمینان اور اعتماد کے ساتھ میں ایئرپورٹ روانہ ہوا۔ ساڑھے گیارہ بجنے میں ابھی کچھ منٹ باقی تھے ایئرپورٹ پر رونق تھا۔ میں بھیڑ سے ہٹ کر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا، جو سنسان لیکن کچھ فاصلے پر تھی البتہ یہاں سے ایئرپورٹ ٹرمینل پر نگاہ رکھی جاسکتی تھی۔ ساڑھے گیارہ بج گئے فلائٹ کے آنے کا اعلان ہوگیا۔ اور اس کے بعد دوسری کارروائیاں ہوتی رہیں۔ پھر میں نے آفتاب کمال کو دیکھا۔ چار افراد اور اس کے ساتھ تھے۔ اس نے بہترین آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ وہ لوگ ٹیکسیاں تلاش کرنے لگے۔ میں اپنی گاڑی کے اسٹیئرنگ پر آ بیٹھا تھا۔ دو ٹیکسیاں انہیں لے کر چل پڑیں۔ اور میں نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں بہت احتیاط سے ان کا تعاقب کرتا رہا۔ ہوٹل میڈ لینو پہنچ کر وہ اندر داخل ہوگئے اور میں ہوٹل کے ہال میں آ بیٹھا۔ ویٹر سے میں نے ایک مشروب طلب کیا اور اس کے سپ لیتا رہا۔ پھر کچھ دیر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے معلومات کے مطابق ایک کمرے کے دروازے پر دستک دی اور دروازہ کھل گیا۔ میرے ادارے کے رکن احسان نے مجھے پہچان لیا تھا۔

"اوہ سر، آپ۔"

"کیسے ہو احسان؟"

"بالکل ٹھیک ہوں سر۔"

"کمال کون سے کمرے میں ہے؟"

"یہ برابر کا کمرہ۔"

"اور سب ٹھیک ہے ناں؟"

"بالکل سر۔"

"اوکے۔ آرام کرو۔" میں نے کہا اور پھر دوسرے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ آفتاب کمال اس کمرے میں تنہا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسرور ہوگیا۔ سلام کر کے اس نے مجھے اندر آنے کی جگہ دی اور پھر مسکراتا ہوا بولا۔

"میں نے آپ کو دیکھ لیا تھا سر۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔

"جی۔ آپ گرے کلر فلیٹ میں تھے ناں؟" آفتاب کمال نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ میں نے تو اپنی دانست میں بڑا تیر مارا تھا۔ لیکن آفتاب کمال واقعی جادوگر تھا۔

"سناؤ، کیا حال ہے؟"

"بالکل ٹھیک۔"

"اور کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں۔ اس دوران بالکل خیریت رہی۔"

"شہباز احمد صاحب کا کوئی پیغام؟"

"کوئی خاص نہیں۔ سوائے اس کے کہ آپ کو ان سے براہ راست بات کرنی ہے۔"

"اوہ۔ کب، کہاں؟"

"شاہراہ بہزاد پر ایکون اپشس نامی ایک عمارت ہے اس کے فلیٹ نمبر سترہ میں کوئی پروفیسر ابراہیم رہتے ہیں۔ وہ الیکٹرانک سرویز کے انچارج ہیں۔ وہاں انتظام ہو جائے گا۔"

"ویری گڈ۔" میں نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ "تب پھر وہاں سے دوسرے انتظامات بھی ہو جائیں گے۔"

"سو فیصدی۔"

"پروفیسر سے رابطہ کب کرو گے؟"

"آپ سے رابطے کے بعد۔"

"اب میرے خیال میں وقت ضائع کرنا بے کار ہے۔"

"جیسا آپ مناسب خیال کریں۔" آفتاب کمال نے مستعدی سے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ اس بات کا اعتراف میں نے دل میں کیا تھا کہ آفتاب کمال کے آجانے سے میری ہمت میں ہزار گنا اضافہ ہوگیا تھا۔ یہاں سے جاتے ہوئے میں نے باقی چار افراد کو بھی ہدایات دی تھیں اور اس کے بعد ہم نیچے اتر آئے تھے حالانکہ رات خاصی ہوگئی تھی مگر سڑکیں پر رونق تھیں اور خاص طور پر ہوٹلوں وغیرہ کے اطراف تو بھرے پڑے تھے۔ ایک جگہ سے میں نے شاہراہ بہزاد کے بارے میں معلوم کیا پھر بتائے ہوئے پتے پر گاڑی دوڑانے لگا۔ شاہراہ بہزاد ایک پرسکون سڑک تھی۔ یہاں دو تین جگہ رک کر ایکون اپشس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا پڑیں۔ یہ ایک عمدہ رہائشی عمارت تھی جس میں بے شمار فلیٹ بنے ہوئے تھے۔ فلیٹ نمبر سترہ پہلی منزل پر تھا۔ اس وقت تقریباً پونے دو بجے تھے۔ ہم نے فلیٹ کی بیل بجائی۔ اندر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اندر روشنی ہوئی۔ پھر دروازہ کھل گیا۔ ایک بوڑھی عورت نے باہر جھانکا۔ اور چندھیائی ہوئی نظروں سے ہمیں دیکھا۔

"کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر؟"

"معاف کیجیے گا خاتون۔" میں نے کہا۔

"یہ معاف کرنے کا وقت ہے؟ جانتے ہو کیا بجا ہے؟"

"جی دو بجے ہیں۔"

"یہ وقت کسی کی بیل بجانے کا ہے؟"

"پروفیسر سے ملاقات ضروری ہے۔"

"تم اس کے دوست ہو؟"

"جی۔"

"تو پھر بھاگ جاؤ۔" بوڑھی عورت نے جھونک میں دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن آفتاب نے دروازے میں ٹانگ اڑا دی۔

"آپ پروفیسر کے دوستوں کو بھگا دیتی ہیں؟"

"ہاں۔ دو بجے کسی کے گھر آنے والے دوست نہیں ہوتے۔ وہ تو رات کو جاگنے والا الو ہے، خوشی سے تمہیں خوش آمدید کہے گا اور مجھے تمہارے لیے چائے بنانی پڑے گی۔ لعنت ہے تم پر۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں چائے نہیں پئیں گے۔"

"وہ تو پیے گا۔" عورت مسلسل حجت کیے جا رہی تھی اسی وقت اندر سے ایک آواز سنائی دی۔

"کون ہے آنٹی؟" اور عورت جلدی سے دروازے سے ہٹ گئی۔ تقریباً چالیس سالہ پُروقار آدمی نظر آیا جس نے گاؤن پہنا ہوا تھا۔

"دیکھ لو کون ہے۔" عورت جھلائے ہوئے لہجے میں بولی اور وہ شخص قریب آگیا۔

"جی فرمائیے۔"

"پروفیسر ابراہیم؟"

"میں ہی ہوں۔"

"ہم شہباز احمد صاحب کے حوالے سے آئے ہیں اگر آپ ان سے واقف ہوں۔"

"تشریف لائیے۔" اس نے کہا۔ اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ وہ ہمیں ڈرائنگ روم میں لے آیا تھا۔ اس نے خوش اخلاقی سے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی وہ گہری نگاہوں سے ہمارا جائزہ لے رہا تھا۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آپ یقیناً ہمیں شہباز احمد صاحب کے نام سے واقفیت کی بناء پر لائے ہیں پروفیسر ابراہیم۔ دراصل شہباز احمد صاحب نے ہمیں آپ کے پاس ایک اہم کام سے بھیجا تھا۔"

"جی فرمایئے۔"

"ہمیں ان سے رابطہ کرنا ہے۔" پروفیسر ابراہیم کے چہرے پر اطمینان کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

"حیرت کی بات ہے۔ آپ لوگ اتنی جلد آ جائیں گے مجھے توقع نہیں تھی کیونکہ آج ہی مجھے شہباز احمد صاحب کا پیغام ملا ہے۔"

"معاملہ اتنا ہی اہم ہے پروفیسر کہ ہمیں فوراً آپ کے پاس آنا پڑا۔"

"براہ کرم آپ اپنا نام بتانا پسند کریں گے؟"

"جہانگیر جمال شاہ۔"

"میں بالکل مطمئن ہوں۔ یہ بتایئے اس وقت آپ کی کیا خدمت کروں؟ کیا پینا پسند کریں گے آپ؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بوڑھی عورت کی باتیں مجھے یاد آ گئی تھیں۔

"نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ جیسے معزز مہمان میرے پاس آئیں اور میں ان کی کوئی خاطر نہ کروں۔"

"نہیں پروفیسر، براہ کرم یہ تکلف نہ کیجیے گا۔" بوڑھی عورت شاید دروازے ہی میں کھڑی تھی۔ اس نے کہا۔

"یہ کھانے پینے کا وقت ہے بھی نہیں اور جب مہمان منع کر رہے ہیں تو پھر تم کیوں ان کے سر پڑ رہے ہو؟"

"اوہ آنٹی۔ آپ۔ آپ براہ کرم اپنے کمرے میں جا کر سو جایئے۔ جایئے۔" پروفیسر ابراہیم نے خشک لہجے میں کہا۔ اور بوڑھی عورت تیزی سے واپس پلٹ گئی۔ میرے اور آفتاب کمال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مسکراہٹ دیکھ کر پروفیسر ابراہیم نے کہا۔

"میری بزرگ ہیں۔ بس یوں سمجھ لیں کہ ہم دونوں نے زندگی کے تیس سال ساتھ گزارے ہیں۔ انہوں نے مجھے دس سال کی عمر سے پرورش کیا ہے۔"

"آپ کی کوئی عزیزہ؟"

"عزیز وہی ہوتا ہے جس کا تعلق زندگی سے ہو اور میرا ان سے بھرپور تعلق ہے بس یوں سمجھ لیں کہ میری پروان چڑھانے والی ہیں۔" (continued)

کنندہ ہیں۔"

"بہت دلچسپ خاتون ہیں۔ دروازہ کھولنے سے اس لیے گریز کر رہی تھیں کہ انہیں چائے بنانی پڑے گی۔"

پروفیسر ابراہیم ہنس پڑا پھر بولا۔

"یہاں صرف ہم دو رہتے ہیں اور اب وہ اتنی ضعیف ہو گئی ہیں کہ انہیں کام کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مجھے کوئی دوسری ملازمہ رکھنے بھی نہیں دیتیں۔ اجازت ہے تو بس یہ کہ کوئی بوڑھی عورت لے آئی جائے۔ اب بتلایئے دو بوڑھی عورتوں کا میں یہاں کیا کروں گا؟" پروفیسر ابراہیم نے پرمذاق لہجے میں کہا اور میں اور آفتاب کمال ہنستے رہے۔ پھر وہ بولا۔

"آپ اگر چاہیں تو میں فوری طور پر آپ کے لیے انتظام کیے دیتا ہوں۔"

"یقیناً مسٹر ابراہیم۔ ویسے بھی بہت رات گزر گئی ہے۔ اگر اس قدر جلد معاملات طے نہ کرنے ہوتے تو ہم آپ کو زحمت نہ دیتے۔"

"نہیں جناب۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔" میں خود پروفیسر ابراہیم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے نہ جانے کیا کیا جال پھیلا رکھے تھے۔ یہ پروفیسر ابراہیم بھی ایسی ہی کوئی شے معلوم ہوتا تھا۔

وہ ہمیں ایک کمرے میں لے گیا۔ سادہ اور سپاٹ سا کمرہ تھا جس میں ہلکا پھلکا فرنیچر پڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے دیوار کے قریب پہنچ کر اس پر کچھ کارروائی کی اور عقب میں ایک بڑی سی الماری نظر آنے لگی۔ لیکن اس الماری میں اوپری سرے سے لے کر نیچے تک ایک بہت ہی اعلیٰ پائے کی بھاری مشین لگی ہوئی تھی جس میں اسپیول اور نجانے ایسے کتنے میٹر اور ڈائل وغیرہ تھے جن کا تعلق ٹرانسمیشن سسٹم سے ہو سکتا تھا۔ وہ اس پر کارروائی کرنے لگا اور کافی دیر تک مصروف رہنے کے بعد اس نے اس میں بے شمار ننھی ننھی روشنیاں جلا دیں۔ ہم خاموشی سے اس کا یہ عمل دیکھتے رہے تھے پھر اس نے ایک بٹن دبایا اور ایک بڑا چوکور بکس کھل گیا۔ جس کے اندر مائیک سسٹم لگے ہوئے تھے۔ اتنا زبردست ٹرانسمیشن کا نظام اس سے پہلے نہیں دیکھا گیا تھا۔ میں اور آفتاب کمال تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھتے رہے پھر اس نے دو بٹن دبائے اور چند روشنیاں تڑپنے لگیں۔ جن کا رنگ نیلا تھا۔ اس کے تھوڑی

دیر کے بعد ایک بھرّائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ہاں کون ہے؟"

"پروفیسر ابراہیم۔ شہباز احمد صاحب سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کو انتظار کرنا ہوگا۔ تقریباً دس سے پندرہ منٹ تک۔ ویسے میں فوری طور پر شہباز احمد صاحب سے رابطہ قائم کر کے آپ کو اطلاع کیے دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم لوگ انتظار کر رہے ہیں۔" پروفیسر ابراہیم نے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ پھر تقریباً ڈھائی منٹ تک مسلسل خاموشی رہی۔ اس کے بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"ہیلو۔ پروفیسر ابراہیم۔"

"جی جی۔ فرمایئے۔"

"اس وقت دو بج کر بیس منٹ ہو چکے ہیں۔ دو بج کر پینتالیس منٹ پر آپ شہباز احمد صاحب سے گفتگو کر سکیں گے۔"

"بہت بہتر۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔" پروفیسر ابراہیم نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

"اب تو چائے لازمی ہو گئی ہے۔"

"کوئی تکلف نہیں ہے۔ اور اگر آپ مجبور ہی کر رہے ہیں تو پھر یہ چائے ہم میں سے کوئی بنا لے گا۔"

"نہیں۔ میں خود بناؤں گا۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔"

پروفیسر ابراہیم نے کہا اور پھر وہ دس منٹ کے اندر اندر چائے لے آیا۔ اس دوران میں اور آفتاب کمال اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے اور یہ سوچ سوچ کر حیران ہو رہے تھے کہ شہباز احمد صاحب نے کتنا نفیس سسٹم قائم کیا ہوا ہے۔ چائے ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ دوسری طرف سے ایک ہلکی سی آواز سنائی دینے لگی۔ جو سیٹی جیسی آواز تھی اور پروفیسر ابراہیم اپنی چائے چھوڑ کر اٹھ گیا۔ اس نے وہاں جا کر کچھ کارروائیاں کیں اور پھر ایک آواز سنائی دی۔

"شہباز احمد بول رہا ہے۔ پروفیسر کہو۔ ان لوگوں سے رابطہ قائم ہوا؟"

"جی سر۔ وہ دونوں میرے پاس موجود ہیں۔"

"جہانگیر جمال شاہ کو بلاؤ۔" میں خود یہ آواز سن کر اٹھا اور وہاں پہنچ گیا۔ پروفیسر ابراہیم سامنے رکھی ہوئی کرسی سے اٹھ گیا تھا جس پر وہ خود بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"میں بول رہا ہوں شہباز احمد صاحب۔ جہانگیر جمال شاہ۔"

"او ہو جہانگیر۔ کہو بیٹے کیا صورتحال ہے؟"

"میری کارروائیاں تقریباً تکمیل کے قریب ہیں۔ آپ سے رابطہ بے حد ضروری سمجھتا تھا اس لیے آپ کو زحمت دی ہے۔"

"ارے نہیں بھئی۔ تم زحمت کی بات کر رہے ہو۔ میں تو خود تم سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ ویسے تمہیں ایک بات بتا دوں۔ یہ جو تم سامنے دیکھ رہے ہو پروفیسر ابراہیم کی اپنی ایجاد ہے۔ ایک ایسا مخصوص ٹرانسمیشن سسٹم جس پر مکمل طور پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اور ہم اس بات سے مطمئن ہو سکتے ہیں کہ ہماری یہ گفتگو کہیں نہیں سنی جا رہی۔"

"بہت شاندار۔ بہت نفیس۔ اس کا مقصد ہے کہ میں آپ سے جو بھی کہنا چاہتا ہوں بے تکان کہہ سکتا ہوں۔"

"بالکل بالکل۔"

"تب پھر میں اسی موضوع پر بات کرنا پسند کروں گا۔ آپ یہ بتایئے آپ نے جس مقصد کے تحت مجھے یہاں بھیجا تھا۔ اس کی کچھ تفصیلات آپ کو موصول ہوئیں؟"

"ابھی تک نہیں۔ بالکل نہیں لیکن اس کی اہمیت کا مجھے بخوبی اندازہ ہے کیونکہ اس وقت اس کے لیے جو کچھ ہو رہا ہے وہ بڑا سنسنی خیز ہے۔"

"بلاشبہ اسے اتنا ہی سنسنی خیز ہونا چاہیے کیونکہ اس کی نوعیت کچھ ایسی ہی ہے۔" میں نے مختصر ترین الفاظ میں شہباز احمد صاحب کو وہ تمام حقیقتیں بتائیں جو اب تک مجھے معلوم ہو چکی تھیں اور شہباز احمد صاحب کی خاموشی سے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ شدید سنسنی کا شکار ہو گئے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔

"مگر تم اس سلسلے میں کوئی مؤثر کارروائی کرنے میں کامیاب ہو سکے ہو؟"

"ظاہر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں آپ کو اطلاع نہ دیتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جیسا کہ میں نے آپ کو مسٹر ڈکسن کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے مطابق مسٹر ڈکسن کیا اس سلسلے میں خطرناک نہیں ثابت ہو سکتے ہیں؟"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بالکل خطرناک ثابت ہوں گے وہ، اور تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ کام اتنا ہی آسان ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ نہایت چالاکی اور عیاری سے ہوا ہے۔ اور ہم سب ہی بیوقوف بنتے رہے ہیں لیکن مجھے یقین تھا کہ تم جو بھی کرو گے۔ وہ بہت مؤثر بات ہوگی۔"

"تو پھر اب اس فارمولے کے سلسلے میں کیا حکم ہے ظاہر ہے مسٹر ڈگلسن بھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔"

"تمہیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ حقیقتاً وہ سب کچھ ہمارے لیے بے حد اہم ہے۔"

"گویا میں خود؟"

"سو فیصد کار۔"

"بس یہی اجازت چاہتا تھا میں آپ سے اور یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ آپ کی پسند کے خلاف نہ ہو۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم اس سلسلے میں بہتر طریقے سے کارروائی کا آغاز کر دو۔"

"بہت بہت شکریہ۔ بس اسی لیے میں آپ کو زحمت دینا چاہتا تھا۔"

"تم زحمت کی بات کر رہے ہو۔ میں اسی وقت سے متجسس ہو گیا ہوں اور سنو، اگر ضرورت محسوس کرو تو آئندہ بھی پروفیسر ابراہیم کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے، اب اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ باقی تم خیریت سے ہو ناں؟"

"ہاں۔ بالکل خیریت سے ہوں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں بہت مطمئن ہو گیا تھا اور پروفیسر ابراہیم کے اس تعاون کے لیے میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تو پروفیسر ابراہیم مسکرا کر بولا۔

میں نے کہا ناں میرے دوست، یہ میرا فرض تھا۔

"اب ہمیں واپسی کی اجازت دیجیے پروفیسر۔"

"میں ہمیشہ آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے تیار رہوں گا۔" پروفیسر ابراہیم نے کہا اور پھر میں اور آفتاب کمال وہاں سے باہر نکل آئے۔

باقی رات آفتاب کمال کے ساتھ ہی گزری تھی۔ اور میں نے اسے اپنا پروگرام بتا دیا تھا۔ اب میں نے یہ طے کیا تھا کہ کچھ دیر آرام کیا جائے گا اور جب نیند کی تھکن دور ہو جائے گی تو میں اپنے اس عمل کا آغاز کر دوں

گا۔ اور اس کے لیے میں نے مختلف حصے ترتیب دیئے تھے جن کے مطابق مجھے کام کرنا تھا۔ چنانچہ دوسرے دن میں واپس اس جگہ پہنچ گیا جہاں روزانہ فرناز موجود تھی۔ معمول کے مطابق بالکل درست کیفیت میں۔ مجھے دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔

"تم میرے لیے بہت محنت کر رہے ہو جہانگیر جمال شاہ، حارث پاشا بھی اچھا انسان تھا لیکن تم بھی اس سے کسی طور کم نہیں ہو۔ میں تم لوگوں کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں کہ مجھ جیسی بے بس لڑکی کے لیے تم نے اتنے اہم اقدامات کیے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں ساری رات جاگتا رہا ہوں، کچھ دیر سونا چاہتا ہوں۔ اگر تم اجازت دو۔"

"میں تمہاری نیند کی حفاظت کروں گی۔" روزانہ فرناز نے کہا۔

میں شام چار بجے تک سوتا رہا تھا اور اس کے بعد جب جاگا تو طبیعت کی کسل بالکل دور ہو چکی تھی اب سب سے پہلا رابطہ مسٹر ڈگلسن سے ہی کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا اور کچھ دیر کے بعد مسٹر ڈگلسن سے رابطہ ہو گیا۔ میں نے کہا۔

"مسٹر ڈگلسن، میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جب اور جہاں کہو۔"

"میرا خیال ہے آپ فوراً ہی اس کمرے میں آ جائیے جو ابھی تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے روزانہ فرناز کا کمرہ؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"میں پہنچ رہا ہوں۔" مسٹر ڈگلسن نے کہا اور کچھ دیر کے بعد میں اس کمرے سے باہر نکل آیا اور روزانہ فرناز کی آنکھ بچا کر اس کمرے میں داخل ہو گیا جو ابھی تک اس کے نام سے بک تھا۔ میں مسٹر ڈگلسن کا انتظار کرتا رہا اور کچھ دیر کے بعد مسٹر ڈگلسن وہاں پہنچ گئے۔ ان کے چہرے پر تجسس کے آثار نظر آ رہے تھے۔ کہنے لگے۔

"کہو میرے دوست، کیا صورتحال ہے؟"

"بس یوں سمجھ لیجیے کہ ہم آپریشن کے لیے تیار ہیں۔" میں نے جواب دیا اور مسٹر ڈگلسن کے چہرے پر مسرت کے آثار پھیل گئے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"گویا تم اپنا سارا کام مکمل کر چکے ہو۔"

"ہاں مسٹر ڈگلسن، میں اس کام سے پوری طرح مطمئن ہوں۔"

"تو پھر مجھے اس آپریشن کے بارے میں کچھ تفصیلات بتاؤ۔"

"یقیناً میں نے اسی لیے آپ کو زحمت دی ہے۔ آغا توقیر کے بغیر ہم اس کام میں کسی طور کامیابی نہیں حاصل کر سکتے مسٹر ڈگلسن اور میں نے آغا توقیر کے گرد جو جال پھیلایا ہے وہ بے حد مضبوط ہے تاہم ہمیں اسے ساتھ رکھنا پڑے گا۔"

"نہیں مسٹر ڈگلسن، ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ اگر ہمارے ساتھ رہیں گے تو میرے کام میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔"

"اوہ۔ تم نہیں سمجھتے کہ وہ کتنا غلط انسان ہے۔ میرے لیے مشکل پیش آ جائے گی۔ میرے اور اس کے درمیان کچھ ایسے ہی معاملات ہیں جو میں تمہیں بتانا پسند نہیں کرتا۔"

"اس سلسلے میں معاملہ صرف ایک ہے مسٹر ڈگلسن یعنی یہ کہ ہم اپنے کام کی تکمیل کر لیں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ ساتھ نہیں ہوں گے تو پھر کیسے بات بن سکے گی۔ یا پھر اگر آپ اس سلسلے میں اور کوئی تجویز پیش کر سکتے ہیں تو مجھے اس پر عمل کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" مسٹر ڈگلسن گہری سوچ میں ڈوب گئے تھے، پھر انہوں نے گردن اٹھا کر کہا۔

"لیکن منصوبہ کیا ہے؟"

"روزانہ فرناز کو ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے آغا توقیر بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔ وہ روزانہ فرناز کو اس مطلوبہ جگہ پہنچائے گا جہاں اس کا پہنچنا ضروری ہے اور اس کے بعد ہم آگے کے واقعات کا انتظار کریں گے اور جو کچھ بھی ہوگا، سامنے آ جائے گا۔"

"مگر آغا توقیر کے بارے میں تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ اپنے طور پر کوئی کارروائی نہیں کرے گا؟"

"ایک بات کا جواب دیجیے مسٹر ڈگلسن، آپ نے مجھے حارث کی حیثیت سے صرف اس لیے طلب کیا تھا کہ آغا توقیر کو تلاش کرنے میں روزانہ فرناز کی مدد کروں۔ آغا توقیر اس وقت بھی مل جاتا تو آپ کیا کرتے؟"

"اوہ۔ مجھے معاف کرنا میرے دوست، میرا مقصد غلط نہیں ہے۔ بس میں خوفزدہ ہوں۔ آغا توقیر اگر مل جاتا تو میں اپنے طور پر خفیہ کارروائیاں کرتا لیکن اب جبکہ مجھے تم جیسا ساتھی مل چکا ہے تو میں اطمینان اور بھروسے کے ساتھ کام کر سکتا ہوں۔ دیکھو بات دراصل یہ ہے کہ اس میں ایک عظیم مفاد چھپا ہوا ہے اور اگر اس کے لیے ہم یہ کارروائی کرتے ہیں تو انسانیت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ تم یہ احسان مجھ پر سمجھو نہ روزانہ فرناز پر بلکہ جو کچھ بھی کرو انسانیت کے لیے کرو۔" مجھے ہنسی آ گئی۔ بمشکل تمام میں نے ہنسی روکی تھی۔ ہر شخص انسان دوست تھا حالانکہ اس کی ذات میں انسانیت کے سب سے بڑے دشمن چھپے ہوئے تھے۔ کیسی انوکھی بات ہے لوگ اپنے خیالات سے کتنی مختلف باتیں کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرا بالکل بیوقوف ہے۔ بہرحال مسٹر ڈگلسن کا مسئلہ مجھے یقینی طور پر وہی معلوم ہوتا تھا جو آغا توقیر نے بتایا تھا تاہم یہ سب کچھ نہایت ضروری تھا۔ میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"روزانہ فرناز کو میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں مسٹر ڈگلسن اور میں یہ کام سرانجام دے لوں گا۔ آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ ہمارا ساتھ دیں یا نہ دیں۔"

"نہیں نہیں میں بالکل تمہارا ساتھ دوں گا۔ ٹھیک ہے، میں ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں۔" مسٹر ڈگلسن نے کہا اور اس کے بعد بولے۔

"مگر کیا تم آغا توقیر کی طرف سے مطمئن ہو؟"

"ہم پورے اعتماد سے یہ کام کریں گے مسٹر ڈگلسن اور اس کے لیے میرے ذہن میں ایک پروگرام ہے۔" میں نے کہا اور مسٹر ڈگلسن عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔

مسٹر ڈگلسن کے چہرے پر جو تاثرات پھیلے ہوئے تھے، میں ان کا بخوبی اندازہ لگا رہا تھا۔ انسان کی ہوس کبھی ختم نہیں ہوتی۔ دولت ایک ایسی انوکھی شے ہے کہ ہر شخص کو اس کا طالب ہی پایا۔ خواہ زندگی کا کوئی اسٹیج ہو، انسانی دل، دولت کے لالچ سے خالی نہیں ہو پاتا۔ مسٹر ڈگلسن بھی عمر کی اس آخری منزل میں ایک بڑے خزانے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس بات سے بے خبر کہ موت کا ہاتھ کب ان کی گردن تک پہنچ جائے اور یہ حاصل شدہ دولت ان کے کسی کام کی نہ رہے۔ اس کے لیے وہ انسان کی

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ہر قسم کا فریب کر رہے تھے۔ جھوٹ بول رہے تھے اور اپنا مقصد ہر حالت میں پورا کر لینا چاہتے تھے۔ یہی کیفیت آغا توقیر کی تھی۔ آغا توقیر اپنے طور پر جو کچھ کر رہا تھا، اس میں بھی اس نے وہی کہانی منظرِ عام پر رکھی تھی لیکن اس کے دل کی تاریکیوں میں جو لاوا پوشیدہ تھا وہ ایک الگ حیثیت کا حامل تھا۔ بہر طور میرا مسئلہ بالکل مختلف تھا۔ ہو سکتا ہے عمر کی یہ منزل مجھ جیسے لوگوں کو دولت سے دور رکھتی ہو۔ اب تک کی زندگی میں جن جن معاملات پر کام کرنا پڑا تھا اگر ان میں، میں بھی دولت جمع کرنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا تو اس کا حصول میرے لیے مشکل نہ ہوتا۔ یا پھر جو انداز میں نے اپنے کام کے لیے اختیار کیا تھا اس میں جو آسانیاں مجھے فراہم کر دی گئی تھیں، ان کے تحت اگر میں چاہتا تو خفیہ طریقے سے دولت جمع کرنے کا کاروبار بھی شروع کر سکتا تھا لیکن یہ لالچ ابھی تک میرے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ ہاں البتہ اپنی ان چاروں بیواؤں کو پالنا میری ذمہ داری تھی جن میں سے ایک کا نام توفیق، دوسرے کا جان تیسرے کا شوری اور چوتھے کا اعجاز تھا۔ وہ میرے ہی بل پر جی رہے تھے۔ میں جانتا تھا کہ اپنی بقیہ زندگی بھی وہ شاید میرے ہی سہارے گزار دیں بشرطیکہ میں خود زندہ رہوں۔ وہ ہاتھ پاؤں ہلانے کے قائل نہیں تھے۔ ہاں میرے کہنے سے وہ آگ کے جہنم میں بھی چھلانگ لگانے سے گریز نہ کرتے۔ بس ان کے لیے مجھے جو کچھ درکار تھا وہی میری طلب تھی یا پھر اپنی زندگی کے لیے اتنا مختصر کہ میری اپنی تفریحات جاری رہیں اور کام چلتا رہے۔ اس سے زیادہ میرے ذہن میں کوئی تصور نہیں آیا تھا لیکن یہ لوگ۔ البتہ کیا کہا جا سکتا ہے انسانی فطرت مختلف کیفیات کی حامل ہوتی ہے۔

مسٹر ڈگلس کے چہرے پر اس وقت جن احساس کے سائے لرز رہے تھے، ان میں نہ جانے کیا کیا خوف پوشیدہ تھے لیکن بے چارے تنہا تھے اور مجبوراً انہوں نے میرا سہارا لیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے مسٹر جہانگیر جلال شاہ وہ؟"

"مسٹر ڈگلس ہمیں آغا توقیر سے ملاقات کرنی ہوگی۔"

"آہ۔ بہت خوفناک قدم ہے یہ۔ بہت ہی خوفناک۔ جانے کیوں میرا دل ڈر رہا ہے۔ لیکن اب جبکہ مکمل طور پر تم سے گفتگو ہو چکی ہے، میں اس بات کا اظہار بھی نہیں کر سکتا کہ میری اندرونی کیفیات کیا ہیں؟"

"تو پھر مسٹر ڈگلس اگر ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے تو میرے خیال میں مجھے اپنے وطن واپس چلے جانا چاہیے اور یہ کہہ دینا چاہیے کہ جن لوگوں سے مجھے تعاون کرنے کی ہدایت کی گئی تھی، وہ مجھ سے تعاون پر آمادہ نہیں ہیں۔"

"ارے ارے میں نے تو ابھی یہ کہا ہے کہ جیسے تم پسند کرو، میں تیار ہوں۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم فوری طور پر اس عمل کا آغاز کیے دیتے ہیں۔ آغا توقیر سے میرے معاملات طے ہو ہی چکے تھے اور میں نے آغا توقیر کو جو کچھ بتایا تھا اس پر عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ ورنہ کمال نے مجھے آغا توقیر کی ذہنی کیفیت کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اسے میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا اور پھر دنیا ایسے ہی لوگوں سے بھری پڑی ہے، اس کا مجھے اچھی طرح اندازہ تھا چنانچہ بعد میں آغا توقیر کا مسئلہ بھی حل کر لیا جائے گا۔ اور اس کے لیے میں نے جو تیاریاں کی تھیں ان پر غیر مطمئن نہیں تھا۔ آفتاب کمال میرا ایسا ساتھی تھا جسے میں درحقیقت باکمال کہہ سکتا تھا۔ آج تک کا تو یہی دیکھا ہوا تھا کہ جو ذمہ داری میں نے اس کے سپرد کی تھی، وہ اس نے بالکل اسی طرح سرانجام دی تھی جیسے الہ دین کے چراغ کا کوئی جن اپنا فرض سرانجام دیتا ہے چنانچہ میں مسٹر ڈگلس کو ساتھ لے کر چل پڑا۔ اصل مسئلہ محترمہ صولت جمال کا تھا۔ جن کی طرف سے ہمیں خطرہ تھا اور جنہیں ہم نے بالکل ہی راستے سے ہٹا دیا تھا۔ پروگرام یہی تھا کہ محترمہ صولت جمال کو اس سلسلے میں قطعی طور پر ملوث نہ کیا جائے۔ ہاں اگر وہ راستے میں آ جائیں تو پھر راستے کی گھاس کاٹ دینا تو انتہائی ضروری عمل ہوتا ہے اور میں ہمیشہ ہی اس عمل پر کاربند رہا تھا۔ مسٹر ڈگلس راستے بھر خاموش رہے اور پھر ہم آغا توقیر کی کوٹھی میں داخل ہو گئے۔ آغا توقیر ہمارے استقبال کے لیے تیار تھا۔ مسٹر ڈگلس کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں جو چمک اور جو مسکراہٹ پیدا ہوئی وہ مجھے اس بات کا احساس دلا رہی تھی کہ اس کا دل صاف نہیں ہے۔ تاہم اس نے آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور مسٹر ڈگلس کو اس سے بحالت مجبوری مصافحہ کرنا پڑا۔ آغا توقیر نے کہا۔

"مسٹر ڈگلس ہم لوگ بہت عرصے تک ایک دوسرے کی تلاش میں رہے ہیں اور ہمارا انداز بالکل دشمنوں جیسا رہا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا مسٹر ڈگلس کہ اگر کبھی میں آپ کے ہاتھ لگ جاتا تو آپ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے یا میں اپنی بقا کے لیے آپ کو کیا نقصان پہنچا دیتا لیکن ہم اپنے دوست کے شکر گزار ہیں کہ جس نے دو دشمنوں کو دوستوں

کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔"

مسٹر ڈگلس کے ہونٹ کھنچ گئے جیسے وہ مسکرا رہے ہوں، حالانکہ یہ مسکراہٹ ان کی دلی کیفیت کا اظہار کر رہی تھی۔ آغا توقیر نے ہمیں اندر چلنے کی پیشکش کی اور اس کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ یہاں آغا توقیر نے ہماری خاطر مدارات کی۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔

"تو ہاں ڈیئر۔ تم نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا اس کے لیے کیا ہمیں بہت زیادہ وقت صرف کرنا چاہیے؟"

"نہیں آغا توقیر۔ لیکن آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔"

"کیا؟"

"آپ نے کہا تھا کہ جب یہ معاملات طے ہو جائیں گے تو مجھے آپ وہ پتا بتا دیں گے جہاں روزانہ فرناز کی ماں اور ڈاکٹر شیرازی کی بیوی موجود ہے۔"

"دوست پتا بتانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ میں خود تمہیں وہاں لے جانے کے لیے آمادہ ہوں۔"

مسٹر ڈگلس نے کہا۔

"دیکھو آغا توقیر میں اپنی تسلی کے لیے تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

"چونکہ ہم بہت عرصے بعد دشمنی کی حد سے نکل کر دوستی کی حدود میں داخل ہوئے ہیں اس لیے میرا فرض ہے مسٹر ڈگلس کہ میں آپ کو ساری باتیں جو آپ کے ذہن میں آئیں بتا دوں۔"

"آغا توقیر سیدھی بات تو یہ ہے کہ مجھے روزانہ فرناز کو تمہارے سامنے لانا پڑے گا۔"

"اگر آپ اس کی جگہ اس کے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں مسٹر ڈگلس تو میں آپ سے قطعی طور پر نہیں کہوں گا کہ آپ اسے میرے سامنے لائیے۔" آغا توقیر کی بات میں مذاق جھلک رہا تھا۔ مسٹر ڈگلس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"دراصل ڈاکٹر شیرازی جس قدر عظیم انسان تھا اور جن اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک تھا اس کے بعد اس کی موت اس قوم کے لیے ہی نہیں بلکہ دنیا کے لیے ایک بدترین سانحہ قرار دی جا سکتی ہے۔ وہ جتنا ذہین انسان تھا، اتنے ذہین شاید اس وقت روئے زمین پر موجود نہیں ہیں۔ ایٹمی تباہ کاریوں کے موجب میں ان تباہ کاریوں کے خلاف ایک ایسا موثر فارمولا ایجاد کرنے کا مقصد صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کے دل میں انسانیت کے لیے کس قدر ہمدردی تھی۔ تخریبی ذہن جو کچھ کر رہے ہیں اور ایٹمی ہتھیاروں کا پھیلاؤ جس طرح عمل میں آ رہا ہے۔ اس سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ انسان بہت جلد اپنی عمر طے کر کے موت کی وادیوں میں سو جانا چاہتا ہے۔ اگر غور کیا جائے مسٹر ڈگلس تو ایسا احساس ہوتا ہے کہ جیسے یہ سب کچھ انسانی عمل بھی نہ ہو بلکہ دنیا کا اختتام اسی شکل میں تحریر کر دیا گیا ہو۔ اور ظاہر ہے یہی سب عمل کے لیے کچھ نہ کچھ درکار تو ہوتا ہی ہے۔ چنانچہ انسان خود اپنی موت کا جو سامان کر رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ کوئی بھی لمحہ صرف ایک لمحہ اس دنیا کو نیست و نابود کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس کے لیے مکمل طور پر بندوبست ہو چکا ہے۔ خوشنما درخت اور سبزہ، زرد اور حسین برف پوش پہاڑ دنیا کے حسین ترین مناظر ختم کرنے کے لیے انسان نے اپنی تمام تر صلاحیتیں آزما ڈالی ہیں۔ اور اگر ہم یہ سوچیں کہ یہ انسانی صلاحیتیں نہیں ہیں بلکہ دنیا کو اسی عمل سے گزرنا تھا تو میں سمجھتا ہوں اس پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے میں غلط بحث میں الجھ گیا۔ کہنا یہ تھا کہ ڈاکٹر شیرازی کی ذہانت بے مثال تھی۔ اس نے مقدور بھر کوشش یہ کر ڈالی کہ تباہ کاری اس طرح نہ پھیل سکے کہ انسان کا دنیا سے وجود ہی مٹ جائے۔ جب ایک شخص نے دنیا کی بقا کے لیے اپنی زندگی دے ڈالی تو یہ قرض ہم پر بھی عائد ہوتا ہے کہ اور کچھ نہ سہی تو کم از کم اس کے اس منصوبے کو عملی شکل دینے کے لیے اپنی جیسی کوشش کر لیں۔ ڈاکٹر شیرازی کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس فارمولے کے حصول کے لیے بڑی قوتیں سرگرداں ہو جائیں گی چنانچہ اس نے ایک انوکھے طریقے پر وہ فارمولا پوشیدہ کر دیا۔ اور اپنی بیٹی کو اس کا شکار بنا دیا۔ کیفیت یہ ہے کہ ڈاکٹر شیرازی تو بے چارہ ختم ہو گیا۔ فارمولے کا راز اس کی بیوی کے پاس موجود ہے لیکن اس کی بیوی نہیں جانتی کہ وہ کتنے بڑے راز کی امین ہے۔ البتہ بیٹی کے ذہن کا ایک خانہ محفوظ کر کے ڈاکٹر شیرازی نے اس میں وہ راز رکھ دیا جس میں فارمولے کی جگہ درج ہے اور اس کے بعد اس نے بیٹی کے ذہن کے خلیوں کو منتشر کر کے اسے اس کا ماضی بھلا دیا۔ اسے اس کا ماضی اسی شکل میں یاد آ سکتا ہے جب اس کی ماں اس کی آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ جونہی اس کی ماں اس کی آنکھوں کے سامنے آئے گی۔ اس کے ذہن کے اس خانے کی تاریکیاں مٹ جائیں گی۔ اور فارمولے کا راز بھی اس کے پاس موجود ہوگا۔ اور اس وقت روزانہ فرناز اس فارمولے کی جگہ صحیح تعین کر کے ہمیں اس کے بارے میں بتا سکتی ہے۔ ایسی حالت میں تم بہتر سمجھتے ہو مسٹر ڈگلس کہ روزانہ فرناز کو اس کی ماں کے سامنے لے جانا کس قدر ضروری ہے۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آغا توقیر خاموش ہو گیا۔ مسٹر ڈگلسن پھٹی پھٹی نگاہوں سے آغا توقیر کو دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے کہا۔

"تمہارا اس سلسلے میں کیا منصوبہ ہے آغا توقیر؟"

"صرف اور صرف ایک۔ وہ یہ کہ فارمولا حاصل کر کے چین کے حوالے کر دیا جائے۔ امن پسند قوتوں میں اس وقت چین ایک واحد قوت ہے جو دنیا میں امن پسندی کا ثبوت دے رہی ہے اور اپنی قوت بحال رکھتے ہوئے اس بات کے لیے کوشاں ہے کہ دنیا اس طرح تباہی کا شکار نہ ہو۔ وہ ہمیشہ حق و صداقت کا ساتھ دیتی رہی ہے اور اب بھی اس کا یہی انداز اور یہی رویہ ہے۔ ہم اسے انتہائی قابل اعتماد ساتھی پاتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اگر یہ فارمولا حکومت چین کے حوالے کر دیا جائے تو اس پر عمل کر کے وہ ڈاکٹر شیرانی کے مشن کو پورا کر سکتی ہے۔" ڈگلسن کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے، اس نے کہا۔

"مگر اس سے ہمیں کیا حاصل ہو گا۔"

"تم نے غور کیا میرے دوست مسٹر ڈگلسن کس سوچ کے حامل ہیں۔ وہ اس بات کو اہمیت نہیں دیتے کہ دنیا تباہی کے غار میں نہ گرنے پائے۔ بلکہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ ان کا اپنا اس میں کیا مفاد وابستہ ہے۔"

مسٹر ڈگلسن بولے۔

"نہیں آغا توقیر میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ قطعی میرا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ۔" ڈگلسن اپنا جملہ پورا نہ کر سکے کیونکہ شاید اس کے بعد کچھ کہنے کے لیے ان کے پاس الفاظ نہیں تھے۔ پھر چند لمحات کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی۔ اور اس کے بعد مسٹر ڈگلسن نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔" آغا توقیر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"ہاں مسٹر ڈگلسن انسانیت کی بنیادوں پر بھی ضرور سوچیے۔ ہمارا اپنا مفاد بس یہی ہے کہ دنیا تباہی کے غار میں نہ گرنے پائے۔ ٹھیک ہے ہمیں اس کا کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ لیکن ہمارے ضمیر تو مطمئن ہوں گے کہ ہم نے اپنا فرض انجام دینے کے لیے تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ہلائے۔"

"اب کیا پروگرام رہے گا؟"

"میں سمجھتا ہوں نیک کام کے لیے وقت کا تعین ضروری نہیں ہوتا۔ جب بھی اس کا آغاز ہو جائے اور میرے خیال میں یہ وقت نہایت موزوں ہے۔"

"تو پھر ابتدا کہاں سے کی جائے؟" مسٹر ڈگلسن نے سوال کیا۔

"روزانہ فرناز کو آپ یہاں لے آئیے۔ اس کے بعد ہم اپنے سفر کا آغاز کر دیں گے۔" میں نے فوراً ہی اس میں تھوڑی سی ترمیم کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں آغا توقیر، روزانہ فرناز کو لانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ جس انداز میں اپنے سفر کا آغاز کرنا چاہتے ہیں کر دیجیے گا۔ راستے ہی میں مسٹر ڈگلسن ہمیں وہاں لے جائیں گے جہاں روزانہ فرناز موجود ہے اور وہاں سے اسے ساتھ لے لیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے، مجھے اعتراض نہیں ہے۔" آغا توقیر نے کہا اور اس کے بعد تیاریاں ہونے لگیں۔ میں ایک لمحے کے لیے اپنے دل میں کچھ سوچنے لگا تھا۔ آفتاب کمال کا خیال آ گیا تھا لیکن اب جو کچھ ہونا تھا اس کا آغاز ہو چکا تھا مجھے بہر طور آفتاب کمال پر بھروسا کرنا ہی تھا۔ جو لوگ جانے کے لیے تیار ہوئے ان کی تعداد نو تھی۔ اور دسویں اور گیارہویں میں اور مسٹر ڈگلسن تھے۔ بارھویں شخصیت روزانہ فرناز کی تھی جسے ساتھ لے جانے کے لیے ہمیں ہوٹل تک کا سفر کرنا تھا۔ تین گاڑیاں اس مقصد کے لیے مخصوص کی گئیں اور ہم لوگ یہاں سے چل پڑے۔ مسٹر ڈگلسن کو چونکہ میں نے ساری صورتحال بتا دی تھی۔ چنانچہ اب وہ خاموشی سے ہمارے ساتھ تعاون کر رہے تھے میں نے انداز ایسا اختیار کیا تھا جیسے مجھے خود بھی روزانہ فرناز کے بارے میں زیادہ تفصیلات معلوم نہ ہوں اور راستے میں بھی میں نے مسٹر ڈگلسن سے آغا توقیر کے سامنے ہی یہ سوال کیا۔

"مسٹر ڈگلسن، ہمیں کہاں چلنا ہے؟"

مسٹر ڈگلسن نے ایک بار میرا چہرہ دیکھا اور پھر ہوٹل کا نام دہرا دیا۔ جہاں روزانہ فرناز موجود تھی۔ ہم لوگ تھوڑی دیر کے بعد اس ہوٹل کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں مسٹر ڈگلسن نے نیچے اتر کر جانا چاہا لیکن آغا توقیر ان کے ساتھ خود بھی چل پڑا۔ مسٹر ڈگلسن ایک لمحے کے لیے بوکھلائے لیکن میری طرف سے اشارہ پا کر وہ خاموشی سے آغا توقیر کے ساتھ چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد جب وہ واپس آئے تو روزانہ فرناز ان کے ساتھ موجود تھی۔ روزانہ فرناز خاموشی سے کار میں آ کر بیٹھ گئی اور اس کے بعد آغا توقیر دوسری گاڑی میں جا بیٹھا اور ہمیں گائیڈ کرنے لگا۔ میرا ذہن سنسنی سے بھرپور تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر صورتحال خراب ہو گئی اور آفتاب کمال ان لمحوں کو نہ پا سکا تو میری کیا درگت بنے گی لیکن میں اب اتنا گیا بھی نہیں تھا کہ اپنے آپ کو بالکل ہی معذور سمجھتا۔

Uploaded By Nadeem

چنانچہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر صورتحال میری توقع کے مطابق نہ ہوئی تو اس کے بعد مجھے وہ عمل کرنا پڑے گا جس میں باقی تمام باتوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور اس کا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ہمیں اتنا طویل سفر طے کرنا پڑے گا۔ گاڑیاں تقریباً دو گھنٹے تک سفر کرتی رہی تھیں اور اس دوران کئی چھوٹی چھوٹی آبادیوں کو چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ کاریں ایک خوبصورت قصبے میں داخل ہو گئیں جو سرسبز و شاداب تھا۔ گو رات کے وقت میں اس کی شادابیوں کا بھرپور جائزہ نہیں لیا جا سکتا تھا لیکن چاروں طرف سے چلنے والی سست ہوائیں اور ان میں شامل خوشبوئیں اور پھر رات کی تاریکیوں کے باوجود مدھم مدھم تاروں کی چھاؤں میں نظر آنے والے مناظر نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ علاقہ بے حد خوبصورت ہے۔ اس علاقے کے ایک مکان کے سامنے یہ تینوں کاریں جا رکیں۔ آغا توقیر نیچے اتر آیا۔ اور اس نے ہم لوگوں کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ مکان کا احاطہ زیادہ بہتر نہیں بنا ہوا تھا۔ لیکن اس کا اندرونی حصہ بہت خوبصورت تھا۔ ایک وسیع و عریض لان سے گزرنے کے بعد ہم اندر دروازے پر پہنچ گئے۔ یہاں آغا توقیر نے ایک گھنٹی بجائی۔ اور چند لمحات کے بعد ایک عورت نے دروازہ کھول دیا۔ غالباً یہی روزانہ فرناز کی ماں تھی۔ دروازہ کھول کر اس نے آغا توقیر کو دیکھا اور پھر مطمئن انداز میں گردن ہلا کر پیچھے ہٹ گئی۔ آغا توقیر اندر داخل ہو گیا تھا۔ میں نے بھی عورت کو دیکھا۔ بڑی پر وقار شخصیت کی مالک تھی۔ اور خصوصی بات یہ تھی کہ اس کے خد و خال روزانہ فرناز سے ملتے جلتے تھے۔ یقینی طور پر عالم جوانی میں وہ بھی بالکل روزانہ فرناز کی ہو بہو کاپی ہو گی۔ روزانہ فرناز کو مسٹر ڈگلسن کے ساتھ سب سے پیچھے رکھا گیا تھا اور یہ ترتیب ہم نے پہلے ہی اپنے پروگرام میں شامل کر دی تھی چنانچہ ہم سب ایک بڑے سے ہال میں داخل ہو گئے۔ میری نگاہیں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ہال وسیع و عریض تھا اور اس میں بڑی بڑی کھڑکیاں دروازے موجود تھے، ہال میں پہنچنے کے بعد آغا توقیر نے ہال کی تمام روشنیاں جلا دیں اور وہ عورت آغا توقیر کی صورت دیکھنے لگی پھر اس نے اپنے آس پاس پھیلے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر کسی قدر پریشانی کے آثار تھے۔ پھر اس نے کہا۔

"یہ سب کیا ہے آغا توقیر؟"

"آج آپ کو آپ کی زندگی کے اہم واقعے سے روشناس کرانے والا ہوں میں محترمہ یزدانہ۔"

"کیا کہہ رہے ہو آغا توقیر؟ تم ہمیشہ میرے سامنے ڈرامے کرتے رہتے ہو۔ جب بھی آتے ہو کوئی نیا ڈرامہ لے کر آتے ہو۔ کیا بات ہے؟"

"محترمہ یزدانہ شیرانی۔ میں آپ کو آپ کی بیٹی سے ملانا چاہتا ہوں۔" عورت کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ تم زندگی میں کبھی نہیں کر سکو گے۔ کتنی بار مجھ سے یہ بات کہہ چکے ہو لیکن۔ لیکن۔" عورت کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ آغا توقیر نے پلٹ کر دروازے کی جانب دیکھا اور اسی وقت مسٹر ڈگلسن روزانہ فرناز کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ روزانہ فرناز کھوئی کھوئی سی تھی۔ شاید مسٹر ڈگلسن نے اسے یہ بات بتا دی تھی کہ وہ اپنی ماں سے ملنے جا رہی ہے۔ اور اس کے چہرے پر یہ تمام تاثرات صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ اندر داخل ہوئی۔ اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا معمر عورت بھی اسی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور پھر معمر عورت کے چہرے پر انتہائی کیفیت بیدار ہو گئی۔ وہ دو قدم آگے بڑھی اور روزانہ فرناز کے سامنے پہنچ گئی۔ روزانہ فرناز نے اسے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش نظر آئے اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ چکرا سی گئی تھی۔ مسٹر ڈگلسن نے اسے سنبھالا اور آہستہ سے کہا۔

"روزانہ فرناز اپنی ماں سے ملو۔ یہ تمہاری والدہ یزدانہ شیرانی ہیں۔"

روزانہ فرناز نے آنکھیں کھول دیں اور اس عورت کو دیکھنے لگی۔ اسی وقت عورت کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔ اور وہ میری بچی کہہ کر روزانہ فرناز کی جانب لپکی۔ روزانہ فرناز کے چہرے پر بھی ہیجان کے آثار پیدا ہوئے اور اس کے بعد اس کے بازو خود بخود پھیل گئے۔ ماں بیٹیوں کا ملاپ تھوڑا سا افسوسناک بھی تھا۔ میں خاموشی سے ادھر دیکھتا رہا۔ لیکن میرے ذہن میں جو کچھ سوالات اور تصورات پیدا ہو رہے تھے، وہ خاصے خطرناک تھے۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ وہ دونوں ساکت و جامد ایک دوسرے سے لپٹی کھڑی ہوئی تھیں اور کچھ دیر کے بعد جب جذبات کا ابال اترا تو روزانہ فرناز نے ماں کا چہرہ سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"تم میری ماں ہو۔ تم میری ماں ہو؟"

"ہاں میری بیٹی۔ ہاں میری بچی۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ کیا تم مجھے نہیں پہچان سکتیں؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نہیں۔ میں نے تمہیں پہچان لیا۔ ابّو۔ ہمارے ابّو کہاں ہیں؟"

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں روزانہ۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

"آہ۔ ابّو۔ ابّو۔" روزانہ فرناز نے ایک چیخ ماری۔ اسے سب کچھ یاد آگیا تھا۔ اس کے ذہن کا وہ تاریک خانہ کھل گیا تھا جسے اس نے نجانے کب سے اپنے ذہن میں تاریک کرلیا تھا۔ یہ تمام چیزیں سامنے آتی رہیں اور میں ان تمام مناظر میں کھویا رہا۔ لیکن درحقیقت چونک ہوگئی تھی۔ میں اس وقت کچھ ایسا محو ہوگیا تھا۔ ان واقعات میں کہ آغا توقیر کے آدمیوں کو پیچھے ہٹتے نہ دیکھ سکا۔ ان میں سے دو باہر نکل گئے تھے اور باقی پیچھے ہٹ کر دروازوں کے قریب جا کھڑے ہوئے تھے۔ جب اس ماحول میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوئیں تو ہم سب ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہوئے اور آغا توقیر کے آدمیوں پر ہماری نگاہیں پڑیں لیکن ان کے ہاتھوں میں چمکتے سیاہ پستول دیکھ کر ماحول میں ایک دم تبدیلی رونما ہوگئی۔ مسٹر ڈگلس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ انہوں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"جہانگیر۔ جہانگیر جمال شاہ۔ یہ۔ یہ دیکھو۔ یہ کیا ہے۔ یہ کیا ہے؟" میری نگاہوں نے بھی آغا توقیر کے آدمیوں کے ہاتھوں میں پستول دیکھ لیے تھے۔ تب میں نے سنگین نگاہوں سے آغا توقیر کو دیکھا اور بولا۔

"اس کی ضرورت کیوں پیش آگئی آغا توقیر؟"

"اس لیے کہ منظر میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہنی چاہئیں میرے دوست اور میں نے دیکھو اس ماحول میں کیسی خوبصورت تبدیلی پیدا کی ہے۔"

"تمہارے لہجے سے مکاری کی بو آتی ہے آغا توقیر۔ میں کہتا ہوں یہ سب کیا ہے؟ براہ کرم مجھے جواب دو۔"

"سچائی۔ سچائی صرف یہ ہے۔ اس سے پہلے کی باتیں غلط تھیں۔ ہم سب ایک دوسرے کو فریب دیتے رہے۔"

"کمینے۔ ذلیل۔ بدمعاش۔ آوارہ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ تو۔ تو۔" اچانک مسٹر ڈگلس دھاڑے اور انہوں نے آغا توقیر پر چھلانگ لگادی لیکن آغا توقیر پیچھے ہٹا۔ یہ میں ابھی نہیں دیکھ سکا تھا کہ اس نے بھی اپنا پستول نکال لیا ہے۔ پستول پر سائیلنسر لگا ہوا تھا۔ مسٹر ڈگلس اس تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ اس کے پستول سے دو آوازیں نکلیں اور دونوں گولیاں مسٹر ڈگلس کے سینے میں پیوست ہو گئیں۔ مسٹر ڈگلس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ الٹ کر نیچے جا گرے۔ ان کے سینے سے خون ابل رہا تھا۔ میں ساکت تھا اور بدستور سرد نگاہوں سے آغا توقیر کو دیکھ رہا تھا۔ البتہ یہ میں نے سوچا تھا کہ آغا توقیر نے مجھ پر بھی فائر کیے تو مجھے کس طرح اس کے ان فائروں سے بچنا ہے کہ آستینوں پہ لگے ہوئے تھے اور آفتاب کمال کا منتظر تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بالکل مناسب وقت پر اپنا کردار سر انجام دے گا۔ اور اس سے پہلے اس معاملے میں مداخلت نہیں کرے گا چنانچہ میں خاموشی سے کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس قتل پر بوڑھی عورت اور روزانہ فرناز کی آنکھیں شدید دہشت سے پھیل گئی تھیں۔ روزانہ فرناز نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"آہ۔ مسٹر ڈگلس۔ مسٹر ڈگلس۔ یہ سب۔ ؟"

"کچھ نہیں روزانہ فرناز۔ مائی ڈئیر یہ ایک غلط آدمی تھا اور وہ غلط کاری کرنا چاہتا تھا جس کی میں اسے اجازت نہیں دے سکتا تھا۔"

"تت۔ تم۔ تم۔ کیا چاہتے ہو آغا توقیر؟ تم کیا چاہتے ہو؟"

"ابھی کچھ نہیں میری بچی۔ ابھی کچھ نہیں۔ پہلے اپنی ماں سے اچھی طرح مل لو۔ ماضی کی تمام یادیں تازہ کرلو اور اس کے بعد جو میں کہوں گا تمہیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟ مجھے بتاؤ، خدا کے لیے مجھے بتاؤ۔ اتنے عرصے کے بعد میں اپنی ماں سے ملی ہوں۔ یہ خونی منظر مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ آہ مسٹر ڈگلس، انہوں نے میری بڑی مدد کی تھی۔ ماں، انہوں نے میری بڑی مدد کی تھی تم تک پہنچانے کے لیے۔ وہ میرے سب سے اچھے۔ سب سے اچھے دوست تھے۔"

"یہی تمہاری غلط فہمی ہے روزانہ فرناز۔ وہ ایک لالچی آدمی تھا جو انسانیت کی بقا کو بھول کر صرف اپنی ذات کی بقا کے لیے سوچ رہا تھا لیکن میں محب انسانیت ہوں۔ میں وہ سب کچھ کرنا چاہتا ہوں جس سے انسانیت کو اتنا فائدہ پہنچے گا کہ میرا نام سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔" میں اب بھی سرد نگاہوں سے آغا توقیر کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آغا توقیر نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا خیال ہے میرے دوست، اب ہم اپنے اصل کام کا آغاز کریں۔"

"آغا توقیر۔ تم نے ڈگلس کو مار کر اچھا نہیں کیا۔"

"مسٹر ڈگلس ہمارے لیے جتنا بڑا خطرہ بن سکتے تھے

تم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے میرے ساتھی۔ اطمینان رکھو میں جو بھی قدم اٹھاؤں گا وہ ہم سب کے بہترین مفاد میں ہوگا۔ اس لیے اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اور اب میں جو کچھ کرنے جا رہا ہوں۔ تمہیں اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ براہ کرم مجھ سے تعاون کرو۔" آغا توقیر نے کہا اور پھر وہ روزانہ فرناز کی جانب متوجہ ہوکر بولا۔

"تم نے اپنی ماں کو پہچان لیا روزانہ فرناز، کیا یہی واقعی تمہاری ماں ہے؟"

"تم مجھ سے اور کوئی بات نہ کرو روزانہ فرناز لیکن مجھے بتاؤ وہ فارمولا کہاں ہے جو تمہارے والد نے تمہارے ذہن میں محفوظ کردیا تھا؟"

روزانہ فرناز نے ایک لمحے کے لیے پھٹی پھٹی آنکھوں سے آغا توقیر کو دیکھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے سوچ کے آثار نظر آئے۔ پھر اس نے سنبھل کر کہا۔

"کون سا فارمولا؟ کیا بکواس کررہے ہو؟ میں کسی فارمولے کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"ہوں۔ روزانہ فرناز! یوں سمجھ لو یہ انکشاف تمہاری آئندہ زندگی کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ اگر تم نے اس سے گریز کیا تو پھر حالات میں جو تبدیلی رونما ہوگی، اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ڈالنا۔"

"میں کہتی ہوں تم سب لوگ چلے جاؤ یہاں سے۔ میری ماں مجھے مل گئی ہے۔ مجھے اس کائنات میں اور کچھ نہیں چاہیے آہ کتنے عرصے میں اپنی ماں سے جدا رہی ہوں۔ چلے جاؤ، خدا کے لیے تم سب چلے جاؤ۔ مجھے اب تم میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ، میں کہتی ہوں یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ میرا گھر ہے۔ ماں! کیا یہ میرا گھر ہے؟" معمر عورت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے آغا توقیر کو دیکھتی رہی تھی۔ تب آغا توقیر نے آگے بڑھ کر معمر عورت کے شانے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے بولا۔

"محترمہ یزدانہ! میں نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں اپنی بیٹی کو بتائیے۔ بتائیے آپ اسے اس کے بارے میں۔" یزدانہ نے روزانہ فرناز کی جانب دیکھا اور بولی۔

"ہاں۔ آغا توقیر نے ہمیشہ میری کفالت کی ہے۔ اس نے مجھے یہ گھر دیا ہے۔ اس نے مجھے اس گھر میں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔ روزانہ فرناز! وہ۔ وہ بہر طور ہمارا محسن ہے۔"

"مگر میں۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ اس وقت مجھ سے کوئی بات نہ کی جائے۔ میں کسی کو کچھ نہیں بتا سکتی۔"

"نہیں روزانہ فرناز۔ میں تم سے یہ کہنے میں کوئی برائی نہیں محسوس کرتا کہ میں نے یہ سب کچھ آج کے دن کے لیے کیا تھا۔ اس وقت کے لیے۔ ان لمحات کے لیے جب تم مجھے اس فارمولے کے بارے میں تفصیلات بتادوگی جو ڈاکٹر شیرانی نے تیار کرکے تمہارے ذہن میں محفوظ کردیا تھا۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ میں کسی چیز کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ کچھ نہیں بتاؤں گی تمہیں۔ سمجھے۔ ایک لفظ نہیں بتاؤں گی۔ جب تک میری ماں مجھے اس بات کی اجازت نہیں دے گی۔ تم سب جاؤ۔ ہمیں تنہائی میں مل بیٹھنے دو۔ اور اس کے بعد۔ اس کے بعد ہم جو فیصلہ کریں گے وہی ہمارا آخری فیصلہ ہوگا۔ تم کسی بھی طرح مجھ سے اس فارمولے کے متعلق کچھ نہیں معلوم کرسکتے۔"

آغا توقیر نے اپنے دو آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ دونوں آگے بڑھ آئے۔ اور پھر آغا توقیر کے اشارے پر انہوں نے روزانہ فرناز کے قریب سے گھسیٹ لیا۔ اور پستول کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی۔ روزانہ فرناز کے حلق سے ایک دہشت کی چیخ نکلی لیکن مزید دو آدمیوں نے روزانہ فرناز کو جکڑ لیا تھا۔ میں اب بھی خاموش تماشائی کی حیثیت سے کھڑا ہوا تھا۔ اور یہ دیکھ رہا تھا کہ اب اس سلسلے میں میرا کردار کیا ہونا چاہیے۔ آغا توقیر کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میری طرف سے بالکل چوکنا ہے اور ہر لمحہ مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہے لیکن میں نے اپنے آپ کو عارضی طور پر ان معاملات سے قطعی بے تعلق قرار دے دیا تھا اور صرف ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے کھڑا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ روزانہ فرناز نے التجا آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آغا توقیر نے کلائی پر بندھی گھڑی سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اور اگر اب تم اپنی ماں کی زندگی چاہتی ہو تو۔ تو فوراً ہی مجھے اس فارمولے کے بارے میں تفصیلات بتادو۔ وہ کہاں ہے؟" روزانہ فرناز وحشت زدہ نظر آرہی تھی۔ اس کی سسکیاں جاری ہوگئی تھیں۔ اس نے ماں کی طرف دیکھا اور بولی۔

"ماں! کیا میں انہیں وہ فارمولا بتادوں؟" یزدانہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تب روزانہ فرناز نے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"وحشی۔ جانور۔ کتے۔ چھوڑ دے میری ماں کو چھوڑ دے ورنہ۔ ورنہ میں تجھے۔" اس نے ان دونوں کے ہاتھوں کے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ میں خاموشی سے اب بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا اور ابھی تک میں نے اس میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ چند لمحات اسی طرح گزرے اور پھر روزانہ فرناز بولی۔

"ہاں۔ تمہارے سامان میں وہ ایک لاکٹ ہے جس پر سنہری بچھو کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ وہ لاکٹ تمہارے پاس موجود ہے۔" روزانہ فرناز نے کہا اور آغا توقیر کے چہرے پر سنسنی کے آثار پھیل گئے۔ اس نے فوراً ہی میڈم یزدانہ کی جانب دیکھا اور پھر ایک دم آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ میڈم یزدانہ کے گلے میں وہ لاکٹ موجود تھا اور آغا توقیر اسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس نے ایک دم سے میڈم یزدانہ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر وہ لاکٹ نکال لیا اور پھر اسے آسانی سے ان کی گردن سے نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

"یہ لاکٹ۔ یہ لاکٹ۔ اس میں۔ اس میں۔ اوہ میرے خدا۔ میرے خدا، میں بھی کتنا بڑا بیوقوف ہوں۔" آغا توقیر خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ اس نے لاکٹ کے ابھرے ہوئے بچھو کو دبایا تو لاکٹ ایک ڈھکن کی مانند کھل گیا۔ اور اس کے اندر آغا توقیر کو جو کچھ نظر آیا، اس نے اس کے چہرے پر روشنی ہی روشنی بکھیر دی۔ یقینی طور پر اندر اس فارمولے کا راز کسی نہ کسی صورت میں موجود تھا۔ میں اب بھی آفتاب کمال کا انتظار کر رہا تھا۔ اور اس سچویشن پر غور کر رہا تھا جو اس وقت یہاں کی تھی۔ آفتاب کمال کا ابھی تک کوئی پتا نہیں چلا تھا۔ اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اس معاملے میں دھوکا کھا گیا ہے۔ لیکن اب یہ دیکھنا تھا کہ آغا توقیر کا رویہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ میری آنکھوں میں نیلا ہٹیں ابھرتی آ رہی تھیں اور یہ نیلا ہٹیں ایسے موقعوں پر ہی ابھرتی تھیں، جب میں ایک بے بس چیتے کی مانند ہو جاتا تھا۔ اور جب میں بے بس ہو جاتا تھا تو میرے اندر وہ وحشتیں ابھر آتی تھیں جو کسی شے کی پروا نہیں کرتی تھیں۔ یہاں کچھ بے بسی سی محسوس ہو رہی تھی۔ آغا توقیر نے اس فارمولے کو دیکھا اور اس کے بعد آہستہ سے بولا۔

"میڈم یزدانہ اور روزانہ فرناز میری تھی۔ مجھے بھی فارمولا درکار تھا۔ تم دونوں کی زندگیوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ زندہ رہو، یہ مکان تمہاری ماں کے استعمال میں پہنچے ہی۔ یہاں ضروریات زندگی کی تمام اشیاء موجود ہیں جو تمہاری باقی زندگی کو سہارا دے سکتی ہیں لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا، روزانہ فرناز کو کبھی میرے بارے میں کوئی انکشاف کسی سے نہ کرنا۔ یہ فارمولا تمہارے لیے موت کا فارمولا تھا۔ اس منحوس فارمولے کو میرے پاس رہنے دو اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ۔ تم جانتی ہو میں نے تمہارے ساتھ برا نہیں کیا۔" پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ڈگلسن کی لاش اٹھا کر ایک گاڑی میں ڈال دو۔ ہم ان بے چاری خواتین کو پریشان نہیں کرنا چاہتے۔ ہاں ہمارے جانے کے بعد تم یہاں خون وغیرہ صاف کر دینا۔ اچھا تو میڈم یزدانہ ہمارا تمہارا ایک طویل ساتھ رہا ہے اور تم جانتی ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کبھی کوئی برا سلوک نہیں کیا۔ مجھے بھی فارمولا درکار تھا۔ اب یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں ابھی تک اسے تمہارے اس لاکٹ میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ خیر کوئی بات نہیں، ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ آؤ چلتے ہیں۔" اس نے کہا اور واپس کے لیے پلٹا۔ پھر اس کی نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں۔ اور اس کے ہونٹوں پر ایک مکارانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

"اور تم میرے دوست۔ تم میرا ساتھ دو گے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ میں تم سے یقینی طور پر بہتر سلوک کروں گا۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے واپس پلٹ پڑا۔ لیکن میری چھٹی حس بتا رہی تھی کہ کچھ ہونے والا ہے۔ اور جو ہونے والا تھا وہ ہو گیا۔ ہم دروازے سے باہر نکلے ہی تھے کہ دفعتاً ہمارے جبڑوں پر زوردار گھونسے پڑے۔ یہ زوردار گھونسہ میرے جبڑے پر بھی پڑا تھا۔ آغا توقیر تو کئی فٹ اچھل کر اندر آ گرا تھا اور اس کے ساتھی بھی اچھل اچھل کر اندر گرے تھے۔ باہر کچھ نقاب پوش موجود تھے۔ جو سر سے پاؤں تک سیاہ لباس میں تھے۔ اور ایک دم اندر گھس آئے تھے۔ آغا توقیر کے آدمی مسلح تھے۔ انہوں نے پستول سیدھے کرنے کی کوشش کی لیکن سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں اور انہوں نے کڑک کر کہا۔

"ایک آدمی نے بھی اگر جنبش کی تو باقی تمام افراد کو بغیر کسی سوال کے ہلاک کر دیا جائے گا۔" اور یہ آواز آفتاب کمال کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی۔ میں نے پُرمسرت انداز میں اسے دیکھا اور خود زمین پر اسی طرح پڑا رہا جیسے نیم بے ہوشی کی کیفیت کا شکار ہوں۔ وہ سب اسٹین گنیں سیدھی کیے اندر

آ گئے۔ اور انہوں نے اسٹین گنوں کی نالیں ان لوگوں کے سینوں سے ٹکا دیں۔ پھر ان میں سے ایک ایک شخص کی تلاشی لی گئی۔ اور اس کے بعد وہ لاکٹ آفتاب کمال نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ میں نے آفتاب کمال کو اس کے قد و قامت اور آواز کی بنا پر پہچان لیا تھا۔ لاکٹ اپنے لباس میں محفوظ کرنے کے بعد اس نے آغا توقیر اور اس کے تمام ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمارے دو آدمی یہاں سے باہر نکل کر تمہارا انتظار کریں گے۔ اگر پندرہ منٹ سے پہلے تم لوگ اس کمرے سے باہر نکلے تو تمہیں بھون کر رکھ دیا جائے گا۔ اس دوران ہم لوگ اتنے فاصلے پر پہنچ جائیں گے کہ بعد میں تم ہمارا پتا نہ پا سکو۔"

آغا توقیر نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "کون ہو تم۔ کون ہو، بتا تو دو۔ تم۔ میں۔ میں آ۔"

لیکن آفتاب کمال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ان کی جانب رخ کیے آہستہ آہستہ پیچھے کھسکتے رہے اور پھر ہال سے باہر نکل گئے۔ آغا توقیر تحیر زدہ سے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا، میں بے بسی کے انداز میں پڑا ہوا تھا۔ اور آفتاب کمال نے یہ بہتر ہی کیا تھا کیونکہ یہ بات بہت دور تک جا سکتی تھی کہ آغا توقیر بعد میں اس بات کی نشاندہی کر سکتا تھا کہ وہ میرے آدمی تھے اور یقینی طور پر وہ فارمولا میرے پاس ہے۔ اس کے بعد حکومتی سطح پر بھی کارروائی ہو سکتی تھی۔ لیکن آفتاب کمال نے کمال کا کام یہ کیا تھا کہ ایک گمنام حیثیت سے یہاں آیا تھا۔ اور اپنا کام کر کے نکل گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے میرے جبڑے پر بھی گھونسہ رسید کرنے میں دریغ نہیں کیا تھا۔ بہرطور یہ گھونسا میں نے اپنے حساب میں درج کر لیا تھا۔ مگر میرے خیال میں آفتاب کمال نے واقعی ایک بہتر طریقہ اختیار کیا تھا۔ آغا توقیر پریشان نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ پھر مجھ سے بولا۔

"تم ہوش میں ہو، کیا تم ہوش میں ہو؟"

لیکن میں نے ہوش میں ہونے کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ آغا توقیر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹتا رہا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"دیکھو۔ ارے باہر دیکھو۔ ارے باہر جا کر دیکھو۔ وہ نکل گئے۔ آہ وہ نکل گئے۔" آغا توقیر کے کسی آدمی نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی تو آغا توقیر نے جھلا کر کہا۔

"میں کہتا ہوں تم سنتے نہیں ہو میری بات۔"

"جناب وہ دو آدمی ہمارے استقبال کے لیے تیار ہوں گے اور ہم ابھی مرنا نہیں چاہتے۔ اگر آپ کو انہیں دیکھنے کا اتنا ہی زیادہ شوق ہے تو آپ خود باہر جا کر دیکھ لیجیے۔" آغا توقیر خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ لیکن باہر جانے کی ہمت اس نے بھی نہیں کی تھی۔ اس نے دوسری بار مجھے جھنجھوڑا لیکن میں نے اب یہی بہتر سمجھا تھا کہ بے ہوش بنا پڑا رہوں چنانچہ میں بے سدھ ہو گیا۔

"لعنت ہے تم پر۔ لعنت ہے۔" آغا توقیر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ اور اس کے بعد کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی دیکھنے لگا۔ دس منٹ۔ پندرہ منٹ۔ بیس منٹ گزر گئے۔ اور اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اب آفتاب کمال کا یہاں نشان بھی نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ دو آدمی بھی اس سے پہلے یہاں نہیں ہوں گے، جس کے بارے میں وہ نشاندہی کر گیا تھا۔ آفتاب کمال بیوقوف آدمی نہیں تھا البتہ اب مجھے یہاں سے واپسی کی جلدی نہیں تھی۔ جو پروگرام ہم لوگوں نے ترتیب دیا تھا۔ اس پر سو فیصدی عمل ہو چکا ہو گا اور اب وہ فارمولا ہماری ملکیت تھا۔ باقی تمام لوگوں کو اس سلسلے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا چنانچہ تھوڑی دیر میرا ہوش میں آ جانا لازمی امر تھا۔ وہ لوگ مسٹر ڈگلسن کی لاش یہیں چھوڑ گئے تھے۔ اب بھلا انہیں اس لاش سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ ان میں سے کوئی پلٹ کر واپس نہیں آیا تھا۔ چند لمحات کے بعد میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ادھر ادھر دیکھا اور روزانہ فرناز میرے قریب پہنچی۔ اس نے دلسوزی سے کہا۔

"تم۔ تم ٹھیک تو ہو نا۔ ٹھیک ہو نا؟"

"ہاں۔" میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"وہ لوگ۔ وہ لوگ فارمولا لے گئے۔ وہ سب کچھ لے گئے۔"

میں نے گہری نگاہوں سے روزانہ فرناز کو دیکھا اور کہا۔ "تمہیں اس کے بارے میں پولیس کو اطلاع دینی چاہیے۔"

"میرا دماغ خراب نہیں ہے۔ مجھے میری ماں مل گئی اب مجھے اس کائنات میں اور کچھ نہیں چاہیے۔ ہر چیز پر لعنت بھیجتی ہوں میں۔ جو کچھ ہوا، ہوا۔ براہ کرم تم بھی اسے بھول جاؤ۔ اور اپنی زندگی کی فکر کرو۔ ماں! یہ ہمارے بہت اچھے ساتھی ہیں۔ انہوں نے میرا بھرپور ساتھ دیا ہے۔" میڈم یزدانہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کی حالت اب بھی کافی خراب تھی۔ میں نے روزانہ فرناز سے کہا۔

"روزانہ فرناز! وہ فارمولا واقعی منحوس تھا جس نے ڈاکٹر

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شیرازی کو زندگی دی اور اس کے بعد تمہیں تمہاری ماں سے دور کر دیا۔ تم بھی اسے بھول جاؤ۔ جو کچھ ہوا اسے ایک خواب کی مانند تصور کرو۔ اور اب اس کا نام کبھی نہ لینا۔ میڈم یزدانہ! میں آپ کی ہر طرح سے مدد کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتایئے آپ کو زندگی گزارنے کے لیے کون سی مشکلات پیش آئیں گی؟"

"نہیں میرے بچے۔ ڈاکٹر شیرازی نے میرے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا تھا۔ دولت کی مجھے بالکل ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اپنی بیٹی مل گئی۔ ہم دونوں یہاں سے فوراً چلے جائیں گے۔ اور میں ایک بار پھر سے اپنی نئی دنیا آباد کروں گی!"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں آپ کو اس نئی زندگی کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ لاش میں اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں۔ اسے کہیں ٹھکانے لگا دوں گا۔ تاکہ واقعی آپ کو کوئی مشکل نہ پیش آئے۔"

"تمہارا بے حد شکریہ۔"

جب میں وہاں سے پلٹا تو میڈم یزدانہ اور روزانہ فرناز نے بڑی خوشدلی سے مجھے خدا حافظ کہا۔ باہر ایک گاڑی موجود تھی۔ باقی کسی کار کا پتا نہیں تھا۔ یہ گاڑی ان لوگوں کی تھی۔ میں نے روزانہ فرناز کو بتایا کہ وہ گاڑی فلاں جگہ سے حاصل کر لے۔ اور اس نے گردن ہلا دی۔ بہر طور کام میری پسند کے مطابق ہوا تھا۔ اس لیے میں بہت مطمئن تھا۔ راستے میں میں نے ایک جگہ مسٹر ڈگلس کی لاش پھینک دی۔ گاڑی بھی وہیں چھوڑ دی اور اس کے بعد میں وہاں سے پیدل چل پڑا۔ بہت دور آنے کے بعد مجھے ایک سواری ملی اور میں اس میں بیٹھ کر ایک بھرے پرے راستے پر اتر گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں اپنے ہوٹل میں پہنچ گیا تھا۔ پروفیسر ابراہیم سے فوری رابطہ کسی طور مناسب نہیں تھا چنانچہ میں نے یہ رات ہوٹل میں ہی گزاری۔ دوسرے دن بھی تقریباً سارا دن ہی میں اپنے ہوٹل میں رہا۔ یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ آغا توقیر دوبارہ تو مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کرتا یا محترمہ صولت کمال کے ذہن میں تو کوئی ایسا تصور نہیں جاگا۔ بہر طور ان تمام چیزوں سے محفوظ رہا تھا۔

دوسری رات میں نے انتہائی سکون کے ساتھ وقت گزارا۔ اور اس کے بعد موقع دیکھ کر باہر نکل آیا۔ پہلے میں نے ایسے راستے اختیار کیے جن سے اگر کوئی میرا تعاقب بھی کر رہا ہو تو میری نگاہوں کے سامنے آ جائے اور جب یہ یقین ہو گیا کہ کوئی بھی میرے تعاقب میں نہیں ہے تو ایک ٹیکسی لے کر

بالآخر پروفیسر ابراہیم کے پاس پہنچ گیا۔ پروفیسر ابراہیم بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ میرا استقبال اس نے نہایت پرجوش انداز میں کیا اور مجھے اپنے ساتھ اندر لے گیا۔

"کہیے پروفیسر صاحب، کیسے مزاج ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"ہمارے دوستوں کا کیا رہا۔ ان کے بارے میں کچھ معلومات؟"

"وہ فوراً ہی وطن واپس روانہ ہو گئے ہیں۔ آپ کی ہدایت کے مطابق۔"

"دوسری طرف سے کوئی اطلاع ملی؟"

"کوئی خاص اطلاع نہیں۔"

"میری واپسی کا کیا بندوبست ہے؟"

"آپ پر منحصر ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں بھی کل تک یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔"

جہاز میں سفر کرتے ہوئے میں اپنے اس کل کارنامے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا۔ کہ آفتاب کمال نے مجھے اس بار بھی ہمیشہ کی طرح متاثر کیا تھا۔ یہ شخص اندرون خانہ ہی نہیں، بیرون خانہ بھی انتہائی کارآمد آدمی تھا۔ کس شاندار انداز میں اس نے اپنا یہ کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ پھر جب میں اپنے وطن کے ایئرپورٹ پہ پہنچا تو بہت سی یادیں میرے ذہن میں تازہ ہو گئیں۔ تاہم وہاں سے میں واپس اپنے گھر ہی پہنچا تھا اور میرے گھر نے میرا استقبال کیا تھا۔ البتہ دوسرے دن صبح دس بجے میں نے شہباز احمد صاحب سے رابطہ قائم کیا اور وہ فون پہ میری آواز سن کر اچھل پڑے۔

"تت۔ تم۔ تم جہانگیر بلال شاہ ہی بول رہے ہو نا؟"

"جناب عالی۔ آپ کا خادم۔" میں نے جواب دیا۔

"واپس آ گئے؟"

"جی۔"

"کہاں ہو؟"

"اپنے گھر سے بول رہا ہوں۔"

چند لمحات خاموشی رہی اور اس کے بعد شہباز احمد صاحب نے کہا۔

"میں تم سے تمہارے گھر پر ہی ملاقات کروں گا۔"

"نہیں جناب۔ آپ حکم فرمائیے۔ میں کہاں حاضر ہو جاؤں؟"

"نہیں، میں تمہارے پاس ہی پہنچ جاؤں گا۔ دوپہر

کو تقریباً ڈھائی بجے میں تمہارے پاس پہنچوں گا۔"

ڈھائی بجے میں نے شہباز احمد صاحب کا استقبال کیا تھا۔ وہ خفیہ طریقے سے آئے تھے اور اپنے تمام لوازمات پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ ایک عام آدمی کی حیثیت سے وہ میرے فلیٹ میں داخل ہوئے اور میں نے نہایت احترام سے ان کا استقبال کیا۔ بہت بڑی شخصیت تھی لیکن میرے سامنے اس نے اپنے آپ کو کبھی بڑا بنا کر پیش نہیں کیا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"یہ الفاظ میں بارہا کہہ چکا ہوں، لیکن ہر بار کہتے ہوئے مجھے سچی خوشی ہوتی ہے کہ میں نے تمہارا انتخاب کر کے ملک کو ایک ایسا تحفہ دیا ہے جس کا کوئی ثانی نہیں مل سکتا۔ اس بار جو تم نے کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ ہمارے ملک کے لیے ایک سنہری اعزاز ہے اور اس کے صلے میں تمہیں جو کچھ ملے گا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"فارمولا آپ کے پاس پہنچ چکا ہے۔"

"ہاں بالکل۔ اور میں نے اسے فوری طور پر حکومت کی تحویل میں دے دیا ہے۔"

"کوئی منصوبہ ہے اس کے بارے میں آپ کے ذہن میں؟"

"ابھی نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے اس فارمولے پر بڑی ہوشیاری سے کسی دوست ملک کے تعاون سے کام کیا جائے گا۔"

"کیا یہ دوست ملک چین ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت ہمارے دوستوں میں بہت زیادہ قابل اعتماد دوست چین ہے۔ جو اس ٹیکنالوجی میں بہترین صلاحیتیں رکھتا ہے۔ تاہم ابھی ہم نے کسی کو اس کی ہوا نہیں لگنے دی لیکن اب یہ فیصلہ کرنا حکومت کا کام ہے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے گا۔ ذاتی طور پر میں تمہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ شہباز احمد صاحب کافی دیر میرے ساتھ رکے۔ دوستوں کے انداز میں گفتگو کرتے رہے۔ اور اس کے بعد اسی خاموشی سے واپس چلے گئے۔ اب میرے لیے فرصت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ فرصت کے ان لمحات میں مجھے وہ چار بے چارے یاد آئے جو میرے دیرینہ دوست تھے۔ اور میں تیار ہو کر ان کی جانب چل پڑا۔ چاروں مظلوم ان دنوں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ کیونکہ جو کچھ ان کی جیبوں میں ہوتا، وہ ان کے سینوں میں کانٹوں کی طرح چبھنے لگتا تھا۔ اور جب تک وہ یہ سارے کانٹے نکال کر نہیں پھینک دیتے تھے بے سکون رہتے البتہ بے سکونی ان کی تقدیر بن گئی

کیونکہ کانٹے نکل جانے کے بعد دوسرا مرحلہ شروع ہو جاتا تھا جو بعض اوقات فاقہ کشی تک بھی پہنچ جاتا تھا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو صرف مجھے اعجاز اور جان نظر آئے۔ توفیق اور کشوری گئے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر یہ دونوں افسردہ انداز میں مسکرا دیئے۔ میں نے ان کی خیریت پوچھی تو دونوں کے چہروں پہ اداسی کے تاثرات پھیل گئے۔

"کیوں خیریت۔ کیا بات ہے؟"

"بس ایک بیماری لاحق ہو گئی ہے ہمیں جس کا کوئی علاج نظر نہیں آتا۔"

"کیا بیماری ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"پتا نہیں کم بخت بھوک کیوں لگنے لگتی ہے؟" کشوری نے بیچارگی سے جواب دیا۔ اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"کسی اچھے سے ڈاکٹر کو دکھاؤ۔ میرا خیال ہے علاج ہو جائے گا۔"

"آہ۔ کوئی علاج نہیں ہے اس کا۔"

"وہ دونوں بدمعاش کہاں ہیں؟"

"نوکری کی تلاش میں گئے ہیں۔ ان دنوں بڑے سنجیدہ ہو گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب اپنے پیروں پہ کھڑے ہونا سیکھیں گے۔ چونکہ چیف نے ہماری طرف سے لاپروائی برتنا شروع کر دی ہے۔"

"خدا کے بندوں ابھی خاصی رقم دے کر گیا تھا میں تمہیں۔ سب اڑا دی؟"

"چیف حالات کا تجزیہ کرو۔ اور ذرا اس رقم کا حساب لگاؤ۔ کتنے دن تک ساتھ دے سکتی تھی؟"

"ہوں ٹھیک۔ چلو کوئی بات نہیں ہے۔ شام کو وہ دونوں آ جائیں گے تو کچھ حساب کتاب ہو جائے گا۔"

اور پھر حساب کتاب ہوا۔ میں نے ان کے ساتھ تقریباً دس یا بارہ دن خوب سیر و سیاحت میں گزارے۔ ہوٹل بازی کی زندگی کی وہ تمام تفریحات جن کا تعلق ہمارے ماضی سے تھا۔ جہاں تک رہا گھر کا مسئلہ تو سچی بات یہ ہے کہ اس گھر میں نہ مجھے کوئی یاد کرنے والا تھا اور نہ ہی وہ مجھے کبھی یاد آتا تھا۔ ہاں یہ بات میرے ذہن کے ہر گوشے میں موجود تھی کہ اگر کبھی والد صاحب کو میری ضرورت محسوس ہوتی تو میں اپنے آپ کو پیچھے نہ رکھ پاؤں گا۔ البتہ ان کی خیریت معلوم ہو گئی تھی۔ گیارہ بارہ دن گزر گئے۔ آفتاب کمال سے رابطہ مسلسل قائم تھا۔ مجھے اس سلسلے میں کیا پڑی تھی کہ شہباز احمد صاحب سے اس فارمولے کے بارے میں تفصیلات پوچھتا۔ آفتاب کمال سے ملنے کے لیے کبھی کبھی چلا جاتا تھا اور پھر آفتاب

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کمال نے یہی شہباز صاحب کا وہ پیغام مجھے دیا تھا۔"

"شہباز احمد صاحب کئی بار ٹیلیفون پر آپ کو ٹرائی کر چکے ہیں لیکن آپ سے شاید ملاقات نہیں ہوئی۔ تب انہوں نے مجھے ہدایت دی ہے کہ آپ کو تلاش کر کے اس بارے میں اطلاع دوں۔"

"مگر تم نے مجھے تلاش نہیں کیا ہے؟"

"ٹیلی فون بھی تو ابھی چند لمحات قبل ہی مجھے ملا تھا۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔

"کیا میں انہیں ٹیلی فون کر لوں؟"

"ہاں یہی کہا گیا ہے۔" آفتاب کمال نے جواب دیا۔ شہباز احمد صاحب کو فون کیا تو وہ بولے۔

"بھئی تمہارے لیے ایک کام تیار ہے کیا پوزیشن ہے اس وقت؟"

"بالکل ٹھیک پوزیشن ہے سر۔ آپ حکم فرمائیے۔"

"تو پھر آ جاؤ میرے پاس۔ شام کو چھ بجے کوٹھی پہ انتظار کروں گا۔"

شہباز احمد صاحب مجھے ٹھیک چھ بجے کوٹھی کے برآمدے میں کھڑے ہوئے اپنا انتظار کرتے ملے تھے۔ غالباً وہ بھی میری وقت کی پابندی سے اچھی طرح واقف تھے اس وقت گھڑیوں میں چھ بج رہے تھے جب میں ان کی کوٹھی کے پورچ میں اپنی کار سے اترا تھا۔ انہوں نے اس ذمہ داری اور فرض شناسی پر میری تعریف کی اور مجھے ساتھ لے کر اندر ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا۔

"وہ جو ایک مثال ہے نا کہ جب اوکھلی میں سر دیا جاتا ہے تو موسلوں کا ڈر نہیں ہوتا۔ کیا خیال ہے تمہارا اس کے بارے میں؟"

"اوّل تو سر میں نے اوکھلی نہیں دیکھی اور اس کے ساتھ ساتھ موسلے بھی نہیں دیکھے اس لیے اس مثال کی وضاحت نہیں کر سکوں گا۔"

"مقصد یہ ہے کہ جب کسی کام کی ذمہ داری سنبھال لی جاتی ہے تو پھر پے در پے پیش آنے والے واقعات و حادثات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"ٹھیک آئیڈیا ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ اس فیلڈ میں آنے کے بعد تمہیں اس قسم کے کام سونپے جانے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوتا؟"

"نہیں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہی وجہ ہے کہ جب بھی کبھی کوئی ایسا مشکل مرحلہ درپیش ہوتا ہے تمہارا ہی انتخاب کیا جاتا ہے۔ اب میں تمہیں ان واقعات کی تفصیل بتا دوں جن کے لیے تمہیں کام کرنا ہے۔ اس بار پھر تمہیں باہر ہی کا سفر کرنا پڑے گا۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے شہباز احمد صاحب۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ریاست ایمرونا کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"نہیں۔" میں نے جھجکے دار لہجے میں کہا۔

"اس کا مقصد ہے کہ بیرونی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔"

"براہ راست نہیں سر۔ لیکن جب مجھے کوئی ذمہ داری سونپی جاتی ہے تو یہ دلچسپی قائم ہو جاتی ہے۔"

"ریاست ایمرونا ابھی زیادہ عرصے قبل آزاد نہیں ہوئی یوں سمجھو وہ دولت کی ایک کان ہے جس پر غیرملکی تسلط جمائے ہوئے تھے لیکن اب وہ ان کے تسلط سے آزاد ہو گئی ہے۔ اور اس نے اپنی آزادی کے چند ہی سانس لیے ہیں کہ اس کے خلاف سازشیں شروع ہو گئی ہیں۔"

"ہمارا اس سے کیا تعلق ہے؟"

"گہرا تعلق ہے۔ یوں سمجھ لو کہ ہمارے ملک نے ریاست ایمرونا سے جو امداد ملنے والی ہے، وہ اتنی ہو گی کہ ہم بے شمار ایسے منصوبوں پر کام شروع کر دیں گے جو امریکی امداد بند ہونے کی وجہ سے کھٹائی میں پڑ گئے ہیں۔"

"اوہ گڈ۔"

"ایمرونا کے سربراہ ہاشم ابراتا نے اس سے پہلے بھی ہمارے ساتھ بہتر سلوک کیا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ جونہی ریاست کے اندرونی حالات بہتر ہوئے وہ ہمارے ملک کا دورہ کرے گا۔ ویسے بھی سنا یہ ہے کہ خفیہ طور پر اس نے ایک بڑی امداد روانہ کر دی ہے۔ اس طرح ہمارے مفادات اس ریاست سے وابستہ ہو گئے ہیں اور ہم بھی اس کے لیے بہتر خواہشات رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب ہاشم ابراتا کی طرف سے ایک خفیہ وفد نے یہاں آ کر ہمیں اپنے اندرونی معاملات کے بارے میں کچھ حال بتائے تو ہم نے اس کے لیے فوراً ہی اپنے طور پر کام شروع کیا۔ میں تمہیں وہاں پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بتاتا ہوں۔ ریاست ایمرونا جس تسلط سے آزاد ہوئی ہے ان لوگوں نے اسے اپنی خوشی سے آزاد نہیں کیا بلکہ کچھ مجبوریاں تھیں جن کی بنا پر انہیں یہ دولت کی کان چھوڑنا پڑی لیکن اب وہ وہاں اپنی پسند کی حکومت چاہتے ہیں۔ اس کے لیے مسلسل سازشیں ہو رہی ہیں۔ جبکہ ہاشم ابراتا وہ شخص ہے جس

نے اس ریاست کی آزادی کے لیے طویل عرصے جدوجہد کی ہے اور اب اس سے دلی ہمدردیاں رکھتا ہے۔ ہاشم ابراتا کو اگر صحیح طور پر کام کرنے کا موقع مل جائے تو یقینی طور پر وہ اس ریاست کو نہ جانے کیا سے کیا بنا دے گا۔ خوبصورت ذہین انسان ہے۔ اس کی نگاہ ہم پر صرف اس لیے پڑی کہ ہم سے دلی محبت رکھتا ہے۔ جب ہاشم ابراتا نے ہمیں یہ تمام تفصیلات فراہم کیں تو ہم نے فوراً ہی ایک گروپ ترتیب دیا اور اس گروپ کو اپنے ایک مایہ ناز آدمی عامر جلالی کے زیرتحت ریاست ایمرونا روانہ کر دیا گیا۔ میں تمہیں ان واقعات کی مختصر تفصیل بتاتا ہوں جن کے تحت ہاشم ابراتا کو ان سازشوں کا احساس ہوا۔ ویسے تو بہت سے معاملات وہاں پیش آئے ہیں جن کے پس پردہ ایک ایسے باغی گروپ کا نام لیا جا رہا ہے جس کا سربراہ فیروز نگاتا نامی ایک آدمی ہے۔ فیروز نگاتا ملک کے مفادات کا نگران ہے جن سے ریاست ایمرونا کو آزادی حاصل ہوئی ہے اور اس نے باغیوں کے گروپ کو ہوا دے کر وہاں حکومت تبدیل کرانے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ لیکن ابھی باغیوں کو براہ راست اس ملک سے امداد نہیں مل سکتی کیونکہ اس بات کی نگرانی کی جا رہی ہے چنانچہ باغی مختلف ذرائع سے دولت جمع کر کے بغاوت کی آگ کو ہوا دینے کے لیے تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ دولت جمع کرنے کے لیے انہیں مختلف طریقوں سے کام کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے ہاشم ابراتا کے ایک خاص آدمی جو کہ شاید اس کا دور کا رشتہ دار بھی ہے کو اغوا کر لیا گیا۔ اور اس کے عوض ایک بڑی رقم طلب کی گئی۔ یہ رقم فراہم کر دی گئی لیکن وہ شخص زندہ واپس نہیں آیا تھا غالباً اس لیے کہ اس کے ذریعے کچھ انکشافات نہ ہو جائیں۔ اس کی لاش ہاشم ابراتا کو موصول ہو گئی تھی۔ بات وہیں پر ختم ہو جاتی تو شاید ہاشم ابراتا خاموشی اختیار کر لیتا لیکن اس کے بعد ایک اور شخص کو اغوا کر لیا گیا۔ اور یہ بات بالکل کھل کر منظر عام پہ آ گئی کہ فیروز نگاتا نے یہ ساری کارروائی کی ہے۔ ہم نے جس گروپ کو وہاں بھیجا تھا اس میں انٹیلیجنس کا ایک بہت ہی ذہین انسان عامر جلالی موجود تھا جس نے وہاں فیروز نگاتا کے ٹھکانوں کے بارے میں کافی معلومات حاصل کیں اور پھر یہ معلومات وہ ہمیں روانہ کرنے ہی والا تھا کہ اسے اس گروپ کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ ان کی موت نہایت عبرتناک انداز میں ہوئی تھی۔ انہیں ایک مکان کے دروازے کھڑکیاں بند کر کے زندہ جلا دیا گیا تھا۔ وہ اس مکان سے باہر نہیں نکل سکے تھے شعلوں میں گھرے ہوئے مکان کی آگ بجھا کر جب وہاں سے ان لاشوں کو نکالا گیا تو ان میں عامر جلالی کی لاش بھی موجود تھی۔ بہرطور ہمیں اس کی اطلاع مل گئی۔ اس کے بعد ہم نے کچھ عرصے خاموشی اختیار کر لی لیکن ہاشم ابراتا کا پیغام ہمیں پھر موصول ہوا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اگر ان لمحات میں اس کی مدد نہ کی گئی تو وہ ایسے مشکل حالات کا شکار ہو سکتا ہے جن کا کوئی حل اس کے پاس نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ کچھ اور تفصیلات بھی ہمیں حاصل ہوئی ہیں۔ مثلاً وہاں کوئی شخصیت ایری ڈینس کے نام سے موجود ہے جس کا تعلق براہ راست عامر جلالی سے رہا تھا اور ایری ڈینس کے پاس ایسی معلومات موجود ہیں جن سے فیروز نگاتا کا پتا چلتا ہے۔ چنانچہ ڈیئر جہانگیر جمال شاہ طے یہ کیا گیا ہے کہ تمہیں ریاست ایمرونا بھیج دیا جائے۔ اور وہاں جا کر تم اس صورتحال کا پتا لگاؤ۔ تمہارا مقابلہ فیروز نگاتا سے ہوگا۔ باغیوں کے گروپ کے خاتمے کے لیے ہاشم ابراتا ابھی براہ راست کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں الگ تھلگ رہے گا لیکن تمہیں وہ تمام قوتیں فراہم کی جائیں گی جن کے تحت تم باغیوں کے خلاف کام کر سکتے ہو بلکہ یوں سمجھ لو تمہیں ایک نیا کھیل وہاں کھیلنا پڑے گا۔ اور اس گروپ کے دو ٹکڑے کر کے عمل کرنا ہوگا یا پھر اگر اس کے علاوہ تم اور کوئی طریقہ کار اختیار کر سکتے ہو تو وہ تمہاری اپنی ذہانت پر منحصر ہے۔ میرا مطلب ہے کہ وہاں تمہیں کام کرنے کی مکمل آزادی ہوگی اور تم اپنے طور پر ہر کام کر سکتے ہو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

مسٹر شہباز احمد صاحب کے ہونٹوں پر فخریہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے کہا۔ "اور میرا سینہ فخر سے پھول جاتا ہے۔ جب مجھے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھتے تھے وہ پیچھے رہ گئے۔ اور تم نے آگے بڑھ کر سارے منصوبے فیل کر دیئے۔ اور اپنا کام کر کے واپس آ گئے۔"

میں خاموش رہا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے کہا۔

"بات دراصل ملکی مفاد کی ہے۔ اگر ہم نے ہاشم ابراتا کا یہ کام کر دیا تو اس سے ملنے تو فائدہ ہوگا ہی لیکن درپردہ ہمیں یہ فائدہ ہے کہ ہاشم ابراتا سے ہمیں بھرپور مالی مدد حاصل ہوگی۔ اور اس کے علاوہ بہت سے آدمی ریاست ایمرونا میں جا کر کام کر سکیں گے اور روزگار حاصل کر سکیں گے۔ اس طرح امریکی امداد کی بندش سے جو تھوڑا سا بحران پیدا ہو گیا ہے، ہم اسے کسی حد تک دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس وقت ہمارے پاس بھی ذرائع ہیں کہ ہم جو کچھ بھی کریں اپنے طور پر کریں۔ اور امریکی دباؤ کو قبول نہ کریں تو میں نے پُرخلوص انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اپنے وطن کے لیے جو کچھ میں کر سکتا ہوں اس کے لیے دل و جان سے حاضر ہوں شہباز احمد صاحب۔"

"مجھے تم سے پوری پوری امید تھی۔ بہر طور اس کے بعد وری ہوگا یعنی تمہارے کمپیوٹر میں تمام معلومات فیڈ کر دی جائیں گی۔ کمپیوٹر سمجھتے ہو ناں۔"

"آفتاب کمال۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہباز احمد صاحب ہنس پڑے۔

"یار واقعی یہ کمال کی شخصیت ہے۔ مجھے اس کی ذہانت کا سراغ لگانے میں بھی بڑی مشکلات پیش آئی ہیں ویسے تمہارے ساتھ کیسا چل رہا ہے؟"

"یوں سمجھ لیجیے میرے جسم کا ایک حصہ ہے وہ۔ ہر طرح سے قابل اعتماد۔"

"گڈ۔ جہاں کسی ادارے میں اس قدر مفاہمت ہوتی ہے وہاں یقینی طور پر کسی قسم کی کمزوری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تو پھر اب یہ معاملہ تمہارے سپرد۔"

"جی آپ بالکل مطمئن رہیں اور مجھے یہ بتائیں کہ میں آفتاب کمال سے اس بارے میں تفصیلات کب معلوم کروں؟"

"جب چاہو۔" شہباز احمد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔

پھر میں ان کے پاس سے سیدھا آفتاب کمال کے پاس پہنچا۔ ویسے بھی اب کسی نئے کام کو شروع کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ کافی آرام ہو چکا تھا اور اس قسم کے کام کرتے رہنا میری عادت بن چکی تھی لیکن یہ آفتاب کمال جب بھی اس کے بارے میں سوچتا تو ذہن عجیب سے احساسات کا شکار ہو جاتا تھا۔ بعض اوقات تو میں یہ بھی سوچنے لگتا تھا کہ پتا نہیں شہباز احمد صاحب نے آفتاب کمال کو میری جگہ کیوں نہیں دی۔ مجھ سے کہیں زیادہ باخبر انسان تھا۔ اور درحقیقت اتنی اعلیٰ کارکردگی کا مالک کہ اگر میں نے کبھی کوئی کام اس کے سپرد کیا تو اس میں کبھی بھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ لیکن بلاوجہ مجھے اس پر فوقیت دے دی گئی تھی۔ اور پھر اس کی فطرت کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ بہت ہی نرم خو انسان ہے اور کبھی بھی اس کی پیشانی پر میرا کوئی کام کرتے ہوئے شکن نمودار نہیں ہوئی تھی۔ یا پھر وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ سارے کام تو وہ کرتا ہے اور اس کا ذمہ دار مجھے قرار دے دیا جاتا ہے۔ نجانے یہ کیا کھیل تھا۔ دل ہی دل میں سوچا کہ اس بارے میں آفتاب کمال سے ضروری سوالات کروں گا۔ آفتاب کمال مجھے مل گیا۔ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور میں اسے گھورتا ہوا اس کے سامنے جا بیٹھا۔

"خیریت چیف؟ کچھ ناراضگی کے انداز میں دیکھ رہے ہیں آپ مجھے۔"

"ہاں۔ آج میں نے تمہارے بارے میں بہت غور کیا ہے آفتاب کمال۔"

"میری خوش قسمتی ہے کہ میرے پیچھے بھی آپ میرے بارے میں کچھ سوچتے ہیں۔"

"بہت سوچا ہے میں نے۔ میرا خیال ہے اب تم مجھے بیوقوف بنانے کا سلسلہ ترک کر دو۔"

"اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہوں چیف؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ تم میرے چیف ہو یا پھر کسی بہت بڑے سیکشن کے انچارج۔"

"ارے۔ یہ بڑی انوکھی بات میرے علم میں آئی ہے۔ مگر چیف اس خیال کا مقصد؟" اس نے سوال کیا۔

"آفتاب کمال تمہیں تمام معاملات سے اس قدر واقفیت ہوتی ہے کہ میں حیران رہ جاتا ہوں۔ بعد میں یہ سوچتا ہوں کہ جو کچھ میں کرتا ہوں اس میں بیشتر فیصد کام تو تم پہلے ہی کر چکے ہوتے ہو۔ بعد میں یہی فیصد میرے حوالے کر کے مجھے خوامخواہ دولہا بنا دیا جاتا ہے حالانکہ حقیقتاً تم اس سلسلے میں صحیح طور پر مبارکباد کے حقدار ہوتے ہو۔"

آفتاب کمال ہنس پڑا، پھر بولا۔ "چیف، میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں سوائے اس کے کہ یہ آپ کی محبت ہے ورنہ میں تو آپ کا ایک فیصد بھی نہیں ہوں۔ آپ نے جس انداز میں جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں چیف، غالباً آپ نے ان پر کبھی غور نہیں کیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی فطرت میں لاپروائی اور لاابالی پن ہے۔ میں اس جگہ یقینی طور پر قدم روک سکتا ہوں جہاں صورتحال بگڑ جائے لیکن آپ کے اندر جو ایک عجیب کیفیت ہے، وہ بعض اوقات میرے لیے بھی حیرانی کا باعث بن جاتی ہے چیف، آپ اپنی صلاحیتوں کو غالباً خود ہی نظر انداز کیے ہوئے ہیں۔"

"اگر تم مجھے بہلانے کے لیے یہ بات کہہ رہے ہو تو خاموش ہو جاتا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے آفتاب کمال کہ بعض اوقات میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ سب کچھ ایک انوکھا کھیل ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔" آفتاب کمال ہنسنے لگا، پھر اس نے کہا۔

"ویسے میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں چیف اگر آپ سچے دل سے مان لیں۔"

"کیا۔؟" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ میں خود بھی آپ سے اتنی ہی عقیدت اور محبت رکھتا ہوں بلکہ میں تو اس بات کا خواہش مند ہوں کہ آپ کو اس سے زیادہ بااختیار ہونا چاہیے تھا۔"

"اچھا چھوڑو بھی۔ تم سے جیتنا مجھے مشکل بھی نظر آ رہا ہے۔ اب اس وقت میں جس کام کے لیے حاضر ہوا ہوں میں جانتا ہوں کہ اس کے بارے میں تم مکمل تفصیلات جانتے ہو گے۔" آفتاب کمال ہنس پڑا پھر بولا۔

"ہاں مجھے ہدایت مل چکی ہے۔ شہباز احمد صاحب کی طرف سے اور میں آپ کو ہاشم ابراتا کے بارے میں تفصیلات بتانے کے لیے تیار ہوں۔"

"یہ تفصیلات تمہارے پاس کہاں سے آئیں؟"

"آپ اسے میرا شوق سمجھ لیں چیف۔ یعنی میں دنیا بھر سے باخبر رہنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں بڑا باقاعدہ کام کرتا ہوں۔ بعض اوقات آپ نے میرے کام کرنے کا انداز دیکھا بھی ہوگا۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ اپنے اس شوق کے تحت میں بہت سے معاملات سے وقت سے بہت پہلے آگاہ ہو جاتا ہوں۔ اور مجھے فخر ہے کہ میرے پاس تمام معاملات کی تفصیل موجود ہوتی ہے۔"

"تو اس کا مطلب ہے کہ تمہیں علم ہے کہ شہباز احمد صاحب نے کون سا کام میرے سپرد کیا ہے۔"

"جی سر۔ مجھے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اطلاع فراہم کی گئی ہے اور میں نے ریاست ایمرونا کے بارے میں تمام کوائف جمع کر رکھے ہیں۔"

"چلو پھر شروع ہو جاؤ۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ میں آفتاب کمال کی اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ بھلا ایسا آدمی جسے جس کام پر بھی لگا دو اور اس میں کامیابی کی یقینی کیفیت ہو اتنے معمولی عہدے کا مالک کیسے ہو سکتا ہے۔ پتا نہیں یہ سب کیا چکر ہے۔ بہرحال وہ تمام معاملات جو میرے ذہن سے پرواز کر جائیں، میرے لیے باعث دلچسپی نہیں ہوا کرتے تھے۔ شہباز احمد صاحب کو جب بھی اس بات کی عقل آ جائے گی، کہ آفتاب کمال مجھ سے زیادہ بہتر کارکردگی کا مالک ہے تو وہ مجھ سے میرے اس عہدے کے لیے معذرت کر لیں گے اور میں واپس چلا آؤں گا جب تک یہ تمام معاملات چل رہے ہیں اس وقت تک مجھے خوامخواہ اس میں ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے آفتاب کمال کو ہدایت کی کہ وہ مجھے ریاست ایمرونا کے بارے میں تفصیلات بتا دے۔ آفتاب کمال نے کہا۔

"یقیناً اس حد تک آپ کی معلومات میں اضافہ ہو چکا ہوگا کہ ہاشم ابراتا ایمرونا کا سربراہ ہے اور اسے ایک ایسے باغی گروپ کا سامنا ہے جسے اس ملک کی مدد حاصل ہے جس ملک سے ہاشم ابراتا نے آزادی حاصل کی ہے۔ ملک کی ستر فیصد آبادی ہاشم ابراتا کی ہمنوا ہے ——— لیکن اس میں بھی کالی بھیڑیں گھسی ہوئی ہیں۔ باقی تیس فیصد تو کھلم کھلا باغی گروپ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ویسے ہاشم ابراتا کا اثر فوج میں مکمل طور پر ہے اور فوج اس کے کنٹرول میں ہے۔ جس کی بنا پر ابھی تک یہ بغاوت باقاعدہ کھل کر سامنے نہیں آ سکی ہے۔ سنا یہ جاتا ہے کہ فیروز گاتا ہی اس بغاوت کا سربراہ ہے۔ کسی بھی طرح فوج میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے میں ناکام رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ابھی کھل کر سامنے نہیں آیا لیکن وہ اپنے معاملات اکٹھے کر رہا ہے اور چونکہ دوسرے کئی بڑے ملک اس ملک کی آزادی سے دلچسپی رکھتے ہیں اور ہاشم ابراتا کے ہمنوا ہیں۔ اس لیے وہ ملک بھی جس سے ہاشم ابراتا کو آزادی حاصل ہوئی ہے، کھل کر باغی گروپ کی مدد نہیں کر پاتا۔ بلکہ اس نے اسے مکمل طور پر اختیارات دیئے ہیں کہ وہ اپنے طور پر جو چاہے کر سکتا ہے اور جہاں اس کی امداد کی ضرورت پیش آئے گی، وہ خفیہ طور پر فیروز گاتا کی مدد کرتا رہے گا۔ اس طرح فیروز گاتا اس وقت دولت اکٹھی کرنے میں لگا ہوا ہے۔ اور اس کے لیے اس نے مختلف ذرائع اختیار کر رکھے ہیں۔ فیروز گاتا کون ہے، کیا ہے، اس کے بارے میں کوئی تفصیل ابھی تک موصول نہیں ہو سکی۔ بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ بااثر انسان ہے۔ اور ابھی بھی ایک قوت رکھتا ہے جو یقینی طور پر ہاشم ابراتا کو پریشان کرتی ہے۔ ہاشم ابراتا نجانے کیوں بذات خود اس معاملے میں آگے بڑھ کر کارروائی نہیں کرنا چاہتا چنانچہ خفیہ طور پر وہ اس بات کا خواہش مند ہے کہ فیروز گاتا کو ختم کر دیا جائے۔ یہ تھی تمام تفصیل۔ اب اس کے بعد میں آتا ہوں عامر جلالی پر۔ عامر جلالی جن افراد کے ساتھ وہاں گیا تھا، وہ سب کے سب کافی حد تک کام کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن پھر عامر جلالی سے کوئی غلطی ہو گئی جس کی بنا پر وہ باغی گروپ کی نظروں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں آ گیا اور باغی گروپ نے اسے ختم کر دیا۔ عامر جلال کے بقول میں جو تفصیلات وہاں کسی کو معلوم نہیں' وہ صرف ایک شخصیت ہے جس کا نام ہے لیری وڈنیس۔ لیری وڈنیس کی جنس نامعلوم ہے۔ بس لیری وڈنیس کے نام سے یہ اطلاعات فراہم ہوتی ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے وہ عورت ہو۔ اور یہ ہو سکتا ہے وہ کوئی مرد ہو۔ آپ کو اس بارے میں تمام تفصیلات مہیا کی جا سکتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ اس کا پتا دیا جا سکتا ہے اور جب پتے پر اس سے ملاقات ہو سکتی ہے، وہاں اس کے سوا آپ کو اور کوئی نہیں ملے گا۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے الفاظ ہیں جن کی ادائیگی کے بعد لیری وڈنیس آپ پر اعتماد کر سکتا ہے۔"

"کیا خفیہ الفاظ ہیں یہ؟" میں نے سوال کیا۔

"جب آپ کی اس سے پہلی ملاقات ہوگی تو آپ اس سے کہیں گے کہ شہزادہ شب اپنی خلوت میں ہے، جواب میں وہ کہے گا کہ اس کی فاختہ پرواز کے لیے تیار ہے۔ یہ آپ دونوں کے درمیان شناخت ہوگی بس باقی معاملات آپ اس کے بعد خود اس سے طے کر سکتے ہیں۔"

"ریاست ایرونا پہنچنے کے لیے کیا طریقۂ کار اختیار کرنا ہوگا؟"

"یہاں سے آپ ڈیم انجینئر کے عہدے پر فائز ہو کر وہاں جائیں گے اور آپ کا نام فائق دادا ہوگا۔ یہ ایک باقاعدہ کام ہے اور اس کے لیے آپ کو مکمل کاغذات فراہم کر دیے جائیں گے۔"

"روانگی کب ہوگی؟"

"اس کی اطلاع کل شام تک آپ کو دے دی جائے گی۔"

"تیاریاں کرو۔" میں نے مختصر الفاظ میں کہا اور اس کے بعد میں آفتاب کمال سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ ذہنی طور پر میں نے اپنے آپ کو ریاست ایرونا جانے کے لیے تیار کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ ایسی کتابیں نکالیں جس میں ایرونا کے بارے میں تفصیلات درج تھیں۔ مجھے یہ کتابیں مل گئیں اور ان میں سے ریاست ایرونا کے بارے میں مجھے اتنا معلوم ہوا کہ وہ علاقہ کون سے ملک کے زیر تحت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ معدنیات کی کان ہے۔ اور وہاں سے دنیا کی قیمتی سے قیمتی اشیاء نکلتی ہیں۔ جن کی بنا پر اس کی آمدنی بے پناہ ہے اور وہ حقیقت وہ سونے کا ملک کہے جانے کے قابل ہے۔ رقبہ بہت چھوٹا تھا۔ آبادی بھی اس کی مناسبت سے کم تھی۔ غیر ملکیوں کے لیے وہ جنت کی حیثیت رکھتا تھا اور بے شمار ممالک اپنے اپنے طور پر وہاں کام کر رہے ہیں۔ یقینی طور پر ریاست ایرونا ایک دلکش جگہ ہوگی۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

دوسرے دن شام کے بجائے دوپہر ہی کو آفتاب کمال نے مجھے اطلاع دی کہ تمام تیاریاں مکمل ہیں اور رات کو ساڑھے نو بجے میری فلائیٹ ہے۔ چنانچہ میں اپنا ضروری سامان پیک کر لوں۔ پھر تقریباً ساڑھے پانچ بجے آفتاب کمال میرے پاس پہنچ گیا اور اس نے مجھے جہانگیر جمال شاہ سے فائق دادا بنا دیا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بیوقوف آدمی۔ یہ تو بتاؤ کسی ڈیم انجینئر کا کام میں وہاں کیسے سر انجام دے سکوں گا۔ میں تو اس سلسلے میں زیرو ہوں۔" آفتاب کمال ہنس پڑا۔ اور بولا۔

"آپ کو تمام آسائشیں اور آسانیاں ڈیم انجینئر کی حیثیت سے فراہم کی جائیں گی۔ لیکن ذمہ داری کوئی نہیں سونپی جائے گی۔ بلکہ آپ وہاں اپنی انٹری ہونے کے بعد اپنے طور پر کہیں بھی جا سکتے ہیں۔"

"کیا یہ انوکھی بات نہیں ہے؟"

"ہے۔ لیکن جو لوگ آپ کو وہاں طلب کر رہے ہیں ان کا تعلق سو فیصد اس ریاست کے سربراہ سے ہے اور وہ آپ کو انتہائی خاموشی سے یہ آسانی فراہم کر سکتے ہیں۔"

"کیا باقاعدہ؟"

"نہیں بے قاعدہ۔"

اس رات میں ساڑھے نو بجے میں اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ ائیر پورٹ پر موجود تھا۔ ریاست ایرونا کے لیے جو فلائیٹ جاتی تھی، اس میں میری سیٹ بک تھی اور پھر مقررہ وقت پر میرا جہاز اپنے ملک سے پرواز کر کے فضا میں بلند ہو گیا اور میری آنکھوں میں اس انوکھی ریاست کے خواب تلملانے لگے۔ کچھ اس طرح گم ہو گیا تھا میں ان خوابوں میں کہ وہ مست چال والی ائیر ہوسٹس بھی میری توجہ اپنی جانب راغب نہیں کرا سکی تھی۔ جس کی چال بلاشبہ بہت حسین تھی اور تقریباً بے شمار مسافروں کی نگاہوں میں اس کے لیے پسندیدگی کے تاثرات تھے۔ ریاست ایرونا تک کا یہ سفر براہ راست تھا اور جب ہمارا طیارہ ایرونا ائیر پورٹ پر اترا تو میں نے بھی دوسرے مسافروں کی طرح اپنے ساز و سامان سنبھال لیے اور کچھ دیر کے بعد جہاز سے نیچے اتر آیا۔ ائیر پورٹ کو دیکھ کر آنکھیں کھل گئی تھیں۔ یقینی طور پر یہ نیا بنا ہوا

تھا لیکن ان تمام جدید طرز تعمیر کا نمونہ تھا جو اس وقت دنیا کی مقبول ترین طرز تعمیر کہی جا سکتی ہیں۔ بلاشبہ کسی غیر ملکی کمپنی نے ہی یہ ائیر پورٹ بنایا تھا۔ بہر طور میں ان تمام مناظر کو تعریفی نگاہوں سے دیکھتا ہوا میں باہر نکل آیا۔ چیکنگ ہونے میں ابھی کافی دیر باقی تھی۔ کسٹم ہاؤس میں مجھے بہت زیادہ وقت نہیں صرف کرنا پڑا۔ جدید ترین مشینوں پر کام ہو رہا تھا اور میں اپنے ساتھ ایسی کوئی شے نہیں لایا تھا جو قابل اعتراض ہو۔ چنانچہ ایک شریف انسان کی حیثیت سے مجھے کلیئر کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد جب میں باہر نکلا تو اس ڈیم کے متعلق افراد نے میرا استقبال کیا۔ جو ابھی تعمیر ہونے جا رہا تھا اور مجھے فائق دادا کے طور پہ شناخت بھی کر لیا گیا۔ ایک سرخ رنگ کی قیمتی لیموزین کار مجھے لے کر چل پڑی اور جہاں مجھے لے جایا گیا، وہ ایک خوبصورت عمارت تھی۔ میرے ساتھ آنے والے دو افراد بڑے مہذب نظر آتے تھے اور ان کا تعلق بھی کسی ایشیائی ملک سے ہی تھا۔ جس کا میں اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ وہ خوبصورت انگریزی بول رہے تھے۔ مجھے ایک کمرے میں مقیم کر دیا گیا اور اس کے بعد سونے کا بھلا کیا سوال تھا۔ چنانچہ غسل کر کے میں ناشتے کے لیے تیار ہو گیا۔ حالانکہ ابھی ناشتے میں کافی وقت تھا۔ میں نے خاموشی سے اپنے اس کمرے میں بیٹھا اس نئی جگہ کے بارے میں سوچتا رہا جسے میں نے ابھی تک دن کی روشنی میں نہیں دیکھا تھا۔ اپنی لیموزین کار میں سفر کرتے ہوئے مجھے انتہائی تاریکیوں سے گزرنا پڑا تھا۔ حالانکہ سڑکیں روشن بھی تھیں لیکن اس کے باوجود ان کے پس منظر میں اندھیرا تھا۔ اور نہ ہی اس عمارت کے بارے میں مجھے کوئی صحیح اندازہ ہو سکا تھا۔ بہر طور یہاں آ کر میں نے اپنے آپ کو ایک عجیب سی کیفیت کا شکار محسوس کر رہا تھا غالباً بالکل وہی کیفیت تھی جو ایسے معاملات میں ابتداء میں ہوا کرتی تھی۔ اور بعد میں جب میں صورتحال سے واقف ہو جاتا تھا تو میں ذہنی طور پر بالکل مطمئن ہو جاتا تھا۔ صبح کو تقریباً ساڑھے سات بجے ناشتا پیش کیا گیا۔ جو انتہائی پر تکلف تھا اور ایک ملازم نے میرے سامنے یہ ناشتا لگایا تھا۔ میں خاموشی سے ناشتا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ملازم نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ میں کون سے برانڈ کا سگریٹ یا پائپ وغیرہ استعمال کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ضرورت کر لی تھی۔ اور اس کے بعد پھر مجھے انتظار کرنا پڑا۔ صبح کے دو اخبارات لا کر میرے سامنے رکھ دیئے گئے اور میں ریاست ایرونا کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے لگا۔ پھر تقریباً نو بجے تین افراد میرے پاس پہنچ گئے۔ ان سے میرا تعارف کرایا گیا۔ اور خود میرا تعارف فائق دادا کی حیثیت سے حاصل کیا۔ اس کے بعد ایک رجسٹر میں میری انٹری کر لی گئی۔ پھر اس لمبے آدمی نے جو مقامی ہی معلوم ہوتا تھا اور جس کے چہرے کی سیاہی اتنی گہری تھی کہ بس اس کی آنکھیں ہی آنکھیں نظر آتی تھیں، یا کبھی مسکراتا تو اس کے پیلے دانت جھلکنے لگتے۔ مجھ سے کہا۔

"مسٹر فائق دادا۔ آپ کی انٹری ہو چکی ہے۔ یہ ملک آپ کے لیے کھلا ہے۔ اگر آپ کچھ وقت یہاں کی سیاحت میں صرف کرنا چاہیں تو حرج نہیں ہے۔ جہاں چاہیں آپ قیام کریں، ہم آپ کے اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور نہ ہی آپ پر یہ لازم ہے کہ آپ ہمیں اپنی موجودگی سے آگاہ کریں۔ ہم آپ پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اگر یہ جگہ آپ کے قیام کے لیے موزوں ہو تو آپ یہ سمجھ لیجیے کہ یہ تو ہے ہی آپ کے لیے۔ ہاں ایرونا کے متعلق لٹریچر آپ کو مل جائے گا۔ اگر اس شہر کے بارے میں بھی تفصیلات جاننا چاہتے ہیں تو کچھ دیر کے بعد آپ کو ایسے بروشر پہنچا دیے جائیں گے۔ جو ایرونا کے بارے میں آپ کو تفصیلات فراہم کر دیں گے۔"

میں نے اس شخص کا شکریہ ادا کیا اور اس کے بعد وہ وہاں سے چلے گئے۔ واقعی مجھے ابھی تک کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ ویسے یہ لوگ کافی تعاون کرنے والے معلوم ہوتے تھے۔ افریقی ریاست تھی اور سیاہ فاموں کا دور دورہ تھا۔ اس کا اندازہ تو میں ائیر پورٹ پر ہی لگا چکا تھا اور ویسے بھی آفتاب کمال نے تمام ہی تفصیلات بتا دی تھیں۔ پھر جغرافیائی کیفیات سے بھی مجھے اس قدر واقفیت نہیں تھی۔ دن کو تقریباً ساڑھے دس بجے مجھے وہ تمام چیزیں فراہم کر دی گئیں اور میں وہ بروشر دیکھنے لگا۔ بروشر بہت ہی واضح اور نفیس انداز میں چھپے ہوئے تھے۔ ہر کام میں دولت جھلکتی نظر آ رہی تھی۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر دولت کے انبار کسی احمق کے سامنے بھی لگا دو تو اسے خود بخود ہی عقل آ جاتی ہے اور وہ اس کا صحیح استعمال بھی سیکھ لیتا ہے۔ مجھے اس افریقی ریاست میں یہ سب جدتیں دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی۔ لیکن اس حیرت کو اس طور پر ختم کیا جا سکتا تھا کہ یہاں ہر کھیل پیسے سے چل رہا تھا اور ذہانت کی خریداری

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مشکل کام نہیں تھا۔ اس بروشر میں جو اس شہر کے متعلق تھا، میں نے وہ جگہ دیکھی جہاں میری ملاقات لیری وینس سے ہو سکتی تھی۔ وہاں تک پہنچنے کے تمام راستے وغیرہ اپنے ذہن میں رکھے اور اس کے بعد اس عمارت سے باہر نکل آیا۔ مجھے اجازت دے دی گئی تھی کہ اب میں ایرونا کے کسی بھی حصے میں قیام کر سکتا تھا۔ گویا ابتدائی کارروائیاں مکمل ہو گئی تھیں۔ مجھے تو اس ٹیم کے بارے میں بھی کچھ معلومات حاصل نہ تھیں، جس کی تکمیل کے لیے میں یہاں آیا تھا لیکن ابھی جلد بازی بھی مناسب نہ تھی۔ ایک بار پھر یہاں واپس آ کر مجھے یہ تفصیلات معلوم کرنی تھیں۔ اور پھر میں اپنا کام شروع کر دوں گا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ مسٹر لیری وینس کیا چیز ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس وقت میری ملاقات لیری وینس سے ہو سکتی ہے یا پھر اس ملاقات کے لیے مجھے کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔ بہرحال باہر نکلنے کے بعد پہلی بار میں نے ریاست ایرونا کے اس شہر ایرونا کو دیکھا جو اس کا دارالخلافہ بھی تھا۔ بہت ہی خوبصورت شہر تھا۔ چاروں طرف صاف ستھرا، کشادہ سڑکیں، حسین عمارتیں، طرح طرح کے خوبصورت فوارے اور اسی قسم کی ڈیکوریشن کی دوسری چیزیں جنہیں تازہ تازہ بنایا گیا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ ہاشم ابرتا کام کر رہا ہے اور اپنے طور وہ اس شہر کو خوبصورت ترین بنانا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے ریاست ایرونا کے سلسلے میں اس کے ذہن میں بہت سے منصوبے ہوں تاہم جو شہر آباد کیا تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ سبزے کی بہتات تھی۔ اور اس کی بنیادی وجہ سمجھ میں آ رہی تھی کیونکہ دور کی پہاڑیوں پر سفید برف چمک رہی تھی۔ یہ علاقہ یقینی طور پر سرسبز و شاداب ہو گا اور پھر یہ شادابیاں شہر میں کیوں نہ سمٹ آتیں۔

ٹیکسی مجھے سست رفتاری سے لیے آگے بڑھتی رہی۔ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ مجھے شہر کی سیر کرائے اور سیاہ فام ڈرائیور نے گردن خم کر دی تھی۔ میں خاموشی سے شہر کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے ایک جگہ ٹیکسی روکنے کے لیے کہا۔ احتیاط بہر طور شرط تھی کیونکہ میں پورے طور پر حالات سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنی اس حیثیت کو ذہن میں رکھنا میری ذمہ داری تھی۔ ٹیکسی سے اترنے کے بعد میں پیدل کافی دیر تک چلتا رہا۔ اور یہ اندازہ لگاتا رہا کہ کہیں کوئی میری طرف متوجہ تو نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے ریسٹورنٹ سڑکوں پر سج رہے تھے۔ ابھی ان اوپن ایئر ریستورانوں میں بیٹھنے کا وقت نہیں ہوا تھا لیکن مزید چھوٹے چھوٹے ریسٹورنٹ اور بھی موجود تھے۔ شہر میں مجھے جگہ جگہ غیر ملکی لوگ نظر آئے۔ ان میں جاپانی بھی تھے، چینی بھی تھے، انڈونیشی بھی تھے اور یورپ کی تمام اقوام کے لوگ بھی۔ ظاہر بات ہے اس وقت ریاست ایرونا سبھی کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ کافی دور تک چلنے کے بعد بالآخر میں نے ایک اور ٹیکسی روکی۔ نئی اور قیمتی گاڑیاں ٹیکسی کی شکل میں گردش کر رہی تھیں۔ کاریں ویسے بھی یہاں کافی نظر آ رہی تھیں۔ اس ٹیکسی میں بیٹھ کر میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو وہ مطلوبہ جگہ بتائی جہاں مجھے پہنچنا تھا اور کچھ دیر کے بعد مجھے تقریباً سولہ منزلہ ایک عمارت کے سامنے اتار دیا گیا۔ آٹھویں منزل پر مجھے لیری وینس سے ملاقات کرنی تھی۔ لفٹ نے آٹھویں منزل پر چھوڑا اور اس کے بعد میں غالباً مجھے کاریڈور سے گزرتا ہوا اس فلیٹ کے سامنے پہنچ گیا جس کا نمبر مجھے دے دیا گیا تھا۔ میں نے فلیٹ کی بیل پر انگلی رکھی اور اندر سے ایک مترنم آواز ابھری۔ یہ گھنٹی بجنے کی آواز تھی۔ پھر جس شخصیت نے دروازہ کھولا وہ اپنے ساتھ خوشبوؤں کے جھونکے سمیٹے ہوئے تھی۔ بہت ہی خوبصورت لباس میں ملبوس ایک سیاہ فام لڑکی جس کے چہرے کے نقوش بلاشبہ حسین تھے۔ گو رنگ مقامی لوگوں کا سا تھا۔ اس نے جو لباس پہنا ہوا تھا اس لباس نے اس کی دلکشی کو اس طرح نمایاں کیا تھا کہ ایک لمحے تک میری نگاہیں اس کا طواف کرتی رہیں اور لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے دیکھنے سے پہلے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی آمد کی وجہ بتا دیں۔" اس کے الفاظ بڑے تیکھے اور چبھنے والے تھے۔ میں ایک دم سنبھل گیا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا میں مسٹر لیری وینس سے مل سکتا ہوں؟"

"مسٹر لیری وینس۔ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ بتانا پسند کریں گے؟"

"آپ اپنا تعارف کرا دیں۔ اس کے بعد میں اپنے بارے میں بتا دوں گا۔" میں نے کہا۔

"مجھے لیری وینس کہتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا اور میں آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ اس سلسلے میں آفتاب کمال نے بھی حیرت کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ وہ یہ بات نہیں بتا سکتا کہ

لیری وینس عورت ہے یا مرد۔ لیکن اس لیری وینس کو دیکھ کر واقعی میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے ذرا شانے ہلا کر کہا۔

"شہزادہ شب اپنی خلوت میں آرام کرنے میں مصروف ہے۔"

"اوہو۔ اس کی فاختہ بھی اڑنے کے لیے تیار ہے۔" اس نے کہا اور مجھے آگے بڑھنے کا راستہ دے دیا۔ میں اس انوکھی شخصیت پر غور کرتا فلیٹ میں داخل ہو گیا۔ فلیٹ بھی بہترین سجاوٹ کا نمونہ تھا۔ وہ لڑکی جس نے اب اپنے آپ کو لیری وینس کہہ کر وہ خفیہ الفاظ دہرا دیے تھے، جن کے تحت ہم ایک دوسرے کے شناسا بن گئے تھے۔ وہ مجھے لیے ہوئے ایک حسین ڈرائنگ روم میں جا بیٹھی اور اس نے بیٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا۔

"کمال ہے آپ تو بڑی اچھی شخصیت کے مالک ہیں مسٹر فاتق داوا یا جہانگیر جمال شاہ۔"

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ تم میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہو۔"

"کیا نہیں جاننا چاہیے تھا؟" اس نے الٹا مجھ سے ہی سوال کیا۔

"نہیں۔ میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ لیکن یقین کرو مجھے تمہارے بارے میں تفصیلات نہیں معلوم تھیں۔ بلکہ یہ بھی نہیں بتایا گیا تھا مجھے کہ لیری وینس کوئی خاتون ہوں گی۔" وہ ہنس پڑی اور پھر اس نے کہا۔

"تو پھر اب تمہارا کیا خیال ہے میرے بارے میں؟"

"تمہارے بارے میں نہیں، اپنے بارے میں میرے ذہن میں ایک خیال ضرور ابھرا ہے۔"

"کیا؟" اس نے دلچسپی سے سوال کیا۔

"یہ کہ میں بہت خوش قسمت ہوں۔"

"اوہو۔ کیوں؟"

"اس لیے کہ ایک بہت اچھے، بہت ہی خوبصورت دوست سے واسطہ پڑا ہے۔" وہ پھر ہنس پڑی۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ سیاہ فام ہونے کے باوجود میں اسے ایک خوبصورت ترین لڑکی کہہ سکتا تھا۔ اور پھر خاص طور سے اس کا حسن انتخاب تو بے مثال تھا۔ لباس، خوشبوؤں کا استعمال اور پھر اس ڈرائنگ روم کی سجاوٹ۔ میں نے تعریفی انداز میں تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"اور کچھ ہو یا نہ ہو لیکن مس لیری وینس آپ بہت خوش ذوق شخصیت کی مالک ہیں۔"

"ہمیں ابتدا میں ایک دوسرے سے دلچسپی حاصل کرنے کے لیے اسی قسم کی گفتگو کرنی چاہیے۔" میں سنبھل گیا۔ لڑکی میری توقع سے کہیں زیادہ کی چیز تھی اور پھر کیوں نہ ہوتی۔ ظاہر ہے ایک اہم حیثیت کی مالک تھی۔ اس نے کہا۔

"تب پھر میں تمہیں برازیل کی بہترین کافی پلاؤں۔ میرا خیال ہے کافی پینے کے بعد ہم اپنا موڈ بنا لیں گے کہ کچھ کام کی باتیں کریں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"یقیناً۔ میں اس خیال کی بھی داد دیتا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گئی۔ میں یہ سوچنے لگا کہ کیا یہ اس خوبصورت فلیٹ میں تنہا ہے۔ ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔ چونکہ وہ تقریباً تین منٹ کے بعد واپس آ گئی تھی میں نے یہ سوال اس سے کر ہی لیا۔

"یوں لگتا ہے جیسے آپ یہاں تنہا ہیں۔"

"ہاں میرا تنہا رہنا ضروری تھا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ یہ جگہ اہمیت کی حامل ہے اور ہم کسی کو یہاں کے لیے اپنا راز دار نہیں بنا سکتے۔"

"یقیناً اس کے علاوہ بھی ایسی کوئی جگہ ضرور ہو گی جہاں آپ رہتی ہوں گی۔"

"ہاں ہے ایک ایسی جگہ لیکن میں وہاں رہتی نہیں ہوں۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میری یہاں موجودگی ضروری ہوا کرتی ہے۔" اب میں اگر دوبارہ یہ الفاظ کہوں گا کہ آپ سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوتی ہے مس لیری وینس تو آپ یہ سوچیں گی کہ یہ شخص باتوں کو دہرانے کا عادی ہے چنانچہ میں یہ سب کچھ نہیں کہتا۔" وہ ہنس پڑی اور اس نے کہا۔

"حالانکہ آپ کہہ چکے ہیں۔"

"اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔"

باہر سے ایک سیٹی کی سی آواز ابھری تو وہ اٹھ کر بولی۔

"میں آتی ہوں۔ کافی تیار ہو گئی ہے۔" وہ دوبارہ گئی اور مزید تین منٹ کے بعد واپس آ گئی۔ کافی کے ساتھ بہترین قسم کے بسکٹ پلیٹوں میں رکھے ہوئے تھے۔ اس نے کافی بنا کر میری سامنے رکھی۔ اور بسکٹ کی پلیٹیں سنٹر ٹیبل پر

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سجا دیں۔ میں خاموشی سے لیکٹ کھانے میں مصروف ہوگیا۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

"کیا یہ لیکٹ مقامی فیکٹریوں کے تیار کردہ ہیں؟"

"نہیں۔ سب باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ مقامی فیکٹریوں نے ابھی پروڈکشن شروع نہیں کی۔"

"تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ نفیس ترین ہیں۔"

"اس وقت ریاست ایرونا کو تمام ممالک اپنی نفیس ترین اشیاء ہی سپلائی کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ ان کی مستقل گاہک بن جائے۔" لڑکی کے چہرے پر ایک فخر ایک غرور تھا۔ جسے میں نے بخوبی محسوس کیا اور گردن ہلا کر کہا۔

"ہاں اس میں کیا شک ہے۔ کافی کا گھونٹ لیا تو لطف ہی آگیا۔ برازیل کی کافی ویسے بھی مشہور ہے لیکن اس کے بنانے کا انداز بھی شاندار تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے اس سے کہا۔

"میں نے آپ کو دو تین بار مس کہہ کر مخاطب کیا ہے مس لیری وینس۔ آپ کو اس پر اعتراض تو نہیں۔"

"قطعی نہیں کیونکہ میں مس ہوں۔"

"ہاں میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔ اتنی عمدہ کافی بنانے کے باوجود آپ ابھی تک مس کیوں ہیں؟" وہ پھر ہنس پڑی اور اس نے کہا۔

"آپ کے الفاظ خوبصورت ہوتے ہیں مسٹر فائق دلوا میں آپ کو جہانگیر جمال شاہ نہیں کہوں گی تاکہ میری زبان پر یہی نام چڑھ جائے۔ ورنہ کسی اجنبی جگہ اگر میں نے آپ کو آپ کے اصل نام سے مخاطب کر لیا تو مجھے دقتوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔"

"یہ ایک عمدہ بات ہے لیکن میں تو لیری وینس کہہ سکتا ہوں؟"

"ہاں۔ میں اسی نام سے جانی پہچانی جاتی ہوں۔ تو میں آپ سے یہ کہہ رہی تھی کہ آپ کے گفتگو کرنے کا انداز بہت دلکش ہے۔ ویسے اس پروفیشن میں مجھے ایسے ایسے انوکھے لوگوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جنہیں بعض اوقات انسان سمجھنے میں بھی مشکلات پیش آتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی ایسی دلکش شخصیت کسی کام میں شامل ہو جائے تو آپ یوں سمجھ لیجیے کہ میری اپنی دلچسپیوں میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔"

"آپ کی خوش ذوقی کی تو میں کئی بار داد دے چکا ہوں اور یہ شاید آخری بار ہے۔" میں نے کہا اور وہ پھر ہنس پڑی۔ اس نے اپنی پیالی سے چھوٹے چھوٹے چند گھونٹ لیے اور پھر اس کے بعد اچانک ہی اس کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ اس نے کہا۔

"مسٹر عامر جلالی نے مجھ سے قطعی تعاون نہیں کیا۔"

"اوہ۔" میں بھی سنجیدہ ہو کر اس کی جانب متوجہ ہوگیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"براہ کرم مجھے اس بارے میں کچھ تفصیلات بتائیے۔"

"دراصل وہ شخص کسی قدر مغرور تھا اور اپنے آپ پر نازاں حالانکہ کسی بھی کام کے سلسلے میں اگر کہیں سے کوئی تعاون مل رہا ہو تو ضروری ہے کہ تعاون کرنے والے کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا جائے کہ وہ اپنے طور پر بھی کسی کام میں دلچسپی لے۔ میں نے مسٹر عامر جلالی سے ہر قسم کا تعاون کرنے کی پیشکش کی تھی لیکن وہ بہت ہی مغرور شخصیت کے مالک تھے اور کسی قدر خشک مزاج بھی۔ وہ صرف وہ باتیں مجھ سے کیا کرتے تھے جن کی اشد ضرورت محسوس کرتے تھے حالانکہ میں وہ باتیں جاننا چاہتی تھی جن پر وہ عمل کر چکے ہوتے اور اس طرح انہوں نے مجھے بالکل تاریکی میں رکھا۔ کاش وہ مجھے تاریکی میں نہ رکھتے تو کم از کم ان کی زندگی کو خطرہ پیش نہیں آ سکتا تھا۔ وہ اپنے کام میں کامیاب ہوتے یا نہ ہوتے لیکن کم از کم زندگی کا نقصان نہ اٹھاتے۔"

میں خاموش نگاہوں سے لیری وینس کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے پُرخیال انداز میں کہا۔

"حالانکہ میں نے مسٹر عامر جلالی کو اپنی تمام خدمات پیش کی تھیں۔ اب یہ ضروری تو نہیں ہے کہ میں انہیں اپنی قوتوں کے بارے میں بتاتی۔ دراصل مسٹر فائق دادا۔ بلکہ فائی مسٹر دادا میرا یہاں ایک چھوٹا سا گروپ ہے جو میرے لیے کام کرتا ہے اور مجھے مکمل طور پر ہاشم ابراتا سے امداد حاصل ہوتی ہے۔ ہاشم ابراتا مجھے خفیہ ہاتھ تسلیم کرتا ہے اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ اس آزادی کے حصول کے بعد میں اس ملک کی بہتر تعمیر کے لیے اپنی خدمات وقف کر چکی ہوں اور اس کے علاوہ میرا اور کوئی کام نہیں ہے کہ ہاشم ابراتا کے مفادات کی نگرانی کروں۔ عامر جلالی ذہین انسان تھے لیکن اگر فخر و غرور میں ڈوبے ہوئے نہ ہوتے تو انہیں زندگی کا خسارہ برداشت نہ کرنا پڑتا۔ میں نے بارہا انہیں اس سلسلے میں ٹوکا لیکن وہ صرف اور صرف ایک سیکرٹ ایجنٹ تھے۔ اچھے دوست نہیں۔ انہوں نے مجھ سے بالکل

تعاون نہیں کیا بلکہ میری نسبت وہ مسٹر سارکو سے زیادہ متاثر تھے۔ پروفیسر سارکو جو خود بھی ایک غیر ملکی ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں اور مسٹر جلالی کے رازدار بھی تھے۔ یقینی طور پر مسٹر سارکو کے پاس عامر جلالی کی ان تمام کارروائیوں کی تفصیلات موجود ہوں گی جو انہوں نے کی تھیں۔ اور جن کی بنا پر وہ اپنے آپ کو فیروز گاتا کے قریب محسوس کرتے تھے۔ اور شاید ان کے ہاتھ اس کی گردن تک پہنچنے والے تھے۔ مگر وہ دھوکا کھا گئے۔" میں نے دلچسپی سے لیری وینس کو دیکھا اور بولا۔

"یہ پروفیسر سارکو کہاں مل سکتے ہیں؟"

"میں جانتی تھی کہ تم دوسرا سوال یہی کرو گے۔ لیکن اس کے لیے تمہیں گورے جانا ہوگا۔"

"گورے؟ یہ کیا ہے؟"

"ایک خطرناک علاقہ جو باغیوں کا علاقہ تصور کیا جاتا ہے۔ گورے میں ایک ریسٹورنٹ ہے جسے براکوڈو کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پروفیسر سارکو اکثر براکوڈو میں نظر آتے ہیں۔ اور یہ بڑی بات ہے کہ انہوں نے وہاں اپنا مقام بنا لیا ہے۔ ورنہ براکوڈو میں کسی شریف آدمی کی گنجائش کہاں؟"

"میں نے شاید مقامی شہر کے بروشر میں گورے کا نام دیکھا ہے۔ اب مجھے یاد آ رہا ہے۔"

"ہاں۔ شہر کے جنوبی حصے کا علاقہ گورے کا علاقہ ہے اور وہاں تمہیں زیادہ تر باغیوں کی آبادی ملے گی۔ جو سرِعام حکومت کو برا بھلا کہتے ہیں۔"

"حکومت نے ان باغیوں کے سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں کی ہے۔"

"نہیں۔ ہاشم ابراتا کا نظریہ بالکل مختلف ہے۔ وہ اس ملک کے ایک ایک شہری کی زندگی کا تحفظ چاہتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ آزادی کی جو نعمت اس ملک کو حاصل ہوئی ہے وہ اس کے ہر شہری کا حصہ ہے اور اسے اس کا حق ملنا چاہیے۔ جو برائی کے راستے پر دوسروں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں وہ بالآخر ایک نہ ایک دن راہِ راست پر آ جائیں گے۔ اور ان کے خلاف کوئی سخت قدم مناسب نہیں ہے جبکہ فیروز گاتا کا مسئلہ بالکل مختلف ہے۔ مسٹر ہاشم ابراتا کے خیال کے مطابق فیروز گاتا اس ملک کے لوگوں کی تقدیر سے کھیل رہا ہے اور آزادی کا صحیح مفہوم اس

کی سمجھ میں نہیں آیا۔ چنانچہ اس جیسے گندے انسان سے اس ریاست کو پاک ہونا چاہیے۔"

میں خاموشی سے لیری وینس کا چہرہ دیکھتا رہا جس پر ہلکے ہلکے جوش کے آثار پیدا ہو گئے تھے اور اس جوش نے اس کا خون اس کے چہرے پر جمع کر دیا تھا جس سے اس کی رنگت میں ایک انوکھا بانکپن پیدا ہو گیا تھا۔ اور آنکھوں کی رنگت میں بھی گلابی پن نمودار ہو گیا تھا جو اس کے اس سیاہ حسن میں اضافہ کر رہا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد اس نے میری اس محویت کو محسوس کر لیا اور مجھے انتہائی حیرت ہوئی جب میں نے اس کی آنکھوں میں ہلکی سی شرم کے آثار پائے۔ یہ بات اس کی شخصیت سے ہم آہنگ نہیں تھی میں نے پھر عامر جلالی کے متعلق چند سوالات کیے اور اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے، اگر عامر جلالی کے بنائے ہوئے راستوں پر تم نے آگے قدم بڑھائے تو تمہیں نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چونکہ فیروز گاتا ان راستوں کو بند کر چکا ہے۔ تمہیں اپنے لیے نئے راستے بنانے ہوں گے۔ ہاں ابتدائی تحقیقات کے لیے میں سمجھتی ہوں تمہارا گورے جانا بہت ضروری ہے۔ اور اگر وہاں کسی طرح پروفیسر سارکو سے ملاقات کر سکو تو یہ مزید تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ کم از کم اس سے تم عامر جلالی کے ان ناکام اقدامات سے واقف ہو سکتے ہو جن کی بنا پر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا۔"

"میں گورے جا کر پروفیسر سارکو سے ضرور ملاقات کروں گا۔ ویسے کچھ ذاتی طور پر مشورے بھی چاہتا ہوں۔"

"ضرور کہو۔" اس نے کہا۔

"جب تمہیں یہاں تک علم ہے کہ میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے تو یہ بھی علم ہوگا کہ فائق دادا کی حیثیت سے مجھے یہاں کیا ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔"

"تم ڈیم انجینئر ہو۔ دراصل اس ڈیم کے لیے ابھی لوگوں کو بیرونی دنیا سے طلب کیا جا رہا ہے اور ابھی اس ڈیم کا کام کافی عرصے تک شروع نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ تم ایک حیثیت سے یہاں تسلیم کر لیے گئے ہو اور مکمل آزادی حاصل ہے۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ تو پھر اب مجھے یہ بتاؤ کہ میں اس عمارت سے ہٹ کر کہاں قیام کروں؟"

"ہوٹل جینکا بہتر ہے۔"

"یہ نام تم نے خصوصاً کیوں لے دیا؟"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اس لیے کہ جمیکا بہترین ہوٹل ہے اور شریف لوگوں کا علاقہ ہے ویسے اگر تم گھومنے جاؤ تو براکوڈو ہی میں قیام کرنا کیونکہ وہاں تمہیں بہت سی آسانیاں حاصل ہو سکتی ہیں لیکن ہوٹل جمیکا کو تم اپنا مستقل ٹھکانا بناؤ۔ یہ شریف لوگوں کا علاقہ ہے اور یہاں شریف لوگوں کی عزت بھی ہوتی ہے۔ اور پھر کچھ اور آسانیاں بھی تمہیں جمیکا میں حاصل ہوں گی۔ جن کا اندازہ بعد میں ہی ہو سکتا ہے۔"

"تم سے ملاقات کی کیا صورت رہے گی؟" میں نے سوال کیا۔

"جب بھی میری ضرورت محسوس کرو، تم مجھے ٹیلی فون کر سکتے ہو۔ میری ٹیلی فون لائنیں محفوظ ہیں۔"

"ٹھیک۔ ہوٹل براکوڈو کے بارے میں کچھ اور تفصیلات؟"

"یوں سمجھ لو وہ انتہائی خطرناک علاقہ ہے اور وہاں برائیوں کے تمام مواقع حاصل ہیں۔ تمہیں وہاں منشیات، جوا، عورت اور دنیا کی ہر شے مل سکتی ہے جس کے تم طلب گار ہو۔ دراصل ایرونا کی دولت سمیٹنے کے لیے ملکوں ملکوں سے ہر طرح کے لوگ چل پڑتے ہیں۔ ان میں شاطر بھی ہیں اور عورت فروش بھی۔ منشیات کا بھی بہت بڑا دھندہ ہوتا ہے وہاں۔ حالانکہ سرکاری طور پر اس پر سخت پابندی ہے۔ لیکن گھومنے کے لوگ اور خاص طور پر وہ باغی ارکان ہاشم ابراتا کی رحمدلی سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور وہاں انہوں نے وہ تمام معاملات شروع کر رکھے ہیں جو بدنما ہوتے ہیں۔ لیکن ہاشم ابراتا نے ابھی انہیں تھوڑی سی آزادی دے رکھی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ بعد میں اس سلسلے میں بھی اپنے کام کا آغاز کرے اور اس علاقے کو پاک کر دے گا۔ لیکن یہ بھی ایک سرکاری حکم ہے کہ برائیوں کو اس علاقے سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے بعد کسی شخص کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جاتی اور ہر شخص کے لیے سزائے موت مقرر ہے۔ یوں سمجھ لو گھومنے ایک طرح سے ابھی آزاد علاقہ قرار دے دیا گیا ہے۔"

میں لیری وینس کی یہ تمام باتیں بڑی دلچسپی سے سنتا رہا۔ بلاشبہ ایک پراسرار سرزمین میرے قدموں تلے تھی۔ جہاں ہر طرح کے دلچسپ اور دلکش ترین واقعات بکھرے ہوئے تھے۔ بہت دیر تک میں لیری وینس کے پاس بیٹھا رہا۔ پھر میں نے اس سے اجازت مانگی تو وہ ہنس کر بولی۔

"ارے واہ۔ میرے مہمان ہو۔ اتنی جلدی کیسے جا سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے ہمارے اور آپ کے درمیان تمام ضروری باتیں ہو گئیں مس لیری وینس۔ اب آپ مجھے اجازت دیجیے۔"

"نہیں۔ ایک اور ضروری کام باقی رہ گیا ہے۔" لیری وینس نے اسی انداز میں کہا۔

"کیا؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"لنچ۔" وہ بولی اور میں ہنس پڑا۔

"نہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"کیوں، تم لنچ نہیں کرتے ہو؟"

"کرتا ہوں لیکن تمہارے ساتھ لنچ کرنا اس وقت میرا خیال ہے تمہیں تکلیف دینے کے مترادف ہے۔" میں نے کہا۔

"بالکل نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے لنچ کے لیے کچھ نہیں کرنا ہو گا۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ایک ہوٹل کا نمائندہ میرے لیے کھانا لے کر آ رہا ہو گا۔ بس اسے ٹیلی فون پر یہ ہدایت کرنی ہے کہ کھانا دو آدمیوں کے لیے ہونا چاہیے۔"

اور پھر میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر یہاں رک جانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ ویسے بھی لیری وینس میری یہاں پہلی ساتھی تھی۔ اور میں جہاں بھی اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے جاتا تھا، اپنی زندگی کی تکمیل بھی کرنا پسند کرتا تھا اور ابتدا اسی انداز میں ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے لیری وینس کی دعوت قبول کر لی تھی۔ اور اس نے ٹیلی فون پر ہوٹل کے نمائندے کو یہ ہدایت کر دی کہ کھانا دو آدمی کے لیے اور ذرا پرتکلف ہو۔ اور پھر ہم موضوعات سے ہٹ کر دنیا جہان کی باتیں کرنے لگے۔ ظاہر ہے لیری وینس کو میں اپنے سلسلے میں ایک مختصر سی تفصیل بتا سکتا تھا اور اس نے بھی میرے بارے میں زیادہ کرید کر پوچھنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے بارے میں تو مجھے اندازہ ہو چکا تھا۔ یعنی اسے ایرونا کے سربراہ کی حمایت حاصل تھی اور وہ ایک طرح سے اپنا ایک چھوٹا سا گروہ رکھتی تھی جس کی ذمہ داریاں یہ تھیں کہ حکومت کے مفادات کی نگرانی کرے۔ گو یا غیر سرکاری شعبے کے تحت وہ یہاں کام کر رہی تھی۔ دلچسپ بھی تھی اور دلکش بھی۔ نوجوان بھی تھی۔ اور کیا درکار ہوتا ہے۔ رنگ کا مسئلہ رہ جاتا تھا۔ لیکن رنگ تو کائنات میں بکھرے ہی ہوتے ہیں۔ کہیں کیسا کہیں کیسا۔ ہاں ابھی تک اس کی بات میں مجھے کہیں کوئی لچک محسوس نہیں ہوئی تھی اور

اب میں صرف یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ باقی سارے معاملات تو اپنی جگہ۔ ایک دوست کی حیثیت سے میں اسے کس حد تک متاثر کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ لیکن یہ اندازہ لگانے کے لیے میرے پاس زیادہ وقت نہیں رہا۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہوٹل کا نمائندہ بہت خوبصورتی سے پیک کیے ہوئے کھانے لے کر یہاں پہنچ گیا۔ جو تعداد میں کافی تھے اور بہت لذیذ تھے البتہ ان میں کچھ کھانے نئے اور اجنبی تھے۔ چنانچہ جب وہ میز پر سجا دیئے گئے تو میں نے اس سے ان کے بارے میں پوچھا اور یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو طبیعت کو قبول نہ ہو۔ چنانچہ میں کھانے میں مصروف ہو گیا۔ لیری وینس نے بڑی محبت سے میرے لیے اشیا فراہم کیں اور مجھ سے اصرار کرتی رہی۔ آہستہ آہستہ وہ کھلتی جا رہی تھی اور چونکہ میں نے ابھی تک اس کی گفتگو میں کوئی لچک نہیں پائی تھی۔ چنانچہ خود بھی احتیاط کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ بعض لڑکیاں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ان کے انداز سے یہ بالکل نہیں پتا چلتا کہ وہ کیا سوچ رہی ہیں لیکن آہستہ آہستہ جب ان کے اندر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں تو پھر وہ مکمل ہو جاتی ہیں۔ لیری وینس میں ابھی تک اس قسم کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اور یہ آثار اس وقت تک پیدا نہ ہوئے جب شام کو چار بجے میں وہاں سے واپسی کے لیے اٹھا۔ اب تک کی تمام گفتگو میں بہت ساری باتیں ہوئی تھیں۔ بڑے منصوبے علم میں آئے تھے اور بہت سے کام کے پوائنٹ ملے تھے۔ لیکن لیری وینس سے دوبارہ ملاقات کا کوئی ایسا ذریعہ پیدا نہیں ہوا تھا لیکن یہ ذریعہ اس وقت پیدا ہو گیا جب میں واپسی کے لیے دروازے تک پہنچا۔ لیری وینس کے چہرے پر ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوئی اس وقت جب میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے مس وینس اس کے بعد دوبارہ ملاقات نہ ہو پائے۔" اس نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھا۔ اور بولی۔

"کیوں؟"

"میرا مطلب ہے جب اپنے کاموں میں مصروف ہو جاؤں گا۔ اور پھر آپ کو مزید تکلیف دینا بھی تو مناسب نہیں ہے۔" اس نے کسی قدر شکستہ لہجے میں کہا۔

"اس کا مقصد ہے کہ میں تمہیں ایک اچھے دوست کی حیثیت سے متاثر نہیں کر سکی؟"

"کیوں نہیں مس لیری وینس، یقیناً آپ نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے لیکن۔ لیکن۔ میرا خیال ہے کہ تمام تر باتوں کے باوجود ایک خاتون ہیں آپ۔ اور مجھے آپ سے بار بار ملتے ہوئے ایک عجیب سا احساس رہے گا۔"

"مگر میں تمہارا انتظار کروں گی کسی بھی وقت، کسی بھی لمحہ۔ یہ جگہ تمہارے لیے کھلی ہوئی ہے۔ جب بھی میری یاد دل میں آئے آ جانا۔" اس نے کہا اور رخ تبدیل کر لیا۔ میرا دل تو یہی چاہا تھا کہ الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤں اور کہوں کہ اگر آنا ہی ہے تو پھر جانے کی کیا ضرورت ہے جہاں اتنا وقت گزرا۔ وہاں فرصت کے ان لمحات میں یہ وقت بھی گزارا جا سکتا تھا، کل صبح دیکھا جائے گا۔ لیکن ہمت نہیں کر پایا۔ اور میں نے لیری وینس کی جانب رخ کر کے کہا۔

"اگر آپ کا حکم ہے مس لیری وینس تو پھر بھلا یہاں دوبارہ کون نہ آنا چاہے گا۔ یہ تو میں نے صرف آپ کی وجہ سے کہا تھا۔" اور اس کے بعد مجھے دروازے سے نکلنا ہی پڑا۔ کاش یہ بیوقوف لڑکی یہ الفاظ کچھ دیر پہلے کہہ دیتی۔ لیکن اپنے آپ کو سنبھالنا ضروری تھا۔ فوراً ہی آ کر تفریحات میں گم ہو جانا مناسب نہیں ہے۔ پہلے کام اس کے بعد آرام۔ اور اسی انداز سے میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ جو جگہ میرے لیے منتخب کی گئی تھی وہاں قیام کرنا میرے لیے کسی طور مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ لیری وینس کے مشورے کے مطابق میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو جمیکا چلنے کے لیے کہا۔ اور جمیکا کو دیکھ کر میری آنکھیں خوشی سے پھیل گئیں۔ یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ جمیکا ایک جنت نما جگہ تھی۔ جہاں نت نئے لوگ نظر آ رہے تھے۔ حسین چہروں کی بھرمار تھی۔ ملک ملک کے لوگ یہاں قیام پذیر تھے۔ البتہ جمیکا میں کمرہ حاصل کرنے کے لیے مجھے ذرا سی الجھن پیش آئی۔ اور یہ کمرہ مجھے بمشکل تمام مل سکا۔ چونکہ یہاں کافی رش تھا لیکن رشوت ایک ایسا بین الاقوامی سکہ ہے جو دنیا کے ہر ملک میں ہی چلتا ہے اور اس کے ذریعے ہر چیز حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ جمیکا میں مجھے کمرہ مل گیا۔ میں نے کمرے کی چابی وغیرہ اپنے قبضے میں کی، ادائیگی کی اور اس کے بعد وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ پھر مجھے وہیں پہنچنا تھا جہاں ٹیم انجینئر کی حیثیت سے میری رہائش گاہ تھی۔ وہاں پہنچ کر میں نے ان لوگوں کو بتایا کہ میں ہوٹل جمیکا میں مقیم ہوں۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور جب بھی میری ضرورت ہو، مجھے وہاں سے حاصل کر لیا جائے۔ پھر اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ میں ہوٹل جمیکا پہنچ گیا۔ اور یہاں اپنے کمرے میں منتقل ہو گیا۔ جمیکا میں حسین ترین تفریحات موجود تھیں۔ کئی منزلہ ہوٹل تھا۔ پہلی منزل پہ پورا کا پورا تفریحی ہال بنا ہوا تھا جہاں زندگی کے مختلف مشاغل موجود تھے لیکن ایک دائرے کے اندر خصوصاً یہاں پر اس بات کا خیال رکھا گیا تھا کہ کوئی ایسی برائی نہ پیدا ہونے پائے جو اخلاقی طور پر پستی کی حامل ہو۔ میں ہوٹل کا اچھی طرح جائزہ لیتا رہا۔ ملک ملک کے لوگ یہاں موجود تھے۔ اور ان کے بارے میں مجھے یہ علم ہو چکا تھا کہ یہ کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں۔ ایمرونا کی دولت سب کو کھینچ کھینچ کر لا رہی تھی اور چونکہ ایمرونا کے سربراہ ہاشم ابراتا کی جانب سے ان لوگوں کو دعوت دی گئی تھی جو ملک کی ترقی کے لیے کام کر سکتے تھے چنانچہ ہر شخص ہی اس دعوت کو قبول کر کے اس طرف دوڑ پڑا تھا۔ پتا نہیں ہاشم ابراتا نے ان کے امتحان کے لیے کیا معیار مقرر کیا تھا۔ کیونکہ ہر شخص کا ہی یہاں آ جانا تو کم از کم ایمرونا کے لیے سود مند نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر طور یہ اس ملک کے ذاتی معاملات تھے۔ اپنے کمرے میں مقیم میں کافی دیر آرام کرتا رہا اور میں نے بہت سے پروگرام ترتیب دیئے۔ میں نے یہ سوچا کہ اب یہاں آہستہ آہستہ تھوڑی بہت معلومات حاصل کروں گا اور اس کے بعد لیری ڈیفیس سے ملنے والی ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔ یعنی میرا پہلا کام یہی ہو گا کہ گھوسے جا کر پروفیسر سارکو کو تلاش کیا جائے۔ جو عامر جلالی کے اقدامات کے بارے میں تفصیلات بتا سکتا تھا۔ میں دراصل عامر جلالی کے اقدامات کو اس لیے سامنے رکھ رہا تھا کہ اس سے کم از کم مجھے فیروز لگا تاکے بارے میں تفصیلات معلوم ہو سکتی تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اس کے بعد دوسرے قدم کے طور پر میں خود فیروز لگا تا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا اور یہ پتا چلاؤں گا کہ کس طرح میں اس تک پہنچ سکتا ہوں اور اس پر قابو پا سکتا ہوں۔ ذہنی رو اپنے وطن کی جانب بھٹک گئی۔ اور میں ان تمام لوگوں کے بارے میں سوچنے لگا جن کا تعلق میری زندگی سے تھا۔ اس وقت یہ سب کچھ غیر متوقع طور پر ہی ہوا تھا۔ دراصل کچھ ایسی سوچیں ذہن میں آ گئی تھیں جنہوں نے ماضی کا پردہ ہٹا دیا تھا۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری زندگی اپنے وطن میں محدود تھی گو اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے چاروں بدمعاش دوستوں کے ساتھ میں نے زندگی کی بے شمار تفریحات میں حصہ لیا تھا۔ اور ایک سرکشی فطرت میں تھی جو کرنا چاہتا تھا اسے قانون کی پروا کیے بغیر کر لیا کرتا تھا۔ یہ بھی ایک گہرا سچ تھا کہ اگر شہباز احمد صاحب مجھے اس جانب متوجہ نہ کر لیتے تو ہو سکتا ہے میں ایک باقاعدہ مجرم بن جاتا اور جرائم کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتا۔ جہاں تک تیمور جمال صاحب کا تعلق تھا تو وہ بہت سخت گیر انسان تھے اور ان کی یہ سخت گیری میری اس خوشی کو اور بڑھا دیتی اور میں ان کے بس کی چیز تھا بھی نہیں لیکن شہباز احمد صاحب نے مجھے مطمئن کن زندگی دے دی تھی جو میرے تمام تصورات کی تکمیل بھی کرتی تھی اور اب یہ ملک ملک کی سیر۔ یہ چھوٹا سا ملک بہت خوبصورت تھا۔ اور یہاں کی تفریحات دیکھ کر میرے دل میں یہ تصور ابھرا تھا کہ شاید عام حالات میں میں کبھی اس جانب رخ کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کرتا۔ ویسے دنیا کس قدر وسعتیں رکھتی ہے، یہ سوچ سوچ کر ذہن الجھ جاتا تھا۔ کتنی تبدیلیاں ہیں جگہ جگہ اور یہ علاقہ بھی ایسی ہی حسین جگہوں میں سے ایک شمار کیا جا سکتا ہے۔ جمیکا کی تفریحات میں حصہ لینے کے لیے میں نیچے آ گیا۔ اور وہاں کی رونق دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بہت بڑی تقریب ہو جس میں بھانت بھانت کے لوگ شامل ہوئے ہیں۔ اور جن کا تعلق مختلف ملکوں سے ہو۔ میں دور ہی سے ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا اور پھر کافی رات گئے اپنے کمرے میں واپس پہنچا۔ ایک مطمئن کن دن گزرا تھا۔ گویا یہاں ایمرونا میں میری آمد میرے لیے ایک خوشگوار حقیقت رکھتی تھی۔ پھر لباس تبدیل کر کے سونے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ دفعتاً ہی میرے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور میں حیرت زدہ رہ گیا۔ مجھے کون ٹیلیفون کر سکتا ہے۔ تاہم ٹیلیفون وصول کرنا ضروری تھا چنانچہ میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ اور آہستہ سے کہا۔

”ہیلو۔“

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے ایک نرم اور حسین سی آواز سنائی دی اور میری آنکھیں مسکرا اٹھیں۔ یہ کون ہو سکتا ہے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ آواز پھر آئی۔

”ہیلو۔“

”جی کون ہیں آپ؟“ میں نے سوال کیا۔

”اکیلے ہو؟“ بڑے دلکش انداز میں پوچھا گیا۔

”ہاں۔“

”میں آ جاؤں؟“

”آ جاؤ۔“

”ٹھیک ہے، انتظار کرو۔“

”سنو۔“ میں نے اسے مخاطب کیا۔

”ہاں کہو۔“

”میرے کمرے کا نمبر جانتی ہو؟“

”کیوں نہیں، جب تمہارے ٹیلی فون کا نمبر معلوم ہے مجھے تو کمرے کا نمبر کیوں نہ معلوم ہو گا۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور فون بند کر دیا گیا۔ میں حیران نگاہوں سے اپنے ٹیلیفون کے ریسیور کو دیکھتا رہا اور اس کے بعد ٹھنڈی سانس لے کر اسے رکھ دیا۔ پھر میں گون پہن کر آنے والی کا انتظار کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ بڑا دلچسپ اور انوکھا طریقہ تھا۔ لیکن۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس تصور کو بھی ذہن میں رکھتا تھا کہ میں یہاں کس حیثیت سے آیا ہوں۔ اور کوئی ایسا جو یہ جانتا ہے کہ میں تنہا ہوں، کون ہو سکتا ہے۔ اس کا خیال رکھنا بے حد ضروری تھا۔ چنانچہ اس بات کو بھی ذہن میں رکھا اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ہلکی سی دستک ہوئی اور میں نے صاف لہجے میں کہا۔

”آ جاؤ۔“

آنے والی ایک عجیب و غریب شخصیت تھی۔ میں نے اسے حیرت اور دلچسپی سے دیکھا۔ بھدے، مٹیالے رنگ کے لباس میں ملبوس جو کافی موٹے کپڑے سے بنا ہوا تھا۔ سر پر خاص قسم کا فرانسیسی طرز کا ہیٹ پہنے ہوئے آنکھوں پر ایک بہت ہی بھدے فریم کی عینک لگائے لیکن میری گہری نگاہوں نے اس کا بغور جائزہ لے لیا تھا۔ اس کے موٹے بھدے لباس کے پیچھے جو جسم موجود تھا وہ انتہائی حسین اور دلکش تھا۔ گو اس نے اپنی چال میں بھی ایک ـــــ بوڑھاپن پیدا کر رکھا تھا اور حلیہ اس قسم کا بنایا ہوا تھا کہ اسے دیکھ کر دل میں کسی بھی قسم کے خوشگوار تاثرات پیدا نہ ہوں۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے گردن خم کی اور آہستہ سے بولی۔

”میں نے آپ کو ٹیلی فون کیا تھا مسٹر۔ کس نام سے آپ کو مخاطب کروں؟“ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ ہنس کر بولی۔

”یقیناً مجھے دیکھ کر آپ کو شدید کوفت کا سامنا کرنا پڑا ہو گا لیکن کچھ لمحات مجھے اپنے ساتھ گزارنے کا موقع آپ ضرور دیں گے۔“

”کیوں نہیں، بیٹھو۔“ میں نے کہا۔

”کیسے مزاج ہیں آپ کے؟ آپ نے اپنا نام نہیں بتایا؟“

”دادا۔ تم مجھے دادا کہہ سکتی ہو۔“

”اور آپ مجھے جو جی چاہے کہہ سکتے ہیں ویسے میرا نام شیروان ہے۔ لیزا شیروان۔“

”جی بیٹھیے۔“ میں نے اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تمام جذبات مٹی میں مل گئے تھے۔ فون پہ سنائی دینے والی آواز تو بڑی دلکش تھی لیکن اس کے نتیجے میں جو کچھ سامنے آیا تھا اسے دیکھ کر ایک عجیب سی ذہنی کوفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

”جی مس لیزا۔ کہیے میں آپ کی خدمت کر سکتا ہوں میں؟“

”ارے آپ ہماری کیا خدمت کریں گے مسٹر دادا ہم تو خدمت گاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کو ہمارے حلیے سے اندازہ نہیں ہوتا؟“

”جی۔ کیا خدمت کر سکتی ہیں آپ میری؟“

”جو چاہو۔ دراصل میں نے تمہیں معاف کرنا میں دراصل بے تکلفی سے گفتگو کرنے کی عادی ہوں، میں نے تمہیں اب تک تنہا ہی دیکھا ہے۔ اس لیے میں نے سوچا کہ شاید تم اپنی تنہائی سے کوفت محسوس کر رہے ہو۔“

”آپ نے مجھ پہ اتنی توجہ کیوں دی مس لیزا؟“ میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ اور وہ ہنسنے لگی۔ ہنسنے کے انداز میں بھی ایک مصنوعی پن تھا جیسے اس نے یہ بوڑھی ہنسی بڑی مشکل سے اپنائی ہو۔ میں اسے بغور دیکھتا رہا۔ ابھی کچھ اور گفتگو کرنے کے بعد اس کی شخصیت پر غور کرنے کا موقع ملنے والا تھا۔ اس سے پہلے کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ وہ چند لمحات سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا۔

”پہلے یہ بتاؤ، ایمرونا میں کب داخل ہوئے ہو؟“

”آپ کی تمام باتوں کا جواب دینا مجھ پر فرض نہیں ہے مس لیزا۔“

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم اگر لیزا کے بجائے مجھے شیرون کہو تو میں زیادہ خوش ہوں گی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔ تب اس نے کہا۔

"دراصل یہ سوال میں نے اس لیے کیا ہے کہ اگر تم ایرونا میں نئے نئے آئے ہو تو یقینی طور پر ابھی یہاں کے بارے میں مفصل تفصیلات نہیں معلوم کر سکو گے۔ ویسے تم کوئی ملازمت کرنے یہاں آئے ہو؟ ملازمت مل چکی ہے یا اس کی تلاش میں سرگرداں ہو؟"

"پھر وہی بات۔ میں نے کہا تھا کہ آپ کے ان غیر ضروری سوالات کا جواب دینے پر میں مجبور نہیں ہوں جن کا جواب میں نہیں دینا چاہتا۔"

"ارے تو چھوڑو، لڑ کیوں رہے ہو؟ دراصل ان دنوں ایرونا سب لوگوں کے لیے ایک خزانہ بنا ہوا ہے، اور سب ہی اس کے حصول کے لیے دوڑ پڑے ہیں۔ یہاں وہ لوگ بھی آئے ہیں جن کا زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق ہے اور وہ درحقیقت یہاں کچھ کام کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ لوگ بھی آ گئے جو صرف یہ سوچ کر آئے ہیں کہ یہاں پہنچنے کے بعد سوچیں گے کہ کیا کرنا چاہیے مقصد صرف دولت کا حصول ہے۔ انہی میں ایسی لڑکیاں بھی ہیں جو دولت کمانے آئی ہیں لیکن وہ کوئی کام نہیں جانتیں، وہ کوالیفیکیشن نہیں ہیں لیکن کچھ ایسی ٹیکنیک اپنانا چاہتی ہیں جن سے دولت انہیں حاصل ہو جائے۔ میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا؟" وہ پھر اسی انداز میں ہنسی۔ اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"ہوں۔ لیکن میں نے تو یہ سنا ہے مس لیزا کہ یہاں اس سلسلے میں بہت زیادہ سختی کی جاتی ہے۔"

"یقیناً کی جاتی ہے لیکن ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے یہ بات تو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اب تم خود سوچو ایک باعزت شخصیت جو ۔۔۔ باقاعدہ یہاں آئی ہے اور مقامی حکومت اسے عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے، اگر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے ایک دوسرے کی تنہائی دور کر دے تو اس میں حکومت کا کیا نقصان اور پھر احتیاط تو لازمی چیز ہے۔ اب تم خود سوچو تمہارے اس تنہا کمرے میں اگر تمہارا کوئی مہمان آ جاتا ہے اور اس کا تعلق صنف نازک سے ہوتا ہے تو بھلا ہوٹل والوں کو کیا پڑی ہے کہ کسی کو جا کر بتاتے پھریں۔ ویسے حکومت نے کچھ مراعات بھی دی ہیں یہاں لوگوں کو، لیکن اس کے لیے گورے بڑا ہوتا ہے، اور گورے جانا ایک ایسا کام ہے جس کے بارے میں بہت کم لوگ سوچ سکتے ہیں۔"

میرے ذہن میں ایک لمحے کے لیے کوئی تبدیلی پیدا ہوئی۔ یہ لڑکی جس نے اپنا حلیہ اس انداز میں تبدیل کر رکھا تھا، اور کسی کام کی ہو یا نہ ہو لیکن اگر وہ گورے کے بارے میں کچھ جانتی ہے تو بہتر یہ ہے کہ اسے ہی کچھ وقت دیا جائے۔ چنانچہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

"آپ کا نام لیزا شیرون ہے نا؟"

"ہاں لیکن تم اگر مجھے صرف شیرون کہو تو بہت مناسب ہو گا۔"

"مس لیزا شیرون آپ کو فوراً ہی کہیں واپس جانا ہے؟"

"نہیں، بس میں تمہارے کام کے لیے آئی تھی۔ اگر تمہارے کام آ سکتی ہوں تو ٹھیک، ورنہ پھر کوئی بات نہیں۔"

"آپ میرے کام آ سکتی ہیں لیکن براہ کرم بیٹھیے۔ اگر آپ کو کوئی جلدی نہ ہو تو۔" اس نے ایک لمحے کے لیے میرا چہرہ دیکھا پھر بولی۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن وقت بہت زیادہ ہو جائے گا۔ اگر تمہیں واقعی کسی ساتھی کی ضرورت ہے تو پھر مجھے اس کا انتظام کرنے کے لیے تھوڑی سی بھاگ دوڑ بھی کرنا پڑے گی۔ بولو کیا خیال ہے؟"

"اگر میں کوئی ساتھی حاصل کر لیتا ہوں تو مجھے کیا لوائیگی کرنا ہو گی؟"

"پانچ ڈالر میری فیس ہے اور اس کے بعد باقی اس کا اور تمہارا معاملہ ہو گا۔" میں نے جیب سے پانچ ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کے سامنے رکھا اور بولا۔

"مزید کسی کام کے لیے میں آپ کو مزید پانچ ڈالر ادا کروں گا۔ فی الحال آپ بیٹھیے اور میرے ساتھ کچھ گفتگو کیجیے۔" اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"جیسا تم پسند کرو۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ چند لمحات میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"مس لیزا، میں آپ سے ایرونا کے بارے میں ہی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ بھئی دیکھیے نا، آپ نے کہا تھا کہ تنہائی دور کرنے کے لیے مجھے کسی ساتھی کی ضرورت ہے اور میں اکیلا

ہوں۔ اگر آپ ہی میری ساتھی بن جائیں تو کیا حرج ہے۔ اور ہاں گھبرائیے ایک منٹ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آپ کو آپ کی طلب کے مطابق ادا کروں گا یعنی اتنا ہی جتنا کسی اور کو آپ میرے پاس بھیج کر دلا سکتی ہیں۔" لڑکی کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے کہا۔

"ارے رے۔ تم۔ میری بات نہ کریں۔ میں تو بیمار لڑکی ہوں۔ اکثر بیمار رہتی ہوں اور اگر کبھی رات کو زیادہ جاگ لوں تو پھر یہ سمجھ لو کہ ایک ہفتے کے لیے بستر سے جا لگتی ہوں۔"

"بیٹھو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا اور وہ منہ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

"مم میں۔ سمجھی نہیں۔"

"میں نے کہا نا بیٹھو اور کچھ دیر کے لیے مجھ سے باتیں کرو۔"

اس کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات نظر آئے اور وہ منہ پھاڑے بیٹھی مجھے دیکھتی رہی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر میں نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر دروازہ بند کرتے ہی اس کے چہرے پر وحشت کے آثار نمودار ہو گئے اور میں جائزہ لیتا ہوا اس کے سامنے آ بیٹھا۔ وہ بوکھلائی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ جیسے اس کے منہ سے آواز نہ نکل پا رہی ہو۔

"مس شیرون۔" میں نے سفاکانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ۔ دیکھو میں۔ دراصل میں۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ وہ بری طرح نروس ہو رہی تھی۔

"تعجب ہے۔ تمہیں آخر کیا اعتراض ہے، جو تم تم کسی کو دلوانا چاہتی ہو، وہ خود کیوں نہیں حاصل کر لیتیں؟"

"نہ جانے تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میں تمہیں کیا میں تمہیں اس قابل نظر آتی ہوں؟"

مجھے ہنسی آ گئی۔ وہ تھوڑی سی بیوقوف بھی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے جس انداز کا لباس پہنا ہوا ہے اور جو حلیہ بنایا ہوا ہے، اس نے اس کی شخصیت بھی چھپالی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا یہ تو وہی مثال تھی کہ ریت میں منہ چھپا کر یہ محسوس کر لیا جائے کہ دنیا نہیں دیکھ پا رہی لیکن لڑکی کے اس انداز پر مجھے کم از کم یہ [illegible] کہ وہ کوئی غلط شخصیت نہیں ہے اور

اس کے بعد اس میں دلچسپی نہ لینا میرے لیے ممکن نہیں تھا اور اس کا طریقہ کار وہی تھا جو اب تک میں نے اختیار کیا تھا۔ وہ میرے خلاف بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ جس انداز میں وہ میرے پاس آئی تھی، اگر میں اس کی مکمل تفصیل یہاں کی انتظامیہ کو دے دیتا تو اسے بدترین سزا کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس کے انداز میں اب بالکل رونے والی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"مس شیرون۔ تم کیا ہو؟ جب تک تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گی تمہارا بچنا ممکن نہیں ہے۔ جہاں تک تم اپنی شخصیت کا تذکرہ کرتی ہو تو یہ تو میری اپنی پسند ہے۔ اور تمہیں اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ جو مقصد لے کر تم یہاں آئی تھیں، میں اسی کے مطابق بات کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور وہ رو پڑی۔ اس نے بچوں کی طرح بسورتے ہوئے کہا۔

"تم۔ میں۔ بالکل بالکل میں بالکل ایسی نہیں ہوں۔ بس یوں سمجھ لو۔ یہ تو۔ یہ تو مجبوری ہے۔ میں۔ میں یہاں ملازمت کی تلاش میں آئی تھی لیکن کوئی ملتی ہی نہیں۔ میری مرضی کے مطابق۔ ایسی بے تکی نوکری مل رہی ہے جسے میں کر بھی نہیں سکتی۔ پپ۔ پھر میں کیا کروں۔ نوبت فاقوں تک آ گئی تھی۔ اور میں یہ کہہ کر یہاں تک آئی تھی کہ یہاں کام کرنے کے بعد میں اپنے گھر والوں کا سارا قرض ادا کر دوں گی اور۔ اور۔ ان لوگوں کو۔ ان لوگوں کو باقاعدہ ماہانہ ایک رقم بھیجا کروں گی۔ مجھے بہکایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ ایرونا میں ہر شخص کو اس کی پسند کے مطابق ملازمت مل سکتی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں یہاں آئی ہوں تو خاصا قرض لے کر آئی ہوں۔ دراصل جناب۔ تم۔ مجھے معاف کر دیجیے میرا تعلق ایک بہت ہی غریب گھرانے سے ہے۔ براہ کرم مجھے معاف کر دیجیے۔" اس نے بے تکلفی کا انداز ترک کر دیا اور ہاتھ جوڑ کر آنسو بہانے لگی۔ مجھے اس پر رحم آ گیا میں نے کہا۔

"فکر نہ کرو لیکن جو کچھ تم کر رہی ہو، کیا وہ تمہارے لیے مناسب ہے؟"

"میری عقل بے کار ہو کر رہ گئی ہے کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہی ہوں میں۔ بس یہ سمجھ لیجیے جناب کہ کہ انتہائی مجبوری کے عالم میں اور وہ بھی ایک ایسی لڑکی کے مل جانے کے بعد جس نے خود ہی مجھ سے یہ سب [illegible] اس طرف توجہ دی ہے۔ اسی نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ اس انداز میں اگر میں کام شروع کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دون تو میرے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ معافی چاہتی ہوں جناب، مجھے جانے دیجیے۔ آپ یہ اپنے پانچ ڈالرز واپس لے لیجیے۔ اس نے عاجزی سے کہا۔ اور میں اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دیتا ہوا بولا۔

"نہیں ڈیئر شیرون، فکر مت کرو۔ میں تمہیں بالکل پریشان نہیں کروں گا۔ اور مجھے واقعی اس بات کا بے حد افسوس ہے کہ تمہیں یہاں کوئی ملازمت نہیں ملی۔ تمہارا قیام کہاں ہے؟"

"میں بہت ہی بے کسی کے عالم میں رہ رہی ہوں۔ بڑی خوشامد وغیرہ کر کے ایک ایسی بوڑھی عورت کا سہارا حاصل کیا ہے جو یہ نہیں جانتی کہ میں کیا کر رہی ہوں بلکہ یہی سمجھتی ہے کہ میں ملازمت کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ دراصل جناب میرے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں ہے کہ کم از کم وہ رقم جمع کر کے تو اپنے گھر بھیج دوں جو قرض لے کر آئی ہوں۔ ورنہ ان لوگوں کا بُرا حال ہو جائے گا۔ میں آپ کو پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میرا تعلق بہت ہی غریب گھرانے سے ہے۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے ڈیئر شیرون لیکن یہ بتاؤ کہ اس طرح تم نے اب تک کچھ کمایا ہے؟"

"بہت تھوڑی سی رقم۔ بس یوں سمجھ لیجیے نہ ہونے کے برابر۔ ابھی مجھے یہ سب کچھ شروع کیے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ بس ایک طریقہ تلاش کیا ہے میں نے اور اس طرح میں ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرا دیتی ہوں اور مجھے میرا کمیشن مل جاتا ہے۔ یعنی پانچ ڈالر میری فیس ہے اس کے علاوہ وہ لوگ جو کچھ کماتی ہیں، اس میں سے مجھے بھی کچھ نہ کچھ دے دیتی ہیں کیونکہ یہ کام بہت خطرناک ہے اور یہ خطرہ میں نے مول لیا ہے۔ مکمل تفصیلات کے بعد ہی ان کا پتا بتایا جاتا ہے یا انہیں اطلاع دی جاتی ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا؟"

"ہاں۔ کاش میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں اور جہاں تک تمہارا اپنا معاملہ ہے تو یہ سمجھ لو کہ تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔ میں تم سے صرف گفتگو کروں گا۔"

"آپ کا بے حد شکریہ جناب! بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے جانے کی اجازت دے دیں۔" میں نے جیب سے پچاس ڈالر کا ایک نوٹ نکالا اور اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

"کچھ وقت میرے ساتھ گزارنے کا یہ معاوضہ اگر تمہیں ناکافی محسوس ہو رہا ہے تو میں اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہوں۔"

اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے پچاس ڈالر کا نوٹ دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے۔ اور پھر اس کی آنکھوں کی قندیلیں بجھ گئیں۔ اس نے کہا۔

"نہیں جناب، براہ کرم نہیں۔ یہ سب کچھ نہیں۔"

"لڑکی۔ تھوڑی دیر بیٹھو میرے پاس میں بور ہو رہا ہوں۔ تم سے باتیں کروں گا۔ صرف باتیں کروں گا۔ اور سنو مجھے اپنا پتا دے جاؤ۔ ہر چند کہ میں بھی یہاں اجنبی ہوں۔ لیکن کوشش کروں گا کہ تمہارے لیے کوئی بہتر ملازمت تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے اور جو کچھ تم کر رہی ہو نا، یہ بہت خطرناک ہے۔ اگر کسی وقت تم مقامی انتظامیہ کے ہاتھ لگ گئیں تو جانتی ہو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟"

"جانتی ہوں۔ مرنے موت۔ لیکن موت کے بعد تو انسان کو کچھ یاد نہیں رہتا۔ وہ یہ تک بھول جاتا ہے کہ گھر میں کون کسی کا انتظار کر رہا ہوتا ہے، وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ وہ کتنا مقروض ہے، وہ یہاں باتیں بھول گئی تھا جناب اس سے آپ یہ دیکھیے نا کہ مجھے فائدہ کتنا پہنچے گا۔ ویسے تو مرنا ایک انتہائی مشکل کام ہے لیکن اس طرح۔ اس طرح اگر موت آ جائے تو میں سمجھتی ہوں ٹھیک ہی ہو گا۔ اب آپ دیکھیے نا میں کر بھی کیا سکتی ہوں" میرا دل دُکھنے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔

"نہیں شیرون تمہیں زندہ رہنا چاہیے اور ایک بات اور سمجھ لو کہ تم زندہ رہو گی۔ میں تمہیں یہاں کوئی بہتر مقام دے کر جاؤں گا۔ یہ پانچ سو ڈالر اور رکھ لو۔ فی الحال میں تمہیں اس سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ انہیں اپنے کام میں لاؤ۔ جس طرح بھی مناسب سمجھو انہیں استعمال میں لاؤ۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ تمہاری اس وقت تک کی ضروریات پوری کر دیں گے جب تک میں تمہارے لیے کوئی مناسب ملازمت تلاش نہیں کر دیتا۔" اس نے پانچ سو ڈالر کے نوٹ دیکھے اور ایک بار پھر سسکنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"آپ بہت عمدہ انسان ہیں اور بھیک مانگنا بھی بُری بات نہیں ہے۔ آدمی مجبور ہو جائے تو اسے ہاتھ پھیلانے ہی پڑتے ہیں۔ میرا دل نہیں چاہتا۔ بس میں سمجھ نہیں پائی تھی کہ آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ شکریہ جناب شکریہ۔ آپ یقین کیجیے کہ میں نے زندگی میں کبھی پانچ سو ڈالر کیجا نہیں دیکھے۔ بہت غریب ہیں ہم لوگ

اصولی طور پر یہ ڈالر دیکھ کر مجھے بے ہوش ہو جانا چاہیے تھا لیکن۔ لیکن جناب ایسی بات نہیں ہے۔ ہم۔ میں کبھی صاحب دل ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ پر صرف رحم کر رہے ہیں۔"

"اب اس موضوع کو ترک کر دو۔ ہاں یہ بتاؤ کیا تم نے کبھی گورو کا رُخ بھی کیا ہے؟"

"اوہ۔ نہیں۔ وہ بہت خوفناک جگہ۔ اتنی خوفناک کہ وہاں صرف موت کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ دراصل وہ آزاد علاقہ ہے اور پولیس بھی وہاں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ کچھ عجیب سا ماحول ہے وہاں کا۔ کبھی تم وہاں گئی ہو؟"

"نہیں، کبھی نہیں۔ اور نہ ہی میری اتنی ہمت ہے۔" میں تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرتا رہا۔ اس طرح تنہائی کے لمحات کچھ شگفتہ ہو گئے تھے۔ پھر جب میں نے اسے دروازے میں رخصت کیا تو اس نے اچانک ہی میرا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگا لیا اور اس کے بعد تیزی سے مڑ کر واپس چلی گئی۔ میں نے اس سے اس کا پتا لے لیا تھا۔ لڑکی کے جانے کے بعد میں دیر تک اس کے حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ دُکھ کہاں نہیں ہے ہر جگہ۔ ہر جگہ۔ البتہ میں نے دل میں آخری فیصلہ یہی کیا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکا کم از کم اس کے لیے کوئی جگہ بنا کر یہاں سے واپس جاؤں گا حالانکہ یہ سب کچھ میرے مقصد کے خلاف تھا۔ لیکن جذبے تو انسان کو قدرت کا عطیہ ہوتے ہیں۔ سارے کام اپنی جگہ اور یہ چھوٹے موٹے کام اپنی جگہ اور اب اس کے بعد میرے پاس اس کے علاوہ سوچنے کے لیے اور کچھ نہیں تھا کہ مجھے گورو جانا ہے اور وہاں پروفیسر ساگو کو تلاش کر کے عارف جلالی کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنی ہیں تاکہ آگے چل کر فیروز گاتا کے سلسلے میں مؤثر انداز میں کام کر سکوں۔ دیکھنا یہ تھا کہ اس بار تقدیر نے میری کامیابی لکھی ہے یا ناکامی؟

"میرے وطن میں زندگی جیسی بھی تھی، حالات جیسے بھی تھے لیکن بہرطور میں نے اپنے لیے بہترین جگہ بنائی تھی اور اپنے چاروں دوستوں کے ساتھ ہر اس تفریح میں حصہ لیتا رہا تھا جو میری پسند کی ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ کچھ لوگوں کا خوف ہمیشہ دامن گیر رہا لیکن غالباً یہ میری ذہانت تھی جس نے مجھے ہمیشہ خطرات سے دُور رکھا اور میں جو کچھ کرتا رہا اس کی ہوا بھی کسی ایسے انداز میں کسی کے کانوں تک نہ پہنچی کہ مجھے قانون کی گرفت میں لیا جا سکتا اور یہ بات تو میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ میں اپنی اس فطرت کو تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ وہ نیلا رنگ جو میری زندگی میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا میرے ہمیشہ راستے روکتا تھا، اگر کبھی ذہن میں کوئی ایسا احساس پیدا بھی ہوا جس کے تحت میں نے یہ سوچا کہ زندگی اس انداز میں گزارنے کی چیز نہیں ہے، جس انداز میں، میں گزار رہا ہوں تو نیلے رنگ نے مجھے روک دیا اور ممکن تھا کہ اگر یہ لیل و نہار جاری رہتی تو میری فطرت نہ جانے کون سا روپ اختیار کر لیتی اور ایسے وقت میں مجھے شہباز احمد صاحب نے سہارا دے کر، سچی بات یہ ہے کہ زندگی کے بہتر راستوں پر لگا دیا تھا۔ یعنی میں وہ کچھ بھی کر سکتا تھا جو میری فطرت کے مطابق تھا۔ اس کے بعد نیک نام انسان بھی کہا جا سکتا تھا۔ پتا نہیں شہباز احمد صاحب کو اس سلسلے میں کیا سوجھی تھی یا میری تقدیر کا یہ کون سا حصہ تھا جس نے مجھے شہباز احمد صاحب جیسے آدمی کے حوالے کر دیا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری پسند سے مختلف نہیں تھا گو اپنے چاروں دوستوں کو مجھے اپنے ہی شہر میں چھوڑنا پڑا تھا اور نہ جانے کہاں کہاں جا کر کام کرنا پڑا تھا لیکن جہاں بھی میں جاتا وہاں میری زندگی تفریحات اور دلچسپیوں سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ اب تک جتنے واقعات پیش آئے تھے ان میں میری پسند کے تمام پہلو موجود تھے: جہاں بھی گیا تھا وہاں زندگی کو اپنی ہی پسند سے گزارنے کے مواقع میسر ہو گئے تھے اور یہی کیفیت ریاست ایمر ڈانگی بھی تھی۔ شہباز احمد صاحب نے جو کیس میرے سپرد کیا تھا وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے اتنا ہی سنسنی خیز اور خوفناک تھا کہ دوسرے کسی آدمی کو اس کے لیے تعین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایک شخص کے لیے اتنا بڑا کام کر دینا انتہائی مشکل امر تھا لیکن نہ جانے کیوں شہباز احمد صاحب میرے سلسلے میں غلط فہمی کا شکار رہتے تھے۔ اپنا تجزیہ کرتا تو ہمیشہ یہی احساس ہوتا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس میں بہت سے معاملات صرف اتفاقات کے ذریعے طے ہوتے ہیں، ورنہ میں کیا میری بساط کیا۔ اس بار بھی ایک پورے باغی گروہ سے میرا واسطہ تھا اور اس سلسلے میں یہ بات میرے علم میں آ چکی تھی کہ ایک بہت ہی ذہین آدمی موت کا شکار ہو چکا ہے۔ مجھے اس ذہین آدمی کی موت کا تو خیر کوئی خوف نہیں تھا۔ ظاہر ہے زندگی اور موت کا تو مسئلہ ہی بالکل مختلف ہو جاتا ہے لیکن

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بہر طور یہاں آنے کے بعد تو تمام چیزیں دیکھی تھیں، ان سے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا اور اس بات کا میں نے دل ہی دل میں اعتراف کیا تھا کہ یہ جگہ بھی تمام تر دلچسپیوں سے خالی نہیں ہے۔ مثلاً سب سے پہلا مسئلہ لیری وڈنیس ہی کا تھا۔ لیری وڈنیس کے بارے میں کسی نے بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کی شخصیت کیا ہے اور جب میں نے اس کی شخصیت کو دیکھا تو میری آنکھیں فرطِ مسرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بلاشبہ وہ سیاہ فام لڑکی اپنے اندر دلکشی کا ایسا خزانہ رکھتی تھی کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا، لیکن میں اب اس سلسلے میں کافی تجربہ کار ہو چکا تھا اور مجھے ہنر آ گیا تھا کہ کس طرح کس کی جانب قدم بڑھائے جائیں تاکہ ایک موثر قدم اٹھ سکے۔ چنانچہ لیری وڈنیس کو میں نے فی الحال نظر انداز کر دیا تھا۔ ویسے اس نے مجھے دعوت دی تھی اور کہا تھا کہ میں جب بھی چاہوں، اس کے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ ایک ہی ملاقات میں یہ دعوت حاصل کرنا بھی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے لیکن میں عام آدمی تو نہیں تھا۔ بہرطور اس وقت میں نے تمام مسائل بھلا دیے تھے اور صرف گوقے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ لڑکی اس وقت بھی میرے ذہن میں تازہ تھی جس نے عجیب و غریب انداز میں مجھ سے ملاقات کی تھی اور ایک انوکھی کیفیت کا شکار کر کے چلی گئی تھی۔ بہر طور وہ اس قابل تھی کہ اس کا احترام کیا جائے اور میں نے اس کا احترام کیا تھا، لیکن اب تمام چیزیں بھلا کر گوقے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ فیصلہ یہ کرنا تھا کہ گوقے میں میرا داخلہ کس حیثیت سے ہونا چاہیے۔ بہت سے منصوبے ذہن میں آتے تھے۔ ایک بے وقوف شخص کی حیثیت سے جیسے ایک باؤلا شہر میں آ گیا ہو گوقے میں داخلہ کیا رہے گا لیکن اس طرح اچھی خاصی مار کھا جاؤں گا۔ اگر بے وقوف ہونے کے باوجود بہت زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کیا تو لوگ میرے بارے میں شبہے کا شکار ہو جائیں گے اور جو کچھ مجھے گوقے کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا وہ یہی تھا کہ وہاں ہر شخص پر گہری نگاہ رکھی جاتی ہے اور ریاست ایرون کے سربراہ نے گوقے کو باغیوں کا علاقہ قرار دے دیا ہے اور انہیں اجازت دے دی ہے کہ وہاں وہ جو دل چاہے کر سکتے ہیں۔ بڑی عجیب و غریب کہانی تھی۔ بہر طور مجھے اس کہانی میں اپنا کردار تلاش کرنا تھا۔ ایک احمق آدمی کی حیثیت سے گوقے میں جانے کا فیصلہ ملتوی کر دیا اور یہ سوچا کہ مجھے

ایک شاطر اور خطرناک آدمی کی حیثیت سے گوقے میں داخل ہونا چاہیے۔ بس تھوڑی سی محنت کرنا پڑے گی اور اگر کامیابی حاصل ہو گئی تو پھر باقی مشکلات بھی حل ہو جائیں گی۔ ہو سکتا ہے اس طرح میری رسائی فیروز گانا تک ہو جائے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو بس یوں سمجھ لیا جائے کہ کام بن جائے گا۔ اس کے قریب رہ کر اس کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں لیکن اس کی قربت حاصل کرنے کے لیے جس قوت کا مظاہرہ کرنا تھا، اس کی ہمت میرے اندر تھی یا نہیں، پہلے مجھے اپنا یہ جائزہ لینا تھا۔ زندگی اور موت کی بازی تو ہر جگہ لگانی پڑتی ہے۔ اب اگر یہاں سے ناکام واپس جا کر شہباز احمد صاحب کو اپنی کہانی سناؤں تو یقینی طور پر ان کے دل میں بددلی پیدا ہو جائے گی حالانکہ میں یہ بات جانتا تھا کہ شہباز احمد صاحب مجھ پر اندھا بھروسا کرتے ہیں اور کسی بھی ہو اس بات پر یقین کرنے پر تیار نہیں ہوں گے کہ میں کسی خاص وجہ سے ناکام رہا ہوں لیکن یہ تصور ہی احمقانہ تھا۔ آخر انہوں نے مجھے یہاں بھیجا تھا اور اب تک مجھ پر بھروسا کرتے رہے تھے۔ کم از کم ان کے اس بھروسے کی ادائیگی کرنا میرے لیے انتہائی ضروری تھی۔ بہر طور گوقے جانے کے لیے کچھ انتظامات بھی کرنے تھے۔ چنانچہ دوسرے دن میں نے تقریباً تمام ہی دن خریداریوں میں گزارا اور اپنے لیے ایسا بندوبست کر لیا کہ با آسانی گوقے میں داخل ہو سکوں۔ اپنے طور پر میں نے بہت سے فیصلے کیے تھے۔ وہ جگہ ابھی دیکھی نہیں تھی لیکن اس کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں ان کا مجھے اندازہ تھا۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر میں اپنے چہرے پر میک اپ کروں گا تو اس میک اپ کو بہت جلد شناخت کر لیا جائے گا۔ وہاں ایسے آدمی کی خاص طور سے جانچ پڑتال کی جاتی ہو گی جس کے چہرے پر میک اپ کا شبہ ہو سکے اور اگر میک اپ میرے چہرے پر مل گیا تو بلاوجہ میری شخصیت مشکوک ہو جائے گی۔ اس کے برعکس یہاں ایرون میں بے شمار ایسے لوگ آ رہے تھے جو یہاں اپنی تقدیر بنانا چاہتے تھے کیونکہ یہ علاقہ دولت سے مالا مال تھا۔ ایسے ہی ایک آدمی کی حیثیت سے اگر میں گوقے میں داخل ہوں تو کیا حرج ہے۔ یہ حق تو ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی پسند کی روزی کمائے۔ چنانچہ میک اپ کا خیال دل سے نکال دیا، البتہ لباس کا انتخاب اس انداز میں کیا کہ حلیے سے کوئی شریف

آدمی معلوم نہ ہوں اور اس وقت میں امریکہ کے ایک گوالے کی سی شکل اختیار کرنے کے بعد اکڑتا ہوا گوقے کی جانب جا رہا تھا۔ ایک ٹیکسی نے مجھے گوقے کے علاقے میں چھوڑ دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گوقے کی سرحد سے دور ہی مجھے ٹیکسی سے اتار دیا تھا۔ جاتے ہوئے اس نے یہ بات مجھ سے کہہ دی تھی کہ وہ گوقے میں داخل نہیں ہو گا۔ ٹیکسی ڈرائیور سے میں نے گوقے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا پسند نہیں کی تھی۔ یہ بات میں جانتا تھا کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس کے تحت کون شخص مشکوک ہے اور کون صاف ستھرا ہے۔ اس کا فیصلہ کرنا ایک ممکن کام نہیں ہے۔ بہر طور میں نے اس علاقے کو دور سے دیکھا۔ ٹیکسی کا بل ادا کرنے کے بعد میں اس طرف بڑھ گیا تھا۔ غالباً یہ ایرون کی پرانی آبادی تھی۔ علاقہ اتنا زیادہ بدنما تو نہیں تھا جتنی اس کے بارے میں کہانیاں بنائی گئی تھیں۔ عام علاقے کی طرح یہاں بھی زندگی رواں دواں تھی۔ پرانی طرز کی عمارتوں کو خوب آراستہ کر لیا گیا۔ بے شک ان کی طرزِ تعمیر پرانی تھی لیکن ان کے اندر جو کچھ نظر آ رہا تھا وہ بہت خوب تھا۔ یہ ایک عجیب سا چکر تھا جو ابھی تک میری سمجھ سے باہر تھا۔ پتا نہیں ریاست ایرون کے سربراہ کو اس علاقے میں باغیوں کی پرورش کی کیا سوجھی تھی یا پھر وہ براہ راست بھی باغیوں سے ٹکر نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت تک جب تک کہ صورتِ حال بہتر نہ کر لے۔ آفتاب کمال سے مجھے جو کچھ معلوم ہوا تھا اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ بہر طور گوقے میں داخل ہوا اور ایک عجیب و غریب جگہ سے گزر کر میں گوقے کی اس بڑی وسیع و عریض بستی میں پہنچ گیا جہاں باغیوں کے گروہ کے گروہ پرورش پا رہے تھے۔ میں ایک سڑک سے گزرنے لگا۔ مجھے ہلکی ہلکی تالیوں کی آواز سنائی دی تھی۔ بہت سے نوجوان جو پرانے قسم کے لباس میں ملبوس تھے، ایک قطار میں کھڑے تالیاں بجا رہے تھے۔ چند ہی لمحوں کے بعد ہی مجھے ان کے درمیان سے گزرنا تھا۔ تالیاں بجانے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی، لیکن ان سب کی نگاہیں مجھ پر مرکوز تھیں۔ ان کی تعداد تقریباً بیس تھی اور وہ دس دس کی تعداد میں اس سڑک کے دونوں جانب کھڑے ہوئے تھے جو بہت زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ دکانیں کھلی ہوئی تھیں اور ان دکانوں میں کافی قیمتی سامان نظر آ رہا تھا۔ گاہک وغیرہ خال خال ہی تھے اور میں نے دکانداروں کو بھی دیکھا جو گردنیں نکال نکال کر میرا جائزہ لے رہے تھے۔ دل

ہی دل میں میں نے سوچا کہ یہاں آ بلیجنگ بات یہ ہوئی کہ طور سے نگاہ رکھی جاتی ہے لیکن ان لوگوں کا تالیاں بجانے کا مقصد کیا ہے۔ بہرطور میں ان کے درمیان سے گزر گیا اور اس کے بعد جب میں تقریباً پچاس قدم آگے بڑھ گیا تو وہ لوگ بھی منتشر ہو گئے۔ وہاں سے گھوم کر میں ایک سڑک نما گلی میں داخل ہوا اور یہاں پھر میں نے انہی دس افراد کی قطاریں دیکھیں، وہی لوگ تھے جو نہ جانے کس طرح مجھ سے پہلے اس علاقے میں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اسی انداز میں دو رویہ رک کر تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ میری آنکھوں میں ناخوشگوار تاثرات نظر آنے لگے اور میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا پھر حقیقتاً میں نے رک کر اپنے قریب والے نوجوان کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا اور پوری قوت سے اسے اس کی جگہ سے اٹھا کر اپنے سامنے کھڑا کر لیا۔ ویسے بھی وہ زیادہ وزنی یا طاقتور نوجوان نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت نمودار ہو گئی۔ میں اس سلسلے میں بالکل ہوشیار تھا کہ باقی افراد مجھ پر حملہ بھی کر سکتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو اس وقت مجھے ایک بہترین جنگ کا مظاہرہ کرنا ہوتا لیکن اچانک ہی وہ خاموش ہو گئے تھے اور وہ نوجوان جسے میں نے اٹھا کر اپنے سامنے رکھا تھا، سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"ہم..... ہم تمہارا استقبال کر رہے ہیں۔" اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کس نے کہا ہے تم سے میرا استقبال کرنے کے لیے اور کیوں استقبال کر رہے ہو؟"

"ہم تمہیں اپنی آبادیوں میں خوش آمدید کہہ رہے ہیں تم ادھر سے آنے والے ہو نا؟"

"کیا ادھر سے آنے والے ہر شخص کو تم خوش آمدید کہتے ہو؟"

"پتا نہیں۔" اس نے جواب دیا پھر آہستہ سے بولا۔ "میرا گریبان چھوڑ دو، اگر میرا لباس پھٹ گیا تو اس کا پورا پورا معاوضہ تمہیں قانونی طور پر ادا کرنا پڑے گا۔"

"اور اگر تمہارا سر پھٹ گیا تو اس کا کیا معاوضہ ہو گا پہلے سے بتا دو۔"

"بلاوجہ اپنا وقت اور طاقت ضائع کر رہے ہو تم اپنے کام سے کام رکھو اور ہمیں ہمارا کام کرنے دو۔ دراصل ہم

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تمہاری یہاں آمد سے بہت سے لوگوں کو باخبر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات تمہارے حق میں فائدہ مند بھی ہو سکتی ہے اور نقصان دہ بھی۔ اس وقت جب کہ تم یہاں کسی بڑے مقصد کے تحت آئے ہو؟" میں نے اس کا گریبان چھوڑ کر اسے زور سے دھکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچا۔ دوسرے دو آدمیوں نے اسے سنبھال لیا تھا پھر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔

یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ علاقہ کافی وسیع و عریض ہے اور یہاں آبادی عام شہر کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ یہ بات تو ممکن نہیں تھی کہ پورے علاقے کا ایک ہی دن میں جائزہ لے لیا جاتا لیکن بہرطور اس کے باوجود گوشے میں چکر لگاتے رہنا میرے لیے بے حد ضروری تھا پھر وہ لوگ مجھے کہیں اور نظر نہیں آئے اور میں آگے بڑھتا رہا۔ زندگی کے معمول میں یہاں کوئی ایسی نمایاں تبدیلی نہیں تھی جس کی بنا پر اس علاقے کو بہت عجیب و غریب کہا جا سکے۔ سوائے ابتدائی مرحلے کے۔ گلیاں، سڑکیں، بازار، دکان، مکان اور ان کے درمیان چلتے پھرتے لوگ۔ تو ذرا سا بھی نظر نہیں آتے تھے اور عام انداز میں زندگی بسر کرتے تھے۔ زندگی کے دوسرے معاملات بھی یہاں معمول کے مطابق ہی جاری تھے۔ نہ جانے کیوں اس علاقے کو اتنا عجیب و غریب کہا جاتا تھا۔ ویسے ابتدا میں تو مجھے کافی عجیب سا محسوس ہوا تھا لیکن جوں جوں آگے بڑھتا رہا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے زندگی بالکل نارمل ——— ہے پھر ایک چھوٹے سے چوک میں جا کر میں رک گیا اور میں نے ایک نگاہ دکانوں پر ڈالی۔ نگاہ گھومتی ہوئی ایک سمت پہنچی تو مجھے چار افراد نظر آئے۔ چاروں کے چاروں اپنے اپنے منہ میں موٹے موٹے سگار دبائے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں جدید ساخت کی چھوٹی رائفلیں دبی ہوئی تھیں، جن کا رخ میری ہی جانب تھا۔ میں نے ایک سرسری سی نگاہ ان پر ڈالی اور اس کے بعد دوسری نگاہ چونکی ہوئی۔ میں حیران تھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور اس طرح میری جانب رائفلیں تانے کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟ پھر وہ آہستہ آہستہ اپنا سگار چباتے ہوئے آگے بڑھے اور ایک عجیب بات میں نے محسوس ——— کی کسی کا بھی سگار سلگا ہوا نہیں تھا۔ رائفلوں والوں نے مجھے گھیر لیا اور میں سرد نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا پھر ان میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر بولا۔

"پانچ ڈالر۔"

"کیا مطلب؟"

"پانچ ڈالر ادا کر کے گوشے میں داخل ہونے کا لائسنس حاصل کر لو۔"

"یہ لائسنس کون دے گا مجھے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہم... ہمیں اس کا حق حاصل ہے، پانچ ڈالر براہ کرم۔"

"اور اگر میں ادا نہ کروں تو؟"

"غیر محفوظ ہو گے، ہر جگہ تمہیں خطرات پیش آ سکتے ہیں۔"

"میں خطروں کا کھلاڑی ہوں سمجھے؟"

"ٹھیک ہے لیکن گوشے کے کچھ قوانین ہیں اور ان کی پابندی تمہیں کرنا پڑے گی۔"

"یعنی پانچ ڈالر میرے لیے ادا کرنا بے حد ضروری ہے۔"

"وہ تو تمہارے اپنے فائدے کے لیے ہے لیکن تمہاری تلاشی لینا ہمارا حق ہے اور ہمیں اس کی اجازت حاصل ہے اگر دل چاہے تو کسی سے معلوم کر لو ورنہ بلا وجہ نقصان اٹھاؤ گے۔" میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیے۔ یہ بھی ایک بہت اچھی بات تھی کہ ان لوگوں کو آہستہ آہستہ میری جانب سے اطمینان ہو جائے اور وہ یہ بھی سمجھ لیں کہ میں آسانی سے ان کے جال میں پھنسنے والا نہیں ہوں۔ میں نے ہاتھ بلند کیے اور انہوں نے میری تلاشی لینا شروع کر دی۔ میری جیب میں اچھی خاصی تعداد میں نوٹ موجود تھے، جنہیں انہوں نے چھونے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ میں نے دل میں یہ سوچا تھا کہ اگر کوئی ایسی کارروائی کی گئی تو پھر یہیں سے کچھ نہ کچھ آغاز کر دیا جائے گا۔ ظاہر ہے میں یہاں لٹنے کے لیے تو نہیں آیا تھا لیکن حیرت ناک طریقے سے انہوں نے میرے نوٹوں کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ میری تلاشی لینے کے بعد دونوں ہاتھ خالی چھوڑ دیے اور اس کے بعد وہ شخص اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا اور اس نے ان میں سے ایک سے اپنی رائفل لے لی اور پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

"پانچ ڈالر کی ادائیگی اتنا مشکل کام نہیں ہے جب کہ تمہارے پاس اچھی خاصی تعداد میں کرنسی ہے لیکن اس پانچ ڈالر کے عوض تم جو کچھ حاصل کر لیتے وہ تمہارے لیے بہت فائدہ مند ہوتا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر میں نے یہ محسوس کیا کہ

پانچ ڈالر کی ادائیگی میرے لیے فائدہ مند ہے تو بعد میں اس کا فیصلہ کر لوں گا۔ فی الحال مجھے تمہارے تحفظ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

وہ چاروں رائفلیں شانے سے لٹکا کر وہاں سے واپس پلٹ گئے اور انہیں میں حقارت آمیز نگاہوں سے گھورتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ کافی دیر تک میں گوشے میں چکر لگاتا رہا پھر مجھے ایک ہوٹل نظر آیا۔ ویسے یہاں سے گزرتے ہوئے میں نے براکوڈو کو بھی دیکھ لیا تھا۔ ہوٹل براکوڈو کا مجھے خاص طور سے حوالہ دیا گیا تھا کیونکہ یہیں میری ملاقات پروفیسر مارک سے ہو سکتی ہے لیکن اس وقت میں نے براکوڈو کا خاص طور سے رخ نہیں کیا تھا تاکہ کوئی شبے کا شکار نہ ہونے پائے۔ جو ریسٹورنٹ میرے سامنے آیا تھا وہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور اس میں بمشکل تمام جگہ نکالنی پڑی تھی لیکن حیران کن بات یہ بھی کہ یہاں موجود لوگوں نے بھی مجھے تعجب بھری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ میں اس جگہ بیٹھ گیا جو میں نے تلاش کی تھی اور اس کے بعد میں نے میز پر ہاتھ مار کر ویٹر کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ ویٹر نے گردن گھما کر مجھے دیکھا اور پھر منہ بنا کر وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک لمحے کے لیے میں گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا اور اس کے بعد انتظار کرتا رہا۔ ایک بار پھر میں نے ویٹر کو اشارے سے اپنے پاس بلایا لیکن وہ مجھے نظرانداز کر کے آگے بڑھنے لگا تو میں نے اچانک ہی اپنی کرسی کھسکائی اور اچھل کر اس کی گردن دبوچ لی۔ ویٹر کے ہاتھوں میں ٹرے تھی، جو نیچے گر پڑی۔ ساتھ ہی برتنوں کے کھنکنے کی آوازیں ابھریں اور لوگ چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ ویٹر نے میری طرف رخ کیا تو میں نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا اور اس کے ساتھ ہی ویٹر چند قدموں پر لڑکھڑا گیا لیکن اس نے خود کو سنبھالا اور میں نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"اندھے ہو یا بہرے، میں نے تمہیں آواز بھی دی تھی اور اشارہ بھی کیا تھا؟"

"مم... مم... میں!" ویٹر نے ادھر ادھر دیکھا۔ کوئی اس کی مدد کے لیے نہیں آیا تھا۔ میں اسے گریبان سے پکڑے ہوئے اپنی میز کے قریب لایا، کرسی پر بیٹھا، تب اس کا گریبان چھوڑا۔

"اب یہاں سے میرا آرڈر لو اور میرے لیے کھانا لاؤ۔" دفعتاً ہی ایک خونخوار آواز مجھے سنائی دی اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک پست قد لیکن چوڑے چکلے جسم والا آدمی غراتا ہوا میری جانب آ رہا تھا۔ فوراً ہی لوگوں نے اپنی اپنی میزیں خالی کرنا شروع کر دیں اور ایک حیران کن بات یہ ہوئی کہ انہوں نے خود ہی میزیں پیچھے ہٹانا شروع کر دی تھیں اور درمیان میں اتنی جگہ بنا دی تھی کہ اگر اس کی اور میری جنگ ہو تو کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔ تمام ہی لوگ حیرت و دلچسپی سے مجھے اور آنے والے پست قد کو دیکھ رہے تھے۔ میں اپنی میز پر اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ پست قامت میری میز کے قریب پہنچ کر غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیا موت تمہیں یہاں لائی ہے، کون ہو تم؟"

"اپنا تعارف کرانا پسند کرو گے؟" میں نے اسے خونخوار نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا تعارف حاصل کرنے کے بعد تم اس قابل نہیں رہو گے کہ مزید مجھ سے کوئی گفتگو کر سکو۔"

"ٹھیک ہے، میں نے یہاں ویٹر سے کھانا طلب کیا تھا اور چونکہ یہ ایک ہوٹل ہے، اس لیے کھانا طلب کرنا میرا حق ہے لیکن اگر تم اس سے میری کوئی آزمائش چاہتے ہو تو تمہاری مرضی۔" میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے لات مار کر میز کو ایک طرف لڑھکا دیا پھر کرسی کو بھی اٹھا کر ایک جانب پھینک دیا، گویا میں نے اس سے جنگ کے لیے جگہ بنائی تھی۔ یہ فیصلہ میں نے پہلے ہی کر لیا تھا کہ گوشے میں ایک بزدل آدمی کی حیثیت سے نہیں داخل ہونا بلکہ کچھ کر کے دکھانا ہے اور اگر کچھ کر لیا تو اس کا مقصد ہے کہ یہاں میرا رعب قائم ہو جائے گا۔ ایسے علاقوں کے بارے میں میں اچھی طرح جانتا تھا۔ دفعتاً ہی دبلا پتلا آدمی ایک جگہ سے نکلا اور اس نے لوگوں سے گفتگو کرنا شروع کر دی۔ ایک عجیب و غریب کھیل شروع ہو گیا تھا۔ وہ لوگوں سے میرے اور پست قد شخص کے درمیان ہونے والی فائٹ کے سلسلے میں شرطیں لگا رہا تھا اور نوٹ بٹور رہا تھا۔ مجھے ایک لمحے کے لیے ہنسی سی آ گئی۔ اس شخص نے فوراً ہی اس جھگڑے میں اپنا کاروبار شروع کر دیا تھا۔ کافی لوگ اس کاروبار میں دلچسپی لے رہے تھے اور مجھ پر شرط لگ رہا تھا۔ ادھر وہ پست قامت آدمی ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ غالباً وہ بھی انتظار کر رہا تھا کہ وہ شخص اچھی خاصی رقم جمع کر لے تو پھر جھگڑا شروع کیا جائے۔ میں انتظار کرتا رہا اور پھر میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اگر کھانے کا وقت نکل گیا تو پھر میں تمہیں کھا جاؤں گا، سمجھے۔" میرا مخاطب وہی پست قد آدمی تھا۔ اس نے اپنا واسکوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ سر پر پہنا ہوا ہیٹ بھی ایک سمت رکھ دیا لیکن میں نے اپنے لباس

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی تھی۔ پھر وہ شخص آستینیں چڑھا کر گھونسے بنا کر تیار ہو گیا۔ غالباً وہ مجھ سے باکسنگ کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا۔ میں بھی پوزیشن لے کر اس کے سامنے آ گیا۔ یہ سارا بچکانہ کھیل ہوتا تھا اور اس کے بغیر کام بننا مشکل نظر آ رہا تھا۔ اس شخص کا رنگ مٹیالا تھا اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی لیکن چہرہ کافی خطرناک معلوم ہوتا تھا اور غالباً وہ ایک اچھا باکسر بھی تھا۔ حالانکہ اس کا جسم موٹاپے کی طرف مائل تھا لیکن اپنی حرکات و سکنات سے وہ بہت پھرتیلا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور پھر فوراً ہی اپنی لات بھی چلا دی۔ غالباً وہ کک باکسر تھا۔ لیکن میں اب پوری طرح ہوشیار تھا۔ میں نے ایک زوردار ٹھوکر اس کی آگے بڑھنے والی ٹانگ پر ماری۔ اس کا توازن بگڑ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میرا طاقتور گھونسا اس کی ٹھوڑی کے نچلے حصے میں پڑا اور لوگوں نے اس کی گردن پیچھے مڑتے ہوئے دیکھی۔ ٹھوکر کی چوٹ بھی شدید تھی اور ٹھوڑی پر ضرب بھی۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے لگا۔ لیکن میں نے گھوم کر ایک لات اس کی کمر پر مزید رسید کر دی اور وہ کئی فٹ اونچا اچھل کر اوندھے منہ زمین پر آ رہا۔ میں نے اسے ایک لمحہ نہیں دیا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ زمین پر پھیل گئے تھے۔ پاؤں رکھ کر میں نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ چاروں طرف سکوت چھا گیا تھا اور ایک انوکھی سی خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ میں نے غراتے ہوئے لہجے میں ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

"کیا میں اسے ختم کر دوں؟"

"نہیں نہیں بالکل نہیں۔" بہت سے لوگوں نے کہا۔

اور میں نے اس پر سے اپنا پاؤں ہٹا کر ایک زوردار ٹھوکر اس کی کمر پر ماری جس سے اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ وہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے یہ کام صرف دس سیکنڈ میں کر دکھایا تھا۔ دراصل میں اس قسم کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا تاکہ دوسروں کی جرأت ختم ہو جائے۔ درحقیقت بڑی کارآمد کوشش رہی تھی میری۔ لوگ چند لمحات تو ساکت رہے اور جب انہوں نے دیکھا کہ مجھ سے مقابلے کے لیے آنے والا چند ہی لمحات کے بعد زمین سے اٹھنے کے قابل نہیں رہ گیا تو جن لوگوں نے میرے خلاف شرط لگائی تھی ان کے چہرے لٹک گئے۔ البتہ اس شخص نے جو سٹہ لگا رکھا تھا فوراً ہی لوگوں سے رقم کی وصولی اور اس کی واپسی شروع کر دی تھی۔ چند ہی افراد ایسے تھے جنہیں رقم واپس کرنا پڑی۔ سبھی نے اس لمبے قامت پر رقم لگائی تھی۔ پھر دو آدمی اس لمبے قامت کو سہارا دے کر لے گئے اور اس کے بعد پھر یہاں کی ہی اپنی جگہ پر بحال ہونے لگیں۔ میں نے بھی اپنی میز سیدھی کی، کرسی بچھائی اور اس کے بعد آ کر شکر اس پر بیٹھ گیا۔ چند ہی لمحات نہیں گزرے تھے کہ وہی ویٹر جسے میں نے کھانے کا آرڈر دیا تھا کھانے کی ٹرے سجائے ہوئے میرے سامنے پہنچ گیا اور اس نے کھانا بڑے ادب سے میرے سامنے میز پر سجا دیا۔ میں نے کھانا شروع کر دیا تھا۔ لوگوں کی نگاہیں اب بھی میری جانب اٹھی ہوئی تھیں اور میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ وہ دبی دبی زبان سے میرے بارے میں باتیں کر رہے تھے اور وہ شخص جس نے مجھ پر سٹہ لگایا تھا ایک سمت کھڑا غالباً کسی اور شخص سے گفتگو کر رہا تھا۔ کھانے کے بعد میں نے اطمینان سے پانی پیا اور اس کے بعد انگلی کے اشارے سے اس شخص کو قریب بلایا جس نے مجھ پر سٹہ لگایا تھا۔ وہ دانت نکالے ہوئے میرے قریب آ گیا تھا۔

"کتنی رقم کمائی تم نے؟"

"ستر ڈالر ماسٹر۔ ستر ڈالر۔"

"لاؤ اس میں سے پینتیس ڈالر میرے حوالے کر دو۔"

"کک۔ کیوں۔؟" اس نے سوال کیا۔ اور جواب میں میں کھڑا ہو گیا۔

"ہم۔ میرا مطلب ہے کہ صرف پینتیس کیوں۔ تمہارا معاوضہ تو چالیس ڈالر بنتا ہے۔ یہ لو۔ یہ لو۔" اس نے جیب سے چالیس ڈالر کے نوٹ نکال کر میرے سامنے رکھ دیئے اور میں نے انہیں گنے بغیر جیب میں ٹھونس لیا۔ وہ شخص کان دبا کر باہر نکل گیا تھا۔ ابھی تک کوششیں کارآمد رہی تھیں اور میں اپنی ان کوششوں میں پوری طرح کامران رہا تھا۔ یہاں یہ ساری حرکتیں کرنا بے حد ضروری تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا اور ایک بار پھر گودے کی سڑکوں پر نکل آیا۔ پھر زیادہ دور نہیں جانا پڑا تھا مجھے کہ ایک شخص میرے قریب پہنچ گیا۔

"کیا تم گودے میں قیام کرو گے ماسٹر؟" اس نے پوچھا۔ اور میں بھنویں اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"حالانکہ یہاں اچھے ہوٹل نہیں ہیں۔ لیکن اگر کوئی قیام کرنا چاہے تو میں ایسی جگہ کا بندوبست کر سکتا ہوں جو نسبتاً بہتر اور صاف ستھری ہو اور معاوضہ بھی زیادہ نہ ہو۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"آپ مجھے جیبن کہہ سکتے ہیں ماسٹر۔ مسٹر جیبن کے نام سے میں یہاں پہچانا جاتا ہوں۔"

"ابھی کچھ وقت باقی ہے مسٹر جیبن! میں اگر کسی جگہ کو پسند نہ کر سکا تو پھر تم سے رجوع کروں گا۔"

"ایک بات عرض کروں ماسٹر! برا نہ مانیں۔" اس نے کہا۔

"کہو۔"

"پانچ ڈالر ادا کر کے لائسنس بنوا لیتے تو اچھا تھا۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بعد وہ شخص تم تک نہ پہنچ پاتا اور نہ ویٹر کھانا لانے میں دیر کرتا۔"

میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

"لیکن اس کے بدلے میں نے چالیس ڈالر کما لیے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ لیکن یہ دیرپا نہیں ہو سکتے۔ تاہم آپ کی مرضی۔ تو پھر میں تم سے دوبارہ ملاقات کروں گا۔ یہ بات معلوم کر لینا میرے لیے مشکل نہیں ہو گا کہ تم اس وقت کہاں ہو۔" اس نے کہا اور تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ واقعی دلچسپ جگہ تھی۔ دلچسپ اور انوکھی۔ اگر یہاں صرف تفریح کی غرض سے آیا جاتا تو بلاشبہ ہم اسے ایک بہترین تفریح قرار دے سکتے تھے۔ ہر جگہ انوکھے مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ بالآخر میں نے براکوڈو کا رخ کیا۔ ویسے بھی شام جھک گئی تھی اور فضا میں مکمل طور پر اندھیرا چھا گیا تھا۔ براکوڈو میں خوب روشنیاں تھیں اور یہاں کے ماحول میں بھی وہی بے ڈھنگا پن پایا جاتا تھا۔ تقریباً ساری ہی میزیں بھری ہوئی تھیں۔ ان میں خواتین بھی تھیں، مرد بھی تھے۔ زیادہ تر مقامی لوگ تھے۔ اکا دکا باہر کے لوگ بھی نظر آتے تھے لیکن یقینی طور پر یا تو وہ لائسنس یافتہ تھے یا پھر ایسے جو یہاں کچھ حیثیت رکھتے تھے۔ صرف عام لوگوں کے لیے یہ جگہ خاصی مشکل ثابت ہو سکتی تھی۔ بھری ہوئی میزوں کے درمیان میں نے بیٹھنے کی جگہ تلاش کی اور پھر ایک قطار میں کچھ میزیں اور کرسیاں خالی پڑی دیکھ کر ان کی جانب بڑھ گیا۔ تقریباً آٹھ میزیں تھیں جن کے گرد خصوصاً کرسیاں لگائی گئی تھی۔ ہو سکتا ہو یہ کسی کے لیے ریزرو ہوں۔ لیکن میں وہی جنگلی پن کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہاں ہنگامہ کیے بغیر گزارہ نہیں تھا۔ انہیں میں سے ایک کرسی پر میں بیٹھ گیا۔ کسی نے میری جانب توجہ نہیں دی تھی۔ نہ ہی کوئی مجھے اٹھانے آیا تھا۔ مجھ سے آخری سرے پر ایک خوبصورت سی لڑکی بھی آ کر بیٹھ گئی تھی۔ جو تھی تو مقامی ہی لیکن اچھی خاصی شکل و صورت کی مالک تھی۔ یہ بات میں نے خاص طور سے محسوس کی تھی کہ یہاں لڑکیاں اچھی تھیں۔ رنگ سیاہ تھے لیکن نقوش خاص افریقیوں جیسے نہیں تھے، جبکہ مرد عموماً بھدے اور بے ڈھنگے تھے۔ بہر طور میں بیٹھا رہا۔ کچھ ہی دور پر ایک اور نوجوان آ کر بیٹھ گیا۔ یہ لمبی قامت کا ایک مقامی شخص تھا جس کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح صاف اور شفاف تھا۔ یقینی طور پر اسے صاف کرایا گیا تھا۔ وہ خاموشی سے وہاں بیٹھ گیا۔ کسی نے میری جانب توجہ نہیں دی تھی۔ وقت گزرتا رہا۔ میں نے کھانے پینے کی کچھ اشیاء طلب کیں تو یہاں مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور میری مطلوبہ اشیاء میری میز پر سجا دی گئیں۔ اور میں ان سے شغل کرنے لگا۔ گرانی فروش تھے اور کافی تھی۔ بہت دیر اس طرح گزر گئی اور پھر سامنے بنے ہوئے اسٹیج پر تیز روشنی کا ایک ہالہ نمودار ہوا اور اس کے ساتھ ہی موسیقی کی آوازیں کہیں سے ابھرنے لگیں۔ ایک حسین و جمیل نوخیز لڑکی گھٹنوں تک زرد اسکرٹ میں ملبوس اسٹیج کے پیچھے سے نکلی اور رقص کرنے لگی۔ سازوں کی آوازیں بے تال تھیں۔ اور اس سے زیادہ بے ہنگم وہ رقص تھا جو وہ لڑکی کر رہی تھی۔ لیکن یہاں موجود لوگ تالیاں پیٹ رہے تھے۔ سیٹیاں بجا رہے تھے اور بے ہودہ آوازیں ابھر رہی تھیں۔ لڑکی کے رقص میں کوئی رقاصی پن نہیں تھا۔ بس یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ اپنے جسم کو گردش دے کر رقص کا نمونہ پیش کر رہی ہو لیکن شکل و صورت اس کی بھی اچھی تھی۔ البتہ میں نے محسوس کیا کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی، جسے بے ہودہ اور بے ڈھنگا کہا جا سکے۔

"ہیلو۔" اخلاقاً میں نے بھی اسے ہیلو کیا تو وہ بولی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"ضروری ہے نام بتانا؟" میں نے جواب دیا۔

"نہ بتاؤ اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں ساڑھے نو بجے یہاں سے اٹھ جاؤں گی۔"

"تو پھر؟"

"مطلب۔" اس نے کسی قدر حیرانی سے مجھے دیکھا اور میں اسے گھورنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"مطلب تو تم بتاؤ گی بڑی بی!" میرے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے حیرت اور دوسرے لمحے غصے کے تاثرات پھیل گئے۔ پھر اس نے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تمہیں میری توہین کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں تمہاری مالک ہوں سمجھے۔ تمہاری مالک۔" ایک لمحے کے لیے میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ میری مالک کہاں سے نمودار ہو گئی۔ میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا تو اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں نے پندرہ ڈالر ادا کر دیے ہیں سمجھے۔ پورے پندرہ ڈالر اور تمہیں پچاس ڈالر ملیں گے۔ میں کوئی معمولی عورت نہیں ہوں۔"

"مگر کس بات کے معزز خاتون؟"

"یہ تو میں تمہیں یہاں سے چلنے کے بعد بتاؤں گی۔" اس نے عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میں پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا۔ تب اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا واقعی تم نہیں جانتے۔"

"کیا جانتا ہوں کیا نہیں جانتا اس کی کچھ تفصیل تو بتاؤ مجھے۔" میں نے پریشان لہجے میں کہا اور پچاس سالہ عورت کے چہرے پر بھی الجھن کے آثار پھیل گئے پھر اس نے کہا۔

"تو پھر اس میز پر مرنے کیوں آ گئے تھے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ براکوڈو میں یہ خالی کرسیاں کس لیے پڑی ہوتی ہیں۔" میں نے فیصلہ کیا کہ بوڑھی عورت کے ساتھ سخت رویہ مناسب نہیں رہے گا۔ کم از کم معلومات حاصل کرنے کے لیے کسی نہ کسی سے تو دوستی کرنی پڑے گی۔ چنانچہ میں مسکرایا اور آہستہ سے اس سے کہا۔

"یہ میزیں ان لوگوں کے لیے ہوتی ہیں جو گاہکوں کی تلاش میں آتے ہیں۔ یعنی تم خود مطلب سمجھ لو۔ یہاں صرف وہ لوگ آ کر بیٹھتے ہیں جنہیں اپنے لیے گاہک کی تلاش ہو اور ہوٹل والے یہ کرسیاں انہیں کے لیے خالی رکھتے ہیں۔ اب دیکھو وہ لڑکی اور وہ نوجوان ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اگر چاہتی تو اس نوجوان کے سلسلے میں بات کر سکتی تھی۔ مگر مجھے تم پسند آئے۔ میں نے پندرہ ڈالر یہاں کا کمیشن ادا کر دیا۔ باقی تمہاری تمام ادائیگیاں میری طرف سے ہوں گی۔ مثلاً جو تم کھا چکے ہو اس کا بل میں براکوڈو کو ادا کروں گی اور اس کے بعد تم میرے ساتھ چلو گے۔ آہ! کیا میرے پندرہ ڈالر ڈوب گئے؟" میں نے بوکھلا کر سر کھجایا تھا۔ اس سے پہلے بہت سے واقعات دیکھے تھے۔ اس قسم کے کلب اور ہوٹل دیکھے تھے۔ لیکن یہ اپنی نوعیت کا واحد ہوٹل تھا جہاں مجھے پندرہ ڈالر میں خرید لیا گیا تھا اور میرا کمیشن ادا کر دیا گیا تھا۔ اگر اپنے چاروں ساتھیوں کو بتاتا تو قہقہے لگا لگا کر مر جاتے۔ لیکن افسوس وہ یہاں موجود نہیں تھے۔ ویسے میرے لیے یہ تجربہ انتہائی دلچسپ تھا۔ دفعتاً میں مسکرایا اور آہستہ سے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ کس نام سے مخاطب کر سکتا ہوں؟"

"لیڈی مسولینا۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔ اس کا سانس ابھی تک پھولا ہوا تھا۔

"سوری لیڈی! اشتباہ میں نے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیے ہیں جو تمہیں ناگوار گزرے ہوں۔ میں ان کے لیے معافی چاہتا ہوں۔" تب اس نے تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر وہ ایک دم مسکرا دی۔

"چلو کوئی بات نہیں میں نے معاف کر دیا۔" بڑی عاشقانہ قسم کی مسکراہٹ تھی۔ میرے دیوتا کوچ کر گئے تھے۔ زندگی میں یہ دن بھی دیکھنا نصیب ہوگا۔ لیکن سوچا بھی نہیں تھا۔ محترمہ گوشت کا پہاڑ تھیں لیکن خاصے اچھے ذوق کی مالک۔ کیونکہ انہوں نے میری پوری پوری قیمت ادا کر دی تھی۔ پھر بعد میں انہوں نے میرا براکوڈو کا بل بھی ادا کیا اور اس کے بعد گھڑی دیکھتی ہوئی بولیں۔

"چلیں۔"

"چلیے۔" میں نے کہا۔ اپنے آپ پر خود ہی ہنسی آ رہی تھی۔ تاہم میں نے ان کا ساتھ دیا۔ وہ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک خوبصورت اور بہت ہی کشادہ قسم کی کار میں جا بیٹھیں جس میں ڈرائیور بھی موجود تھا۔ واقعی صاحب حیثیت معلوم ہوتی تھیں۔ مجھے بھی ان کے قریب ہی بیٹھنا پڑا۔ لیکن کار کا سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ وہ جس عمارت کے سامنے رکی تھی وہ بڑی تو نہیں تھی۔ لیکن اچھی صاف ستھری بنی ہوئی تھی۔ باہر پھول وغیرہ بھی نظر آ رہے تھے۔ عمارت میں اس خاتون کے علاوہ دو ملازم نظر آ رہے تھے۔ مجھے ایک سجی سجائی خوابگاہ میں لے جایا گیا جہاں ایک وسیع و عریض مسہری اس خاتون کے سائز کی پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولیں۔

"کھانا کھاؤ گے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے براکوڈو میں کچھ کھا لیا تھا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ شراب تو پیو گے؟"

"نہیں، وہ بھی نہیں۔"

"کیوں؟" انہوں نے حیرانی سے کہا۔

"اس لیے کہ میں نہیں پیتا۔"

"اوہ۔ لیکن لیکن۔ خیر۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور ایک سمت بڑھ گئیں۔ ایک الماری سے انہوں نے کچھ لباس نکالے اور بے حجابی سے میرے سامنے ہی انہیں تبدیل کرنے لگیں۔ میں نے دل ہی دل میں بڑی بی کو کوستے ہوئے کہا کہ آخری عمر میں قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہو کسی بھی لمحے اس موٹاپے کی وجہ سے ہارٹ فیل ہو سکتا ہے۔ لیکن بڑی بی نے ایک خوبصورت گاؤن پہنا اور پھر ایک جانب بڑھ گئیں۔ وہاں سے انہوں نے شراب کی بوتل اور گلاس وغیرہ نکالے اور انہیں میز پر سجا کر میرے نزدیک ہی بیٹھ گئیں۔ پھر انہوں نے مجھے وحشیانہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں باہر سے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"دولت کی تلاش میں؟"

"ہاں!"

"مسٹر سارکو۔ پروفیسر سارکو کو جانتی ہیں؟"

"اوہو۔ پروفیسر سارک۔ میرا خیال ہے ان کے بارے میں تمہیں ریئن بو سے معلوم ہو جائے گا۔"

"ریئن بو کیا ہے؟"

"ریئن بو باتھ، کسی سے بھی پوچھ لینا۔ آسانی سے تمہیں وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ ویسے کیا تم لائسنس لے چکے ہو۔"

"یہ لائسنس کیا ہوتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کچھ لوگوں نے رائفل کے بل پر مجھ سے لائسنس فیس مانگنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں نے تسلیم نہ کیا۔"

"بے وقوف ہو۔ پانچ ڈالر ادا کر دیتے۔ ہر مصیبت سے بچ جاتے۔ یہاں پانچ ڈالر ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے فیروز گانا کی برتری قبول کر لی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"فیروز گانا کو بھی نہیں جانتے۔ تو پھر کیا جانتے ہو۔ ایلڈ ڈانا میں کیوں آ مرے۔"

"نہیں نہیں فیروز گانا کو تو جانتا ہوں۔ مگر۔"

"فیروز گانا کے فنڈ میں پانچ ڈالر جمع کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کے مقصد سے متفق ہو اور یہاں وہی کار رہتے ہیں جو فیروز گانا کے مقصد سے متفق ہوں۔ میری مانو تو کل پانچ ڈالر ادا کر دو۔"

"مگر کس لیے؟"

"میں تمہیں اس کے بارے میں بھی تفصیلات بتا دوں گی۔" بوڑھی عورت نے کہا اور پھر بولی۔

"اب بے کار وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ تھوڑی بہت میرے ساتھ پیو۔"

"نہیں معافی چاہتا ہوں۔"

"عجیب بدنما آدمی ہو۔" اس نے کہا۔ میں چند لمحات اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"مسٹر سارکو سے اگر ملاقات ہو جائے تو بڑا اچھا ہوگا۔"

"ریئن بو باتھ چلے جانا۔ وہاں کوئی نہ کوئی تمہیں اس کے بارے میں بتا دے گا۔"

"کیا مسٹر سارکو ریئن بو باتھ میں ملتے ہیں؟"

"نہیں، وہاں ان کے بہت سے شناسا ہیں۔ وہ بتا دیں گے کہ مسٹر سارکو کہاں ہیں۔"

"ویسے یہ پروفیسر سارکو ہیں کون؟"

"بس آدمی ہیں۔ فیروز گانا کے حامی ہیں اور اسی علاقے میں رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"گڈ گڈ۔" میں نے کہا اور اس کے بعد کے لمحات بڑے مضحکہ خیز تھے۔ مجھ پر جو بیت رہی تھی وہ میرے لیے بڑی دلچسپ اور انوکھی حیثیت رکھتی تھی۔ لیکن بہرطور ان بوڑھی محترمہ کو سنبھالنا میرے لیے کچھ مشکل نہیں تھا۔ ان کی گردن کے ایک مخصوص حصے پر میں نے اپنا پیار بھرا ہاتھ رکھا اور ان کے گول مٹول ہاتھ میری کمر کے گرد لپٹ گئے۔ لیکن میں نے ان کی گردن پر جس جگہ ہاتھ رکھا تھا۔ وہ جگہ بڑی نازک مگر مقصد کے لیے بہت ضروری تھی چنانچہ ایک رگ دبانے سے ان کی ذہنی قوتیں جواب دینے لگیں۔ ان کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے نشیلے تاثرات نظر آئے اور پھر ان کی موٹی گردن جسے گردن نہیں کہا جا سکتا تھا، ایک جانب ڈھلک گئی۔ میں نے انہیں بڑے سکون سے بستر پر لٹا دیا تھا۔ دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ اسی وقت یہاں سے نکل کر ریئن بو باتھ کا رخ کروں۔ لیکن رات کافی ہو چکی تھی اور جو مناظر میں نے یہاں دیکھے تھے۔ ان کے تحت یہ اندازہ لگانا بہت آسان تھا کہ باہر میرے لیے کیا کیا خطرات کہاں کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ ویسے دل میں سوچا تھا کہ پانچ ڈالر کی ادائیگی کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ خاتون ہی سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی اور اس کے بعد میں یہاں زیادہ آسانی سے کام کر سکتا ہوں۔ ریئن بو باتھ کا رخ کل ہی کرنا تھا۔ رات کو بہت دیر تک جاگتا رہا۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہاں سونا ایک مشکل کام تھا۔ لیکن بہرطور مسہری کے ایک گوشے میں سو گیا اور صبح کو خوب دھوپ نکلے آنکھ کھلی تھی۔ میں نے گردن گھما کر خترمہ کو دیکھا، تو وہ میرے نزدیک ہی موجود تھیں اور ان کے چہرے پر نہایت احمقانہ تاثرات تھے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ مجھے دیکھ رہی تھی پھر انہوں نے عجیب سے انداز میں گردن ہلائی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر غالباً غسل خانہ کی سمت بڑھ گئیں۔ البتہ انہوں نے مجھے صبح کے ناشتے کے لیے نہیں پوچھا تھا اور پچاس ڈالر کا نوٹ نکال کر میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا تھا۔

"دفع ہو جاؤ۔"

"اور وہ پانچ ڈالر جو آپ کہہ رہی تھیں۔"

"دفع ہو جاؤ۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

"مم۔ مگر۔ مگر۔"

"میں نے کہا نا دفع ہو جاؤ۔ نکل جاؤ یہاں سے فوراً فوراً"۔ وہ تلملائیں اور میں شانے اچکا کر وہاں سے باہر نکل گیا۔ عمدہ جگہ تھی۔ لیوے ڈالر کما چکا تھا۔ اگر آمدنی کا یہی حساب کتاب رہا تو یہاں سے اچھی خاصی رقم لے کر جاؤں گا۔ میں باہر نکلا تو مجھے ہنسی آگئی۔ اس کے بعد کسی ہوٹل میں ناشتہ کرنا ضروری تھا۔ میں نے ایک ہوٹل کا انتخاب کیا۔ یہاں میرے ساتھ وہ بدسلوکی تو نہیں ہوئی تھی۔ لیکن ایک کھچا کھچا پن میں مسلسل محسوس کر رہا تھا اور یہ میرے لیے تعجب خیز بات تھی۔ آخر لوگوں کو کیسے معلوم ہو جاتا تھا کہ کون لائسنس یافتہ ہے اور کون نہیں ہے۔ سب کا انداز ایک ہی جیسا محسوس ہو رہا تھا۔ چونکہ یہ بات معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ مجھے پانچ ڈالر ادا کر کے لائسنس کہاں سے حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کام کو بھی کچھ دیر کے لیے ملتوی کر دیا اور جب ہوٹل سے باہر نکلنے کے لیے سوچا تو اس ویٹر کو جسے میں نے بل ادا کیا تھا مزید ایک ڈالر کا نوٹ ادا کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم مجھے ربن بو باتھ کے بارے میں بتا سکتے ہو؟"

"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔ ایک ڈالر کے نوٹ نے اسے کسی قدر نرم کر دیا تھا۔

میں تمام تر ادائیگیاں وغیرہ ادا کرنے کے بعد ربن بو باتھ کی جانب چل پڑا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ربن بو باتھ بھی کوئی ایسی ہی جگہ ہوگی۔ لیکن بورڈ دیکھا جو کافی خوبصورتی سے بنا ہوا تھا، اور اس کے بعد اس کے عقب میں جو عمارت نظر آ رہی تھی وہ بھی ذرا سلیقے ہی کی تھی۔ کافی خوشنما لگ رہی تھی باہر سے شیشے کی دیواریں، موزائیک کا فرش اونچی اونچی چھتیں، عام غسل خانوں سے ہٹ کر ربن بو باتھ مجھے بہت پسند آیا۔ بہرطور میں اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ہی ایک کاؤنٹر کے پیچھے ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے ایک ڈالر کا نوٹ اس کے سامنے رکھا اور لڑکی سے پوچھا۔

"ربن بو باتھ میں پہلی بار آیا ہوں۔ کیا تم یہاں کے بارے میں گائیڈ کر سکتی ہو؟"

"کیا گائیڈ کرنا ہے؟"

"میرا مطلب ہے مجھے کہاں جانا ہے کیا کرنا ہے؟"

"سامنے کے حصے سے اندر چلے جاؤ۔ وہاں تمہیں ضرورت کی ہر چیز مل جائے گی۔" میں نے گردن خم کی اور اس کے بتائے ہوئے حصے کی طرف چل پڑا۔

میں ابھی پروفیسر سارکو کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ذرا اس جگہ سے واقفیت حاصل کر لوں، یہ اندازہ لگا لوں کہ کون میرا معاون بن سکتا ہے۔ اندر پہنچا بہروف تھا۔ پانچ چوڑے چوڑے تیرے کے زینے تھے۔ اور درمیان میں حوض بنا ہوا تھا۔ جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ دیواروں پر بہت خوبصورت کھونٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ جن میں سے ہر کھونٹی پر تولیے لٹکے ہوئے تھے۔ پورے ہال نما کمرے میں اس وقت میرے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ جگہ جگہ دروازے بنے ہوئے تھے۔ میں ایک جگہ کھڑے ہو کر ربن بو باتھ کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن اچانک ہی مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی اور عقب سے کسی کے دو بازو میرے بغلوں کے نیچے سے نکل کر گردن پر آ جمے۔ یہ ایک خاص قسم کا داؤ تھا، جو مجھ پر اچانک ہی لگا دیا گیا بازو سخت اور مضبوط تھے۔ میں نے ایک لمحے میں اپنے جسم کو ہلکا سا موڑ دیا۔ اور عقب میں ایک کہنی اس کے سینے پر رسید کی جس کے بازو میری گردن میں آ پھنسے تھے۔ غیر متوقع چوٹ لگنے سے بے سے حملہ آور کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا داؤ خود بخود چھوٹ گیا تھا۔ لیکن مضبوط جسم کا خطرناک سیاہ فام آدمی تھا۔ اس کے بال گھنگھریالے تھے، اس نے اپنے جسم پر صرف ایک سرخ نیکر پہنی ہوئی تھی جس کے نیفے میں اسپرنگ سے کھلنے والا چاقو لٹکا ہوا نظر آ رہا تھا۔ وہ شکاری کتے کی طرح غراتا ہوا میری طرف بڑھا اور میں نے فوراً ہی پلٹ کر اس کے سینے پر لات ماری وہ لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹا اور گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ میں سمجھا کہ وہ میرے پیٹ یا سینے پر ٹکر مارے گا۔ اور میں نے خود کو اس حملے کے لیے تیار کر دیا۔ اور اس نے چھلانگ لگا دی اور

سیدھا میرے اوپر آ رہا۔ مگر میں پہلے ہی اس کے لیے تیار تھا۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں پر روکا، پیچھے جھکا اور پھر اسے پوری قوت سے اٹھا کر حوض میں پھینک دیا۔ لیکن وہ کم بخت درمیان ہی سے الٹی چھلانگ لگا کر واپس اس جگہ آ گیا تھا۔ اس کا یہ طریقہ کار بلاشبہ کافی خطرناک تھا۔ بہرطور سامنے آنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اس کے بعد اس نے اپنے نیفے سے چاقو نکال لیا۔ چاقو اسپرنگ دبانے سے کھل گیا تھا اور میرے لیے کافی خطرناک صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ بس یہی شکر تھا کہ اس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو اس حملے سے بچانے کے لیے تیار کر لیا۔ اس نے چاقو کو سیدھا کیا اور میری جانب بڑھا۔ لیکن میں تھوڑی سی جھکائی دینے کے بعد اس کے پیٹ کے نچلے حصے پر ایک شدید وار لگانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ غالباً کافی زوردار چوٹ لگی تھی۔ اور وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔ میں نے ایک اور لات اس کی تھوڑی کے نچلے حصے پر رسید کی اور وہ لمبا ہو گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اور میرے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دو تین بار اپنے جسم کو جھٹکے دیے اور اس کے بعد ساکت ہو گیا۔ یہ اداکاری بھی تو ہو سکتی تھی۔ میں جھکا اور میں نے اس کے رخسار پر چاقو کی نوک سے دباؤ ڈالا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر یہ بے ہوش نہ ہو تو بوکھلا کر جاگ جائے۔ لیکن اس نے اس زخم کی پرواہ نہیں کی۔ حالانکہ زخم سے سرخ اور گاڑھا خون بہنے لگا تھا۔ جب مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ ہوش میں واقعی نہیں ہے تو میں نے اطمینان سے اسے اٹھایا اور بھاپ والے حوض میں پھینک دیا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے رک کر اس کا جائزہ لیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ بھاپ سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن وہ نہیں نکلا تھا۔ غسل وغیرہ تو اب کیا کرتا۔ بس یہاں جو تماشہ ہوا تھا اسے دیکھنے کے بعد وہاں سے واپس پلٹ پڑا اور پھر پوری طرح باتھ کا جائزہ لیا۔ کاؤنٹر پر اس لڑکی کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ میں مسکراتا ہوا اس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ چاقو میرے پاس تھا جو میں نے سیاہ فام سے چھینا تھا۔ میں نے اسے کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ ناکام ہو چکا ہے جسے تم نے اندر بھیجا تھا۔" لڑکی کے چہرے پر شدید خوف کے آثار ابھر آئے تھے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور میرا خیال ہے کہ اس کے علاوہ اس وقت تمہارے اس ربن بو باتھ میں اور کوئی موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یہ چاقو تمہاری گردن کو تمہارے شانوں سے جدا بھی کر سکتا ہے۔ زندگی بچانا ہر شخص کا فرض ہے اور میرے لیے یہ مشکل نہیں ہے کہ میں تمہیں ابھی جگہ ختم کر دوں۔"

"مم۔ مگر۔ مگر کیوں۔ آخر کیوں؟"

"تم نے اسے میرے قتل پر آمادہ کیوں کیا تھا؟"

"میں نے نہیں کیا تھا۔ وہ۔ وہ خود ہی جانتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا۔"

"کیا تم یہ جانتی تھیں کہ وہ مجھے قتل کرنے کے لیے گیا"

"خ۔ خدا کے لیے مجھے ۔۔۔ مجھے نقصان نہ پہنچاؤ۔ مم میں بے قصور ہوں۔ میرا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"تم یہ جانتی تھیں کہ وہ مجھے قتل کرنے گیا ہے۔"

"وہ قتل کرنے نہیں گیا تھا۔ تمہیں بس تھوڑا سا نقصان پہنچانا تھا۔ مارنا پیٹنا تھا۔ وہ یہی کہہ کر اٹھ گیا تھا۔ لیکن کیا تم نے اسے ۔۔۔ ا۔ اسے ۔۔۔"

"تم۔ میں کیا مدد کر سکتی ہوں تمہاری۔"

"میں پروفیسر سارکو کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا اور لڑکی کے جسم کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا۔ اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولی۔

"پروفیسر سارکو کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"مجھے علم ہوا تھا کہ ربن بو باتھ سے مجھے پروفیسر سارکو کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔"

"کیا معلومات درکار ہیں تمہیں ان کے بارے میں؟" لڑکی کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت محسوس کی تھی میں نے۔

"میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"وجہ۔"

"تمہیں نہیں بتائی جا سکتی۔"

"کیا تم ان کے دشمن ہو؟ تم انہیں قتل کرنا چاہتے ہو؟"

"نہیں، اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ایک سچ ہے۔"

"اوہ۔ اچھا۔ لیکن کیا وہ تم سے ملنا پسند کریں گے۔"

"تمہیں یہ سوالات کرنے کا حق نہیں ہے۔"

"نہیں۔ یہ پوچھنے کی وجہ کچھ اور ہے۔" لڑکی نے کہا۔ اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی۔ پھر وہ بولی۔

"وہ میرے چچا ہیں۔"

"کیا؟" اس بار میں اچھل پڑا تھا۔

"ہاں۔ جلدی بات کرو۔ کیا کام ہے تمہیں ان سے۔ یہ ایک سچ ہے کہ وہ میرے چچا ہیں۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تو پھر ایک بات میں بھی تم سے یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ انہیں میری ضرورت ہے اور مجھے ان کی۔"

"ایک پتا نوٹ کرو۔ شام کو ٹھیک سات بجے اس پتے پر پہنچ جانا۔ وعدہ کیا جاتا ہے کہ تمہارے ساتھ کوئی فریب نہیں کیا جائے گا۔ لیکن براہ کرم انہیں کوئی نقصان نہ پہنچانا دنیا میں ان کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔" میں ہنس پڑا۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"تو پھر یوں سمجھ لو اس وقت گووے میں ان کے سوا میرا بھی کوئی سہارا نہیں۔"

"پتا ذہن نشین کر لو۔ سات بجے سے پہلے مت آنا۔" اس نے کہا اور ایک پتا مجھے بتا دیا۔

"سنو لڑکی۔ تم یہاں کام کرتی ہو۔ اور میرے اندر ایک خصوصی فطرت ہے۔ وہ یہ کہ اگر میں کسی پر اعتماد کرتا ہوں اور وہ مجھے دھوکا دیتا ہے تو پھر یہ میرا ایمان بن جاتا ہے کہ اسے سب سے پہلے جہنم رسید کروں۔"

"تم اطمینان رکھو۔ تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا جا رہا۔ ویسے ایک بات بتا دو چچا سے میری ملاقات ہو تو کیا میں انہیں تمہارے بارے میں بتا سکتی ہوں۔؟"

میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ پھر آہستہ سے کہا "نہیں میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ بس ان سے یہ کہہ دینا کہ میں ان سے انتہائی ضروری سلسلے میں ملنا چاہتا ہوں اور مجھے ان کے دوستوں نے ان کے پاس بھیجا ہے۔" اس کے بعد رین بو باختہ میں رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ویسے میں پانچ ڈالر خرچ کرنے کا ارادہ کر چکا تھا کیونکہ لوگوں کو اپنے پیچھے لگائے پھرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اور یہ کام زیادہ مشکل بھی ثابت نہیں ہوا۔ میں اپنی اس مخصوص جگہ آ گیا جہاں میں نے قیام کیا تھا اور یہاں میں نے یہ لائسنس بنوانے پر آمادگی ظاہر کی۔ ایک ویٹر نے میری راہنمائی ایک جگہ کر دی اور میں ایک چھوٹے سے آفس میں داخل ہو گیا۔ باقاعدہ دفتر بنا ہوا تھا۔ میں نے کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کہا

"میں گووے میں آزادی کا لائسنس حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے ایک رسید بک نکالی اور مجھ سے پانچ ڈالر طلب کیے۔ میں نے پانچ ڈالر اس کے حوالے کیے تو مسکرا کر بولا۔

"غالباً آپ وہ صاحب ہیں جنھوں نے پانچ ڈالر کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا۔"

"اس وقت گووے کے قوانین میرے علم میں نہیں تھے ویسے یہ ایک اصولی بات ہے کہ اگر کسی اجنبی سے یہ رقم وصول کی جائے تو کم از کم اسے اس ٹیکس کے بارے میں تفصیل تو بتا دی جائے۔"

"عموماً گووے میں آنے والے پہلے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتے ہیں اور اگر کوئی کسی سے تذکرہ بھی کر دیتا ہے۔ مثلاً تم ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر گووے کی سمت آتے ہو تو ٹیکسی ڈرائیور تم سے پوچھتا ہے کہ گووے میں کس مقصد کے لیے جا رہے ہو۔ اگر تم اسے اپنا مقصد بتا دیتے ہو تو پھر وہ تمہیں گووے کے بارے میں خود بخود تفصیلات بھی بتا دیتا ہے۔ اول تو تمہیں اس طرف آنے سے منع کیا جاتا ہے لیکن اگر تم آنے پر بضد ہو تو پھر تم سے کہہ دیا جاتا ہے کہ گووے میں رہنے کا طریقہ کار کیا ہے۔ خیر یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے ان وحشیوں ایمرونا غیر ملکیوں کی جنت بنا ہوا ہے۔ اور ہر شخص یہاں آ کر دولت سمیٹنے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ حالانکہ ہاشم ابراتا احمق آدمی نہیں ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دولت کو کس طرح استعمال کیا جائے۔ اور پھر اسے جن حالات سے گزرنا پڑ رہا ہے ان کے تحت وہ دولت کو پھینکنے کی کیفیت میں بھی نہیں ہے اور ایک ایک پیسے کا درست استعمال کرنا جانتا ہے۔ چنانچہ اجنبی غلط فہمی کا شکار ہو کر ادھر آ رہے ہیں۔ خیر مجھے اتنی طویل گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں تمہیں مختصر الفاظ میں یہ بتا دیا جائے کہ یہ علاقہ جس کا نام گووے ہے ہاشم ابراتا کی ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اصل مالکوں کی میراث ہے۔ یعنی وہ جو پورے ایمرونا کو آزادی کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی آزادی ہے کہ ایک شخص نے قبضہ جما لیا اور اپنے قوانین نافذ کر دیے۔ جدوجہد تو سب ہی نے مل کر کی ہے۔ فیروز نگاتا بس اسی اجارہ داری کے خلاف ہے اور لوگ اسے باغی اور غیر ملکی ایجنٹ سمجھتے ہیں۔ گووے کے علاقے کو طاقت کے ذریعے اپنے تصرف میں رکھا گیا ہے اور اس طرح گووے کو مالی امداد کی ضرورت بھی ہے ہر شخص سے پانچ ڈالر یہاں قیام کے لیے وصول کیے جاتے ہیں اور مختلف طریقوں سے مختلف انداز میں گووے کے لیے فنڈ جمع کیا جاتا ہے تاکہ ہم لوگ پورے ایمرونا میں وسعت دے سکیں۔" میں نے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ یوں سمجھو کہ تحفظ کی نشانی

ویسے ایک بات بتاؤ۔ پانچ ڈالر میں نے ادا کر دیے۔ کیا اب میرا رجسٹریشن ہو گیا۔؟"

"گووے میں رہنے والا ہر شخص اب یہ بات جان لے گا کہ تم ایک بے ضرر انسان ہو اور ہمارے لائسنس یافتہ۔"

"سب کو کیسے معلوم ہو جائے گا۔؟" میں نے سوال کیا اور اس شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا "گووے میں بہت زیادہ گہری نگاہوں سے جائزہ لیا جاتا ہے۔" میں نے اس کی ہر بات گرہ میں باندھ لی۔ اس طرح ہر شخص گویا ان کی نگاہوں میں رہتا ہے۔ ویسے واقعی یہ بہت بڑی بات تھی۔ اور اس پر جس قدر حیرت نہ کی جاتی کم تھا۔ ایک طرف تو ہاشم ابراتا نے ایک نفسیاتی کھیل کھیل رکھا تھا اور باغیوں کے لیے اس نے ایک علاقہ مخصوص کر کے انہیں چیلنج دیا تھا کہ وہ وہاں جو دل چاہے کر سکتے ہیں اور دوسری طرف اس کے مدمقابل فیروز نگاتا نے بھی اپنے طور پر نہایت نفسیاتی طریقہ کار اختیار کیا تھا اور گووے کو کچھ سے کچھ بنا دیا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ ان دونوں کے درمیان جیت کس کی ہوتی ہے۔ ویسے اس عجیب و غریب دنیا میں میرا اپنا ایک چھوٹا سا کردار بھلا کیا حیثیت رکھتا تھا۔ شہباز احمد صاحب بھی کمال کی شخصیت تھے۔ انفرادی طور پر اگر کچھ کارروائی ہوتی تو دوسری بات تھی لیکن اجتماعی طور پر مجھے جس چکر میں پھنسا دیا گیا تھا اس میں تنہا یہاں کیا کر سکتا تھا۔ ابھی تک ہاشم ابراتا سے بھی کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا تھا اور نہ ہی کوئی ایسی شخصیت نگاہوں میں آئی تھی جس کے ذریعے میں ہاشم ابراتا تک پہنچ سکتا اگر کوئی بڑا مسئلہ ہو بھی جائے تو میرے پاس اس کے راستے موجود نہیں تھے کہ میں کوئی مدد حاصل کر سکوں۔ تاہم ان باتوں کی میں نے اس سے پہلے بھی کبھی پروا نہیں کی تھی۔ یہاں نہ اتنا کا مسئلہ تھا نہ جذباتی لگاؤ کا۔ اگر ناکامی ہوتی تو خودکشی کے بارے میں سوچنا پڑے۔ کامیابی یا ناکامی کی کہانی میں بآسانی شہباز احمد صاحب کو سنا سکتا تھا۔ کامیابی ہو جائے تو واہ واہ واپس جا کر بغلیں بجاؤں گا اور نہ ہو تو سب کچھ جہنم میں جائے۔ یہ بھی میری فطرت کا ایک پہلو تھا۔ لیکن بہرطور گووے میں بقیہ وقت گزارنے کے لیے میں نے نہایت احتیاط سے کام لیا تھا اور پھر مقررہ وقت سے بہت پہلے اپنی جگہ سے نکل آیا تھا اور یہ معلومات حاصل کرتا پھرا تھا کہ یہ پتا کہاں مل سکتا ہے۔ پتا معلوم کرنے کے بعد ظاہر ہے میں فوراً ہی وہاں کا رخ نہیں کر سکتا تھا بلکہ اس کے بعد ان لوگوں کو چکر دینا تھا جو میری تلاش میں ہیں یا مجھ پر نگاہ رکھ رہے ہیں۔ یوں لگتا تھا جیسے ہر شخص یہی فرض انجام دیتا ہو۔ کیونکہ کوئی ایک خاص شخص میرے آس پاس نظر نہیں آیا تھا۔ اور نہ ہی آج کے دن کسی نے مجھ سے کوئی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ پھر مقررہ وقت سے تھوڑی دیر پہلے میں ٹہلتا ہوا اس علاقے میں جا نکلا۔ جہاں پروفیسر سارکو مل سکتے تھے۔ یہاں آ کر میں نے بہت زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کیا۔ یہ ایک تین منزلہ عمارت تھی اور اس کی دوسری منزل کا ایک فلیٹ مسٹر سارکو کی رہائش گاہ تھا عمارت پرانے طرز کی بنی ہوئی لیکن مضبوط تھی۔ میں تیسری منزل تک پہنچ گیا اور وہاں ایک ایسی راہداری میں کھڑے ہو کر باہر کا نظارہ کرنے لگا جو عام تھی اور اس تک پہنچنا مشکل نہیں تھا تقریباً تیس منٹ میں نے اس راہداری میں گزارے اور پھر ٹہلتا ہوا ایک جانب چل پڑا۔ راہداری کے دو تین چکر لگائے اور پھر جب گھڑی نے سات بجائے اور مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ نہ تو اس عمارت میں مجھے دیکھ کر کسی نے حیرت کا اظہار کیا ہے نہ کوئی میری پہچان جین میں ہے۔ چنانچہ میں احتیاط سے دوسری منزل کے اس فلیٹ کے سامنے پہنچ گیا جس میں مسٹر سارکو رہتے تھے۔ میں نے فلیٹ کی کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھی ہی تھی کہ دروازہ کھل گیا۔ غالباً گھنٹی اندر صحیح طور پر بجنے بھی نہ پائی ہوگی۔ اور دروازہ کھولنے والی وہی لڑکی تھی جسے میں نے رین بو باختہ میں دیکھا تھا۔ اس وقت وہ خاصی دلکش نظر آ رہی تھی۔ ایک خاص قسم کی میکسی میں ملبوس وہ گھریلو انداز میں دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا مقصد ہے اس نے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں کہا تھا۔ اس نے فوراً ہی دروازہ کھولا اور مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ پھر بولی۔

"تم وقت کے بہت پابند ہو۔"

"اور تمہیں یہاں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی ہے۔"

"کیوں۔ میں نے تو تم سے یہ کہا تھا کہ اس دنیا میں میرا اس چچا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

"ہاں۔ مگر میں نے اس وقت یہ غور نہیں کیا تھا کہ تم خود بھی اسی عمارت میں بلکہ اس فلیٹ میں پائی جاؤ گی۔ ویسے مسٹر سارکو۔۔۔؟"

"وہ اندر موجود ہیں اور بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کر رہے ہیں۔ بس مجھے اتنا بتا دو کہ کافی پیو گے یا چائے۔"

"جو بآسانی دستیاب ہو جائے۔ ظاہر ہے تمہارے ہاتھوں سے بنی ہوئی ہر چیز اچھی ہوتی ہوگی۔" وہ مسکرائی۔ یہ رسمی الفاظ تھے اور اس کے بعد اس نے مجھے ایک کمرے کے دروازے کی جانب اشارہ کیا اور میں بڑے اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر جو شخص مجھے نظر آیا وہ ایک اضطرابی کیفیت کا مالک دبلے پتلے بدن کا مالک آدمی تھا۔ لیکن اس کا عضو عضو چیخ کر کہہ رہا تھا کہ وہی پروفیسر سارکو ہو سکتا ہے۔ اس کی ناک بہت لمبی تھی۔ اور گال پچکے ہوئے تھے۔ کچھ عجیب مضحکہ خیز سا چہرہ تھا۔ اس نے اپنی گول گول اور بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر اضطرابی انداز میں بولا۔

"میرا نام سارکو ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ تمہارے بارے میں معلوم کر سکتا ہوں کہ تم کون ہو۔؟"

"اس وقت میں تم سے اپنا تعارف جہانگیر جمال شاہ ہی کی حیثیت ہی سے کراؤں گا۔"

"اوہ۔ اوہ۔ اس کا مقصد ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ۔ کہ واہ خوب۔ لیکن اس کی کوئی شناخت۔" اس نے کہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"شناخت کیا ہو سکتی ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں تسلیم کرتا ہوں۔ آنے والی گفتگو سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ تم کون ہو۔ سنو۔ ایک بات مجھے بتاؤ۔ تمہارے پاس کوئی ہتھیار ہے؟"

"نہیں۔"

"تلاشی لے سکتا ہوں تمہاری؟"

"ہاں۔" میں نے کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے اور پروفیسر سارکو میری تلاشی لینے لگا۔ اسی وقت لڑکی اندر داخل ہوئی اور دروازے میں ٹھٹک گئی۔

"آجاؤ۔ آجاؤ۔ کوئی غیر نہیں ہیں۔ اپنے ہی ہیں یہ۔"

"میں یہ پوچھنے آئی تھی کہ آپ کافی کے ساتھ کچھ اور لینا پسند کریں گے؟ مم۔ مگر مگر۔"

"نہیں نہیں کچھ نہیں۔ یہاں جو کچھ تم نے دیکھا اسے نظر انداز کر دو۔ یہ کافی کے ساتھ کچھ بھی نہیں لیں گے بلکہ میرے ساتھ ڈنر کریں گے۔ سمجھیں۔ جو کچھ تیار ہے اس میں تھوڑا سا اضافہ کر لینا۔ کافی لے آؤ۔" لڑکی باہر نکل گئی تو پروفیسر سارکو نے معذرتی انداز میں کہا۔

"مجبوریاں بعض اوقات انسان کو بہت زیادہ بد اخلاق کر دیتی ہیں میرے دوست۔ بیٹھو اور اس بات کو بھول جاؤ کہ میں نے تمہاری تلاشی لی تھی۔"

"بھول گیا۔" میں نے بیٹھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سارکو ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"بہت بہت شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔ مائی ڈیئر مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔" چند لمحات خاموش گزر گئے۔ پھر لڑکی اندر آ گئی۔ وہ کافی کے برتن لے کر آئی تھی۔ کافی رکھنے کے بعد اس نے دو پیالیوں میں کافی بنائی اور ہم دونوں کے سامنے سرو کر دی۔ بوڑھے نے کہا۔

"معاف کرنا مجھے کچھ پرائیویٹ گفتگو کرنی ہے چنانچہ تم ڈسٹرب نہ کرو گی۔" لڑکی خاموشی سے باہر نکل گئی تھی۔ بوڑھا کہنے لگا۔

"اب جبکہ حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں۔ سب کچھ تبدیل ہو چکا ہے تمہاری یہاں آمد بڑی پریشان کن ہے میرے بیٹے۔ میں کیا مدد کر سکتا ہوں تمہاری۔ مجھے بتاؤ کیا مدد کر سکتا ہوں۔ ویسے یہاں ذرا ایک سوال کا جواب اور دے دو۔ کیا تم نے لائسنس حاصل کر لیا ہے۔؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"بہت اچھا کیا۔ یہ تم نے بہت ہی اچھا کیا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ عامر جلالی۔ یہی نام تھا اس بد نصیب شخص کا جس نے کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کیں۔ لیکن ان کامیابیوں سے مغرور ہو گیا۔ اور میں نے سوچا اس نے سب کچھ کر لیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں کر پایا تھا۔ فیروز گاتا اتنا معمولی آدمی نہیں ہے جتنا اس نے تصور کر لیا تھا۔ اس کی پشت پر بہت ذہین فطین لوگ موجود ہیں۔ ہاشم ابراتا جیسے شخص سے ٹکر لینا معمولی بات نہیں ہے اور میں تو یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ صرف فیروز گاتا ہی کی کارروائی ہو سکتی ہے پس پشت جو کچھ ہے وہ ہاشم ابراتا بھی جانتا ہے۔ اور فیروز گاتا کے خلاف کام کرنے والے بھی۔ ہاشم ابراتا نے اپنے طور پر ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا تھا یعنی گودے کا قیام جسے باغیوں کے لیے کھلی جگہ قرار دے دیا گیا تھا۔ بلاشبہ یہ ایک نفسیاتی نکتہ تھا اور ہاشم ابراتا نے سوچا ہوگا کہ گودے میں ہونے والی کارروائی ہی اس کے خلاف بغاوت کا پورا منظر پیش کر دے گی۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ فیروز گاتا پاگل۔ بیوقوف تو نہیں۔ بے شک گودے میں بغاوت کو جنم دیا گیا۔

Uploaded By Nadeem

اور اسے باغیوں کا علاقہ قرار دے دیا گیا۔ لیکن کیا فیروز گاتا یہ بات نہیں جانتا تھا کہ ہاشم ابراتا کے لوگ گودے میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور ہاشم ابراتا کو فیروز گاتا کی ساری کارروائیوں سے آگاہ کر سکتے ہیں چنانچہ اس نے حالات بدل دیے۔ نقشہ ہی تبدیل کر دیا۔ طریقہ کار بالکل بدل دیا۔ اب یہ جگہ صرف دکھاوا رہ گئی ہے۔ اور یہاں ایسی ایسی کارروائیاں ہوتی ہیں جن سے باغیوں کی کارکردگی کا پتا چل سکے۔ لیکن وہ سب مصنوعی ہوتی ہیں۔ اور جو کارروائی فیروز گاتا کرنا چاہتا ہے اس کی ہوا بھی یہاں نہیں پہنچ سکتی۔ یہ اطلاع بھی تمہارے لیے اہم ہو سکتی ہے۔ فیروز گاتا کے وہ تمام نمائندے یہاں سے ہٹ گئے ہیں جو درحقیقت اس کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اور اب اگر تم گودے کے چپے چپے کی تلاشی لے لو تو تمہیں یہاں کچھ نہیں ملے گا بچے۔ یہاں ایسا بھی ایک آدمی موجود نہیں ہے جس سے فیروز گاتا تک پہنچنے کے امکانات روشن ہو سکیں۔" میرا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"تو پھر۔" اور اس کے جواب میں پروفیسر سارکو بہت دیر تک خاموش رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"میری زندگی بار بار خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ حالانکہ اب تک اس دنیا کے لیے کچھ بھی نہیں کھونا چاہتا۔ بھلا بتاؤ میں اپنی زندگی خطرے میں ڈالوں اور اس کے بعد مجھے کچھ بھی حاصل نہ ہو۔ میری بھتیجی ہے اور میں ہوں۔ بس ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے جیتے ہیں۔ گودے میں میری قیام گاہ بحالت مجبوری ہے۔ صرف ہاشم ابراتا کے وفادار کی حیثیت سے میں یہاں مرا ہوا ہوں۔ ورنہ یہ بھی کوئی رہنے کی جگہ ہے۔ یہاں قدم قدم پر میری بچی کو بھی خطرہ ہے۔ میں یہاں سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ مگر لاؤ تم سے یہ سب کچھ کہنا فضول ہے۔ تم تو ویسے ہی ایک غیر ملکی ہو ہاں سنو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اس بارے میں بتانے کے لیے۔ اب اگر کوئی آخری مہرہ رہ گیا ہے تو وہ صرف ایک ہے اور اگر تم اس تک رسائی حاصل کر لو تو شاید آگے کام بن جائے۔" پروفیسر سارکو نے کہا اور میں مسلسل سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ سارکو تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا۔

"نگانہ سارد کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔؟"

"نہیں، یہ نام میرے لیے اجنبی ہے۔"

نگانہ سارد فیروز گاتا کی بہن ہے۔ جڑواں سگی بہن۔ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کو بے انتہا چاہتے ہیں۔ اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ نگانہ سارد اور فیروز گاتا کے درمیان جو اختلاف پھیلا ہوا ہے اور جس کی بنا پر بے شمار زندگیاں ضائع ہو چکی ہیں وہ کوئی حقیقی حیثیت رکھتا ہے تو سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ دراصل یہ بھی فیروز گاتا کی ایک چال ہے۔ نگانہ سارد اس کی سگی اور جڑواں بہن ہے دونوں کے درمیان ذہنی رشتے ہیں۔ سمجھ رہے ہو نا۔ ذہنی رشتے اور جسمانی رشتے۔ دونوں ایک ہی انداز میں سوچتے ہیں۔ ایک ہی انداز میں جیتے ہیں۔ پھر یہ شدید اختلاف کیا معنی رکھتا ہے۔ دنیا کے لیے یقینی طور پر تو وہ کہانی سچ ہو گی۔ لیکن پروفیسر سارکو اچھی طرح جانتا ہے کہ اصل کہانی کیا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ نگانہ سارد فیروز گاتا کی مخالف بن کر جن لوگوں کو قتل کرا چکی وہ اس کے اپنے آدمی نہیں تھے بلکہ صرف کرائے کے ٹٹو تھے۔ جنہیں بہتر معاوضے دے کر اس کام پر آمادہ کیا۔ دنیا یہی جانتی ہے کہ نگانہ سارد اور فیروز گاتا کے درمیان زبردست ٹھنی ہوئی ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ یہ بھی فیروز گاتا کے لیے ایک کام تھا اور یہی کیفیت فیروز گاتا کی ہے۔ اس نے جتنے آدمی نگانہ سارد کے ہاتھوں قتل کرائے ہیں وہ سب کے سب کرائے کے تھے۔ جنہیں وہ مروا دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ چند افراد قتل ہوئے اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ دونوں بہن بھائی دو بہترین دشمن بن چکے ہیں۔ حالانکہ اصلیت اس میں ایک فیصد بھی نہیں ہے۔ دونوں آج بھی ایک دوسرے کے اتنے ہی دوست ہیں۔ بس اصل بات یہ ہے کہ کوئی نگانہ سارد تک رسائی حاصل کر لے۔ اگر نگانہ سارد کو شیشے میں اتار لیا تو پھر یہ سمجھ لو کہ فیروز گاتا کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو سکتی ہیں۔ مگر تم عامر جلالی کی طرح کوئی احمقانہ قدم نہ اٹھانا۔ وہ شخص آج بھی مجھے یاد آتا ہے تو میرا دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔ ارے بالکل کامیابی کے قریب پہنچ گیا تھا وہ۔ اتنی آسانیاں حاصل ہو گئی تھیں اسے کہ کسی دوسرے کو حاصل ہو جاتیں تو پھر ناکامی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اور دنیا حیران رہ جاتی۔ فیروز گاتا جیسا آدمی کس طرح موت کا شکار ہو گیا۔ ہاشم ابراتا صرف یہی چاہتا ہے نا کہ فیروز اس کے راستے سے ہٹ جائے۔ باقی لوگوں کو وہ جب چاہے سنبھال سکتا ہے۔ لیکن فیروز گاتا ہی وہ اصل شخصیت ہے جس کی زندگی ہم کے لیے خطرناک ہے۔ تو سنو۔ میں بہت ساری باتیں کہہ گیا ہوں۔ نگانہ سارد ایک عجیب و غریب فطرت کی عورت ہے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

حسن پرست، مردانگی پرست کسی کو نگاہوں میں رکھ لے تو یوں سمجھ لو کہ وہ اس کے لیے دیوانی ہو جاتی ہے۔ فطرتاً بے وقوف نہیں ہے۔ لیکن خود کو بے وقوف ہی ظاہر کرتی ہے۔ اور اگر کوئی اس کی گہرائیوں میں جھانکنے کی کوشش کرے تو اس کی دشمن بن جاتی ہے۔ اس کے اردگرد بھی بہت سے ایسے کردار بکھرے ہوئے ہیں جو اجنبی ہیں۔ جو اسے اچھی طرح جانتے بھی نہیں ہیں۔ لیکن اسے نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ نگانہ سارہ کو اس کے ہی پہلو میں مارا جائے تو سب سے بہتر بات ہوگی۔ اور تم یہ بات گرہ میں باندھ لو کہ بالآخر نگانہ سارہ ہی تمہاری مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ فیروز نگاتا کے سلسلے میں۔ ورنہ اب کوئی اور راستہ نہیں رہا ہے۔ پروفیسر سارکو سے تم اگر کوئی فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو بس اس بات کو ذہن میں رکھ لینا۔ اس کے علاوہ افسوس ہے تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"نگانہ سارہ سے میں کہاں ملاقات کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا۔

"ایمرونا میں صرف ایمرونا ہی گودے سے دور۔ میں تمہیں اس کے کچھ ٹھکانے بتا دیتا ہوں جہاں وہ ضرور نظر آ جاتی ہے۔ اور ان ٹھکانوں پر تمہارا نظر آنا بہت ضروری ہے بس اسی سے تمہارا کام بن سکتا ہے۔" پروفیسر سارکو سے اس سے زیادہ اور کچھ معلوم بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ویسے یہ نگانہ سارہ میرے لیے باعث دلچسپی بن گئی تھی۔ نہ جانے کیا چیز ہے وہ۔ اس کے بعد گودے میں رکنا بھی میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیکن رات کا کھانا پروفیسر سارکو کے ساتھ کھانا ہی پڑا۔ اور پروفیسر سارکو نے جب میں وہاں سے چلا تو کہا۔

"فوراً ہی گودے سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔ کوئی یہاں آتا ہے تو یہاں کی دلچسپیوں میں کافی عرصہ گم رہتا ہے۔ نگانہ سارہ تک پہنچنے کے لیے جلد بازی نہ کرنا۔ یہ میرا مشورہ ہے تمہیں۔ اور جب اس کا سامنا کرو تو نہایت احتیاط کرنا۔ کہیں یوں نہ ہو کہ وہ چوکس ہو جائے میرا مطلب سمجھ رہے ہو نا۔"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اپنے آپ پر مجھے کبھی ناز نہیں رہا تھا۔ لیکن یہ ایک سچائی تھی کہ جب کسی کے لیے میں نے کوشش کی تھی تو وہ مجھ سے دور نہیں رہ سکا تھا۔ پروفیسر سارکو سے ملاقات کے بعد اب گودے میں رہنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیکن صرف اس کی بات ماننے کے لیے میں نے مزید دو دن وہاں گزارے اور تیسرے دن گودے چھوڑ دیا۔ واپس اپنے ہوٹل میں آیا تھا۔ اور اس کے بعد مراڈیم انجینیئر کی حیثیت سے کسی کو فی رابطہ قائم نہیں ہوا تھا۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ لوگ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی نہیں کریں گے لیری ورنین سے ملاقات کے لیے جی چاہا تھا۔ لیکن بہت زیادہ احتیاط ضروری تھی۔ پروفیسر سارکو نے جتایا تھا کہ عامر جلالی مجھ حماقتیں کر بیٹھا تھا چنانچہ دل پر جبر کیا۔ اب دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا۔ لیری ورنین سے ملاقات کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اسے اپنی کارروائی کے بارے میں تفصیلات بتاؤں۔ اور کہیں بھی کسی جگہ نقصان مجھے ہو جائے۔ چنانچہ لیری ورنین کی جانب بھی توجہ میں نے ختم کر دی اور اس کے بعد نگانہ سارہ کی تلاش میں مصروف ہو گیا۔ جو پوائنٹس مجھے پروفیسر سارکو نے بتائے تھے انہیں میں نے ذہن نشین کیا اور اس کے بعد یہ سوچا کہ کس طرح نگانہ سارہ کو میں اپنی جانب راغب کر سکتا ہوں۔ بہرحال اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے میں نے ان ٹھکانوں پر آنا جانا شروع کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ یہ کام چند لمحوں میں نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے مجھے وقت صرف کرنا پڑے گا ——— اور پھر ایک پوائنٹ پر میں نے نگانہ سارہ کو دیکھ لیا۔ تیس بتیس سال یا ہو سکتا ہے چھتیس سال عورت ہو لیکن کمال کا حسن پایا تھا بے شک سیاہ فام تھی لیکن اتنے خوبصورت خدوخال میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اگر رنگت کو نظر انداز کر دیا جاتا تو اسے دنیا کی حسین ترین عورت کہا جا سکتا تھا۔ اتنے ہی سبک اور رنگین نقوش تھے اس کے اور اسی مناسبت سے اس نے اپنے جسم کی پرورش کی تھی۔ اس تک پہنچنا تو ویسے بھی ایک ضروری کام ہے۔ اور اس کے لیے جو کچھ بھی کوششیں نہ ہو جائیں کم ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے طور پر ان کوششوں کا آغاز کر دیا۔ وہ ایک بلیئرڈ ٹیبل پر کھیلنے اٹھی تو میں نے بھی وہاں پہنچ کر اپنے فن کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ اور پہلی ہی کوشش کارگر ثابت ہوئی۔ وہ مجھے دیکھتی رہی۔ توصیفی اور پسندیدہ نگاہوں سے۔ اور اس کے بعد جب کھیل ختم ہوا اور میں نے بہترین کامیابی حاصل کی تو اس

کی ایک خادمہ نے مجھے اس کا پیغام دیا۔

"خاتون نگانہ تمہیں اپنی میز پر طلب کرتی ہیں۔" میں نے حیرانی سے اس طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر خاتون نگانہ کے پاس پہنچ گیا۔ گردن خم کر کے میں نے بہت ہی شائستہ اور مہذب لہجے میں کہا۔

"اتنی حسین عورت اگر مجھے جہنم میں بھی بلاتی تو جانے سے کیا انکار ہو سکتا ہے؟"

"تم بلیرڈ کے بہت اچھے کھلاڑی ہو۔"

"میں جو کھیل بھی کھیلتا ہوں بہت اچھا کھیلتا ہوں ورنہ کھیلتا نہیں۔"

"خود پر بہت زیادہ اعتماد ہے تمہیں؟"

"نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ محنت کرتا ہوں بہت کم۔ لیکن بہت مؤثر۔"

"گفتگو کا انداز بھی خوبصورت ہے۔ یہاں کے تو معلوم نہیں ہوتے۔"

"آپ کا ہوں۔ دل نہ چاہے تو تسلیم نہ کریں۔" میں نے جواب دیا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"شکل و صورت بہت اچھی ہے تمہاری۔ باتیں اس سے بھی زیادہ خوبصورت کرتے ہو۔ پسند آ گئے۔ کیا پیو گے؟"

"زہر۔" میں نے جواب دیا۔ اور وہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"اگر تم سمجھتے ہو میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کر سکتی تو اس احمقانہ خیال کو دل سے نکال دینا۔ میں سچ مچ زہر منگوا دوں گی تمہارے لیے۔"

"خاتون اگر یہ سمجھتی ہیں کہ میں ان کے ہاتھوں سے پیش کی ہوئی کسی شے کو پینے سے انکار کر دوں گا تو ابتدا کیجیے آپ دیکھیں گی کہ میں اس جام پر غور بھی نہیں کروں گا جس میں زہر ہوگا۔"

"نہیں تم زہر دیے جانے کے قابل نہیں ہو۔ مجھ سے دوستی کر لو۔ میرا نام نگانہ سارہ ہے۔"

"خوش قسمتی کو دوسرا کوئی نام دے سکتے ہیں تو آپ مجھے بتا دیجیے۔ میں نے آپ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ لیکن اگر دیکھ لیتا تو یقین کیجیے۔ اپنی تمام تر کوششیں آپ کی دوستی کے حصول کے لیے وقف کر دیتا۔"

اس نے اپنا خوبصورت ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"کس نام سے تمہیں پکارا جائے۔؟"

"فائق واوا۔" میں نے جواب دیا۔

"خوبصورت۔ کہاں کے باشندے ہو؟" اور جواب میں میں نے سادگی سے اپنے وطن کا نام لے دیا۔

"یہیں کے لگتے ہو۔ کیا کرتے ہو؟" اس نے پھر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔"

"مطلب۔؟"

"مطلب یہ کہ میں کچھ نہیں کرتا۔"

"پھر زندگی کیسے گزارتے ہو۔؟"

"بس کوئی خاص طریقہ کار نہیں۔ ملکوں ملکوں کی سیر کرتا پھرتا ہوں اور ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ سب کچھ کر لیتا ہوں جس سے دولت حاصل ہو سکے۔"

"عمدہ، بہت عمدہ۔ ہونا بھی یہی چاہیے۔ انسان اگر آزاد رہ سکے تو اس سے زیادہ مسرت کی کوئی بات نہیں ہے۔ ویسے میرا اپنا نظریہ بھی یہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم طویل عرصے تک دوست رہیں گے۔"

"اگر مجھے اس بارے میں کچھ کہنے کی اجازت مل جائے تو میں یہ کہوں کہ وہ عرصہ میری زندگی کے برابر طویل ہونا چاہیے۔"

وہ ہنس دی اور اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اطمینان رکھو۔ شاید ایسا ہی ہو اور تم طویل عرصے تک زندہ رہو۔ یہاں ایمرونا میں یقینی طور پر تم یہاں کی کہانیاں سن کر آئے ہو گے۔"

"کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔ بس یہاں آنے کے لیے مختلف طریقہ کار اختیار کرتا رہا ہوں۔ بمشکل تمام یہاں ایک ڈیم کی تعمیر کے سلسلے میں انجینیئر کی حیثیت سے جگہ حاصل کی۔ اور یہاں تک پہنچ پایا۔ لیکن ظاہر ہے اس سلسلے میں قطعی کام کا آدمی نہیں ثابت ہو سکتا۔"

"جہنم میں جھونکو۔ تمہیں کسی ڈیم انجینیئر بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس میرا ساتھ دو۔ اور یوں سمجھ لو کہ اب میرے اور تمہارے درمیان ہر طرح کی دوستی ہو گئی۔"

"میں کس طرح اپنی قسمت کو داد دوں۔"

"بہرحال کہاں رہ رہے ہو۔؟"

"جمیکا میں۔" میں نے جواب دیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اچھا ہوٹل ہے۔ لیکن اگر جگہ تبدیل کرنا چاہو تو میں تمہاری مدد کرسکتی ہوں۔"

"ضرورت نہیں ہے۔ جتنیکا میرے لیے موزوں ہے ہاں اگر کبھی آپ مناسب سمجھیں تو میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"دیکھو سنو۔ میرے بارے میں زیادہ نہیں جانتے ہو گے۔ لیکن جب کوئی میرے دوستوں میں شامل ہوجاتا ہے تو پھر ایبرونا میں وہ میرا مہمان رہتا ہے۔ چنانچہ اس وقت کے بعد سے جو کچھ ہوگا میرے حساب میں ہوگا۔ اور ہاں یہ بھی سنو میں مصروف رہتی ہوں۔ لیکن تمہاری ضرورت جب بھی محسوس کروں گی تمہیں اطلاع مل جائے گی اور تمہیں میرے قریب پہنچنا ہوگا۔"

"مجھے اس جدائی کا افسوس ہوگا جو آپ سے رہے گی۔" میں نے کہا اور وہ پھر ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بھی بہت خوبصورت تھی۔ بہرطور مجھے اس طرح کامیابی حاصل ہوجائے گی۔ اس کے بارے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ دوسرے دن جتنیکا میں میرے لیے ایک شاندار کار پہنچادی گئی اور کار پہنچانے والے نے مجھ سے کہا کہ یہ خاتون نگانہ ساردا نے میرے لیے بھجوائی ہے اور میں اسے اپنی پسند کے مطابق استعمال کرتا رہوں۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس شخص سے ان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

"مہیں نگانہ ساردا کے بارے میں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔" مجھے مسرت ہوئی تھی۔ نگانہ ساردا کی قربت میرے لیے واقعی دلکش تھی۔ لیکن ظاہر ہے سارے کام آہستہ آہستہ ہی ہوتے ہیں۔ پروفیسر سار کو نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ اس تک رسائی بھی مشکل ہے۔ لیکن یہ مشکل جس طرح حل ہوگئی تھی پروفیسر سار کو بھی سنتے تو حیران رہ جاتے۔ میں پوری طرح ایبرونا میں سیر و سیاحت کرنے لگا اور یہاں کے گوشے گوشے سے واقفیت حاصل کرتا۔ کھو جانے کا اب سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے یہاں اپنی تفریحات بھی ایک اوباش انسان جیسی ہی رکھیں تاکہ اگر میرے بارے میں کوئی معلومات فراہم کی جارہی ہو تو معلومات کرنے والوں کو کسی مشکل کا شکار نہ ہونا پڑے اس شام بھی میں ایک چھوٹے سے کلب میں موجود تھا کہ ایک آدمی میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے میرے شانے پہ ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے مجھے ہیلو کہا۔ میں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اور کہا۔

"ہوں۔ کہو کیا بات ہے۔؟"

"خاتون نگانہ ساردا آپ کو طلب کرتی ہیں۔" نگانہ ساردا کا نام سن کر میں نے چونکنے کی اداکاری کی اور مستعد ہوگیا۔ میں نے اس شخص کے ساتھ اپنا خشک رویہ بھی تبدیل کیا اور آہستہ سے بولا۔

"کہاں ہیں وہ۔؟"

"اس وقت تم اپنی کار نہیں لے جاسکتے۔ لیکن اطمینان رکھو۔ کار جتنیکا پہنچ جائے گی۔ اور پارکنگ لاٹ کے اسی حصے میں کھڑی ملے گی تمہیں جہاں تم اسے پارک کرتے ہو۔ نگانہ ساردا تک پہنچنے کے لیے تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" میں نے دونوں شانے ہلادیے اور اس کے بعد اس شخص کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اس کی کار بہت خوبصورت تھی۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ کر چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد کار ایک خوبصورت عمارت میں داخل ہو کر اس کے پورچ میں رک گئی۔ اور اس نے نیچے اتر کر دروازہ کھولا۔ اور مجھے نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ صدر دروازے سے گزر کر ہم ایک ہال میں پہنچے اور پھر وہاں سے ایک اور خوبصورت ڈرائنگ روم میں جو انتہائی حسین ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ اس شخص نے مجھے بٹھا کر آہستہ سے کہا۔

"میں مادام ساردا کو تمہاری آمد کی اطلاع دے دوں۔" میں انتظار کرتا رہا چند لمحوں کے بعد ایک عقبی دروازے سے ایک حسین عورت باہر نکل آئی۔ اس کا قد درمیانہ تھا اور یہ بھی اچھی خاصی شکل وصورت کی مالک تھی۔ مقامی ہی تھی لیکن بڑی اسمارٹ، چاق و چوبند نظر آتی تھی۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بڑے عجیب سے انداز میں بولی۔

"کیسے ہو ڈیئر۔"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے آہستہ سے جواب دیا اور اس کے عقب میں دیکھنے لگا۔

"کسے دیکھ رہے ہو۔؟"

"میں یہاں غالباً نگانہ ساردا کا مہمان ہوں۔" وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔

"اور اگر میں خود کو نگانہ ساردا کہنا چاہوں تو۔" میں چونک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ مذاق میری سمجھ میں آیا نہیں۔"

"تم یہاں نگانہ ساردا کے نہیں میرے مہمان ہو۔"

"کیا مطلب۔؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

"اور میں اپنا تعارف تم سے آسانی سے کرادوں گی لیکن ابھی جلدی نہ کرنا۔"

"مگر مجھے یہاں نگانہ ساردا کے نام پر لایا گیا ہے۔"

"ہاں۔ میں جانتی ہوں کہ اس وقت تم اس کے تلوے چاٹ رہے ہو۔ اس کا داؤ کچا نہیں ہوتا اور لوگ آسانی سے اس کے فریب میں پھنس جاتے ہیں لیکن یہ حقیقت یہ ہے کہ وہ۔ وہ۔"

"میں آپ سے نگانہ ساردا کے بارے میں پوچھتا ہوں میڈم۔ آپ جو کوئی بھی ہیں مجھے آپ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میڈم نگانہ ساردا کہاں ہیں۔"

"وہ جہنم میں ہوگی۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اور تم۔ تم جیسے بے وقوف نوجوان آخر کب تک اس کے جال میں پھنستے رہیں گے۔ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ نگانہ ساردا کے لیے جو کچھ کررہے ہو اس سے تمہاری زندگی بن رہی ہے۔ لیکن آنے والا وقت تمہیں یہ احساس دلاتا ہے کہ تم نے اپنی زندگی میں سب سے بدترین لمحات گزارے ہیں۔"

"میں صرف آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں میڈم۔ کہ خاتون نگانہ ساردا کہاں ہیں۔ میں صرف ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"خاموش بیٹھو۔ یہاں نگانہ ساردا کا نام لینا جرم ہے۔ جو کچھ تم اس کے لیے کرنا چاہتے ہو، وہ میرے لیے بھی کرسکتے ہو۔ اور جو معاوضہ میں تمہیں دے سکتی ہوں نگانہ ساردا نہیں دے سکتی۔"

"لیکن میں نے ابھی اس کے لیے کچھ بھی کرنا شروع نہیں کیا۔ سمجھیں آپ۔ وہ صرف میری دوست ہے اور کچھ نہیں۔"

"وہ اس دنیا میں کسی کی دوست نہیں ہے۔ سمجھ رہے ہو نا تم۔ میری بات تمہاری سمجھ میں آرہی ہے نا۔ تم اگر ایبرونا میں دولت کے حصول کے لیے آئے ہو تو ایک بات کان کھول کر سن لو۔ نگانہ ساردا کے جوتے چاٹنے سے تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔ جب کہ میں تمہیں دنیا کا دولتمند ترین آدمی بنا سکتی ہوں۔" میں کرخت نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ یہ کوئی چال بھی ہوسکتا تھا اور مجھے محنت سے کام کرنا تھا۔ چند لمحات میں اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"آپ کا نام نہیں جان سکتا میں۔؟"

"ضروری نہیں۔ تم مجھے اکیس۔ وائی۔ زیڈ کچھ بھی کہہ سکتے ہو۔ لیکن جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتی ہوں اسے غور سے سنو۔ اور مجھے اس بات کا اطمینان بھی دلاؤ کہ جو وعدہ مجھ سے کرو گے اسے پورا کرسکو گے۔؟"

"آپ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتی ہیں خاتون۔" میں نے لہجہ نرم کرکے پوچھا۔

"ہاں۔ اور اس کا معاوضہ تمہاری پسند کے مطابق۔"

"تو پھر مجھے وہ کام بتائیے۔ اس کے بعد میں فیصلہ کرسکوں گا۔"

"ایسے نہیں۔ تمہیں پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ جو کچھ میں کہوں گی تم اس پر عمل بھی کرسکو گے یا نہیں۔"

"آپ کو اس بات پر حیرت نہ ہوگی اگر میں آپ کے ساتھ کام پر آمادگی کا اظہار کردوں۔"

"سمجھدار لوگ صرف وقت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور جو احمق ہوتے ہیں وہ چھان بین میں پڑجاتے ہیں۔ تم اگر ذہین ہو تو اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور اگر خود کو آزمانا چاہتے ہو تو انکار بھی کرسکتے ہو۔ مجھے اعتراض نہ ہوگا۔"

"تو اب یہ بتائیے کہ میں کس طرح آپ کو اطمینان دلا سکتا ہوں۔"

"پہلے میری باتوں کی تصدیق کرو۔ اگر وہ درست ثابت ہوں تو میرے ساتھ تعاون کرنا۔ میں تمہیں اپنا فون نمبر دیے دیتی ہوں۔ میری باتوں میں سچائی پاؤ تو میرے لیے کام کرنے پر آمادہ ہوجانا۔ ورنہ تمہیں اختیار ہے کہ میرے خلاف جو قدم بھی چاہو اٹھاؤ۔"

"سچائی کیا ہے۔" میں نے سوال کیا۔

"صرف یہ کہ تم جیسے نوجوان اس کے فریب میں آکر زندگی کھونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔"

"فرض کیجیے میں چھان بین نہیں کرتا، بلکہ آپ کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہوں تو مجھے کرنا کیا ہوگا۔؟"

"قتل۔" اس نے جواب دیا۔

"کسے۔؟"

"نگانہ ساردا کو۔ مجھے تم اسے خاموشی سے قتل کردو گے جو کچھ تم چاہو گے وہی کروں گی۔ تمہیں اتنی دولت دی جاسکتی ہے کہ تمہاری بقیہ عمر عیش و عشرت میں بسر ہو اور تمہیں کوئی وقت نہ ہو۔ زندگی گزارنے میں۔ اور یہ سب کچھ تمہیں وقت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے بہت پہلے فراہم کر دیا جائے گا۔ لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا اگر دھوکا ہوا تو وہ سب کچھ تمہارے لیے بے مقصد ہو گا۔"

"عجیب بات ہے۔ واقعی بے حد عجیب۔ بہر حال اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اور میں آپ سے تعاون کر سکتا ہوں۔"

"ہاں غور کر لو۔ اور اس کے بعد تم جو بھی چاہو میں تمہارے لیے کر سکتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ مجھے اپنا فون نمبر دے دیجیے۔" اور جواب میں اس نے ایک فون نمبر دہرا دیا۔ بڑا عجیب کھیل تھا یہ۔ میرے لیے ناقابلِ فہم۔ لیکن کیا کرتا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے مجھے جانے کی اجازت دے دی اور مجھے نہایت احترام ہوٹل جمیکا پہنچا دیا گیا۔ لیکن میری حالت قابلِ رحم ہو رہی تھی۔ یہ انوکھا کھیل میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا تھا۔ آخر یہ خاتون ایکس۔ وائی۔ زیڈ کیا چیز تھیں۔ اور نگانہ سارداسے ان کی کیا چپقلش تھی۔ پروفیسر سارکو نے تو مجھے یہی بتایا تھا کہ نگانہ سارداد درحقیقت فیروز نگاتا کی جڑواں بہن ہے اور اس کے لیے پس پردہ کام کر رہی ہے۔ لیکن یہ نیا مسئلہ ایکس وائی زیڈ خاتون کون نکل آئیں۔ اور ان کی پیشکش میرے لیے بڑی حیرت ناک تھی۔ خیر میرا تو مسئلہ ہی بالکل مختلف تھا لیکن نگانہ سارداکے لیے اگر کچھ کیا جا سکتا تھا تو اس طرح اس کے سلسلے میں کچھ اعتماد حاصل کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اب دیکھنا یہ تھا کہ آئندہ صورتِ حال کیا رہتی ہے۔ ویسے میں نے اپنے طور پر پلان بنا لیا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ انتظار اس بات کا تھا کہ نگانہ سارداسے ملاقات ہو۔ میری کار جیسا کہ مجھ سے کہا گیا تھا میرے ہوٹل پہنچ چکی تھی۔ دوسرے دن میں کار لے کر نکلا اور یونہی ایرونا میں آوارہ گردی کرنے لگا۔ تھوڑے بہت راستوں سے اب مجھے واقفیت حاصل ہو چکی تھی۔ زیادہ فاصلے طے نہیں کیے تھے کہ مجھے اپنے قریب ایک کار نظر آئی جس میں بیٹھے ہوئے دو آدمی مجھے رکنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ میں نے کار سائیڈ کر کے روک لی اور ان میں سے ایک مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔

"میں آپ کی تلاش میں ہوٹل جمیکا گیا تھا۔ اور وہاں سے ادھر آیا ہوں۔ مادام نگانہ کا پیغام ہے آپ کے لیے۔" میں نے گہری سانس لی اور بولا۔

"کیا پیغام ہے۔۔۔؟"

"وہ آپ کو طلب کر رہی ہیں۔"

"کہاں۔۔۔؟"

"ہماری گاڑی کے پیچھے پیچھے چلے آئیے گا۔" مجھے ہنسی آ گئی۔ پہلے بھی میں مادام نگانہ سارداکی طلبی پر پہنچ گیا تھا۔ اور وہاں میری ملاقات ان خاتون سے ہوئی تھی بہر طور کیا فرق پڑتا تھا۔ اگر وہ کوئی تیسری خاتون بھی ہوں مجھے کیا نقصان ہو سکتا تھا۔ لیکن اس بار کار جس عمارت میں پہنچی وہ میرے لیے نئی تھی اور اس کے برآمدے میں نگانہ سارداایک خوبصورت لباس میں موجود نظر آ رہی تھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچ کر گردن خم کر کے جھکا اور وہ مسکرانے لگی۔

"ہیلو ڈیئر۔ کہو کیسی گزر رہی ہے۔"

"بہت اچھی میڈم نگانہ۔ لیکن بڑے دلچسپ حالات ہیں یہاں آپ کے ایرونا میں۔"

"آؤ اندر آ جاؤ۔ میں ان دلچسپ حالات کی تفصیل تم سے ضرور معلوم کرنا چاہوں گی۔" نگانہ ساردانے کہا اور میں اس کے ساتھ اندر چل پڑا۔ وہ مجھے ایک بہت ہی خوبصورت خوابگاہ میں لے گئی تھی۔ یہ ڈرائنگ روم نہیں تھا۔ یہاں اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"ہاں اب سناؤ ان دلچسپ حالات کے بارے میں جن کا تم تذکرہ کر رہے تھے۔"

"آپ سے ملاقات کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے میڈم نگانہ سارداکہ میری قدر و قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔" نگانہ سارداتے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔

"اور تمہیں اس میں کچھ شک نہیں ہونا چاہیے۔ نگانہ سارداکے شناسا اس قدر باعزت ہوتے ہیں کہ لوگ نگانہ سارداکی قربت پہ رشک کرتے ہیں۔"

"مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی نگانہ سارداکے قرب میں موجود لوگوں کو مختلف فائدے حاصل ہوتے ہیں۔"

"مطلب۔۔۔؟"

"میں ان فائدوں کا تذکرہ آپ سے کروں تو آپ حیران رہ جائیں گی۔"

"تم ان کا تذکرہ مجھ سے کر دو۔ کیا قصہ ہے۔"

"اس واقعہ کو بتانے سے پہلے ایک سوال ضرور کروں

گا میڈم۔" میں نے نگانہ سارداکو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ضرور کرو۔" اس نے کہا۔

"کیا آپ کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔؟" میرے سوال پر نگانہ سارداچونک پڑی اور بغور مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ مگر اب تم مجھے اس سوال کی وجہ بھی بتا دو۔"

"اور آپ کے یہ دشمن آپ کی زندگی کے لیے بڑی بڑی رقمیں خرچ کرنے پر تیار رہتے ہیں۔" میں نے کہا اور نگانہ سارداکے چہرے پر کسی قدر خشگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ اس نے کہا۔

"دیکھو فائق دادا میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے ساری حقیقت بتا دو۔ میں بہت زیادہ الجھنیں پالنے کی عادی نہیں ہوں۔"

"کاش میں اس عورت کا نام آپ کو بتا سکتا میڈم نگانہ سارداا۔ اس نے مجھے اپنا اصل نام نہیں بتایا لیکن ہو سکتا ہے اس کا حلیہ آپ کے علم میں ہو۔" میں نے بڑے غور کرنے کے بعد اس عورت کا حلیہ دہرایا تو نگانہ سارداچونک پڑی اور اس نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ ہاں۔ میں جانتی ہوں اس کتیا کو۔ مگر تم اس کا حلیہ کیوں بیان کر رہے ہو۔"

"اس کتیا کا اگر مجھے نام معلوم ہو جاتا میڈم تو پھر آپ کو کہانی سنانے میں ذرا آسانی ہوتی۔" میں نے کہا۔

"وہ ٹریشا ریان ہے۔ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے والی ٹریشا ریان۔ لیکن اس کا نام بتانے کی وجہ بھی اگر تم نے اس کہانی کو سنانے میں کوتاہی برتی تو مجھے پسند نہیں آئے گی۔ کیا تم سے وہ ملی تھی۔۔؟"

"ہاں۔ میں نے اس سے ملاقات کی ہے۔"

"کیسے اور کہاں؟" نگانہ کے چہرے پر اضطراب تھا۔ میں نے اسے مکمل کہانی سنائی اور بتایا کہ مجھے اس کے نام پر لے جایا گیا تھا۔ اور جب میں اس عمارت میں پہنچا جہاں مجھے یہ بات بتائی گئی تھی کہ میڈم نگانہ میری منتظر ہیں تو میری ملاقات اس عورت سے ہوئی اور اس نے مجھ سے نگانہ کے بارے میں بہت سی باتیں کرتے ہوئے اسے ہلاک کرنے کی پیشکش کی اور اس دولت کا بھی تذکرہ میں نے نگانہ سارداسے کیا جو ٹریشا ریان نے مجھے دینے کے لیے کہی تھی۔ نگانہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہکنے لگی تھیں۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا

"اس سے پہلے۔ اس سے پہلے ٹریشا میرے سامنے آنے سے کتراتی رہی تھی۔ لیکن۔ لیکن اب جب اس اس سلسلے میں براہِ راست قدم اٹھا دیا ہے تو پھر میں بھی ساری مروتیں ترک کرنے کا حق رکھتی ہوں۔" نگانہ سارداا اس انداز میں یہ باتیں کہہ رہی تھی جیسے خود سے ہمکلام ہو۔ اور میں خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس کے ہونٹوں پر آہستہ آہستہ مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس وقت کوئی اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ تب وہ رازدارانہ انداز میں بولی۔

"اور تم مجھے اس کے بارے میں بتا رہے ہو۔"

"ہاں میڈم نگانہ سارداا۔"

"کیوں۔ کیا تمہاری دولت کی طلب ختم ہو گئی؟" میں نے عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پھر سرد لہجے میں بولا۔

"دیکھو میڈم نگانہ میں نہیں جانتا کہ تمہارا ماضی کیا ہے؟ کس طرح تم نے زندگی گزاری ہے۔ لیکن کیا زندگی میں تم نے کبھی کسی سے دوستی نہیں کی۔"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔" وہ پر مسرت سے انداز میں بولی۔ اس کا لہجہ کپکپا رہا تھا۔

"اور میں تمہاری فطرت کے بارے میں نہیں جانتا میڈم نگانہ سارداا۔ نہ ہی مجھے اتنی بے تکلفی سے تمہیں مخاطب کرنا چاہیے۔ لیکن کیا تم نے یہ دوستی بہت سے پیسوں فروخت کر دی ہے۔؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تو پھر تم دوسروں کے بارے میں یہ تصور کیوں رکھتی ہو۔؟"

"نک۔ کیا مطلب۔؟"

"تم نے مجھے دوست کہا تھا۔؟"

"ہاں کہا تھا۔"

"اور دوست اتنا سستا نہیں ہوتا کہ اسے اپنی ضروریات کے لیے فروخت کر دیا جائے۔ میں تمہارے لیے دنیا کی ہر دولت ٹھکرا سکتا ہوں۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں نے دولت کمائی ہے۔ لٹائی ہے اور اس کی ضرورت بے شک مجھے رہی ہے۔ لیکن دوستی کی قیمت پر نہیں سارداا میں تمہاری دوستی کو اس تمام دولت سے کہیں زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں۔" نگانہ سارداامتاثر نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا

"میں ان الفاظ کو اپنے پاس محفوظ رکھوں گی تمہارا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شکریہ بھی ادا نہیں کروں گی۔ کیونکہ اس طرح جذبات مجروح ہوتے ہیں۔"

"ہاں میرا شکریہ ادا کرنا۔ میں نے اس سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں اس کے کام آؤں گا۔ لیکن صرف یہ سوچ کر کہ تمہیں اس سے آگاہ کروں اور اس کے چنگل سے محفوظ رکھوں۔ ویسے یہ ٹریشا ریان ہے کیا چیز۔؟"

"کچھ بھی نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے لیکن خود کو میرا مدِمقابل سمجھتی ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ اس نے اپنی زندگی کے لیے کیا روگ لگا لیا ہے۔ اب تک تو میں اسے صرف ایک معمولی حیثیت کا فرد سمجھ کر نظرانداز کرتی رہی تھی لیکن جب اس نے یہ سب کیا ہے تو پھر آئندہ کے سلسلے میں بھی وہی ذمہ دار ہے۔"

"اب میں کچھ اور پوچھ سکتا ہوں میڈم نگانہ ساردا۔"

"ہاں ضرور پوچھو۔"

"آپ کے ذرائع وسائل کیا ہیں۔ میرا مطلب ہے آپ کا طریقہ کار۔"

"یوں سمجھ لو میں ہر وہ کام کرتی ہوں جس سے مجھے دولت حاصل ہو۔ اس میں وہ تمام غیر قانونی کام شامل ہیں جنہیں حکومتیں پسند نہیں کرتیں۔"

"اور وہ۔"

"وہ بھی ایک طرح سے میری کاروباری حریف ہے۔"

"کیا اس کا گروہ بہت بڑا ہے۔؟"

"زیادہ بڑا نہیں ہے۔ لیکن کافی افراد اس کے ساتھ ہیں۔ ہاں ذرا ایک بات بتاؤ اس نے تم سے کہاں ملاقات کی تھی۔؟" اور میں نے اسے اس عمارت کے بارے میں تفصیلات بتادیں۔

"گڈ۔ اب تم آرام کرو۔ بلکہ یہیں آرام کرو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں اب باقاعدگی سے میرا ساتھ دینا ہوگا۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ تمہارا ہوٹل وغیرہ میں قیام بھی فی الحال غیر مناسب ہے۔ ہاں اگر ضرورت سمجھی گئی تو میں تمہیں خود اس کی اجازت دے دوں گی۔" میں نے کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا تھا۔ پھر رات کے نجانے کتنے بجے تھے جب چند افراد میرے نزدیک پہنچ گئے۔ کئی گاڑیاں ان کے ساتھ تھیں اور اس کے کچھ ہی دیر کے بعد نگانہ ساردا نے میرے قریب پہنچ کر مجھ سے کہا کہ میں اس عمارت تک ان کی رہنمائی کروں۔ میں نے شانے ہلا دیے تھے۔ عمارت کو میں نے پہچان لیا اور نگانہ ساردا کو اس کے بارے میں تفصیلات بتادیں۔ نگانہ ساردا نے اپنے آدمیوں کو خصوصی طور پر ہدایات دیں اور اس کے بعد خود بھی مسلح ہو کر میرے ساتھ نیچے اتر آئی۔ میں اس کا مکمل اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پروفیسر سارکو نے جو کچھ بتایا تھا وہ اتنا کافی تھا کہ اگر میں نگانہ ساردا کو شیشے میں اتار لینے میں کامیاب ہو جاتا تو واقعی وہ کارنامہ انجام دے لیتا جس کی توقع ایک آدمی سے نہیں کی جا سکتی تھی بشرطیکہ پروفیسر سارکو کی دی ہوئی اطلاعات درست ہوں۔ ہاں اگر ان میں کوئی گڑبڑ ہوتی تو قصور پھر میرا نہیں ہوگا۔ نگانہ ساردا نے اپنا ایک روپ میرے سامنے نمایاں کر دیا تھا۔ اور اس کا دوسرا روپ میرے لیے جاننا ضروری تھا۔

عمارت کے دروازے پر کوئی چوکیدار وغیرہ موجود نہیں تھا۔ ہم بڑے دروازے سے اندر داخل ہو گئے۔ اور نجانے کیوں کچھ ہی دور چلنے کے بعد یہ احساس ہونے لگا کہ عمارت خالی ہو چکی ہے۔ نگانہ ساردا اس وقت اپنی اصل حیثیت میں تھی اور کوئی بھوکی شیرنی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے آدمی بھی عمارت کے چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ اور پوری عمارت کی تلاشی لی جا رہی تھی۔ عمارت میں کوئی نہیں ملا۔ نگانہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"وہ بزدل بھاگ گئی۔ اسے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ نگانہ ساردا کے مقابلے میں ایک لمحے نہیں رک سکتی۔" میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ نگانہ ساردا کا میرے بارے میں کیا تاثر ہے۔ اس نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"اب یہاں رکنا بے مقصد ہے۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔" اور اس کے بعد اسی عمارت میں واپس آنا پڑا تھا۔ نگانہ ساردا لباس تبدیل کرنے چلی گئی اور میں ایک کمرے میں بیٹھا اس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ جس انداز میں وہ مجھے چھوڑ کر گئی تھی اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ واپس آئے گی۔ کچھ دیر کے بعد وہ واپس آئی اور میرے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے گہری گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ٹریشا ریان کو میں نے اب تک اس لیے چھوڑ رکھا تھا کہ وہ میرے راستے کا کوئی بڑا پتھر نہیں تھی۔ لیکن اب۔ اب اسے دیکھنا پڑے گا۔ میں اسے چھوڑوں گی نہیں اور تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا کہ میں کیا ہوں۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا تھا۔ نگانہ نے چونک کر کہا۔

"آرام کرو ڈیئر۔ آرام کرو۔ جاؤ۔ تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دیا جائے گا۔" ایک ملازمہ طلب کر کے اس نے اسے میرے بارے میں ہدایات دیں۔ اور ملازمہ مجھے لے کر ایک کمرے میں آ گئی

Uploaded By Nadeem

بہت پُرسکون جگہ تھی اور بہت ہی اعلیٰ قسم کا بستر لگا ہوا تھا چنانچہ اس بستر میں مجھے سکون کی نیند سو جانا چاہیے تھا۔ دوسری صبح ناشتے کی میز پر نگانہ ساردا سے ملاقات ہوئی تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے رات کے اثرات اس کے ذہن سے بالکل ختم ہو گئے ہوں۔ وہ ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ البتہ ناشتہ کرتے ہوئے اس نے کہا

"اس وقت پورے ایبرونا میں ٹریشا ریان کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ اس نے میری طاقت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ مجھے بزدل دشمنوں سے سخت نفرت ہے جو چھپ کر وار کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ کھلے میدان میں مقابلے کا لطف ہی دوسرا ہوتا ہے ویسے تمہیں ایک بات بتاؤں کہ ٹریشا ریان خود مختار نہیں ہے بلکہ وہ کسی کے زیر اثر کام کرتی ہے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"ہاں اس سلسلے میں مجھے کچھ عرصہ پہلے یہ معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ ایک نامعلوم شخص ہے جو کبھی منظر عام پر نہیں آتا اور صرف چھپ کر کام کرتا ہے۔ وہ بلاشبہ اپنے سلسلے میں بہت ماہر ہے اور سنا ہے کہ ایسی جگہ رہتا ہے جس کے بارے میں عام لوگوں کو نہیں پتا۔ ہو سکتا ہے قرب و جوار میں کسی جزیرے پر اس کی پناہ گاہ ہو۔ منشیات اور دوسری اسمگلنگ کی اشیاء کے سلسلے میں وہ سب سے منفرد ہے اور اپنے طور پر بڑے کارآمد سودے کرتا ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ ٹریشا ریان اس کی دست راست ہے۔ اور اگر یہ بات ہے تو پھر ذرا مشکل پیش آئے گی ویسے میں نے اس بات کی گنجائش رکھی ہے کہ اس تفصیل کو بھی معلوم کر لیا جائے۔"

"اس شخص کا کوئی نام نہیں ہے۔؟"

"بگ باس کہلاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی نام سامنے نہیں آیا۔"

"بگ باس۔" میں نے ایک اور کہانی سنی۔ بہرطور بتانا یہ ہے یہ کہانیاں نگانہ ساردا سے تعلق رکھتی تھیں۔ مجھے ان کہانیوں میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں تھی۔ میں تو صرف نگانہ ساردا کی قربت چاہتا تھا کہ اس کے ذریعے فیروز نگاتا کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوں۔ اور جو کچھ مجھ سے پروفیسر سارکو نے کہا ہے اس کی تصدیق ہو جائے۔ نگانہ ساردا سے اس عمارت میں کئی بار ملاقات ہوئی تھی اور اس نے کوئی خاص نہیں بتائی تھی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ رات کو اس نے میرے ساتھ ڈنر اور میں نے اس سے کہا۔

"میڈم نگانہ آپ کی شخصیت عام لوگوں سے بہت بلند اور منفرد ہے۔ میں نے ٹریشا ریان کو بھی دیکھا تھا اگر وہ آپ کے مقابلے پر آ سکتی تو اس عمارت کو اس طرح چھوڑ کر نہ بھاگتی۔ میرے خیال میں اسے اپنے ذہن پر اس طرح مسلط کرنا مناسب نہیں ہے۔"

"اوہ نہیں ڈیئر! تم سے کس نے کہا کہ وہ میرے ذہن پر سوار ہے۔ بس یہ میری فطرت ہے کہ اگر مجھے کسی بات کا احساس ہو جائے تو اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکتی جب تک اسے مکمل نہ کر لوں۔ ٹریشا ریان کے بارے میں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ بگ باس کی منظورِ نظر ہو یا اس کے علاوہ بھی اور کچھ ہو میں اس کی موت کی خبر سننا چاہتی ہوں۔ بس مجھے اس کی موت کی خبر مل جائے۔ میں اسے بھول جاؤں گی۔"

"اوہ تب تو مجھ سے تھوڑی سی غلطی ہوئی۔" میں نے کہا اور نگانہ ساردا چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے حیرانی سے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔ کیا یہ کہ تم نے مجھے اس کے بارے میں بتا کر غلطی کی ہے۔؟"

"نہیں میڈم ساردا۔ مجھے اگر یہ علم ہوتا کہ آپ اس شدت سے اس کی طلب گار ہیں تو پھر میں آپ کو اس کی اطلاع دینے کے بجائے اس کی گردن آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔" نگانہ ساردا چند لمحات میری صورت دیکھتی رہی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں تم ایسا کر سکتے ہو۔ میرا تجربہ غلط نہیں ہے لیکن۔ لیکن ابھی تمہیں ان معاملات میں قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میں تمہیں کر کے دکھا دوں گی۔"

"مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنے ذہن سے ٹریشا کو جھٹک دیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ تم بور ہو رہے ہو گے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ کل کا دن تمہارے ساتھ تفریحی پروگرام رہے گا۔ اور تمہیں یہ احساس ہو گا کہ نگانہ ساردا دوستوں کی دوست ہے۔ اور ویسے بھی تم خاصے دلکش انسان ہو۔" میں مسکرا کر رہ گیا تھا اور دوسرے دن نگانہ ساردا نے اپنے وعدے کی تکمیل کر دی۔ ایک انتہائی خوبصورت کار ہمیں لے کر چل پڑی۔ نگانہ ساردا میرے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی اور ایک ڈرائیور ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ ایبرونا کے مشرقی علاقے میں شہر سے کافی فاصلے پر ایک خوبصورت جگہ نگانہ ساردا مجھے لے گئی یہ ایک حسین اور پرفضا خطہ تھا۔ ایک بلند و بالا پہاڑی سے آبشار گر رہا تھا۔ اور زمین پر سبزے کا فرش بچھ گیا تھا۔ قرب و جوار میں خوبصورت باغات تھے جن میں پھلوں کی خوشبو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں بھی خونخوار تاثرات نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے کہا۔

”اگر تو سمجھتی ہے کہ مجھ پر قابو پانے کے بعد تو نے اپنے سارے مسائل حل کر لیے نگانہ تو یہ تیری بھول ہے۔“

”میں اپنے تمام مسائل یکے بعد دیگرے حل کرنے کی عادی ہوں۔ مائی ڈیئر ٹریشا۔ اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں آئندہ کے لیے تمہیں اپنا راستہ روکنے کے لیے زندہ چھوڑ دوں گی تو یہ تمہاری بھول ہے۔“

”مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن مرنے سے پہلے تجھے چند حقائق سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھتی ہوں تیرا کیا خیال ہے کیا میں اتنی طاقتور تھی کہ تنہا تیرے مقابلے پر آ جاتی۔“

”بگ باس کا نام لوگی تم، کیوں یہی بات ہے نا۔“ نگانہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹریشا چونک پڑی۔

”اوہ تو تم — تو تم اسے جانتی ہو۔“

”نہیں نگانہ۔ آج مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔ تمہیں ماضی یاد نہیں رہا۔ لیکن میں ایک ایک لمحے کو یاد رکھتی ہوں۔ میں اور تم بہترین دوست تصور کیے جاتے تھے تمہیں شاید آج تک اس بات کا علم نہیں کہ مجھے تم سے جدا کرنے والا کون ہے۔“

”بگ باس۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں۔“ نگانہ نے کہا۔

”جب تم یہ جانتی ہو کہ بگ باس کیسا آدمی ہے اور اس کے شکنجے میں آ جانے والوں کو کیا کچھ کرنا پڑتا ہے تو تم نے مجھ سے نفرت کیوں کی۔؟“

”مطلب کیا ہے تیرا۔؟“

”مجھے کٹھ پتلیوں کی طرح اس کے اشارے پر چلنا پڑتا ہے نگانہ ورنہ ورنہ میں تمہیں اپنی دوست کی حیثیت سے ہمیشہ یاد کرتی رہی ہوں۔ میں اس کی آلۂ کار ہوں۔ اور یہ اسی کا حکم تھا کہ میں سامنے رہ کر تمہیں قتل کر دوں۔ اور اگر الجھن پیش آئے تو تمہارے قتل کا الزام اپنے سر لے لوں تم جانتی ہو کہ میرے لیے تمہارے دل میں اور تمہارے لیے میرے دل میں کوئی برائی نہیں تھی لیکن مجبوریاں۔ بگ باس جس قسم کا انسان ہے اس نے مجھے بے بس کر کے رکھ دیا تھا میں تم سے زندگی کی بھیک نہیں مانگ رہی۔ لیکن۔ لیکن مرنے سے پہلے بس اتنا چاہتی ہوں کہ تم اس دوستی کو یاد کر لو جو میرے اور تمہارے درمیان تھی۔“ نگانہ سارد کے انداز میں ایک لمحے کے لیے تھکن پیدا ہو گئی اور اچانک ہی میں نے اس ڈرامے میں مداخلت

ضروری سمجھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا

”او ہو یہ تو کوئی مجبوری والا کہیں نکل آیا۔ میڈم نگانہ سارد ویسے یہ بگ باس کون ہے۔؟“

”نگانہ بگ باس کو اچھی طرح جانتی ہے۔“ ٹریشا ریان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ میں گہری نظروں سے ان دونوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ خونخوار بلیوں کا کھیل ہو رہا تھا اور یہ کھیل فیصلہ کن بھی اختیار کر سکتا تھا۔ لیکن فیصلہ میری پسند کا ہی ہونا چاہیے۔ نگانہ سارد کسی قدر متاثر نظر آنے لگی تھی اور مجھے وہ وعدہ وہیں الگ الگ کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ میں نے دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے اور بڑا بیک احتیاط سے اس پستول کے چیمبر خالی کر دیے جو میرے ہاتھ میں تھا۔ نگانہ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی اور اسے میری کسی کارروائی کا علم نہیں ہو سکا تھا۔

نگانہ سارد نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”تو نے ٹریشا اس کمینے کے اشارے پر جو کچھ کیا ہے، کیا وہ قابل معافی ہے؟“

”میں مجبور تھی نگانہ۔ اس قدر مجبور تھی میں کہ تم یقین نہیں کر سکتیں۔ میری شخصیت کچل چکی تھی۔ میں کچھ کرنے کے قابل نہیں تھی۔ حالات ایسے ہی تھے نگانہ۔ اسنو سب سے پہلے ان لوگوں کو قتل کر دو کیونکہ یہ میرے نگران ہیں۔ یہ بگ باس کے ساتھی ہیں۔ میں اس کے چنگل سے نکلنا چاہتی ہوں۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تم سے زندگی کی بھیک مانگ رہی ہوں۔ لیکن۔ لیکن نگانہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ میں براہ راست تمہارے خلاف نہیں تھی اور جو کچھ اب تک کرتی رہی ہوں وہ — وہ صرف۔ نگانہ ڈیئر۔ آج مجھے اپنے ماضی کا ایک ایک لمحہ یاد آ رہا ہے۔“ دفعتاً ان دونوں میں سے ایک آدمی چیخ کر بولا۔

”ہم بھی تو مجبور تھے، میڈم ٹریشا۔ ہم نے بھلا کب یہ چاہا تھا کہ اتنی بڑی شخصیت کو اس طرح — اگر تم بگ باس کو چھوڑنے کا ارادہ کر چکی ہو تو ہمیں بھی زندگی دو۔ ہم پورے خلوص سے تمہارا ساتھ دیں گے۔ ہم میڈم نگانہ کے قدموں میں آنے کے لیے تیار ہیں۔“

”خوب بہت خوب — اب کیجیے میڈم نگانہ سارد، یہاں تو کھیل ہی تبدیل ہو گیا۔“ نگانہ سارد برابر کچھ سوچ میں ڈوبی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اور میں نے اس کے چہرے پر عجیب

تاثرات دیکھے تھے۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”ٹریشا ریان میری بچپن کی دوست ہے۔ اسے قتل کرتے ہوئے مجھے واقعی افسوس ہوگا۔“

”تو پھر کیوں نہ اس دوستی کو پھر سے مکمل کر لیا جائے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہاں ٹریشا کے لیے میرے دل میں ہمدردی پیدا ہو چکی ہے۔“

”میڈم ٹریشا، آپ براہ کرم میڈم نگانہ کے ہاتھ کھول دیجیے۔“ نگانہ نے ایک لمحے ٹریشا کی طرف دیکھا۔ ٹریشا جلدی سے اس کی طرف بڑھ گئی تھی۔ نگانہ کچھ الجھن کا شکار نظر آ رہی تھی۔ ٹریشا نے اس کے ہاتھ کھول دیے۔ اور میں نے پستول اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یہ اپنی امانت رکھو۔ اس شخص سے حاصل کی تھی میں نے جسے تم نے میری تلاش میں بھیجا تھا۔ ٹریشا نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں پستول میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اور میں نے نگانہ سے سوال کیا۔

”اگر آپ کی دوستی کے راستے استوار ہو چکے ہیں میڈم نگانہ تو پھر میرا درمیان سے ہٹ جانا بے حد ضروری ہے۔“ ٹریشا دو قدم آگے بڑھی اور دفعتاً ہی اس نے پلٹ کر پستول سیدھا کر لیا۔ اس کے حلق سے ایک خونخوار قہقہہ نکل گیا تھا۔ پھر اس نے ہم دونوں کو یعنی مجھے اور نگانہ کو پستول کی زد پر لیتے ہوئے کہا۔

”اور اب تم دونوں اپنے ہاتھ بلند کر دو۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے مصنوعی حیرت سے کہا۔ نگانہ بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ٹریشا کو دیکھنے لگی۔

”ہیلو مائی ڈیئر مس نگانہ، دیکھیے اب آپ کو کیسا لگ رہا ہے۔ ایسے بیوقوف ساتھیوں پر آپ اعتماد کرتی ہیں جو دشمنوں کے ہاتھوں میں ہتھیار دے دیتا ہے۔ سمجھیں آپ میڈم نگانہ، آپ ہار گئیں۔ اور آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ٹریشا آپ سے زیادہ ذہین اور چالاک ہے اور تم کرائے کے ٹٹو تم ویسے ترشا نہ دار آدمی نکلے لیکن اس وقت تم بھی دھوکا کھا گئے۔ کیا خیال ہے، میرا ساتھی بن کر تمہیں زیادہ فائدہ ہوتا یا اس کتیا کا ساتھی بن کر۔“

”ٹل — لیکن مائی ڈیئر ٹریشا، میں نے تم پر اعتبار کیا تھا۔“

”اعتبار — اس دنیا کی سب سے ناپائیدار شے ہے میرے دوست۔ نگانہ! اپنے گدھے کو سمجھاؤ اور اس سے پہلے بھی میں نے تم سے شاید ایک بات کہی تھی کہ کرائے کے ٹٹو کبھی زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہوتے۔“

”ہوں — ٹھیک ہے اس سے غلطی ہو گئی ہے اور ایک بار پھر پستول تیرے ہاتھ آ چکا ہے ٹریشا لیکن ایک بات میں اچھی طرح جانتی ہوں وہ یہ کہ اس دنیا میں دوستی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ میں نے دوستی کے ہاتھوں بار بار نقصان اٹھائے ہیں، اور ایک بار پھر مجھے یہی تجربہ حاصل ہوا ہے۔ خیر وقت نے جو تقدیر میں لکھا ہے، وہی ہونا چاہیے۔ لیکن لیکن تم نے غلطی کر ڈالی۔ تمہیں پستول اس کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیے تھا۔“

”میڈم نگانہ! میں آپ کا خادم ہوں۔ میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ اگر میں آپ کے شانہ بشانہ کھڑا ہو گیا تو مشکلات آپ کے راستے سے یوں ہٹ جائیں گی۔ اب آپ دیکھیے ناں، اس کم بخت عورت نے کس طرح مکاری کا جال بچھایا تھا اور آپ اس جال میں پھنس گئیں۔ لیکن میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو اس کی اصل شکل دکھا دوں اور اب میرے خیال میں اسے اپنے ہاتھوں ہی سے خودکشی کرنا پڑے گی، اگر آپ مجھے اس کی اجازت دیں۔“ نگانہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور ٹریشا بھی کسی قدر حیران نظر آنے لگی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مائی ڈیئر مس ٹریشا — یہ پستول جو آپ کے ہاتھ میں ہے یہ خالی ہے۔ کیا سمجھیں آپ؟“ ٹریشا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اس نے پستول کے وزن کا اندازہ کیا اور اس کے بعد خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی لیکن نگانہ کی آنکھوں میں زندگی لوٹ آئی تھی۔ نگانہ نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔

”کیوں ٹریشا، کیا خیال ہے میرے اس ساتھی کے بارے میں!؟“ دفعتاً ہی ان دونوں افراد نے جو ٹریشا کے ساتھ تھے، مجھ پر حملہ کر دیا۔ لیکن اب یہ ممکن نہیں تھا کہ معمولی سے دو آدمی مجھ پر قابو پا لیں۔ میں نے ان کی گردنیں اپنی بغل میں دبائیں اور دونوں کے سر پوری قوت سے ٹکرا دیے۔ پھر انہیں چھوڑ کر ایک گھونسا ان میں سے ایک کی ٹھوڑی پر اور دوسرا ایک کے جبڑے پر لگایا اور اس کے بعد میں نے انہیں گھونسوں اور لاتوں پر رکھ لیا۔ نگانہ پھرتی سے کھڑی ہو گئی تھی۔ ٹریشا نے ایک لمبی چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن نگانہ نے خود ہی آگے بڑھ کر اس کے خلاف کارروائی کی اور اس نے عقب سے ٹریشا کے بال پکڑ لیے۔ ٹریشا نے پلٹ کر دولتی چلائی تھی۔ لیکن نگانہ بھی بچنا جانتی تھی۔ اس نے اچانک ہی بال چھوڑ دیے۔ اور ٹریشا کمر کے بل زمین پر گری۔ اس کے پیروں کی زد میں نگانہ کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی تھی لیکن نیچے گرتے ہی نگانہ اس کے اوپر سوار ہو گئی۔ اور پھر اس نے ٹریشا پر گھونسوں کی بارش کر دی یہاں تک کہ ٹریشا بے ہوش ہو گئی۔ اس دوران میں نے ان دو آدمیوں کو بھی سنبھال لیا تھا چند ہی

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لمحات کے بعد ہم نے ماحول پر قابو پالیا۔ نگانہ کے اس ڈرائیور کو ابھی تک کچھ بھی نہیں پتا چل سکا تھا جو مزے سے کار کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے نگانہ سے کہا۔

"اب یہاں ہو گئے چار افراد میڈم نگانہ، کیا خیال ہے یہاں رکنا ہے یا واپس چلیں؟"

"تم۔۔۔ تم۔۔۔" نگانہ نے کہا اور اچانک ہی دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ میری پسند کے عین مطابق تھا لیکن میں اپنی اس پسند کو زیادہ دیر جاری نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ نگانہ تو خوشی کے عالم میں دیوانی ہو رہی تھی۔ لیکن یہ جگہ خاصی سنسنی خیز ثابت ہو سکتی تھی۔ میں نے اسے مشورہ دیا کہ ان تینوں کو چھوڑ کر یہاں سے آگے بڑھیں لیکن نگانہ نے کہا۔

"نہیں، مجھے ان کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کا وہ ڈرائیور تو بالکل ہی بے کار آدمی ثابت ہوا۔"

"ہاں۔ اس گدھے کو کچھ پتا ہی نہیں ہے۔ تم اسے آواز دو۔ ان سب کو اٹھا کر لے چلنا ہے۔" جب ان تینوں کو ڈرائیور کی مدد سے گاڑی میں پہنچا دیا گیا تو میں نے ایک آدمی کا اور بھی حوالہ دیا۔ جو میری تلاش میں گیا ہوا تھا۔ اور نگانہ چونک پڑی۔

"ارے ہاں۔ وہ کہاں ہے؟"

"میں لے کر آتا ہوں۔" ہم نے چاروں آدمیوں کو پچھلی سیٹ پر لٹایا اور نگانہ نے خود اپنے ہاتھوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کس دیئے۔ اس کے بعد ہماری گاڑی پلٹ پڑی اور نگانہ کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو رہا تھا۔ اس نے ڈرائیور کو کچھ ہدایت کی۔ اور اس بار ہم جس عمارت میں پہنچے تھے یہ وہ نہیں تھی جہاں میرا اور نگانہ کا قیام تھا بلکہ یہ ایک بالکل ہی نئی جگہ تھی۔ یہ عمارت بھی اچھی خاصی وسیع و عریض تھی اور قدرے سنسان سے علاقے میں تھی۔ نگانہ مجھے لے کر وہاں پہنچ گئی اور پھر اس نے ڈرائیور سے کہا۔

"اپنے آدمیوں کو بلاؤ اور ان سے کہو کہ انہیں تہہ خانے میں پہنچا دیں۔" ڈرائیور نے گردن خم کی۔ نگانہ اس وقت تک وہیں موجود رہی۔ جب تک کہ ان چاروں کو جنہیں ہم گرفتار کر کے لائے تھے۔ اس کے آدمی وہاں سے لے نہ گئے۔ پھر اس نے میری طرف رُخ کیا اور آگے بڑھ کر میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کے ہونٹوں پہ کپکپاہٹ طاری تھی۔ وہ مجھے لے کر ایک کمرے میں آئی۔ اور بڑے محبت بھرے انداز میں مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔ تو وہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری دریافت کو میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تصور کرتی ہوں ڈیئر، درحقیقت تم باکمال ہو۔ میں نے ایسے لوگ بہت کم دیکھے ہیں جو تمہارے جیسی بے مثال فطرت کے مالک ہوں۔ تم خطرناک ترین حالات میں اس قدر پرسکون اور ہوشیار رہتے ہو کہ عام آدمیوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ کون ہو تم، آخر کون ہو؟" میں ہنس پڑا اور میں نے آہستہ سے کہا۔

"اب خاتون نگانہ سارووا مجھ پر شک کریں گی؟"

"شک۔۔۔ تم شک کی بات کرتے ہو۔ میں۔۔۔ میں ان واقعات کے بعد تمہیں اپنی ذات کا ایک حصہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی ہوں، سمجھے؟ تم میری ذات کا ایک حصہ ہو۔ جو کچھ میرے وجود میں ہے وہ۔۔۔ وہ سب کچھ۔۔۔ وہ سب کچھ۔" نگانہ شدت جذبات سے خاموش ہو گئی۔ اور میں دل ہی دل میں مسرور تھا۔ چلیے خاتون یہاں تک تو پہنچیں اب آگے کے معاملات انہی کے ذریعے حل کیے جا سکتے ہیں۔ میرے ذہن میں شہباز احمد آگئے جو بڑے اطمینان سے اٹھا کر کسی بھاڑ میں جھونک دیا کرتے تھے اور یہ فیصلہ کر لیتے تھے کہ میں بھاڑ سے نکلوں گا تو کچھ نہ کچھ لے کر ہی نکلوں گا لیکن مجھے جو کچھ کرنا پڑتا تھا، وہ میرا دل ہی جانتا تھا۔ ٹھیک ہے شہباز احمد صاحب، ٹھیک ہے۔ آپ بھی جب تک چاہیں مجھے استعمال کر سکتے ہیں۔ ابھی تو میں ریس کے میدان میں برق رفتاری کے ریکارڈ قائم کرنے والا گھوڑا ہوں۔ لیکن اس گھوڑے کا دوسرا روپ ابھی آپ نے نہیں دیکھا۔ دعا کیجیے کہ کبھی زندگی میں آپ کو یہ دوسرا روپ دیکھنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

نگانہ سارووا کے انداز سے پتا چلتا تھا کہ اب وہ میری طرف سے کسی تشویش کا شکار نہیں ہے۔ اور اگر اس کے باوجود بھی کچھ ہے تو پھر وہ ایک حیرتناک بات ہوگی۔ اس نے کہا۔

"اور اب تمہیں خود سے جُدا رکھنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"جی۔۔۔ میں سمجھا نہیں؟"

"تم اب میرے ساتھ رہو گے۔ جہاں میں رہوں گی وہاں رہو گے۔ سمجھے تم؟" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔

"کیا یہ ضروری ہے میڈم نگانہ؟"

"اوہ۔۔۔ تمہیں اعتراض ہے؟"

"نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"جو کچھ کہوں گا اس پر یقین کرو گی؟"

"آنکھیں بند کر کے۔"

"تو نگانہ سارووا۔ میں نے تمہیں دوست کہا، دوست سمجھا ہے۔ ضرورتیں بہت مختصر ہوتی ہیں، دوستی بہت وسیع۔"

"مانتی ہوں۔"

"اور دوستی کا معاوضہ نہیں لیا جاتا۔"

"بے شک۔"

"پھر میں تم سے معاوضہ کیسے لے سکتا ہوں؟"

"معاوضہ؟"

"جو آسائشیں تم میرے لیے فراہم کرو گی وہ دوستی پر بوجھ ہوں گی۔" میں نے کہا۔ اور نگانہ سارووا مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔"

"دراصل اس سے پہلے میں تمہاری دی ہوئی ہر آسائش قبول کر سکتا تھا لیکن اب اگر میں تم سے کچھ حاصل کروں گا تو یہ میری محنت کا معاوضہ ہوگا اور دوستوں سے معاوضے نہیں لیے جاتے۔ میں جمیکا میں ہوں۔ میرے لیے یہ کام مشکل نہیں ہے کہ میں اپنے لیے آسانیاں فراہم کرلوں۔ اپنے طور پر کماؤں گا اور تم سے صرف دوستی کروں گا۔" نگانہ کے ہونٹوں پر ایک پُرخلوص مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

"اور تمہارا کیا خیال ہے، تم تنہا ہی صرف دوستی کرنے والوں میں سے ہو۔ میں یہ بات برداشت کرلوں گی کہ تم مجھ سے الگ رہو اور اپنے طور پر اپنے معاش تلاش کرو۔"

"نہیں نگانہ سارووا پلیز۔"

"اور اس کے بعد اگر تم نے میری پیشکش سے انکار کیا تو میں یہ سمجھوں گی کہ تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔" میں ایک گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔ نگانہ سارووا نے پیار سے میرے ہاتھ کو پکڑتے ہوئے کہا۔

"سنو۔۔۔ دیکھو میں خلوص دل سے تمہیں چاہنے لگی ہوں۔ تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ تم میرے سب سے اچھے دوست ہو۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ تمہیں دنیا کی ہر وہ آسائش ملے جس کا تصور انسانی ذہن کر سکتا ہے اور اگر ایک دوست کی حیثیت سے میں یہ چاہتی ہوں تو غلط نہیں۔"

"شکریہ میرے دوست، بے حد شکریہ۔" نگانہ سارووا نے جواب دیا اور اس کے بعد مجھے اسی کے ساتھ اسی رہائش گاہ میں رہنا پڑا۔ نگانہ سارووا نے میرے لیے ایک کمرہ تیار کرا دیا تھا جس میں دنیا کی ہر آسائش موجود تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ دل ہی دل میں میں نے یہ سوچا کہ پروفیسر سارکو نے اگر سچ کہا ہے تو اس کا مقصد ہے کہ اب میری محنت مکمل طور سے بار آور ہو گئی ہے دیکھنا یہ ہے کہ پروفیسر سارکو کا آئندہ خیال بھی درست نکلتا ہے یا نہیں، پہلے تو یہی بات معلوم کرنی تھی کہ نگانہ سارووا درحقیقت فیروزگا آتا کی بہن ہے یا نہیں۔ اور اس کا فیصلہ بھی ذرا مشکل ہی سے ہوگا۔ ویسے جو چکر بازیاں ہو رہی تھیں، وہ بلاشبہ سنسنی خیز تھیں۔ لیکن ریاستوں کے معاملے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اور خاص طور سے شہباز احمد صاحب نے جو کیفیت مجھے بتائی تھی، اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے بہت ہی اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ ابھی مجھے اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ بس کام کا آغاز کیا تھا اور اس میں کسی حد تک کامیابی حاصل ہو گئی تھی مجھے بھی کیا جلدی تھی۔ نگانہ سارووا اگر دوسرے معاملات میں آگے آگے بڑھ جائے تو اس کے ساتھ ایک طویل وقت گزارا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں ریاست ایرونا میں اور بھی ایسے کئی کردار تھے جو بوقتِ ضرورت میرے کام آ سکتے تھے۔ میں جہانگیر جمال شاہ کو مبارکباد دینے لگا کہ جہاں بھی وہ جا رہا ہے زندگی کی تمام آسائشیں اسے اس کی پسند کے مطابق حاصل ہو جاتی ہیں۔ درحقیقت یہ ایک سچائی تھی۔ نہ سمجھے تھے تو جناب تیمور جمال شاہ نہ سمجھے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک ناکارہ شے سمجھ کر اپنی دنیا سے نکال دیا تھا۔ اور ان لوگوں پر بھروسا کیا تھا جو انتہائی ناقص کارکردگی کے مالک تھے اور چیونٹی کی چال چلنا جانتے تھے۔ اگر تیمور جمال شاہ صاحب کے ذہن میں مستقبل کا کوئی تصور تھا تو میرے ساتھ تعاون کرتے اور پھر دیکھتے کہ میں اس خاندان کو کیا حیثیت دیتا ہوں۔ بہرحال یہ ان کی مرضی تھی، میرا کیا بگڑ رہا تھا۔ وہ بھی اپنے طور پر خوش زندگی گزار رہے تھے اور میں بھی مطمئن تھا۔ نگانہ سارووا سے جو امیدیں وابستہ تھیں، وہ غلط ثابت نہ ہوئیں۔ رات کو ڈنر پر جب وہ میرے سامنے بیٹھی تو اس کے جسم پر ایک اتنا حسین لباس تھا کہ آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ ویسے بھی وہ خوبصورت جسم کی مالک تھی اور اس نے اپنے آپ پر کافی توجہ دی تھی۔ چہرے کا حال تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ایک نگاہ اس پر پڑنے کے بعد نگاہ ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت اس کے انداز میں بڑی دلربائی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک ہے۔ اس وقت اس نے کسی اور موضوع پر گفتگو نہیں کی۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مجھ سے میرے بارے میں ہی سوال کرتی رہی۔ اس نے کہا۔

"تم جس قدر حسین انسان ہو، اس کے تحت تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے زندگی بڑی حسین گزاری ہوگی۔" میں چند لمحات سوچتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"ہاں میڈم نگانہ، خود کو پارسا نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ۔ لیکن ایک تشنگی دل میں باقی رہی ہے اور سچی بات یہ ہے کہ میری شخصیت میں جو انتشار پیدا ہو گیا ہے، غالباً وہ اسی تشنگی کا عطیہ ہے۔ اگر میں خفیہ طور پر مطمئن ہو جاتا تو شاید ایک مطمئن انسان ہوتا۔"

"یہ انتشار انسان کی شخصیت بناتا ہے۔ اگر مطمئن اور آسودہ زندگی گزاری جائے تو تم یقین کرو انسان اور بھینس میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ وہ بھی اپنی جگہ تھان پر جگالی کرتی رہتی ہے اور انسان بھی ایک ہی انداز میں زندگی گزارنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ انتشار تو اس کی فطرت میں سیلاب بھرتا ہے۔ اور وہ، وہ سب کچھ کر ڈالتا ہے جو بعض اوقات لوگ تصور بھی نہیں کرتے۔" ڈنر کے بعد وہ مجھے ساتھ لے کر اس عمارت کے ایک گوشے میں پہنچ گئی۔ بڑی پر فضا اور رومینٹک جگہ تھی یہاں بیٹھ کر وہ مجھ سے باتیں کرنے لگی اور اس کے بعد اس نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"نیند نہیں آ رہی ؟"

"آ رہی ہے۔"

"انسانی ضروریات بھی کیا شے ہوتی ہیں۔ تمام تر ہنگامی زندگی گزارنے کے بعد کچھ لمحات ایسے درکار ہوتے ہیں جو صرف اپنی ذات کے لیے مخصوص کرنے پڑتے ہیں۔ کیا تم ان مخصوص لمحات میں میرا ساتھ دو گے ؟" نگانہ سارووا نے بالآخر مجھے دعوت دے ڈالی اور بھلا ایسے مخصوص لمحات میں کسی حسین عورت کا ساتھ نہ دینا کوئی دانشمندی ہوتی ہے ؟ چنانچہ میں نے اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور نگانہ کے دل میں میری محبت بڑھتی چلی گئی۔ جس کا اظہار دوسری صبح ہو گیا تھا۔ میں بھی خوش تھا اور وہ بھی خوش۔ اور اس کے بعد باقی معاملات رہ جاتے تھے ضمنی حیثیت سے۔ چنانچہ میں نے اب یہ طے کر لیا تھا کہ یہاں کافی وقت گزارنا چاہیے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ شہباز احمد صاحب کی خواہش کے مطابق ہر کام ہی چند لمحات میں ہو جائے۔ بھلا اچھے لمحات کو کیوں نظر انداز کیا جائے چنانچہ نگانہ سارووا کے ساتھ یہ پُرسکون لمحات تقریباً چھ دن تک جاری رہے۔ نگانہ سارووا ابھی مطمئن تھی اور میں بھی۔ اس دوران میرے اور اس کے درمیان بہت سی باتیں ہو چکی تھیں لیکن ساتویں دن جو گفتگو میرے اور اس کے درمیان ہوئی وہ بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"میڈم ! اس دوران آپ نے مجھے کوئی حکم نہیں سونپا، جس کا مجھے افسوس ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ تم کوئی ملازم ہو؟ میرے دوست ہو۔ دوستی تمہاری ہوں ۔ اور کون سا کام چاہتے ہو؟"

"میری خواہش ہے کہ آپ مجھ سے کوئی کام بھی لیں؟"

"ٹھیک ہے، اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں تمہیں کچھ ذمہ داریاں ضرور سونپوں گی۔ ویسے تم بہت اچھے انسان ہو۔ تم نے ابھی تک مجھ سے میرے بارے میں ایک بھی سوال نہیں کیا۔"

"میں نے تمہیں ٹریشاریان کے حوالے سے ایک ایسے آدمی کے بارے میں بتایا تھا، ٹریشاریان جس کے تحت کام کرتی ہے۔ یہ نامعلوم شخص بگ باس کہلاتا ہے اور بہت ہی خطرناک آدمی ہے۔ اس نے کہاں اپنا ٹھکانا بنا رکھا ہے؟ یہ بات مجھے ابھی تک نہیں معلوم ہو سکی، اگر معلوم ہو جاتی تو یقینی طور پر میں اس کے سلسلے میں کوئی مؤثر کارروائی کر سکتی تھی۔ بگ باس درحقیقت یہاں بہت ہی خطرناک چکر چلائے ہوئے ہے۔ شاید تمہیں ایمرون کے حالات معلوم ہوں اور ضرور معلوم ہوں گے کیونکہ ایمرون کی آزادی کے بعد ہی تم لوگ اس طرف کا رخ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میرا مطلب ہے بہت سے ایسے افراد جو یہاں دولت اور روزگار کی تلاش میں نکل آئے ہیں۔ تم نے خود مجھے بتایا ہے کہ تم بھی ان ہی میں سے ایک ہو۔"

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بگ باس ہر ایسے آدمی کی جانب لپکتا ہے جو اس کے لیے کارآمد ہو۔ لیکن درحقیقت یہ ایک لمبا چکر ہے۔ شاید تمہیں اس بات کا بھی علم ہو کہ ایمرون کے خلاف ایک شخص بغاوت کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور وہ بہت کامیابی سے اپنے منصوبے پر عمل کر رہا ہے۔"

"غالباً ۔ فیروز گاتا۔" میں نے ناواقفیت کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"بالکل یہی شخص ہے وہ۔ فیروز گاتا کے پاس کچھ ایسی قوتیں ہیں جن کے تحت وہ ریاست ایمرونا کے سربراہ ہاشم ابراتا کے خلاف کام کرنا چاہتا ہے لیکن ہاشم ابراتا بھی کم نہیں ہے وہ بڑی ذمہ داری کے ساتھ اپنا فرض پورا کر رہا ہے۔ بگ باس کا گھناؤنا کردار: ہاشم ابراتا کے حق میں ہے نہ فیروز گاتا کے حق میں۔ وہ منشیات اور دوسری اشیاء کی تجارت تو کرتا ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس وقت جو وہ سب سے بڑا کام

کر رہا ہے، وہ اسلحہ کی اسمگلنگ ہے۔ اس نے دنیا بھر کے ممالک سے جدید ترین اسلحہ منگوا لیا ہے۔ اور اس وقت وہ اس اسلحے کو فروخت کرنے کی فکر میں سرگرداں ہے۔ اسے صرف دولت سے دلچسپی ہے۔ نہ وہ ایمرونا میں بغاوت کرنے والوں سے کوئی دلچسپی رکھتا ہے اور نہ ہی یہاں حکمرانی کرنے والوں سے۔ اسے جس جگہ سے زیادہ دولت ملتی ہے، وہ وہاں سے دولت وصول کر رہا ہے اور اس انداز میں اسلحہ ایک دوسرے کو سپلائی کر رہا ہے کہ اگر اسلحے کا ایک ذخیرہ ایک شخص کے حوالے کرتا ہے تو اس کا توڑ دوسرے کے حوالے کر دیتا ہے اور اس بات کو دونوں ہی جانتے ہیں یعنی فیروز گاتا بھی اور ہاشم ابراتا بھی۔ وہ چاہتے ہیں کہ بگ باس ہر قیمت پر اسلحہ ان کے حوالے کرے اور دوسرے کے پاس اس کا توڑ نہ ہو۔ عجیب ہو رہا ہے۔ لیکن اس سے بگ باس کو جو فوائد حاصل ہو رہے ہیں، ان کا کوئی جواب نہیں۔ میرا خیال ہے کہ تھوڑے دن ہی گزرنے والے ہیں کہ وہ شاید ایمرونا کی حکومت سے بھی زیادہ دولت مند بن جائے۔ اور اس کے بعد تم جانتے ہو، کیا ہوگا؟" میں خاموش نگاہوں سے نگانہ کو دیکھتا رہا۔ نگانہ نے کہا۔

"فیروز گاتا اور ہاشم ابراتا ایک دوسرے کی دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ جائیں گے کہ انہیں اپنے طرف دیکھنے کی فرصت نہ ہوگی اور اس کے بعد بگ باس ایک نئے نام کی حیثیت سے ابھرے گا۔ اور ان دونوں کو فنا کر دے گا یہی اس کا منصوبہ ہے۔" میں دلچسپی سے نگانہ کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

"یہ صورتحال بڑی ہولناک ہے۔"

"بے شک ہے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ بگ باس خاموشی سے اپنا کام کر رہا ہے اور ابھی تک کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں ہے۔ ٹریشاریان کے ذریعے بھی مجھے کوئی معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ وہ بگ باس سے اسی قدر لاعلمی کا اظہار کرتی ہے جتنا دوسرے۔ یہاں سب ہی کا یہ کہنا ہے کہ وہ ایک خفیہ نام ہے اور کبھی سامنے نہیں آتا۔"

"واقعی یہ تو بڑا سنسنی خیز معاملہ ہے۔"

"ان حالات میں مالی ڈھیر قاتق دادا! اگر ہم بگ باس کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں اور اس کے خلاف کوئی عمل کر سکیں تو یوں سمجھ لو کہ ہماری زندگی بہترین زندگی بن کر گزرے گی۔" میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"اگر تم یہی چاہتی ہو تو یہ ذمہ داری مجھے کیوں نہیں سونپ دیتیں ؟"

"میں تم سے اس کا اظہار نہیں کر سکتی۔ بلاشبہ تمہاری اپنی شخصیت اسی قابل ہے کہ تم زبردست کام کرو۔ اور یہ بات کئی بار میرے ذہن میں آ چکی ہے لیکن بات وہیں پہنچ جاتی ہے۔ اسے تم میرا مفاد بھی سمجھ سکتے ہو۔"

"اگر ایسا ہے بھی تو مجھے اس کی تکمیل میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے ؟"

"بشرطیکہ تم اسے پسند کرو۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے میڈم نگانہ سارووا لیکن بگ باس تک پہنچنے کے لیے مجھے کیا طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا؟"

"اس کے لیے میں تمہیں راستے بتاؤں گی۔"

"مثلاً ؟"

"ٹریشاریان کی رہائی اور ان چاروں افراد کو اپنے ساتھ لے جانا جو ٹریشاریان کے ساتھ گرفتار ہوئے ہیں۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ یہ سب کچھ بہت عجیب ہوگا اور تمہاری جدائی میرے لیے انتہائی مہلک ہوگی۔ لیکن میری خواہش ہے کہ تم اور میں مل کر ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیں جو ایمرونا میں یادگار بن جائے۔" میں پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"یہ واقعی بہت اچھا انداز ہے لیکن ٹریشاریان تو یہ کہتی ہے کہ وہ خود بھی بگ باس کے بارے میں نہیں جانتی۔"

"مجھ سے اور کیا کہے گی وہ۔ تم نے یہ اندازہ تو لگا لیا ہے کہ وہ کس قدر غدار قسم کی لڑکی ہے لیکن۔ لیکن اگر ایسا ہو جائے اور تم اس کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو یہ بھی ممکن ہے کہ تم بگ باس تک پہنچ جاؤ۔" میں نے گردن ہلائی اور بولا۔

"ٹریشاریان کہاں قید ہے ؟"

"میں تمہیں اس کے بارے میں مکمل تفصیلات بتا دوں گی۔ تمہیں نہایت ہوشیاری سے کام سرانجام دینا ہے۔" میں مسکراتی نگاہوں سے نگانہ سارووا کو دیکھتا رہا۔ پھر میرے ذہن میں ٹریشاریان آئی۔ وہ بھی کافی خوبصورت عورت تھی۔ درمیانی جسامت کی مالک لیکن بہت حسین اور دلکش۔ کیا حرج ہے نگانہ سارووا کے ساتھ تو اچھا خاصا وقت گزر چکا ہے۔ اگر ٹریشاریان واقعی میرے جال میں پھنس جائے تو مزید کچھ تفریحات اور کچھ تبدیلیاں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی کام بھی۔ شہباز احمد صاحب آپ کا بے حد شکریہ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

براڈ نہ مانیں۔ دراصل آپ نے غلط ہی آدمی کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں صرف تفریحات سے سب سے زیادہ دلچسپی رہی ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ کام بھی ہوجائے تو وہ آپ کی تقدیر۔ ٹریشا یان ایک اچھا کردار ثابت ہوگی میرے لیے! اور اس کے بعد میں نگانہ ساردا کے ساتھ مل کر ساری پلاننگ کرنے لگا۔ نگانہ ساردا نے مجھے وہ ساری تفصیلات بتا دی تھیں جن کے تحت ٹریشا کو ساتھ لے کر یہاں سے فرار ہوا جاسکتا تھا اور میں اس سلسلے میں مکمل مشق کر رہا تھا۔ جس تہہ خانے میں ٹریشا کو قید کیا گیا تھا اس میں آگے چل کر ایک بڑی سرنگ شامل ہوجاتی تھی اور یہ سرنگ ایک دریا کے کنارے نکلتی تھی۔ میں اس دوران میں تمام تیاریاں کرتا رہا تھا اور اس سلسلے میں نگانہ ساردا نے چند افراد میرے حوالے کر دیئے تھے جو میرے رازدار تھے اور جنہیں اس ڈرامے میں ایک اہم کردار ادا کرنا تھا۔ میں نے اس تہہ خانے کو ابھی اندر جاکر تو نہیں دیکھا تھا لیکن نگانہ ساردا نے مجھے تمام تفصیلات بتا دی تھیں اور یہ کہا تھا کہ تہہ خانے میں کچھ محافظ کام کرتے ہیں۔ وہ ہر وقت ہوشیار رہتے ہیں۔ مجھے انہیں مصنوعی طریقے سے ہلاک کرنا ہوگا اور اس کے بعد ان لوگوں کو رہا کر کے لے جانا ہوگا اور پھر آپریشن کا وقت آگیا۔ یہ کام میں نے دریائی راستے سے سرنگ میں داخل ہونے کے بعد اندر آکر کیا تھا۔ ٹریشا یان اور اس کے ساتھی بہت بری حالت میں تھے اور قید خانے میں ان کے ساتھ کافی بدترین سلوک کیا گیا تھا البتہ اس دوران میں نے یہ بات ضرور سوچی تھی کہ نگانہ ساردا نے کیا ایک باقاعدہ پلاننگ کے تحت یہ سب کچھ کیا ہے یا پھر یہ بات بعد میں اس کے ذہن میں آئی ہے؟ ظاہر ہے اس سوال کا جواب مجھے کہیں سے نہیں مل سکتا۔ چنانچہ میں نے اس کام پر عمل شروع کر دیا۔ میں جس وقت قید خانے میں داخل ہوا تو وہ پانچوں افراد بری حالت میں نظر آرہے تھے اور ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ مجھے اس طرح ایک اجنبی جگہ سے داخل ہوتے دیکھ کر وہ سب چونک پڑے تھے۔ ٹریشا یان مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہاں اتنا اندھیرا نہیں تھا کہ وہ میرا چہرہ نہ دیکھ سکتی۔ میں نے جیب سے ایک چاقو نکالا اور ٹریشا یان کے ہاتھ کھول دیئے۔ اس کے بعد میں نے ان چاروں کو بھی آزاد کر دیا اور ٹریشا کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ وہ حیران حیران سی کھڑی ہوگئی تھی۔ میں ان لوگوں کی رہنمائی کرتا ہوا سرنگ میں داخل ہوا اور بالآخر اس کے دوسرے دہانے سے دریا کے اس کنارے پر جہاں ایک بڑے اسٹیمر کی تیاری میں نے پہلے ہی کر رکھی تھی۔

"کیا اسٹیمر میں کوئی اسلحہ بھی موجود ہے؟"

"نہیں۔ اسلحے کا حصول میرے لیے مشکل رہا۔"

"ہوں۔ ہمیں ایک طویل سفر طے کرنا ہوگا اور اس کے بعد ہم ایک ایسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے ہم اپنے تحفظ کا بندوبست کر سکتے ہیں۔"

"بس فی الحال یہی کرو اور اس کے بعد تم خود مختار ہو کہ جو دل چاہے کرو۔ ہاں تمہیں آزادی مل گئی۔ مجھے چاہو تو یہیں کہیں راستے میں اتار دو۔"

"کیا تم کچھ وقت مجھے دینا پسند نہیں کرو گے؟"

"کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور ٹریشا یان خاموش ہوگئی۔ بہت دیر تک یہ خاموشی رہی۔ اسٹیمر اچھی خاصی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا اور اس کی منزل کہاں تھی، یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔ ٹریشا یان نے کچھ دیر کے بعد کہا۔

"تم میری مدد پر کیسے آمادہ ہوگئے؟ تمہارے دل میں یہ خیال کیسے آیا؟"

"میری فطرت ایک مختلف چیز ہے۔ میڈم ٹریشا یان پہلے آپ نے مجھے ایک پیشکش کی تھی۔ میں نے اسے قبول نہیں کیا۔ اور نگانہ ساردا کا ساتھ دیا لیکن نگانہ ساردا کے بارے میں مجھے جو تفصیلات معلوم ہوئیں، اس نے میرا ذہن تبدیل کر دیا اور اب میں تمہاری مدد کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ تمہارا دل چاہے جہاں جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ لگنے کے لیے تیار نہیں ہوں لیکن یہ میرا دل چاہ رہا تھا سو میں نے کر ڈالا۔"

"تم نے بہت بڑا احسان کیا ہے ورنہ وہ کتیا ہمیں اسی تہہ خانے میں مار دیتی۔"

"اب تم آزاد ہو ٹریشا۔"

"اور تمہاری شکرگزار بھی۔"

"نہیں، پہلے بھی میں تم سے غداری کر چکا ہوں اور ہوسکتا ہے یہ سب کچھ میں نے غداری کے تحت ہی کیا ہو۔"

"اگر ایسا بھی ہے، تب بھی یہ آزادی مجھے بہت قیمتی محسوس ہو رہی ہے اور میں تمہیں ایسے نہیں جانے دوں گی۔"

میں دل ہی دل میں مسکرا دیا تھا۔ ٹریشا بھی آخر عورت تھی۔ اور سارے معاملات اپنی جگہ لیکن عورت کی نرم دلی ایک فطری حیثیت رکھتی ہے اور اس سے مجھے ہمیشہ ہی بہترین فائدے حاصل ہوتے تھے۔ مزید کچھ دیر گزر گئی۔ پھر میں نے پوچھا۔

"اسٹیمر پر یہ سفر کتنا طویل ہوگا۔ میں نے تو تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ مجھے کسی مناسب جگہ چھوڑ دو اور تم اپنے لیے بہتر راستے منتخب کرو کیونکہ جو کارروائی میں نے کی ہے اس کے بعد نگانہ ساردا میری بھی دشمن بن جائے گی اور مجھے اور کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ میں اپنے لیے کوئی پناہ گاہ تلاش کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم بالکل اطمینان رکھو۔ تم نے ہمارے ساتھ جو کچھ سلوک کیا ہے۔ ہم اس کا تمہیں بھرپور صلہ دیں گے۔"

اور یہ بھرپور صلہ ملنے میں مجھے زیادہ وقت یا انتظار نہ کرنا پڑا۔ کیونکہ دفعتاً ہی میری کھوپڑی پر سورج طلوع ہو گیا تھا۔ سر کی پشت پر پڑنے والی ضرب اتنی ہی شدید تھی کہ ایک لمحے کے لیے یوں محسوس ہوا جیسے ساری کی آنکھیں روشن ہوگئی ہوں اور تاریکی روشنی میں تبدیل ہوگئی ہو۔ پھر دوسری ضرب نے مکمل ہی کام تمام کر دیا۔ اور میں اوندھے منہ نیچے گر پڑا۔ اس کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا تھا اور پھر ہوش نجانے کب آیا تھا۔ میں ایک بند کمرے میں تھا جس کے مختلف رخنوں سے تیز روشنی اندر آتی ہوئی یہ بتا رہی تھی کہ سورج کافی بلند ہوگیا ہے۔ جس کمرے میں میں موجود تھا، یہ پوری طرح آراستہ تھا لیکن چاروں طرف سے بند سوائے اس دروازے کے اور یقینی طور پر دروازے کی دوسری جانب میری کسی حرکت کا جواب دینے والے موجود ہوں گے۔ چھت کے قریب ایک روشن دان موجود تھا لیکن خاصا تنگ اور اس کے ذریعے فرار کی کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر سر کی پشت کو ٹٹولا جہاں ایک بڑا گومڑا نمودار ہوگیا تھا۔ غلطی ہوگئی تھی مجھ سے اور اس غلطی کی سزا بھگتنی ہی پڑی۔ ٹریشا کے سامنے بیٹھ کر میں عقب سے لاپروا ہو گیا تھا جبکہ وہاں اسٹیمر پر چار افراد موجود تھے۔ کسی نہ کسی کو تو کام دکھانا ہی تھا اور یہ ضروری نہیں تھا کہ ٹریشا یان اتنی ہی احمق ثابت ہوتی۔ ظاہر ہے ایک جرائم پیشہ گروہ کی فرد تھی۔ میں نے لاکھ اسے قید خانے سے آزاد کرایا تھا لیکن کیا ضروری تھا کہ میں اس کے دل کی گہرائیوں تک بھی پہنچ جاتا۔ پھر میں اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ مسہری بہت شاندار تھی اور اس پر قیمتی گدے بچھے ہوئے تھے۔ ایک طرف ایک ڈریسنگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی۔ ایک رائٹنگ ٹیبل بھی تھی جس کے پاس قلم اور پیڈ رکھے ہوئے تھے۔ میں چاروں طرف کا جائزہ لیتا رہا۔ ایک آرام دہ صوفہ بھی ایک جانب پڑا ہوا تھا۔ مسہری سے اٹھنے کے بعد میں چند قدم آگے بڑھا اور صوفے پر جا بیٹھا۔ دماغ میں بہت سے خیالات آ رہے تھے۔ ٹریشا کے علاوہ بھلا اس وقت میں اور کس کا قیدی ہوسکتا تھا لیکن ان لوگوں کا انداز فکر کیا ہے؟ یہ ذرا سوچنے کی بات تھی۔ کچھ دیر اسی طرح گزر گئی۔ پھر دروازے کے باہر کچھ آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا۔ اندر آنے والے تین افراد تھے جن میں سے دو کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ ایک شخص غالباً جاپانی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بال شانوں سے زیادہ لمبے تھے اور ماتھے پر سیاہ رنگ کی ایک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ سیاہ ہی لباس میں ملبوس تھا۔ اور کمر میں سیاہ بیلٹ بندھی ہوئی تھی۔ اس کا مقصد تھا کہ وہ بلیک بیلٹ ہے۔ اس نے پیروں میں کریپ سول جوتے پہنے ہوئے تھے اور ان دونوں کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ ویسے جاپانیوں میں میں نے اتنی لمبی چوڑی جسامت کے لوگ بہت کم دیکھے تھے۔ میں انہیں دیکھنے لگا۔ تب دونوں پستول والوں میں سے ایک نے کہا۔

"آؤ۔"

"کہاں؟"

"آجاؤ خاموشی سے۔ چلے آؤ جہاں تمہیں لے جایا جا رہا ہے۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو؟"

"ہمارے ہاتھوں میں پستول ہیں۔ ہم تمہارے دونوں پاؤں زخمی کر دیں گے۔ اور اس کے بعد تمہیں لٹکا کر لے جائیں گے۔ لیکن اس کی نوبت نہ آنے دو تو بہتر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے جو آئندہ ہونے والا ہے وہ تمہارے حق میں برا نہ ہو۔"

میں خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑا۔ عمارت کافی شاندار تھی۔ نجانے کہاں تھی۔ بہرطور میں ان کے ساتھ چلتا ہوا ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں آگیا۔ پورا کمرہ خالی تھا۔ نہ فرش پر قالین، نہ دیواروں پر کوئی چیز اور نہ ہی کسی قسم کا فرنیچر۔ البتہ دیواروں کے قریب چھوٹے چھوٹے روشن دان بنے ہوئے تھے جن سے تیز روشنی اندر آرہی تھی اور یہ روشنی سورج ہی کی تھی۔ انہوں نے مجھے اس ہال کے بیچوں بیچ کھڑا کیا اور پھر پیچھے ہٹ کر دیوار کے قریب کھڑے ہوگئے۔ اس کے بعد ایک شخص سفید سوٹ پہنے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔ وہ مقامی آدمی ہی معلوم ہوتا تھا۔ دبلی پتلی جسامت کا مالک تھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا تھا۔ جس نے اس کی شخصیت

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں کچھ خوبصورتی بھی پیدا کر دی تھی۔ اندر داخل ہو کر وہ چشمے کے عقب سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔ جواب دینا پسند کرو گے؟" میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب اس نے کہا۔

"تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"اس وقت تو یہیں سے سمجھ لو۔" میں نے جواب دیا۔

"نہیں میرے دوست، ہم اس بات کی توقع رکھتے ہیں تم سے کہ تم ہمیں صاف ستھرے اور صحیح جواب دو گے صورتحال جو ہے وہ تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے۔ کچھ الجھنیں ختم کر دو۔ ہمیں تم سے کوئی تعرض نہیں ہوگا۔ تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟" میں نے اطمینان سے اپنے ملک کا نام بتا دیا تھا۔ ظاہر ہے یہ بات چھپانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ لوگ بھی احمق نہیں تھے۔ اندازہ لگا سکتے تھے اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"یہاں کب آئے؟" میں نے اسے اپنی آمد کا وقت بتا دیا۔

"کیوں آئے؟"

"ظاہر ہے بے شمار لوگ یہاں آ رہے ہیں۔ کیا تم نے ان سب سے یہ سوالات کیے ہیں؟"

"نہیں۔ لیکن جس کا تعلق ہم سے ہوا اس سے ہم نے یہ سوال ضرور کیا۔"

"ایمرفا اس وقت بہت سے لوگوں کی دلچسپی کا مرکز ہے اور میں بھی ان سے الگ نہیں ہوں۔"

"مناسب اور موزوں جواب ہے۔ یقین کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں آنے کے بعد تم نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں۔"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑا ہوگا؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔ میں کسی ایسے کام کی تلاش میں تھا جو مجھے مالی منافع پہنچا سکے۔"

"ملا؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"تم گروے گئے تھے؟"

"ہاں۔"

"وہاں تم نے لائسنس فیس ادا کی تھی؟"

"ہاں۔"

"اس کا مطلب جانتے ہو؟"

"ہاں۔"

"کیا مطلب ہے اس کا؟"

"حماقت، بیوقوفی۔ کیا تم لوگ اسے ایک احمقانہ بات نہیں قرار دے سکتے کہ کوئی غیر ملکی جو یہاں مالی مفاد کے لیے آیا ہو کسی باغی کا وفادار ہو سکتا ہے۔"

"تمہاری تسلی کے لیے تمہیں یہ بتانا ضروری ہے کہ ہم ان باتوں سے غافل نہیں رہتے۔ بے شک وہ ہمارا وفادار نہیں ہو سکتا لیکن پانچ ڈالر ہمارے کام میں بڑے معاون ثابت ہو سکتے ہیں اور اس سے کم از کم یہ تعین کر لیا جاتا ہے کہ وہ شخص ہمارے مقصد میں شامل ہو گیا ہے۔ چاہے وہ اس کے لیے کچھ بھی نہ کرے۔"

"بہرحال پانچ ڈالر لوٹنے کا معاملہ ہے تو وہ ایک الگ بات ہے۔"

"لیکن تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو کیونکہ بعد میں تم نے جو کچھ کیا وہ بہت حیرتناک ہے۔"

"کیا؟"

"تم نگانہ ساردا تک کیسے پہنچے تھے؟"

"میں نہیں پہنچا۔ میڈم نگانہ ساردا خود ہی مجھ تک پہنچی تھیں۔"

"چلو مان لیا۔ مگر نگانہ ساردا کی اس قدر قربت حاصل کر لینا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔"

"یہ سوال تمہیں نگانہ ساردا سے کرنا چاہیے تھا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ ٹریشا کی گرفتاری کے سلسلے میں تم نے جس پھرتی اور مہارت کا ثبوت دیا تھا، وہ قابلِ داد ہے۔ کیا تم کسی باقاعدہ مارشل آرٹس کے ادارے سے تربیت حاصل کر چکے ہو؟"

"میں نے زندگی میں جو کچھ بھی کیا ہے اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر کیا ہے۔ کسی ادارے سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ ویسے تمہیں اتنا ضرور بتاؤں گا میرے دوست کہ میرا کام بھی بہت اچھا نہیں رہا ہے۔ میں نے زندگی کو ایک خاص انداز میں دیکھا ہے اور اسی انداز میں گزارتا رہا ہوں اور زندگی گزارنے کے لیے میں یہ بات جانتا ہوں کہ اپنے ہاتھ پاؤں مضبوط کرنا بے حد ضروری ہے۔"

"نہایت مناسب۔ نہایت مناسب۔ تو تم نے کسی باقاعدہ ادارے سے تربیت نہیں حاصل کی؟"

"نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ نگانہ ساردا کا وفادار ہونے کے بعد تمہیں ٹریشا کا خیال کیسے آیا؟"

"یہ میری فطرت کی بات ہے۔ نگانہ ساردا کے ساتھ میں نے کئی دن گزارے اور اس کے بعد میں نے دل میں یہ سوچا کہ اس بے چاری لڑکی ٹریشا ریان نے ہی میرا کیا بگاڑا تھا جو میری وجہ سے وہ مصیبت کا شکار ہوئی۔ بس میں نے نگانہ ساردا کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے ٹریشا ریان کے قید خانے کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد تھوڑی سی کارروائی مجھے خود کرنا پڑی۔ جس کے نتیجے میں، میں ٹریشا کو اس کے چاروں ساتھیوں سمیت رہا کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس میں میری کوئی غرض پوشیدہ نہیں تھی لیکن میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ٹریشا ریان میرے اس احسان کا جواب اس انداز میں دے گی۔ بہرطور اس کے بعد ظاہر ہے میں اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔"

"وہ اسٹیمر تم نے کہاں سے حاصل کیا؟"

"چوری کیا گیا ہے؟" میں نے جواب دیا۔

"نہیں اسے چرانا آسان کام نہیں تھا۔"

"جو جواب میں تمہیں دے رہا ہوں ان میں صرف تمہیں سچائی ہی نظر آنی چاہیے۔ میرے دوست، دوسری صورت تمہارے ہی لیے نقصان دہ ہوگی۔" میں نے جواب دیا اور چشمے والا آدمی دو قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔

"اس کا مقصد ہے تم یہاں بھی اپنی برتری تسلیم کرانے کی کوشش کرو گے؟"

"میں تم سے برتر ہوں۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو، صاف الفاظ میں کہو تاکہ میں تمہیں اس کا جواب دوں۔ میں نے کیا کہا ہے اور وہ سچ ہے یا غلط اس بات کو تم اپنے ذہن میں جگہ نہ دو۔"

"مگر تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ مجھے یہ کہنا ہی پڑے گا کہ ٹریشا کی رہائی نگانہ ساردا کی مدد سے عمل میں آئی ہے۔" میں نے تیکھی نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا اور بولا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"مطلب یہ کہ یہ سب ایک پلاننگ تھی۔ ٹریشا کو رہا کرایا گیا ہے اور یقیناً اس کے پس منظر میں کوئی اہم بات ہے۔" میں بگڑی ہوئی شکل بنا کر اس شخص کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"اگر کوئی بات ہے تو وہ تم مجھ سے معلوم کر لو۔"

"وہی معلوم کر رہا ہوں۔"

"قریب آؤ۔ تاکہ میں تمہارے کان میں وہ بات بتا سکوں۔" میں نے کہا۔ اور وہ شخص ہنس پڑا۔ پھر بولا۔

"نہیں۔ جو کچھ بھی کہا جائے گا، بلند آواز میں کہا جائے گا۔ اور اگر مجھے قریب بلا کر تم میرے ساتھ کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہو تو اس کی حسرت نکالنے کا تمہیں پورا پورا موقع دیا جائے گا۔ چلو ٹھیک ہے یا تو تم یہ بتاؤ کہ نگانہ ساردا نے تمہیں کس پروگرام کے تحت یہاں بھیجا ہے اور یہ کارروائی کی ہے۔ ورنہ یہ شخص تمہارے ساتھ جو بدسلوکی کرے گا، اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔" اشارہ اس بلیک بلیٹ جاپانی کی جانب تھا۔ میں نے گردن ہلائی اور انگلی سے اسے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تم آؤ اور مجھ سے یہ بات معلوم کر لو۔" بلیک بلیٹ نے گردن خم کی اور پھر آہستہ سے چلتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔ اس نے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے اور جھک کر اپنے مخصوص انداز میں مجھے تعظیم دی لیکن میں ظاہر ہے کسی مارشل آرٹ کے ادارے کا تربیت یافتہ نہیں تھا اور وہ ساری رسمیں نہیں نبھا سکتا تھا جو اس سلسلے میں ہوتی ہیں۔ چنانچہ جیسے ہی وہ جھکا میں نے فضا میں بلند ہو کر ایک لات اس کے منہ پر رسید کر دی۔ اور وہ الٹ کر زمین پر آ گرا۔ اس سے قبل کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھتا، میں اس کے سینے پر سوار ہو گیا تھا اور پھر میں نے اس کی دونوں آنکھیں پوری قوت سے رگڑ ڈالیں۔ اس کے بعد اس کے لمبے بال اپنے ہاتھ میں جکڑ کر اسے کھڑا کیا اور پھر بالوں ہی سے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ وہ نیچے گرا تو میں اس کے سر پر تھا اور ابھی وہ سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ میرا دوسرا پاؤں اس کی ناک پر پڑا۔ بلیک بلیٹ تڑپ کر پیچھے ہٹا۔ آنکھوں اور ناک کی تکلیف نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ وہ چونکہ پے در پے پٹا تھا اس لیے سنبھل نہ سکا۔ اور پیچھے جا گرا۔ لیکن اس وقت اسے چھوڑنا سخت خطرناک بات تھی۔ چنانچہ میں اس پر پے در پے حملے کر رہا تھا۔ اس بار جیسے ہی وہ سنبھل کر اٹھا، میں نے دونوں لاتیں اس کے سینے پر ماریں۔ اور جیسا کہ میرا اندازہ تھا وہ دونوں بھی اب اس جنگ میں کودنے ہی والے تھے کیونکہ اس شخص کی پٹائی سے انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ کچھ

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کرنے کے قابل نہیں رہا لیکن اس بار میں نے جو وار کیا تھا اس پر اس کا انداز کچھ ایسا تھا کہ وہ دونوں بھی اس کی لپیٹ میں آجائیں۔ چشمے والا پھرتی سے دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ اندازہ درست ہی ثابت ہوا۔ وہ دونوں اس کی لپیٹ میں آگئے اور اس سے بچنے کی کوشش میں دونوں ہی دیوار سے بری طرح ٹکرائے۔ ان کی کراہیں ابھری تھیں۔ لیکن میں نے اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلیک بلیٹ کو تو میں نے میرا خیال ہے اس قابل کر دیا تھا کہ اب وہ آسانی سے کچھ نہ کر پائے۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے ان پر چھلانگ لگا دی تھی اور اس بار میں نے ان کے پستول ان کے ہاتھوں سے نکال دیئے تھے۔ جونہی پستول نیچے گرے بلیک بلیٹ نے ان پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے سنبھالنا بھی ضروری تھا میں ایک بار پھر زور سے اچھلا اور اس کی گردن پر میرے دونوں پاؤں پڑے۔ اس کی پیشانی بری طرح ننگے فرش سے ٹکرائی اور پھٹ گئی۔ اس کے چہرے سے بھل بھل خون بہنے لگا۔ اس طرح وہ تو ناکارہ ہوگیا لیکن وہ دونوں آدمی نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ غالباً انہوں نے دروازہ بند کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن میں نے اچھل کر ایک لات دروازے پر ماری اور دروازہ پوری قوت سے کھل گیا۔ ادھر سے ایک چیخ سنائی دی تھی اور یہ چیخ ان دونوں ہی میں سے ایک کی تھی۔ جنہوں نے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ دوسرا البتہ نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ البتہ دروازہ کھلنے سے ایک آدمی زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا تھا۔ میں نے اسے گریبان پکڑ کر اٹھایا اور وہ بری طرح دہشت زدہ ہوگیا تھا لیکن اسی وقت چشمے والا مجھے سامنے نظر آیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دبی ہوئی تھیں۔ انہوں نے فوراً ہی فائرنگ شروع کر دی۔ نشانہ مجھے نہیں بنایا گیا لیکن میرے دونوں سمت گولیاں دیوار کا پلاسٹر ادھیڑتی ہوئی گزر گئی تھیں۔ گویا یہ وارننگ تھی کہ اگر میں نے اب جنبش کی تو اسٹین گنوں کی گولیاں مجھے بھی چاٹ سکتی ہیں۔ میں نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور چشمے والے نے آہستہ سے کہا۔

"جاؤ دفع ہو جاؤ — اور تم — تم میرے ساتھ آؤ — خبردار اس وقت تمہاری کوئی مزید کوشش تمہیں وقت سے پہلے موت سے ہمکنار کر دے گی۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ میرے ساتھ آؤ۔ اس طرف، اس سمت۔" اس نے اشارہ کیا۔ اسٹین گن کی موجودگی میں اب کوئی بہادری دکھانا حماقت تھی چنانچہ میں نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور چشمے والے شخص کے اشارے پر اس جانب چلنے لگا۔ جدھر اس نے مجھ سے کہا تھا۔ وہ میرے آگے آگے چل رہا تھا اور میں اس کے پیچھے میں۔ پھر میرے پیچھے وہ دونوں اسٹین گن بردار۔ چشمے والے نے ایک اور دروازہ کھولا اور اس سے اندر داخل ہوگیا۔ لیکن اب میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کی قید میں رہنا میرے لیے ممکن نہیں تھا میں اطمینان سے اس کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ اندر بھی شاید کوئی اور موجود تھا لیکن میں نے اس کی جانب توجہ نہیں دی بلکہ چند قدم آگے بڑھ کر اس طرح لڑکھڑایا کہ دروازے کے قریب ہی رہ گیا۔ اسی دوران وہ دونوں اسٹین گن بردار بھی اندر داخل ہوئے تھے۔ دروازہ چونکہ دو پٹ کا تھا اور اندرونی سمت کھلتا تھا۔ اس لیے میں پوری طرح تیار تھا جیسے ہی وہ دونوں اس دروازے سے اندر داخل ہوئے میں نے دونوں پٹ پوری قوت سے بند کر دیئے اور وہ دونوں اس کی لپیٹ میں آگئے۔ وہ بری طرح گرے تھے اور اس کے بعد میں نے باہر چھلانگ لگا دی تھی۔ اندر چشمے والا کراہتی ہوئی آواز میں چیخا تھا لیکن میں اپنا کام کر چکا تھا اور اسٹین گن والوں کو میں نے ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔ میں نے ان دونوں کا اچھی طرح کام تمام کر دیا تھا اور ان کے چہرے خون اگلنے لگے اسٹین گنیں وہیں پڑی ہوئی تھیں۔ لیکن مجھے یہ اسٹین گنیں اٹھانے کا موقع نہیں ملا چونکہ عقب سے ایک اور آدمی نے مجھ پر چھلانگ لگائی اور میری کمر پکڑتے ہوئے زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ میں نے فوراً ہی اس شخص سے بھی نمٹنے کا فیصلہ کیا اور اس کی کلائی اپنی گرفت میں لے لی پھر میں نے اسے دونوں ٹانگوں پر ہاتھ ڈال کر زمین پر پلٹ دیا۔ لیکن اب چشمے والے کو بھی اپنا فرض پورا کرنے کی سوجھی تھی۔ اس نے ایک چاقو نکال لیا اور مجھ پر حملہ آور ہوگیا۔ میں نے پلٹ کر ایک لات اس کے سینے پر ماری اور دوسری لات اس کے منہ پر۔ اس کے کئی دانت ٹوٹ گئے۔ اور وہ خون کی کلیاں کرنے لگا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر میرے ہاتھ میں آگیا تھا تب میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے اس کا گریبان پکڑ کر چاقو اس کے پیٹ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"چلو اب تم مجھے باہر جانے کا راستہ دکھاؤ اور میرے راستے میں جو بھی مزاحمت ہو اسے میرے سامنے سے ہٹاؤ

ورنہ تمہیں بھی جہنم رسید کرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوگی۔"

"ہاں ضض — ضرور — ضرور — تت — تم یقین کرو یہاں اور کوئی نہیں ہے۔" اس نے کہا اور بعد میں جو کچھ ہوا وہ میری پسند کے مطابق ہی تھا۔ مجھے وہ دروازے سے باہر لے آیا اور جیسے ہی میں نے دروازے سے باہر قدم رکھا میرا ہاتھ اس کے جبڑے پر پڑا۔ پہلے ہی وہ کافی زخمی تھا۔ اس ہاتھ نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ وہ دیوار سے ٹکرایا اور پھر دیوار کے ساتھ ساتھ ہی زمین پر آرہا۔ اس کا یہ کہنا درست ہی معلوم ہوتا تھا کہ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔ عمارت میں مکمل سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ میں دروازے سے باہر نکل کر سامنے دیکھنے لگا۔ ایک پتلی سی سڑک پھیلی ہوئی تھی۔ جس کے دونوں سمت چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ میں ایک لمحے تک سوچتا رہا۔ سڑک پر آگے جانے کا مطلب ہے کہ کسی اور سے بھی ملاقات ہوسکتی ہے۔ چنانچہ چٹانی سمت ہی اختیار کی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ میں نے اپنی جگہ تبدیل کی اور چٹانوں کے درمیانی سڑک سے اتر کر آگے بڑھنے لگا۔ یہ چٹانیں کافی دور تک پھیلی ہوئی تھیں اور اس کے بعد غالباً قدرتی سبزہ بکھرا ہوا تھا۔ جگہ جگہ درخت بھی نظر آرہے تھے۔ اس جگہ کے بارے میں کوئی خاص اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ یہ ایریا کون سے خطے میں ہے۔ تاہم یہ بات بھی بالآخر معلوم ہو ہی جائے گی۔ مدہوشی میں نجانے کب تک سفر کرنا پڑا تھا اور نجانے ہم کہاں سے کہاں آنکلے تھے۔ پھر بھی اگر میں کافی دور نکل آیا ہوں تو واپسی کا راستہ اتنا مشکل نہیں ہوگا۔ پہلے اس جنجال سے تو نکلنا تھا۔ سوچنے کا موقع تو نہیں مل سکا تھا۔ کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

میں بہت دور تک چلتا رہا۔ اس کے بعد بڑی بڑی چٹانیں سامنے آگئیں۔ ان چٹانوں میں غار بھی بکھرے پڑے تھے۔ یہ اندازہ لگانے کے لیے کہ میرے وہاں سے نکل آنے کے بعد کیا کارروائی ہوتی ہے، میرا کسی جگہ رک جانا بھی ضروری تھا۔ سڑک پر نہ جا کر میں نے عقلمندی کا ہی ثبوت دیا تھا کیونکہ وہ لوگ مجھے یقینی طور پر سڑک پر ہی تلاش کر سکتے تھے۔ ہوسکتا ہے اس طرف بھی کسی کا ذہن متوجہ ہو جائے۔ لیکن بہرطور یہاں چھپنے کے لیے بہترین جگہیں موجود تھیں اور میں نے ایک کشادہ سے غار کا انتخاب کر لیا۔ جو ایک چٹان کے دامن میں نظر آرہا تھا۔ غار اتنا بڑا تھا کہ میں آسانی سے اس میں سما سکتا تھا لیکن ہوسکتا ہے کہ کوئی اس جانب متوجہ ہو جائے۔ اس تصور کے تحت میں نے چاروں طرف دیکھا۔ بہت سے چٹانی غار اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس کا مقصد ہے کہ کوئی خاص طور سے اس غار کی جانب متوجہ نہیں ہوسکتا اور اگر ہو بھی جائے تو کیا کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ البتہ اس بات کا افسوس تھا کہ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ کاش وہاں سے نکلتے ہوئے ایک اسٹین گن ہی اپنے قبضے میں کر لیتا۔ یہ معمولی سا چاقو میرے کس کام آسکتا ہے تاہم میں نے اسے ہی غنیمت سمجھ کر اپنے لباس میں چھپا لیا تھا۔ چٹانی غار بے حد پرسکون تھا۔ اور یہاں بڑی خوشگوار ٹھنڈک تھی۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ یہاں کچھ دیر آرام کر لیا جائے۔ البتہ سونے کا ارادہ نہیں تھا کیونکہ باہر کی جانب سے ہوشیار رہنا بہت ضروری تھا۔ زمین پر لیٹ کر میں نے اپنا رخسار ٹھنڈی زمین سے چپکا دیا۔ اور پھر گہری سوچوں میں ڈوب گیا۔ جو کچھ اب تک ہوا تھا وہ کسی خاص نوعیت کا حامل نہیں تھا لیکن سوچنے کے لیے بہت سی باتیں تھیں۔ ثریا شہریار نے یہ سب کچھ جو کیا تھا وہ کس کے ایما پر کیا تھا اور آئندہ کیا ہونے والا تھا۔ یہ خیال میرے لیے سب سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں ذرا سی بھی پریشانی مجھے لاحق نہیں تھی۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہ معمول سے مختلف نہیں ہے اور آئندہ جو کچھ ہوگا، وہ بھی معمول سے مختلف نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس سلسلے میں فکر کرنا تو بے مقصد تھا۔ یہ جگہ درحقیقت بڑی سکون بخش تھی اور یہاں کچھ وقت گزارا جاسکتا تھا۔ میں یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ جو کچھ میں کر آیا تھا، وہ بے مقصد نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کے سلسلے میں کافی لے دے ہوگی۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ فوراً ہی نکل بھاگنے کی کوشش کرنے کے بجائے ذرا صبر سے کام لوں اور وقت کا انتظار کروں۔ لازمی بات ہے کہ وہ لوگ مجھے چاروں سمت تلاش کریں گے۔ اور اگر میں نے جانے کی کوشش کی تو کسی ذریعے کے بغیر یہ کام میرے لیے مشکل ہوگا۔ اس سے بہتر طریقہ یہی تھا کہ میں غار میں آرام کروں۔ نیلی دھند میں میری آنکھیں ابھرنے لگیں۔ اور نیلی دھند کا مطلب یہ تھا کہ اب جو کچھ کرنا ہے وہ ہوش و حواس سے عاری ہو کر کرنا ہے۔ بعض اوقات ہوش و حواس سے کام کرنے کا نتیجہ بہتر نہیں نکلتا۔ بہت زیادہ احتیاط صرف نقصان پہنچاتی ہے اور میرے اندر یہ صلاحیتیں تھیں کہ میں کسی بھی خوفناک مرحلے سے گزر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوئے اپنے آپ کو پُرسکون رکھ سکوں۔ خاص طور سے اس وقت جب نیلی دھند میری معاون ہو۔ اور یہی نیلی دھند آنکھوں میں بسائے ہوئے میں گہری نیند سو گیا۔ حالانکہ یہ ایک بالکل غیر فطری عمل تھا لیکن جیسا کہ آپ کو میرے بارے میں معلوم ہے کہ جب میں کچھ کرنا چاہتا ہوں اور نیلی دھند میری معاون ہوتی ہے تو پھر وہی ہو جاتا ہے، جو غیر شعوری طور پر ہو سکتا ہے۔

نجانے کب تک میں سوتا رہا۔ ایسی پرسکون نیند آئی تھی جیسے اپنی کوٹھی کے ایئر کنڈیشنڈ بیڈ روم میں سو رہا ہوں۔ جاگا تو چاروں جانب اندھیرا پھیل چکا تھا۔ یہ اندازہ تو ایک لمحے میں ہی ہو گیا کہ صورتحال کیا ہے۔ غار کی کھردری زمین نے میرے جسم کو دکھا دیا تھا لیکن اتنی دیر سو جاؤں گا، اس بات کی امید نہیں تھی۔ حیران ہوئی تھی کہ پورا دن یہاں گزر گیا تھا۔ البتہ جاگنے کے بعد جب ہوش و حواس درست ہوئے تو یہ احساس ضرور ہو گیا کہ حالات اب میرے حق میں ہموار ہو گئے ہیں۔ جو کچھ کر کے آیا ہوں، اس کا نتیجہ ان لوگوں کو مل گیا ہو گا۔ اور وہ دن بھر میری تلاش کرنے سے مایوس ہو گئے ہوں گے، تاہم اپنے آپ کو دھوکے میں رکھنا مناسب نہیں تھا۔ دشمن سے ہمیشہ ہوشیار ہی رہنا چاہیے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ بعض لمحے ایسے بھی ہوں جنہیں خاموشی سے گزر جانے دیا جائے اور ان کے سلسلے میں بہت زیادہ فکر نہ کی جائے۔ دوسرے بہت سے احساسات کے ساتھ پیٹ میں بھی کچھ گڑبڑ ہو رہی تھی۔ ظاہر بات ہے بھوک لگ رہی تھی۔ ہر چند کہ پوری نیند سویا تھا لیکن اس کے باوجود جسم پر تھکن سی طاری تھی۔ یہ تھکن ذہنی بھی تھی۔ خیالات کے طوفان دماغ میں اٹھ رہے تھے اور میں نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا تھا۔ بہرطور ایک انگڑائی لی اور اس کے بعد اس غار سے باہر نکل آیا۔ میں نے سوچا کہ اب سڑک کی سمت اختیار کرنی چاہیے۔ ضروری نہیں ہے کہ اس کے لیے سڑک پر ہی جایا جائے۔ چٹانوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اپنے آپ کو پوری طرح تیار کر کے میں آگے کی سمت چل پڑا۔ عقب میں بہت فاصلے پر مدھم روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ یہ اسی عمارت کی روشنیاں تھیں جہاں میں قید رہا تھا اور جہاں میں کچھ گڑبڑ کر کے آیا تھا۔ پھر کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد دفعتاً مجھے بائیں سمت کے حصے میں بہت سی روشنیاں نظر آئیں۔ یقینی طور پر کچھ مکانات تھے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ مکانات اس ویرانے میں کیسے بنے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ یہاں کے لوگوں کا ذاتی مسئلہ تھا۔ میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا تھا۔ البتہ ان مکانات کو دیکھ کر ایک اور خیال میرے ذہن میں ابھرا۔ یقینی طور پر یہاں میرے سلسلے میں کوئی کارآمد بات ہو سکتی ہے۔ چنانچہ سڑک عبور کر کے میں اس علاقے میں داخل ہو گیا جہاں مکانات نظر آ رہے تھے۔ یہ مکانات اچھے خاصے بنے ہوئے تھے۔ اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے دولت مند لوگوں نے اس علاقے کو اپنی رہائش گاہ کے طور پر منتخب کیا ہو۔ ویسے بھی وہ پرفضا جگہ تھی اور ایسے لوگ جو شہری ہنگاموں سے تھک جاتے ہوں گے، یہاں آ کر سکون کے لمحات گزار لیا کرتے ہوں گے۔ جو سب سے پہلا مکان مجھے اس علاقے میں نظر آیا میرے قدم اسی کی جانب بڑھ گئے۔ مکان کے احاطے میں ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ روشنی اس بلب کی تھی جو مکان کے صدر دروازے پر لگا ہوا تھا۔ اندر کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ وہاں کی صورتحال کیا ہے لیکن مکان کا احاطہ اتنا بلند نہیں تھا کہ اسے عبور کرنے میں کوئی دقت پیش آتی۔ میں بالآخر چار دیواری عبور کر کے اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر مکان میں چاروں طرف چکر لگانے لگا۔ مجھے کسی ایسی مناسب جگہ کی تلاش تھی جس کے ذریعے میں اندر داخل ہو سکوں اور بالآخر ایک جگہ مجھے نظر آ گئی۔ یہ ایک کھڑکی تھی جو بظاہر بند محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے ہلکا سا دباؤ کھڑکی کے پٹ پر ڈالا تو کھڑکی اندر کی جانب دبنے لگی۔ یقینی طور پر یہ راستہ میرے لیے بہترین تھا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد میں کھڑکی کے راستے اندر داخل ہو گیا۔ کھڑکی باتھ روم کی تھی جو خوبصورت ٹائلوں سے آراستہ تھا۔ باتھ روم ٹب لگا ہوا تھا۔ یقیناً یہ کسی صاحب ذوق کا مکان تھا جس نے یہ باتھ روم بنوایا تھا۔ لیکن فی الحال مجھے باتھ روم کی حاجت نہیں تھی چنانچہ میں نے اس کے دروازے کو ٹٹولا۔ اندر سے کھل جانے والا دروازہ تھا۔ میں دوسری طرف پہنچ گیا۔ شاید یہ کوئی کمرہ تھا لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہاں کوئی موجود ہے یا نہیں۔ لیکن ہمت سے کام لینا تھا۔

میں نے باتھ روم کے دروازے کو بند کیا اور کمرے کی دیواریں ٹٹولنے لگا۔ کیونکہ اس کے بغیر یہ نہیں پتا چل

Uploaded By Nadeem

سکتا تھا کہ اندر کمرے میں کوئی موجود ہے یا نہیں۔ مجھے دیوار پر سوئچ بورڈ تو نہیں مل سکا تھا لیکن چند ہی لمحوں کے بعد آنکھیں تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ اور مجھے ایک مسہری نظر آئی۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا اس لیے میرے قدموں کی چاپ نہیں ابھر رہی تھی۔ میں نے غور سے مسہری کو دیکھا بظاہر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مسہری پر کوئی نہیں ہے لیکن قریب پہنچنے کے بعد مجھے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ یہ بیڈ روم خالی ہے۔ بہرطور کسی نہ کسی طرح دروازہ بھی مل گیا۔ اور میری خوش قسمتی مکمل طور پر میرا ساتھ دے رہی تھی کیونکہ یہ دروازہ بھی بند نہیں تھا۔ میں دروازے سے باہر نکل کر ایک وسیع و عریض راہداری میں آ گیا۔ اور پھر ایک سمت متعین کر کے راہداری میں آگے بڑھنے لگا۔ یہ راہداری ایک اور کمرے پر جا کر ختم ہوئی تھی جس کے دروازے سے مدھم روشنی جھانک رہی تھی۔ یقینی طور پر جو کوئی بھی اس مکان کا مکین تھا، وہ اسی بیڈ روم میں تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ یہاں کتنے افراد موجود ہیں۔ اور میرا مقصد کس حد تک پورا ہو سکتا ہے۔ اس وقت اس کے علاوہ میرے ذہن میں اور کوئی تصور نہیں تھا کہ پیٹ بھر لیا جائے اور یقینی طور پر جس مکان میں آبادی ہوتی ہے، وہاں کچن بھی ہوتا ہے اور کچن میں کچھ نہ کچھ موجود ضرور ہوتا ہے چنانچہ میں کچن کی تلاش میں چکر لگانے لگا اور اپنے اندازے کے مطابق میں نے کچن تلاش کر لیا۔ ظاہر ہے ایسے مکانات میں نے پہلے بھی دیکھے تھے۔ اور مجھے یہ پتا چل گیا تھا کہ کچن کس جانب ہو سکتا ہے۔ کچن کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ روشنی کرنا اس وقت خطرناک تھا لیکن صورتحال ہی ایسی تھی کہ روشنی کے بغیر اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ بہرطور میں نے کچن میں سوئچ بورڈ تلاش کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں روشنی پھیل گئی۔ باتھ روم کچھ اس انداز سے دیکھا تھا اس سے یہ احساسات ہوتا تھا کہ کچن بھی خوبصورت ہی ہونا چاہیے۔ اور میری مرضی کے مطابق ہی ہر چیز موجود تھی۔ ایک جانب ایک بڑا سا ڈیپ فریزر رکھا ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا فریج بھی تھا۔ اوون بھی لگا ہوا تھا۔ میں نے فریج کھولا۔ سامنے ہی پھل وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ مکھن کے پیکٹ اور فریج کے اوپر رکھی ہوئی ڈبل روٹی۔ میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ کم از کم پیٹ بھرنے کا بندوبست تو ہو گیا۔ مکھن نکالا، ڈبل روٹی کے سلائس اٹھائے اور ان پر مکھن لپیٹ کر وہیں بیٹھ گیا۔ اس وقت یہ چیزیں بڑی شاندار لگ رہی تھیں۔ میں نے کھانا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحات گزرے ہوں گے کہ دفعتاً ہی مجھے کچن کے دروازے پر ہلکی سی آہٹ محسوس ہوئی اور میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دروازہ کھلا اور شب خوابی کے لباس میں ملبوس ایک تندرست قد و قامت کی عورت مجھے نظر آئی۔ میں اس کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ وہ نیم تاریکی میں تھا لیکن عورت کے انداز سے یہ ظاہر ہو گیا تھا جیسے وہ مجھے دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئی ہو۔ اس کے جسم میں لغزشیں تھیں۔ میں اسے دیکھنے کے باوجود خاموشی سے سلائس کھاتا رہا اور اسے غالباً میرا یہ انداز بہت بھیانک محسوس ہوا تھا۔ تعجب تھا کہ اس کے حلق سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی اور وہ خاموشی سے کھڑی مجھے دیکھتی رہی تھی۔

"اگر تم اندر آنا چاہو تو اندر آ جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔" میں نے کہا لیکن عورت اندر نہیں آئی تھی۔ ایک بار پھر میں نے اسے اندر آنے کے لیے کہا اور وہ دو قدم آگے بڑھ کر میرے سامنے پہنچ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور اس کے چہرے پر عجیب سے آثار تھے۔ تیس بتیس سالہ عورت تھی۔ شکل و صورت بھی اچھی خاصی تھی۔ شب خوابی کے لباس میں کافی خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ آنکھیں سوئی سوئی سی تھیں لیکن اس وقت چہرے پر خوف کے جو آثار نظر آ رہے تھے وہ ذرا دلکش لگ رہے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

"اگر تم ایک اچھی انسان ہو تو ایک بھوکے آدمی کو یقیناً چائے بنا کر پلانا پسند کرو گی۔ کیا خیال ہے؟"

"تت۔۔۔ تم۔۔۔ تم باہر نکل آؤ۔۔۔ میں۔۔۔ میں کچھ کرتی ہوں تمہارے لیے۔"

"نہیں نہیں۔ میرا خیال ہے یہی جگہ مناسب ہے۔ ویسے لیڈی، کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ یہاں تمہارے علاوہ اور کون کون موجود ہے؟"

"میرے علاوہ اگر کچھ اور لوگ یہاں موجود بھی ہوتے تو اس وقت تمہیں ان سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم بھوکے ہو۔ اگر تم اپنی جگہ سے ہٹو اور مجھے موقع دو تو میں تمہارے لیے کھانے کا بندوبست کر سکتی ہوں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میرا خیال ہے اس وقت جو کھانا میں نے کھایا ہے یہ میرے لیے کافی ہے۔ ہاں اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے ایک پیالی چائے بنا دو۔" عورت ایک سمت بڑھی اور اس نے ایک اسٹول اٹھا کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"اس پر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔" میں ایک لمحے اسے دیکھتا رہا اور اس کے بعد اسٹول پر جا کر بیٹھ گیا۔ عورت نے آستینیں چڑھا کر جلدی جلدی چولہا جلایا اور فریج کھول کر چند چیزیں نکالیں۔ ایک کیتلی میں چائے کے لیے پانی رکھ کر اسے چولہے پر چڑھا دیا اور گھوم کر میری جانب دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے نیند کی سرخی آہستہ آہستہ غائب ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"کون ہو تم؟"

"بھوکا۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی نام بھی تو ہوگا تمہارا؟"

"اس وقت تم مجھے صرف بھوکا ضرورت مند کہہ سکتی ہو۔"

"اس عمارت میں کیوں داخل ہوئے ہو؟"

"چوری کرنے کے لیے نہیں، یہ بات میں تمہیں بالکل سچ بتا رہا ہوں۔"

"تو صرف کیا کھانا کھانے کے لیے یہاں پہنچے تھے؟"

"یہی سمجھ لو۔" میں نے جواب دیا۔

"یقین کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بہرحال تمہاری مرضی ہے۔ اور ایک بات میں تمہیں اور بتا دوں اس مکان میں، میں تنہا ہوں، یہاں اور کوئی نہیں ہے، میرے سوا۔ اس لیے خوفزدہ نہ ہونا۔ اور میرے ساتھ کوئی برا سلوک بھی نہ کرنا کیونکہ میں تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔"

"یہ ایک بہترین معاہدہ ہے ہمارے درمیان۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ نہ میں چور ہوں اور نہ کوئی ایسی شخصیت جو تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے یہاں داخل ہوئی ہے۔ بھوکا تھا اور مجھے کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز مل جائے۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ مجھے یہاں سے چلے جانا تھا۔" وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، میں تمہاری اس بات پر یقین کر لوں گی؟"

"ہاں دقت تو ہوگی ــــ تمہیں ظاہر سی چیز ہے لیکن بہرحال اس کے علاوہ میں تمہیں اور کچھ بتا بھی تو نہیں سکتا اپنے بارے میں۔"

"ٹھیک ہے میں پوچھنا بھی نہیں چاہتی۔ میں تم سے صرف اتنا کہوں گی کہ اگر میں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچاؤں تو براہ کرم مجھے بھی کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرنا۔"

میں نے اپنا پیٹ بھرنے کے بعد ظاہر ہے کہ اس کا دلی شکریہ ادا کیا۔ اس نے چائے کی ایک پیالی میرے سامنے رکھ دی اور دوسری خود بنا کر بیٹھ گئی۔

"اس کے علاوہ تم اگر کچھ چاہو تو میں تمہاری مزید مدد کر سکتی ہوں۔"

"ڈیئر ــــ کس نام سے پکاروں تمہیں؟"

"نیشا ہے میرا نام۔"

"مائی ڈیئر سویٹ نیشا ــــ مجھے براہ کرم یہاں سے باہر جانے کے لیے کوئی ایسی سواری درکار ہے جس کے ذریعے میں ایک لمبا سفر طے کر سکوں۔"

"اوہ ــــ اس کے لیے تمہیں دن کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کیوں؟"

"میرا ڈرائیور باہر گیا ہوا ہے اور وہ صبح ہی واپس آئے گا۔ دراصل میں یہاں تنہا رہتی ہوں۔ میرا ایرونا میں چھوٹا موٹا کاروبار ہے۔ وہاں بھی میری ایک رہائش گاہ ہے لیکن میں اپنا زیادہ تر وقت یہیں گزارتی ہوں۔ جن دنوں کاروباری مصروفیات ہوتی ہیں، بس ان دنوں یہاں سے چلی جاتی ہوں ورنہ اسی جگہ رہتی ہوں۔ یہ جگہ خاموش اور پرسکون ہے۔"

"تو میڈم نیشا ــــ اس وقت آپ میرے لیے کسی سواری کا بندوبست نہیں کر سکتیں؟"

"میں نے کہا ناں اس وقت اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ تم پوری عمارت کی تلاشی لے لو۔ میں تم سے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"مگر یہ سوال میرے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ آپ یہ تعاون مجھ سے کیوں کرنا چاہتی ہیں؟"

"کمال کرتے ہو، مجبوری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"مجبوری؟"

"ہاں ظاہر ہے۔ اگر میں تم سے تعاون نہیں کروں گی تو تمہارے ہاتھوں نقصان اٹھاؤں گی۔ ایک شخص جو رات کی تاریکیوں میں کسی کے گھر میں نجانے کس طرح داخل ہو جاتا

ہے، بھوکا ہے اور کچن میں داخل ہو کر کھانا کھا رہا ہے۔ بعد میں جب پیٹ بھر جائے گا اس کا تو اس کے بعد اسے اپنا وہ کام یاد آئے گا جس کے تحت وہ بھٹک رہا تھا اور میں اس شخص کے ہاتھوں نقصان نہیں اٹھانا چاہتی کیونکہ میں بہرطور اس کا نشانہ تو نہیں ہوں گی؟"

میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"نہایت عمدہ اور صاف گفتگو کی ہے آپ نے مس نیشا ــــ میں آپ کو مس ہی کہہ کر مخاطب کروں۔"

"چھوڑو ان باتوں کو۔ ان تفصیلات میں جانے سے کیا فائدہ؟ تم اگر یہاں آرام کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں بیڈروم بھی مہیا کر سکتی ہوں۔ میری طرف سے اگر کسی قسم کے شبے کا شکار ہو تو اپنی تسلی کے لیے ہر کام کر سکتے ہو اور جب میں اس قدر تعاون کرنے پر آمادہ ہوں تم سے، تو ظاہر ہے کہ تم بھی مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرو گے۔" میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ واقعی کسی کی مدد کے بغیر یہاں سے کسی مناسب جگہ پہنچنا بھی ممکن نہیں تھا اور اس کے لیے مجھے یہ عورت غنیمت محسوس ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"مائی ڈیئر مس نیشا، تمہارے ذہن میں یہ خیال نہیں پیدا ہوا کہ میں کون ہوں؟"

"اتنی ساری باتیں تو کر لیں تم سے اس سلسلے میں۔ مزید اب اور کیا معلومات کروں تم سے تمہارے بارے میں اور اتنی بہادر بھی نہیں ہوں میں کہ ان حالات کے باوجود صرف تمہاری کھوج میں وقت گزاروں۔"

"صبح کو تمہارا ڈرائیور واپس آ جائے گا تو تم مجھے یہاں سے کسی مناسب جگہ کس طرح پہنچاؤ گی؟"

"تم چاہو تو گاڑی لے جا سکتے ہو۔ مجھے وہ جگہ بتا دینا جہاں مجھے میری گاڑی مل جائے گی۔ میں ڈرائیور کو بھیج کر گاڑی منگوا لوں گی۔ یا اگر اس کے علاوہ بھی تم کچھ کرنا چاہو تو میں اس کے لیے بھی حاضر ہوں۔"

"مثلاً؟"

"مثلاً یہ کہ میں تمہیں اپنے ساتھ شہر لے جاؤں گی اور شہر چھوڑ دوں گی۔"

"یہ جگہ شہر سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

"کافی فاصلہ ہے یہاں سے شہر کا اور تمہیں بہت وقت ہوگی، اگر تم راستوں سے ناواقف ہو تو۔ ویسے بھی مجھے تم غیر ملکی لگتے ہو۔ او ہو میں سمجھ گئی۔ تمہارے بارے میں جان گئی۔ بھلا اب بھی یہ کوئی مشکل کام ہے؟" اس نے کہا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"کیا جان گئیں؟"

"تم غیر ملکی ہو اور دوسرے بہت سے غیر ملکیوں کی طرح یہاں دولت سمیٹنے آئے ہو اور اس کے لیے تم کیا کیا کچھ کر رہے ہو، ظاہر ہے یہ بات میں تو نہیں جانتی لیکن تمہارے ذرائع بہتر نہیں ہیں۔ تاہم ایک بات میں تمہیں بتا دوں کہ ریاست ایرونا میں جرم کو کبھی معاف نہیں کیا جاتا۔ ہاشم ابراہا جو کچھ بھی کرے گا، بہت خوفناک انداز میں کرے گا۔ اس بات کو تم اچھی طرح ذہن میں رکھنا۔ اپنی جان کھونے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

"ہوں ــ یہ بات کافی حد تک درست ہے۔ اچھا تو پھر ٹھیک ہے۔ اب یوں کرو کہ مجھے آرام کرنے کے لیے کوئی جگہ بتا دو اور جیسا کہ تم نے وعدہ کیا ہے کہ میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرو گی۔ میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ جو نقصان تمہیں میرے ذریعے پہنچ چکا ہے یعنی یہ اس وقت کا کھانا اس کے علاوہ اور کوئی نقصان تمہیں میرے ہاتھوں نہیں پہنچے گا۔" نیشا مسکرائی اور بولی۔

"ویسے بھی میں تمہیں ایک اچھے مہمان کی حیثیت سے خوش آمدید کہہ سکتی ہوں۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے کہا اور اس کے بعد ہم کچن سے نکل آئے۔ اس نے مجھے وہی خواب گاہ دکھائی تھی جہاں سے میرا داخلہ ممکن ہو سکا تھا۔

"تم یہاں آرام سے رہ سکتے ہو اور بالکل اطمینان رکھنا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"ہاں۔ اطمینان تو ہے مجھے بہرطور اب جو کچھ بھی ہے وقت تو گزارنا ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔

"آرام سے سو جاؤ۔ میں اپنا کمرہ بند کر کے سوؤں گی۔ رات کو میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرنا۔" اس نے نجانے کس خیال کے تحت یہ بات کہی اور میں نے بڑے پرسکون انداز میں اس سے وعدہ کر لیا۔ میں بستر پر لیٹا تو اس نے مدھم بلب جلا دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تاریکی میں سونے کا عادی ہوں، چنانچہ وہ بلب بند کر کے باہر نکل گئی۔ میں اچھی طرح آہٹیں محسوس کر رہا تھا۔ ویسے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یہ کمرہ میرے لیے کارآمد تھا کیونکہ اسی راستے سے تو میں اندر داخل ہوا تھا۔ کسی بھی خطرے کے وقت میں یہاں سے فرار بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ عجیب لگ رہا تھا مجھے۔ بہرطور میں خاموشی سے سونے کی اداکاری کرتا رہا اور اپنے بستر سے نہ ہٹا۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ کوئی بھی شریف سے شریف عورت ہوگی، وہ میرے بارے میں تجسس کا شکار ضرور ہوگی۔ نیشا نے خوف کے عالم میں مجھ سے تعاون کیا تھا اور اپنے آپ کو بے خوف ظاہر کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی لیکن اپنے وسائل سے ہر شخص کام لیتا ہے چنانچہ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور انتہائی محتاط انداز میں چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ نیشا کے بیڈروم میں روشنی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ابھی ابھی بیڈروم میں داخل ہوئی ہو۔ کہاں تھی وہ کہاں تھی؟۔ ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں تجسس سا جاگا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور کوئی کھڑکی تلاش کرنے لگا۔ کھڑکی مجھے مل گئی۔ اور میں نے اس سے اپنے کان لگا دیئے۔ اندر کا منظر بھی نگاہوں کے سامنے تھا۔ غالباً نیشا اب تک میرے سونے کا انتظار کرتی رہی تھی اور یا باہر ہی موجود تھی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ میں سو گیا ہوں تو اب وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تھی۔ یہی مناسب وقت تھا کہ میں اس کے بارے میں اصل باتوں سے واقف ہو سکوں اور میرا یہ قدم نہایت ہی کارآمد ثابت ہوا میرے لیے۔ یوں لگتا تھا جیسے قدرت نے مجھے فوری طور پر ان حالات سے واقف کرنے کے لیے یہ احساس دلا دیا ہو اس نے ٹیلی فون اٹھایا اور کوئی نمبر ڈائل کرنے لگی۔ یہاں یہ تو اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کیا نمبر ڈائل کر رہی ہے، لیکن بہرطور نمبر ڈائل کرنے کی آوازیں کھڑکی کے راستے میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں کیونکہ اس کے شیشے کھلے ہوئے تھے پھر اس نے ریسیور کان سے لگا لیا اور چند لمحات انتظار کرتی رہی پھر بولی۔

"ہاں میں نیشا بول رہی ہوں۔ جی سر۔ جی سر۔ وہ یہاں موجود ہے۔ ہاں وہ انتہائی پراسرار انداز میں یہاں آیا ہے۔ کچن میں کھانا کھایا، بھوکا تھا۔ جی ہاں آپ کا خیال درست ہے۔ وہ یہاں سے نکل نہیں پایا ہے۔ جی۔ جی میں کمرے میں سلا کر آئی ہوں۔ آپ براہ کرم جلدی کیجیے۔ میں تنہا ہوں۔ ویسے بھی مجھے کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ جی ہاں ارادہ تو اس کا رات بھر رہنے کا ہے لیکن اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ میں نے اسے کہانی سنا دی ہے اور کہہ دیا ہے کہ میرا ڈرائیور گاڑی لے کر باہر گیا ہوا ہے۔ صبح کو وہ آئے گا میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ صبح کو اسے اس کی رہائش گاہ پہنچاؤں گی۔ جی ہاں سر۔ نہیں سر میں خوفزدہ ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ میں عورت ہوں۔ کر بھی کیا سکتی ہوں؟"

"جی بہت بہتر۔" اس نے کہا اور ٹیلی فون بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ آیا تھا۔ میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ چند ہی لمحات کے بعد اس جگہ سے پلٹ کر میں دروازے پر پہنچا اور یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اس نے دروازہ بند نہیں کیا۔ میں نے دروازے پر ایک لات ماری اور برق رفتاری سے اندر داخل ہو گیا۔ وہ بستر پہ بیٹھ کر غالباً چادر اوڑھنا ہی چاہتی تھی کہ اس آواز سے بری طرح اچھل پڑی۔ میں نے کمرے میں تیز روشنی کی اور وہ سانپ کی طرح پلٹی۔ اس کا ہاتھ تکیے کے نیچے رینگ گیا تھا لیکن میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس کے اوپر جا پڑا۔ اب اس کا پورا بدن میرے بدن کے نیچے دبا ہوا تھا اور خصوصاً میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کی کلائیاں گرفت میں رکھی تھیں۔ تکیے کے نیچے سے ایک پستول باہر نکل آیا تھا۔ میں نے اس کی کلائی پر زوردار دباؤ ڈالا تو اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اور اس کے ہاتھ کی انگلیاں کھل گئیں۔ پستول پر قبضہ جمانے کے بعد میں اس پر سے ہٹ آیا اور میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں مس نیشا مجھے حیرت تھی کہ اتنی شریف خاتون اس علاقے میں کیسے پائی جا سکتی ہے۔ آپ نے اطلاع دے دی۔ اب براہ کرم جلدی سے اٹھ جائیے۔ لباس وغیرہ اگر تبدیل کرنا ہو تو ضرور کر لیجیے۔ میں آپ کو دو منٹ دے سکتا ہوں۔ ویسے شب خوابی کے لباس میں بھی آپ کافی اچھی لگ رہی ہیں۔ آئیے میرے ساتھ ورنہ کیا فائدہ کہ آپ کی زندگی کے لمحات مختصر ہو جائیں۔" اس کے چہرے پر خوف دہشت کے آثار منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔ اس نے بمشکل تمام کہا۔

"تم۔ تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ۔ کہ۔"

"جی ہاں۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں یہ رات

پرسکون گزاروں گا۔ لیکن یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ آپ جب ٹیلی فون کر کے کسی کو میری گرفتاری کے لیے طلب کر لیں تو تب بھی میں خاموش رہوں گا۔ اٹھو اور اٹھ جاؤ۔" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور وہ جلدی سے اٹھ کر بستر سے نیچے آ گئی۔

"کک۔ کیا کروں؟"

"باہر نکلو۔ میرے ساتھ چلو۔"

"کک۔ کہاں؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گا۔" میں نے اس سے کہا۔

"کپڑے تبدیل کر لوں؟"

"نہیں۔ اب نہیں، البتہ تم چاہو تو جوتے پہن سکتی ہو" اس نے جوتے پہنے اور شب خوابی کا لباس اس کے جسم کو ڈھکنے میں مکمل طور پہ ناکام رہا تھا لیکن اس وقت میں اسے کپڑے بدلنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس نے جس شخص کو ٹیلی فون کیا تھا۔ یقینی طور پر اس کے آدمی یہاں پہنچنے والے ہوں گے۔ اور جس قدر جلد اس مکان سے باہر نکل جایا جائے، میرے حق میں بہتر ہوگا۔ چنانچہ میں اسے پستول کی زد پر دھکیلتا ہوا اس مکان کے دروازے تک آیا اور اس کے بعد ہم مکان کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ میں اس کا بازو پکڑے ہوئے اسے ایک جانب گھسیٹ رہا تھا۔ چاروں طرف خاموشی اور سناٹے کا راج تھا۔ میرے قدم کافی تیز رفتاری سے اٹھ رہے تھے اور اسے بھی میرا ساتھ دینا پڑ رہا تھا۔ اچھے طور پر میں نے ایک جگہ کا انتخاب کیا جہاں سے اگر کوئی آئے بھی تو اس پر نگاہ رکھی جا سکے۔ اور اس کے بعد میں نے سرد لہجے میں اس سے کہا۔

"اور اب تم میرے ساتھ چلو گی اس جگہ جہاں سے میں یہاں سے باہر جانے کا انتظام کر سکوں۔"

"سنو۔ سنو یہاں سے تمہیں ایسی کوئی چیز نہیں ملے گی۔ اگر تم۔ اگر تم۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو نیشا۔ میں ایک بار پھر تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہاری زندگی لینے سے مجھے دلچسپی نہیں ہے لیکن اپنی زندگی بھی نہیں دینا چاہتا اور یہ بات تو طے ہے کہ تمہارا تعلق ان لوگوں سے ہے جو میرے دشمن ہیں۔ اب اس بات سے انکار نہ کرنا ورنہ کیا فائدہ کہ تم زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔" وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"چلو آگے چلو، سیدھے چلتے رہو۔ اگر وہ لوگ آ گئے تو اب تمہارا بچنا مشکل ہو جائے گا اور پھر تم۔ پھر تم میرے دشمن بن جاؤ گے۔" میں اس کے اشارے پر تیزی سے آگے چلتا رہا۔ نیشا مجھے ساتھ لیے ہوئے پیچ در پیچ راستوں سے آگے بڑھی۔ اور پھر اس مکان کے سامنے اس نے رک کر کہا۔

"یہاں میرا ایک شناسا رہتا ہے۔ اس وقت اگر تم چاہو تو میں اس کی گاڑی تمہیں دلوا سکتی ہوں۔"

"اور اس شناسا سے تم کیا کہو گی؟"

"یقین کرو، اب میں بے بس ہو چکی ہوں۔ تمہارے لیے کوئی ایسا عمل نہیں کروں گی جو تمہیں نقصان پہنچا سکے۔"

"نہیں نیشا۔ میں اتنا احمق نہیں ہوں۔ ذرا دکھاؤ مجھے وہ گاڑی کہاں ہے؟"

نیشا نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ اچانک خاموش ہو گئی۔ کسی گاڑی کی روشنیاں نظر آئی تھیں اور وہ اسی مکان کی سمت آ رہی تھی۔ سفید رنگ کی ایک خوبصورت بڑی سی گاڑی تھی اور اسے ایک آدمی ڈرائیو کرتا ہوا یہاں تک لایا تھا۔ میں نے نیشا کو پکڑ کر گھسیٹا اور اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ میں خاموشی سے اس شخص کو دیکھتا رہا۔ وہ گاڑی سے نیچے اترا اور پھر آہستہ قدموں سے سیٹی بجاتا ہوا مکان کے دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔ اسی وقت میں نے نیشا کو اس کے اوپر دھکا دے دیا۔ نیشا کے حلق سے ایک آواز نکلی اور وہ اس آدمی کو لپیٹ میں لیتی ہوئی نیچے جا گری۔ میرے لیے بس اتنا کافی تھا۔ میں نے پھرتی سے اس شخص پر چھلانگ لگائی۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کی گردن پکڑ لی۔ وہ وحشت زدہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ پہلے ہی حملے سے اس کے حواس درست نہیں ہو سکے تھے کہ میری کوششوں نے اسے بالکل ہی حواس باختہ کر دیا تھا۔ اور دوسرے ہی لمحے میرے چند گھونسوں نے اسے بے ہوش کر دیا۔ میں نے اطمینان سے اس کی گاڑی کی چابی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی اور اس کے بعد میں نے نیشا کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور وہ ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔ میں نے اسے گاڑی کی جانب دھکیلتے ہوئے کہا۔

"چلو۔ یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ چلو اب تم ڈرائیو کرو۔"

"مم۔ میں؟" وہ گڑبڑا گئی۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں — تم ۔ فوراً گاڑی اسٹارٹ کرو اور میرے ساتھ شہر چلو۔"

"مم — مم — مجھے — تم گاڑی لے جاؤ۔" میں نے نیتشا کی بکواس پر دھیان دیئے بغیر پستول کی نال اس کی گردن کی پشت پر رکھ دی۔ اور اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گاڑی کی چابی میرے ہاتھ سے لے لی۔ اس کے بعد وہ اس بڑھی گاڑی کو اسٹارٹ کر کے واپس چل پڑی۔ اور میں اس کے برابر آ بیٹھا۔ پستول کی نال اس کے پہلو میں چبھ رہی تھی اور وہ ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار تھے۔ سڑک پر پہنچ کر میں نے اس سے کہا۔

"اگر راستے میں ہمیں کوئی مل جائے تو تم خود ہی اس سے نمٹ لو گی؟"

"میں کس طرح نمٹ سکتی ہوں جس حلیے اور لباس میں ہوں اسے دیکھ کر کوئی بھی مشکوک ہو سکتا ہے۔ میرا قصور نہیں ہوگا اگر کوئی تمہاری جانب سے مشکوک ہو جائے؟"

"ورنہ تمہارا کیا خیال تھا میں تمہارے لباس پہننے کا انتظار کرتا تاکہ وہ لوگ وہاں پہنچ جاتے۔" نیتشا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

خوش قسمتی سے ہمیں راستے میں کوئی نہیں ملا اور کچھ دیر کے بعد ہم شہر کی آبادی میں داخل ہو گئے۔ فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہیں تھا کہ مجھے حیرانی ہوتی۔ تعجب تھا کہ وہ ویرانی راستہ نکلنے کیسا تھا جو اتنے سفر کے باوجود اتنا مختصر سفر طے کر سکا تھا لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ بے ہوش ہونے کے بعد مجھے وہاں سے ہٹا کر کہیں دور لایا گیا ہو۔ بہر حال الیزیا کے مضافات میرے لیے اجنبی تھے۔ میں شہر میں داخل ہو گیا۔ اور اس کے بعد نیتشا کو ہدایت دیتا رہا۔ ایک ایسی جگہ پہنچنے کے بعد جہاں سے میرے اپنے ہوٹل یعنی جمیکا جا سکتا تھا، میں نے نیتشا سے کہا۔

"اوہ مائی ڈیئر مس نیتشا۔ ان لمحات کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ تم نے میرے ساتھ کتنی چالبازی سے کام لیا ہے بہر طور میں تم سے اس کا کوئی انتقام نہیں لوں گا۔ جا سکتی ہو۔" اسے غالباً یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس طرح اس کی جان بچ جائے گی لیکن جب میں گاڑی سے اتر کر دور جا کھڑا ہوا اور میں نے پستول سے اسے واپس چلنے کا اشارہ کیا تو وہ اس برق رفتاری سے گاڑی بھگا کر لے گئی کہ ٹائر چیختے سنائی دیے۔ بہر طور تھوڑی دیر کے بعد اس کی گاڑی کی روشنیاں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھیں۔ میں آہستگی سے جمیکا کی طرف چل پڑا۔ پہلے ہی فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جمیکا میں داخل ہو گیا۔ سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا میرے پاس۔ جمیکا میں میرا کمرہ ابھی تک محفوظ تھا چنانچہ مجھے اندر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی اور کمرے میں آ کر میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ عجیب گورکھ دھندہ پھیل گیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ویسے ایسا تو ہمیشہ ہی ہوتا رہا تھا۔ شہباز احمد صاحب مجھے ایسے ہی جہنم کی بھٹی میں جھونک دیا کرتے تھے اور اس کے بعد مجھے اپنی جان بچانے کے لیے ہر وہ کارروائی کرنا پڑتی تھی جو ممکن ہوتی۔ اور اس کارروائی کے نتیجے میں مجھے کامیابی بھی نصیب ہو جاتی تھی۔ عجیب تھا یہ سب کچھ۔ غسل خانے میں جا کر میں نے غسل کیا۔ پیٹ تو تقریباً بھر ہی چکا تھا۔ اب بھوک نہیں لگ رہی تھی۔ اس لیے آرام سے سو جانے ہی کی ٹھانی۔ حالانکہ یہ بات بھی طے تھی کہ جمیکا کا یہ کمرہ بھی میرے لیے مخدوش تھا لیکن غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر بستر پر جا لیٹا اور اس کے بعد سونے کی کوشش کرنے لگا۔ کافی دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔ آئندہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ سارا چکر کچھ عجیب و غریب سا ہو کر رہ گیا تھا۔ پروفیسر سارکو نے نگانہ کے بارے میں مجھے تفصیلات بتائی تھیں اور میں کافی حد تک کامیاب ہو گیا تھا لیکن اب اس کے بعد یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ اور اس میں مجھے اپنا عمل کیا کرنا چاہیے جب کہ نگانہ سارووا پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر لوں۔ ٹریشا آخر آزاد کیسے ہو گئی ہے۔ یہ سارا چکر — سارا چکر بس عجیب و غریب تھا۔ اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس وقت سو جانا ضروری سمجھا تاکہ صبح کو ذرا ہوشیار ہونے کے بعد نئے عمل کا آغاز کروں لیکن صبح صورت حال مختلف نکلی۔ میں جاگا تو سب سے پہلے میری نگاہ جس شخصیت پر پڑی وہ نگانہ سارووا تھی۔ ایک آرام کرسی پر دراز مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں بری طرح اچھل پڑا۔ میں نے کمرے کے بند دروازے کی جانب دیکھا اور پھر نگانہ سارووا کو دیکھنے لگا۔ وہ مسکرائی اور اس نے کہا۔

"ہیلو۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا۔

"تمہیں حیرت ہو رہی ہوگی کہ میں بند کمرے میں کیسے داخل ہو گئی ہوں؟"

"حیرت تو مجھے بہت سی باتوں پر ہو رہی ہے میڈم نگانہ؟" میں نے کہا۔

"تمہارے لہجے میں کوئی ناراضگی پائی جاتی ہے؟"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ اس قدر مطمئن نظر آ رہی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کو تمام صورتحال معلوم ہو چکی ہے؟"

"ہاں۔"

"آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ٹریشا میرے چنگل سے نکل گئی۔"

"ہاں۔"

"اور آپ کا منصوبہ فیل ہو گیا۔"

"تقریباً۔"

"مگر آپ — آپ یہاں؟"

"نہیں ڈیئر — یہ اتنا مشکل کام نہیں تھا۔ ظاہر ہے میرا کاروبار یہی ہے لیکن اب تمہیں جلد نکلنے تیار ہو کر میرے ساتھ چلنا ہے۔ یوں سمجھ لو اس کمرے میں، میں کئی گھنٹے تک تمہاری حفاظت کرتی رہی ہوں۔"

"تمہیں کیسے یہ بات معلوم ہوئی کہ میں واپس آ گیا ہوں؟"

"اب اتنا بھی نہ معلوم ہوتا مجھے؟" اس نے دلبرانہ انداز میں کہا۔ اور میں گہری سانس لے کر غسل خانے کی جانب دیکھنے لگا۔

"ناشتہ میرے ساتھ ہی کرنا۔ بس لباس تبدیل کر لو۔ جاؤ منہ ہاتھ دھو لو۔" نگانہ نے کہا۔ غسل خانے میں منہ دھوتے ہوئے میں چند لمحات سوچتا رہا۔ پراسرار عورت واقعی پراسرار ہے لیکن جس قدر مطمئن نظر آتی ہے وہ ذرا تعجب خیز بات ہے۔ بہر طور اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی مہرہ ہاتھ میں تھا بھی نہیں۔ دیکھنا تھا کہ آئندہ صورتحال کیا ہوتی ہے۔ باقی جہاں تک رہا خوف اور دہشت کا معاملہ تو درحقیقت اس معاملے میں بار بار یہ کہتے ہوئے مجھے خود بھی شرمندگی ہوتی ہے کہ اس کا میرے پاس سے گزر نہیں ہوا تھا۔ میں ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا تھا اور ہر خطرہ مول لینے کے لیے تیار رہتا تھا چنانچہ میں نے نگانہ سارووا کو مایوس نہیں کیا اور کچھ دیر کے بعد اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اس کی خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی۔ پہلے بھی میں اس کی کار دیکھ چکا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ ڈرائیور نے سنبھالی ہوئی تھی۔ ہم دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اور کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ نگانہ سارووا نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی البتہ یہ فاصلہ کافی طویل تھا اور ایک بار پھر مجھے شہری علاقوں سے نکل کر نواحی علاقوں میں آنا پڑا تھا۔ نگانہ سارووا پر مکمل اعتماد کیے بغیر اب کوئی چارہ بھی نہیں تھا چنانچہ میں نے خاموشی ہی اختیار کیے رکھی۔ اس بار کار ایک بالکل نئی عمارت میں داخل ہوئی تھی۔ یہ پرانی طرز کی بنی ہوئی عمارت تھی اور کافی مضبوط اور مستحکم نظر آ رہی تھی۔ البتہ عمارت میں میں نے جو کچھ دیکھا وہ میرے لیے ذرا باعثِ تعجب تھا۔ بعض جھروکوں سے اسٹین گنوں کی نالیاں جھانک رہی تھیں اور اس کے عقب میں یقینی طور پر آدمی موجود تھے۔ گویا اس عمارت کے تحفظ کا بڑی عمدگی سے بندوبست کیا گیا تھا۔ بڑے سے محرابی دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد ہم ایک بڑے ہال میں داخل ہو گئے تھے اور اس ہال میں کافی میزیں اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں باقاعدہ میٹنگیں ہوا کرتی ہوں۔ میں ہال میں داخل ہوا تو سارووا نے کہا۔

"آؤ پہلے ہم ناشتہ کرتے ہیں۔"

"مگر تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو اور یہ کون سی جگہ ہے؟"

"ابھی میں تمہاری ملاقات چند لوگوں سے کرانے والی ہوں تمہیں ان سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔" نگانہ سارووا نے مجھے ساتھ لیا اور ہال سے گزر کر ایک کمرے میں آ گئی۔ ابھی تک میں نے یہاں کسی آدمی کو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن جیسے ہی ہم اس کمرے میں داخل ہوئے، دو عورتیں اندر آ گئیں۔ نقابی سی تھیں اور چہروں سے ملازمائیں نظر آ رہی تھیں۔

"جلدی سے ناشتہ لگوا دو۔" سارووا نے کہا اور وہ گردن خم کر کے وہاں سے چلی گئیں۔ پھر میں نے نگانہ سارووا کے ساتھ بہترین ناشتہ کیا تھا۔ ناشتے کے دوران وہ مکمل خاموش رہی اور کسی سوچ میں ڈوبی رہی۔ اس کے بعد ہم وہاں سے فارغ ہو کر دوبارہ ہال کی جانب واپس پلٹ پڑے لیکن اس وقت ہال میں چار پانچ افراد موجود تھے اور میں نے جو پہلی شخصیت وہاں دیکھی وہ ٹریشا سیان تھی جسے دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ نگانہ سارووا کے چہرے پر ایک گہری خاموشی اور سنجیدگی طاری تھی۔ ٹریشا نے البتہ کھڑے ہو کر مجھے تعظیم دی تھی۔ اس کے چہرے پر اطمینان اور سکون نظر آ رہا تھا اور ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ۔ ٹریشا کے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ساتھ گٹھے ہوئے جسم اور لمبے قد کا ایک اور آدمی موجود تھا جس نے فوجی انداز کے بال کٹائے ہوئے تھے اور اس کے جسم پر فوجی وردی ہی تھی۔ یہ آدمی آنکھوں سے کافی خونخوار معلوم ہوتا تھا۔ دو اور آدمی تھے جو ذرا مؤدب نظر آ رہے تھے ان دونوں کے سامنے لیکن لمبے چوڑے جسموں کے مالک اور خاصے ذہین نظر آتے تھے۔ نگانہ سارودا مجھے لیے ہوئے ایک جگہ پہنچ گئی۔ پھر اس نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ٹریشا کو دیکھ کر میری جو کیفیت ہوئی تھی وہ قابل بیان نہیں ہے۔ مجھے حیرانی ہوئی تھی اور نگانہ سارودا کے چہرے سے بھی یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کسی تردد کا شکار نہیں ہے۔ مجھے بٹھانے کے بعد وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور اس کرسی کے پاس جا بیٹھی جو ذرا نمایاں طور پر رکھی ہوئی تھی اور خالی تھی۔ وہاں بیٹھ کر نگانہ سارودا نے مجھ سے کہا۔

"میرے دوست فائق دادا، میں تم سے ان لوگوں کا تعارف کرانا چاہتی ہوں۔ اور تمہیں یقینی طور پر ان دونوں کو یہاں دیکھ کر حیرت ہو رہی ہوگی۔ لیکن میری خواہش ہے کہ وہ آخری شخصیت ہمارے درمیان پہنچ جائے جس سے مل کر تمہیں دلی مسرت ہوگی۔ اس لیے ان کا انتظار کر لو۔"

ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ میں حیرتوں سے گزر رہا تھا۔ اور یہ منظر مجھے کافی سنسنی خیز محسوس ہو رہا تھا۔ آنے والی ایک بھاری بھرکم شخصیت تھی جس کا جسم ذرا موٹا تھا لیکن تن و توش بہت شاندار تھا۔ وہ کافی اچھی شخصیت کا مالک نظر آ رہا تھا۔ وہ آیا تو سب لوگ کھڑے ہو گئے اور پھر وہ اس کرسی پر بیٹھ گیا جو نگانہ سارودا کے پاس بچھی ہوئی تھی۔ تب نگانہ سارودا نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر کہا۔

"اور اس وقت تمہیں یہ سن کر نہایت خوشی ہوگی مسٹر فائق دادا کہ تم ایرونا کی زبردست شخصیتوں کے درمیان ہو سب سے پہلے میرے بھائی فیروز گاتا سے ملو۔ یہ فیروز گاتا ہیں۔" اس نے آخری آنے والے آدمی کی جانب اشارہ کیا۔ اور میں خاموشی سے فیروز گاتا کا چہرہ دیکھتا رہا جو اپنی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ نگانہ سارودا نے کہا۔

"اور مجھے تم جانتے ہو نگانہ سارودا۔ فیروز گاتا کی چھوٹی بہن۔ ان سے ملو یہ ہماری سرگرم کارکن ٹریشا ریان ہیں۔ ٹریشا ریان کو تم میری مخالف شخصیت کے روپ میں دیکھ چکے ہو۔ لیکن تمہیں حیران نہیں ہونا چاہیے۔ ابھی مسٹر فیروز گاتا تمہیں تمام صورتحال سے آگاہ کریں گے۔ اس وقت ٹریشا ریان کا تم سے مکمل تعارف ہو جائے گا۔ اور یہ ہیں مسٹر فیرن۔ فیرون کو مقامی لوگ بگ باس کے نام سے جانتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو یہ نہیں معلوم کہ بگ باس کے پس منظر میں مسٹر فیرن ہیں۔ ہمارے ساتھی، ہمارے بہترین دوست مسٹر فیرون کے بعد ان دو افراد سے ملو یہ ان فوجیوں کے سپہ سالار ہیں جو بالآخر ایک دن ایرونا پر قابض ہو جائیں گی۔ ان سب کا تعارف کرانے کے بعد میں مسٹر فیروز گاتا سے درخواست کروں گی کہ وہ تم سے گفتگو کریں۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو ان تمام لوگوں سے یہ بات معلوم کر لو یہ سب تمہارے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور تمہاری ذہانت کا لوہا مانتے ہیں۔ میں آپ سے بھی یہ عرض کرنا پسند کروں گی مسٹر فیروز گاتا کہ فائق دادا ایک انوکھی شخصیت کا مالک شخص ہے اور بہت سی منازل سے گزرنے کے بعد ہم نے اسے اپنے دوستوں میں منتخب کیا ہے۔ اور مسٹر فیروز گاتا اس بات سے بہت زیادہ اطمینان کا اظہار کرتے ہیں کہ میرا انتخاب غلط نہیں ہے فائق دادا کے بارے میں۔ چنانچہ اب مسٹر فائق دادا، آپ فیروز گاتا سے تمام تفصیلات سنیے۔" فیروز گاتا نے اپنی بھاری آواز میں کہا۔

"اجنبی دوست۔ تمہارا اچھا تعارف مجھ سے ہو چکا ہے اس کے بعد مزید تعارف کی گنجائش نہیں رہتی۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ تم بہترین صلاحیتوں کے مالک شخص ہو اور ایک اور اعتراف کرتا ہوں میں وہ یہ کہ ایرونا کو اس وقت تمہارے ہی جیسے انسان کی ضرورت تھی۔ تمہارے شانوں پر جو ذمہ داریاں ڈالی جائیں گی وہ کوئی عام آدمی سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھے تم جیسا آدمی مل گیا اب میں ذرا ایرونا کی تاریخ پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ ایرونا دولت سے مالامال ہے۔ اس کی زمینیں سونا اگلنے والی ہیں اور مستقبل میں یہ ایک دنیا کی بہترین دولت مند مملکت بن کر ابھرے گا۔ اس مملکت کے ذریعے کیا کیا فائدے حاصل ہو سکتے ہیں یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ ہم نے اس کی آزادی کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ ایرونا کی آزادی ایک مذاق بن کر رہ جائے۔ ہاشم ابراتا نے بھی سب کچھ کیا ہے۔ دراصل اسی آزادی کی تحریک کا بانی میں

ہوں یعنی فیروز گاتا۔ ہاشم ابراتا میرے دست راست کی حیثیت سے میرا ساتھی تھا۔ لیکن وہ درپردہ نہایت چالاک اور ذلیل انسان تھا۔ اس نے میرے تمام راز اپنے قبضے میں لیے اور ایرونا کی آزادی کے لیے انتہا پسندوں کی ایک جماعت بنائی۔ یہ دور بہت غور و فکر کا دور ہے میرے دوست اور اس وقت کوئی بھی ایسی سیاست کامیاب نہیں ہو سکتی جو دنیا سے ہٹ کر کٹ کر شروع کی جائے۔ ہمیں آزادی ملی اس آزادی کے بعد ہمیں ساری دنیا سے ایرونا کے لیے ہمدردیاں حاصل کرنا تھیں لیکن انتہا پسندی کبھی ہمدردیاں حاصل کرنے نہیں دیتی۔ بلکہ ابتدا ہی میں دشمن بنا لیتی ہے میں نے یہی چاہا تھا کہ مستقبل میں مضبوط بنیادوں پر ایرونا کی سیاست کو ہموار کیا جائے۔ لیکن ہاشم ابراتا نے انتہا پسندوں کے ساتھ مل کر نئی پالیسیاں بنائیں اور اپنے آپ کو اس آزادی کا ہیرو ظاہر کر دیا۔ بے شک اس نے جدوجہد کی میں اس بات سے انکار نہیں کرتا لیکن اصل شخص تو میں تھا جس نے اس آزادی کی روح کو بیدار کیا۔ میں پس منظر میں چلا گیا اور ہاشم ابراتا آزاد ایرونا کا حکمران بن بیٹھا۔ یہ میری حق تلفی تھی۔ یہ میرے ساتھ سازش تھی۔ اس سازش کا جواب نہ دینا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ ہاشم ابراتا کو پوری طرح حمایتیں حاصل ہو گئیں اور اس نے اپنی چالاکی سے کام لے کر لوگوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا۔ اور جب میں نے اس بات کی مخالفت کی تو اس نے مجھے باغی قرار دے دیا۔ اس نے اپنا ایک نظریہ بنا لیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایرونا کو خاص انداز میں پروان چڑھنا چاہیے جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ آنے والا وقت اس کے اس نظریے کی تردید کرے گا اور اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور یہ مشکلات میری آزادی کی اس جدوجہد کو قتل کر کے رکھ دیں گی۔ جس کے لیے میں نے اپنی زندگی وقف کر کے رکھ دی ہے۔ چنانچہ مجبوراً مجھے باغی کی حیثیت سے سامنے آنا پڑا۔ اور ہاشم ابراتا کے خلاف ایک محاذ بنانا پڑا انتہا پسندوں کی دنیا میں مجھے باغی ہی کی نگاہوں سے دیکھا گیا اور ان لوگوں نے اپنے اپنے جال چاروں طرف پھیلا دیے اور میرے خلاف عمل میں مصروف ہو گئے۔ وہ مجھے ہلاک کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ مستقبل مجھے ایرونا کا سربراہ قرار دے گا۔ یہ میری پیشن گوئی ہے۔ ہاشم ابراتا کے سلسلے میں میں نے جو کچھ کیا اس میں بنیادی طور پر مجھے کامیابی صرف اس لیے نہیں حاصل ہو سکی کہ ہاشم ابراتا نے دولت کے دروازے کھول دیے۔ ایسے ایسے اہم لوگوں کو اپنا ہم آواز بنا لیا کہ میرے منصوبے تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ مجھے تلاش تھی کسی ایسی شخصیت کی جو ایرونا سے وفادار تو ہو لیکن اس کا تعلق ایرونا سے نہ ہو۔ میں نے اس سلسلے میں چاروں سمت نگاہیں دوڑائیں اور بدقسمتی سے مجھے میرے مطلب کا کوئی آدمی نہیں مل سکا۔ ایک ایسا شخص جو میرے ان منصوبوں کی تکمیل کر سکے اور مکمل طور پر مجھ سے تعاون کر سکے۔ پھر میری بہن نگانہ سارودا نے مجھے تمہارے بارے میں تفصیلات بتائیں اور ہم تمہارا جائزہ لیتے رہے۔ یہاں سے میں گفتگو کو نیا رخ دے رہا ہوں یعنی نگانہ سارودا۔ جب ہم نے یہ دیکھا کہ ہاشم ابراتا نے چالاکی سے کام لے کر ہمیں ہمارے حق سے محروم کر دیا ہے اور ایرونا کا مالک بن بیٹھا ہے تو پھر ہم نے بھی اس چالاکی کا جواب چالاکی سے دینا شروع کر دیا۔ گروہ کو باغیوں کا علاقہ قرار دے دیا گیا اور گروہ میں گویا تمام باغی موجود تھے لیکن حقیقت یہ تھی کہ گروہ صرف ایک دکھاوے کی چیز ہے اور وہاں جو کچھ ہوتا ہے اس کا اصل کام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نگانہ سارودا میری چھوٹی بہن ہے لیکن اس نے میری ہدایت پر مجھ سے اختلافات پیدا کیے اور مجھ سے علیحدہ ہو کر باہر کی دنیا میں آ گئی۔ اور اس نے کچھ ایسے کام شروع کر دیے جو حکومت کی نگاہوں میں ناپسندیدہ تھے لیکن حکومت اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی تھی۔ بگ باس میرا دوست فیرون میرے لیے اسلحہ حاصل کرنے لگا۔ اور اس نے بھی چالاکی سے کام لے کر اپنے آپ کو ایک غیر متعلق شخصیت ظاہر کیا۔ بہت سا اسلحہ اس نے ایرونا کی حکومت کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ وہ ایک غیر متعلق آدمی ہے لیکن درحقیقت وہ میرا ساتھی ہے۔ ٹریشا ریان نگانہ کی بچپن کی دوست۔ نگانہ کی دشمن بن کر سامنے آئی اور اس نے ہم لوگوں کے خلاف کارروائی شروع کر دی لیکن درحقیقت وہ ہماری ہی ایک ساتھی ہے۔ جب تم ہمارے علم میں آئے تو ہماری نگاہیں تم پر جم گئیں اور ہم یہ محسوس کرنے لگے کہ تم وہ آدمی ثابت ہو سکتے ہو جو ہمارے لیے کارآمد ہو۔ مسٹر فائق دادا، مس نگانہ سارودا نے مجھے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات بتا دی ہیں۔ بے شک تم جیسی فطرت کا مالک آدمی جب خطرناک ہوتا ہے تو اتنا کہ اس کی خوفناکیت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ نگانہ سارودا نے تمہیں پسند

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کیا۔ تم کو ایک اچھا ساتھی پایا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے تمہارے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ مجھے بھی تمہاری جانب متوجہ ہونا پڑا۔ اور پھر میں گہری نگاہوں سے تمہارا جائزہ لیتا رہا۔ بے شک تمہارے اندر وہ صلاحیتیں موجود ہیں جو کسی ایسے آدمی میں ہونی چاہئیں جو ملکوں کی تقدیر بدل دیا کرتا ہے۔ آخر میں نگانہ ساروا نے تمہیں میرے پاس پہنچانے کا بندوبست کیا اور آخری امتحان کے طور پر ٹریشا ریان کو تمہارے حوالے کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد تم نے جو کچھ کیا وہ بھی ناقابلِ یقین تھا۔ لیکن اب ہم تمہاری طرف سے مکمل طور پر مطمئن ہو چکے ہیں اور یوں یہ بات سامنے آتی ہے کہ میری اس طویل جدوجہد کے لیے تمہیں ایک کارکن کی حیثیت سے منتخب کیا جا رہا ہے۔ سنو مائی ڈیئر فائق داوا، درحقیقت تم جس ملک سے بھی تعلق رکھتے ہو مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ ایرونا کی تاریخ بدلنے کے لیے اگر تم عمل کرو گے تو ہم تمہیں اپنے آپ سے الگ نہیں سمجھیں گے۔

تمہیں ایک تاریخ ساز اجنبی کا نام دیا جائے گا اور اس تاریخ سازی میں تمہارا اہم کردار تسلیم کیا جائے گا۔ بعد میں ہم تمہیں تمہاری پسند کے مطابق ایرونا کی حکومت میں کوئی بڑا عہدہ دے سکتے ہیں۔ بہت بڑا عہدہ۔ ہو سکتا ہے تمہیں نائب وزیراعظم بنا لیا جائے۔ ہو سکتا ہے تمہیں اور کوئی ایسا بڑا عہدہ دے دیا جائے جو تمہاری پسند کا ہو۔ تمہاری ساری زندگی عیش و عشرت میں گزرے گی۔ ایرونا دولت کا ڈھیر ہے۔ اور اگر تم ایرونا میں کوئی عہدہ نہیں لینا چاہتے اور تمہارے ذہن میں اور کوئی تصور ہو تو تم جس قدر دولت کا تصور کر سکتے ہو کر لو۔ اتنی دولت کہ تم کسی چھوٹی موٹی ریاست کے نواب کہلا سکتے ہو، تمہیں دی جائے گی۔ اور اس کے صلے میں تمہیں ہمارا کام کرنا پڑے گا۔ دوسری صورت ہے میرے دوست فائق داوا، وہ یہ کہ اگر تم یہ سب کچھ نہ کرنا چاہو تو اس کے بعد ہم تم سے درخواست کریں گے کہ جتنی رقم تم چاہو وہ لے کر ایرونا کی سرحدوں سے باہر چلے جاؤ اور دوبارہ ایرونا کی جانب رخ نہ کرو۔ یہ اس لیے کہا جا رہا ہے کہ آج ہم سب تمہارے سامنے نمایاں ہو گئے ہیں اور ہم نے اپنی وہ پالیسی تمہیں بتا دی ہے جسے بتانے کے بعد دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو تمہیں ہلاک کر دیا جائے یا پھر اپنے مقصد کے لیے آمادہ کر لیا جائے۔ لیکن ہم تمہاری ہلاکت پسند نہیں کریں گے۔ تم جیسے آدمی بار بار پیدا نہیں ہوتے البتہ ہم تم سے درخواست ضرور کریں گے کہ ایرونا چھوڑ دو اور دوسری صورت میں اگر تم ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو تو ہم تاحیات تمہارے احسان مند رہیں گے۔ فیصلہ تمہیں ابھی کرنا ہے۔ ظاہر ہے تم کسی سے مشورہ کرنے کے لیے نہیں جاؤ گے۔ فیصلہ کرو اور ہمیں جواب دو۔"

میں گم صم ہو گیا تھا۔ یہ کہانی جو میرے سامنے آئی تھی انوکھی ترین تھی۔ یہ سوچ کر مجھے دل ہی دل میں ہنسی آنے لگی کہ مجھے ایرونا کے نائب وزیراعظم کا عہدہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ وزیر داخلہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔ میں اور وزارت، میرے چاروں دوستوں کے تو ہوش ہو جائیں گے۔ کم از کم ان کے سامنے یہ کہہ سکوں گا کہ میں بھی ایک ریاست کا وزیر ہوں۔ بہرحال ہنسنے کا موقع نہیں تھا۔ مجھے اس وقت ذہانت سے کام لینا تھا۔ دولت کے انبار، عہدے، یہ سب بہترین حیثیت رکھتے ہیں لیکن بدنصیبی تھی ان لوگوں کی کہ ان کے سامنے ایک ایسا بیوقوف آدمی بیٹھا ہوا تھا جس نے اپنی زندگی میں اپنے لیے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ نہ مجھے وزارت کی ضرورت تھی، نہ اس بے پناہ دولت کی۔ میری اپنی دولت تو اپنی ذات کی خوشی تھی۔ شہباز احمد صاحب تھے جنہوں نے اپنی مسکراہٹوں سے میرا دل جیت لیا تھا اور میں ان کے لیے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ اور اس وقت بھی وہی میری نگاہوں میں تھے لیکن بہرطور ہوشیاری شرط تھی۔ ایرونا کے باغی کے سامنے۔ اگر میں ذرا بھی بے وقوفی کر گیا تو اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ مجھے زندہ رہنے دیا جائے۔ بے شک فیروز گاتا نے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ اگر میں اس کام کو پسند نہ کروں تو مجھے ایرونا کی سرحدوں سے نکال دیا جائے لیکن اگر میں انکار کر دیتا تو اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ لوگ مجھے یہاں سے جانے دیں۔ چنانچہ اب جو کچھ بھی کرنا تھا ان کو یقین دلانے کے لیے کرنا تھا اور میں جانتا تھا کہ اس وقت مجھے کتنی محنت کی ضرورت ہے چنانچہ میں نے گہری سانس لے کر نگانہ ساروا کی طرف، فیروز گاتا کی طرف اور پھر ٹریشا ریان کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست، میرے محترم دوست فیروز گاتا، تم بہت بڑے انسان ہو۔ بہت بڑی شخصیت ہے تمہاری اور میں اب بھی تمہارے سامنے یہ اعتراف کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ ایک درمیانے درجے کا آدمی ہوں۔ جرم کی زندگی میں شامل ہوں لیکن میرے جرائم صرف اتنے ہیں

کہ جہاں بھی ہوں اپنی ذات کے لیے آسائشیں مہیا کر لوں۔ عیش و عشرت کی زندگی گزاروں اور بس۔ لیکن حیرانی کی بات ہے کہ اس وقت میرے سامنے اتنے ذہین اور منظم افراد موجود ہیں کہ خود پر غور کرتا ہوں تو شرم آتی ہے بلکہ حیرت بھی ہوتی ہے کہ آخر کو وہ کون سی خوبی ہے میرے اندر کہ جس کے لیے مجھے اتنے بڑے کام کے لیے منتخب کر لیا گیا ہے۔ تاہم اگر فیروز گاتا کوئی ایسی بات سوچتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کی تکمیل کر سکوں گا تو مجھے فیروز گاتا کی پیشکش خلوص دل سے قبول ہے۔ فیروز گاتا جس انداز میں بھی چاہے، میں اس کے لیے کام کرنے کے لیے تیار ہوں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں اس طرح کا کام کروں گا، اس بار جو میں نے پہلے کبھی نہیں کیا۔"

وہاں موجود تمام ہی افراد کے چہرے خوشی سے کھل گئے۔ خاص طور سے نگانہ ساروا بہت زیادہ خوش نظر آ رہی تھی۔ فیروز گاتا کے موٹے ہونٹوں پر بھی مدھم سی مسکراہٹ سی پھیلی ہوئی تھی جیسے اسے میرے الفاظ سے خوشی ہوئی ہو تاہم اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہم نے خلوص دل سے تمہیں دو پیشکشیں کی ہیں فائق داوا اور دوسری صورت بھی تمہارے سامنے لائی گئی ہے؟"

"دوسری صورت؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"سمجھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"جو فرائض تمہیں سونپے جائیں گے وہ بہت خطرناک اور مشکل ہوں گے۔"

"ابھی چند لمحات قبل مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کام کا مجھے اہل سمجھا جا رہا ہے جو مجھے دیا جائے گا۔"

"اوہ، تمہارا کہنا درست ہے دوست، تم اور صرف تم اس کے اہل ہو۔ مگر ہم تم سے مخلص ہیں اور تمہیں ان خطرات سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں جو تمہیں یہ کام کرتے ہوئے پیش آئیں گے۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"اس کے باوجود تم ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو۔"

"ہاں۔"

"تمہارا بے حد شکریہ۔ اب دوسری بات پوری سچائی سے بتاؤ۔"

"پوچھو۔"

"معاوضے کے طور پر تم کیا چاہو گے؟"

"فیروز گاتا کی دوستی۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مسٹر فیروز گاتا، میں بہت بڑی بات نہیں کہنا چاہتا۔ تم نے، میڈم نگانہ ساروا نے، تمہاری اس خاتون ساتھی ٹریشا ریان نے مجھے ایک حیثیت دی ہے، میرا تعین کیا ہے اور اس کے نتیجے میں مجھے یہ پیشکش کی ہے۔ مجھے کسی قابل سمجھ کر ہی یہ ذمہ داری مجھے سونپی جا رہی ہے ناں؟"

"ہاں۔"

"کس قابل سمجھا گیا ہے مجھے؟"

"ایک زیرک، معاملہ فہم اور دلیر انسان۔"

"جو کام میں تمہارے لیے سرانجام دے سکتا ہوں، کیا میں دوست کے لیے، کیا اپنی پسند کی حیثیت اختیار کرنے کے لیے سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔"

"اوہ۔" نگانہ ساروا نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں مسٹر داوا۔"

"دولت کے انبار میرے، جو تم نے کہے ہیں۔ عہدے میرے لیے قابلِ اعتنا نہیں ہے چنانچہ معاوضے کے طور پر مجھے یہ دونوں چیزیں نہیں چاہئیں۔"

"اوہ پھر؟"

"پھر کچھ بھی نہیں۔"

"یعنی تم بے خطرہ۔ تم یہ سب کچھ کس بنیاد پر کرو گے؟"

"صرف تمہارے لیے۔ ساروا کے لیے۔ تم لوگوں کو تمہارا مقام مل جائے گا تو میں تمہیں مبارکباد دے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر کہ یہ صرف اسی دوستی کے نام پر ہے جو تم نے مجھ سے کی۔"

فیروز گاتا خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "نگانہ میرے دوست کے لیے بہتر رہائش گاہ کا بندوبست کرو۔" نگانہ بھی اٹھ گئی اور باقی دوسرے افراد بھی۔

نگانہ مجھے ساتھ لے کر وہاں سے باہر نکل آئی۔ پھر میری رہائش کے لیے بھی بہترین بندوبست کیا گیا تھا۔ نگانہ ساروا مجھے اس وسیع و عریض کمرے میں لے آئی تھی جو ہر طرح کی آسائشوں سے پُر تھا۔ خوبصورت بیڈروم، ملحقہ غسل خانہ، قالین وغیرہ غرض وہ ہر شے یہاں موجود تھی جو ایک اچھی رہائش گاہ میں ہو سکتی ہے۔ نگانہ ساروا کے چہرے پر پھول

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کھلے ہوئے تھے اور وہ بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا۔

"دل تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے ایک ایسی جگہ منتخب کی جائے جہاں پہنچ کر آدمی کو مر جانے کو جی چاہے لیکن ابھی ہم دل کی ان تمام آرزوؤں کا اظہار نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے سینوں میں چھپی ہوئی ہیں۔ اس لیے فی الحال تم یہ رہائش گاہ قبول فرماؤ۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے نگانہ سارودا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر یہاں تم سے ملاقات ہوتی ہے سارودا تو میں اس جگہ کو اس سے کم نہیں سمجھتا جس کا اظہار تم نے کیا ہے۔" نگانہ سارودا بے اختیار ہو گئی۔ اور یہی میرا کمال تھا۔ بیوقوف عورت نجانے کن خیالوں میں گم تھی، احمق ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسرے کے بارے میں جانے بغیر صرف اپنی عقل پر بھروسا کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے سامنے والا اس سے ناواقف ہے۔ حالانکہ ہر شخص اپنی ذات میں کچھ ہوتا ہے اور اسے سمجھے بغیر کوئی عمل کر ڈالنا غیر دانشمندی ہی ہو سکتی ہے۔ نگانہ سارودا ایک اتنی بڑی تنظیم چلا رہی تھی، بہت عظیم کھیل کھیل رہے تھے یہ لوگ۔ لیکن کہیں نہ کہیں کچا پن ظاہر ہو ہی جاتا ہے اور اس وقت بھی یہی سب کچھ ہو رہا تھا۔ وہ میری طرف سے اس قدر مطمئن ہو گئے تھے کہ انہوں نے اپنے اہم ترین کام میں اپنا مجھے فریق بنا لیا تھا لیکن حقیقت تھی، یہاں سے زیادہ آپ جانتے ہیں اور اسی کو میں اپنی کامیابی سمجھتا تھا کہ جن لوگوں سے میرا مقصد تھا، وہ میری ذات سے پوری طرح مطمئن ہو جائیں۔" نگانہ سارودا نے کہا۔

"اور اب جبکہ تم یہاں آ گئے ہو اور میرے لیے ہر شے قابلِ حصول ہو تو میرا دل یہی چاہتا ہے کہ عرصۂ دراز تمہاری قربت میں گزاروں اور کسی کام کے لیے قدم باہر نہ نکالوں لیکن ہم ابھی تعمیر کی منزل میں ہیں۔ ہم اپنا مستقبل تعمیر کر رہے ہیں اور اس مستقبل کی تکمیل کے بعد میرے سینے میں جو کچھ ہے وہ میں تمہارے سامنے رکھ دوں گی۔"

"ٹھیک ہے نگانہ سارودا، تم اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کر چکی ہو کہ اب میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔"

"تم نے صرف دوستی کی غرض سے ہماری محبت قبول کی ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ فیروز کا تاتے کس قدر متاثر ہو گیا ہے۔"

"بہر حال ابھی کوئی بھی بات قبل از وقت ہو گی میں تم لوگوں کو بتاؤں گا کہ میری محبت کیا ہے؟"

کچھ دیر کے بعد نگانہ سارودا کے لیے ایک پیغام آیا اور وہ مجھ سے اجازت لے کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے گہری گہری سانسیں لیں اور پھر اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ ایک نگاہ ہی میں جگہ بہت حسین معلوم ہوئی تھی۔ میں نے اس کا مزید جائزہ لیا اور اس کے بعد جوتے وغیرہ اتار کر مسہری پر دراز ہو گیا اور جی چاہا کہ دل کھول کر قہقہے لگاؤں۔ سارا کھیل جناب شہباز احمد صاحب کا تھا اور وہ اتنی بڑی شخصیت تھے میرے لیے کہ اتنا فاصلہ ہونے کے باوجود میں انہیں خود سے دور نہیں سمجھتا تھا اور اب یہ خوب ہے کہ مجھ تک پہنچ گیا تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ شاید میری اس آرزو کے آخری لمحات آ پہنچے ہیں۔ بلاشبہ یہی ذمہ داری تھی نا میرے اوپر کہ میں فیروز کا تا تک پہنچ جاؤں۔ عامر جلالی کو بھی یہی کام سونپا گیا تھا، میں بھی اسی مقام پر رہ گیا تھا جہاں سے عامر جلالی نے دھوکا کھایا تھا اور میں اس کیفیت کو دہرانا نہیں چاہتا تھا چنانچہ زیادہ محتاط طریقے سے اور زیادہ ہوشیاری سے مجھے عمل کرنا تھا۔ فیروز کا تالے نے ابھی مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ میرے سپرد کیا ذمے داری کرنا چاہتا ہے لیکن تھوڑا بہت اندازہ مجھے بھی ہو رہا تھا اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو اب مجھے ابیر ونا کے سربراہ ہاشم ابرانا کے پاس پہنچنا تھا اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ یہی میری خواہش تھی گویا ابھی تک کے سارے معاملات بڑی خوش اسلوبی سے تکمیل کی جانب جا رہے تھے۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد نگانہ سارودا ایک بار پھر واپس آئی اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوری ڈیئر، درحقیقت کچھ وقت تم سے دور رہنا پڑے گا جبکہ دل بالکل یہ نہیں چاہتا تھا۔ لیکن مجبوری ہے میں کسی بھی وقت واپس آ سکتی ہوں۔ محسوس نہ کرنا۔"

"نہیں۔ تم اپنا کام سرانجام دو۔ میں یہاں مطمئن ہوں۔" میں نے کہا اور نگانہ سارودا چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور بہت دیر تک آنے والے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا۔ نجانے اب کس صورتحال کا سامنا کرنا پڑے۔

وقت گزرتا رہا پھر رات ہو گئی اور نجانے اس وقت کیا بجا تھا جب دروازہ کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا میں نے چونک کر دیکھا۔ یہ ٹریشا ریان تھی جو شب خوابی کے خوبصورت لباس میں مسکراتی ہوئی میرے قریب آ گئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر سنبھل گیا اور ٹریشا ریان بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔ میں اس کی ہنسی میں شریک تو نہیں تھا، لیکن مدہم نگاہوں سے اسے دیکھتا ضرور رہا تھا۔ وہ ایک کرسی گھسیٹ کر میرے نزدیک بیٹھ گئی اور گہری سانسیں لے کر بولی۔

"کیا سوچتے ہو گے تم لوگ میرے بارے میں؟"

"تم لوگ؟" میں نے کسی قدر متعجبانہ انداز میں کہا۔

"غلط بول گئی صرف تمہارے بارے میں کہہ رہی ہوں۔"

"نہیں مس ٹریشا ریان، کیا سوچ سکتا ہوں میں تمہارے بارے میں؟"

"یہی کہ کتنے جعلساز ہیں ہم۔ کیا کیا چکر چلائے ہیں تمہارے ساتھ؟ جبکہ ہم سب ایک دوسرے کے معاون کار تھے۔"

"اس قسم کے معاملات اسی طرح چلتے ہیں مس ٹریشا ریان۔ ظاہر ہے یہ سارے کام کوئی ایسی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ جن میں اقدار و آداب کا خیال رکھا جاتا تھا۔ جو کچھ میرے سامنے آیا اس میں میں نے بھی گنجائش رکھی تھی ورنہ میرا طریقہ کار بھی کچھ مختلف ہو جاتا۔"

"میں جانتی ہوں۔" ٹریشا ریان مسکراتی ہوئی بولی۔ "نگانہ سارودا تو جس کام سے گئی ہے، اس کی واپسی نہ جانے کب ہو گی۔ اب یہ میری ذمے داری ہے کہ میں تمہیں کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہ ہونے دوں۔"

میں نے چونک کر ٹریشا ریان کی چمکدار آنکھوں کو دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "کیا حرج ہے مس ٹریشا ریان، آپ بھی مجھ سے شوق فرمائیے۔" دل ہی دل میں، میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ٹریشا ریان کی آنکھوں میں جھانکنے لگا جن میں گلابی گلابی ڈورے ابھر رہے تھے۔ وہ بھوکی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔

"ایک بات پوچھو مسٹر فائق دادا؟"

"ضرور پوچھو۔"

"تم نگانہ سے بہت متاثر ہو گئے ہو۔ تم نے اس کے لیے مجھے نقصان پہنچایا تھا۔"

"یہ صرف اتفاق ہے مس ریان کہ آپ لوگ ایک ہی نکلے۔ نگانہ سے پہلے اگر میری دوستی آپ سے ہو گئی ہوتی تو شاید نگانہ کو یہ نقصان پہنچ جاتا۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ میں دوستیاں نبھانے والا آدمی ہوں ورنہ آپ میں اور نگانہ میں میرے لیے کیا فرق ہو سکتا ہے؟"

"خوبصورت بھی ہو۔" اس نے لگاوٹ بھری مسکراہٹ سے کہا۔

"یہ صرف تمہاری پسند ہے۔"

"نہیں میں جانتی ہوں نگانہ بھی تمہاری دیوانی ہے۔ سخت تشویش کا شکار تھی کہ اگر تم اس کی حرکت کا برا مان گئے تو کیا ہو گا؟"

"بھلا اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا؟"

"بہت کچھ بگڑ جاتا۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تمہاری الفت کھو بیٹھتی۔" اس نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ دل ہی میں میں نے سوچا تھا کہ مس ٹریشا آنے والے وقت کا انتظار کرو۔

میں نے فلسفیانہ انداز میں کبھی نہیں سوچا۔ زندگی میں فلسفے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ باعمل تھا اور نہ جانے کیا سے کیا بنا دیا گیا تھا اور یہ سب جس انداز میں ہوا تھا۔ میرا خیال ہے، میرے حق میں تو بہتر ہی تھا۔ ورنہ وہی عام سی زندگی گھر، بیوی، بچے۔ زندگی کے بے شمار مسائل اور اسی میں بڑھاپا اور بڑھاپے کے بعد موت۔ موت تو خیر کسی بھی وقت آ سکتی ہے۔ یہ فیصلہ تو آسمانوں میں ہوتا ہے۔ میں ان تمام چیزوں کا خلوص دل سے قائل تھا۔ لیکن جو کچھ میری زندگی میں شامل ہو گیا تھا وہ میرے لیے دلکش ترین تھا۔ اور حقیقت یہی ہے کہ میری زندگی کے راستے میری پسند کے مطابق ہی منتخب کیے گئے تھے۔ نجانے کیسے کیسے ہنگاموں میں پھنستا رہتا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے بہت تعاون کیا تھا مجھ سے اور نجانے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔

بہرطور اس وقت ٹریشا ریان میرے سامنے تھیں اور اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ۔ نہ جانے یہ سب کچھ کیا ہے۔ ہر عورت اپنے طور پر ایک ہی انداز میں سوچتی ہے اور اسی انداز میں عمل کرتی ہے۔ چنانچہ ٹریشا ریان نے اب تک جتنے روپ بدلے تھے وہ سب مصنوعی تھے اور اس وقت یہ خاتون جس انداز میں نظر آ رہی تھیں یہ درحقیقت ان کا اصل روپ تھا۔ اور مجھے صرف یہی روپ پسند تھا جو

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چیز جس مقصد کے لیے ہو، اس سے بھٹک جاتے ہیں رہتے۔ لیکن اپنے محور کی جانب واپس آجاتے تو میں سمجھتا تھا کہ یہ بہتر انداز ہے اور اس وقت میں نے تمام فضول باتوں کے بجائے محترمہ ٹریشاریان کو اس وقت کے لیے ایک نعمت سمجھا۔ ٹریشاریان کے انداز سے یہ احساس ہوتا تھا جیسے وہ مجھ پر فتح حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہی ہو، اور مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا اس میں چنانچہ محترمہ ٹریشاریان کے لیے میں ایک بہت ہی سعادت مند انسان بن گیا۔ ان کے ہر حکم کی تعمیل میرا فرض تھا۔ اور میں نے اس تعمیل میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ان کی آنکھوں میں ستارے جھلملا رہے تھے اور ستاروں کی یہ تمام جگمگاہٹیں بالآخر میرے ذہن کے راستے میرے وجود میں اتر گئیں۔ ٹریشاریان بہت زیادہ محبوبیت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

صبح کو سورج کی پہلی کرن کے ساتھ میں جاگا اور میں نے اپنے قریب ٹریشاریان کو بے خود پایا۔ وہ رات کی کہانیوں کی امین تھی اور یہ کہانیاں میرے لیے آتنی ہی دلکش رہیں جتنی ہوا کرتی تھیں۔ میں خاموشی سے اٹھا اور ضروریات زندگی میں مصروف ہو گیا۔ غالباً میری آہٹ ہی سے ٹریشاریان جاگی تھی، جب میں غسل خانے سے باہر آیا تو وہ مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی عجیب انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ اور اس قسم کی جتنی بھی خواتین اب تک میری زندگی میں آئی تھیں وہ مجھے بہت ہی عزیز محسوس ہوئی تھیں۔ چنانچہ ٹریشاریان بھی اس وقت میرے لیے انتہائی دلکش حیثیت کی حامل تھی۔

اور میں اس کی آنکھوں میں بھی وہی تاثر پڑھ رہا تھا۔

وہ خاموشی سے میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتی رہی اور میں مسکراتا ہوا اس کے قریب آگیا۔

"ہیلو ٹریشا۔"

"ہیلو ڈیئر۔" اس نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

"کیا بات ہے، نیند پوری نہیں ہوئی؟" میں نے سوال کیا۔

"تم نے نیند پوری ہونے دی ہے؟"

"میں نے؟"

"تو اور کیا۔"

"تم نے بھی تو مجھے نہیں سونے دیا۔" میں نے ہنس کر کہا اور وہ بھی ہنس پڑی۔

"چلو حساب برابر ہو گیا؟"

"ہاں۔ لیکن اس دلکش رات کو میں کبھی نہیں بھول سکوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا واقعی؟"

"بالکل درست کہہ رہا ہوں۔"

"اور تم فاتح دادا۔ تم۔ تم۔ میں تمہارے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میرے دل میں تم کیا حیثیت اختیار کر چکے ہو۔ آہ کیا بتاؤں۔"

"پریشان کیوں ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ایک تصور کے ساتھ۔"

"کیسا تصور؟"

"میں سوچتی ہوں کہ تم میری نہیں نگانہ ساروا کی ملکیت ہو۔" مجھے دل ہی دل میں ہنسی آگئی۔ میں نے دل میں سوچا، کہ معزز خاتون نجانے کتنی خواتین مجھے اپنی ملکیت سمجھ چکی ہیں لیکن ان کی بدقسمتی ہے کہ ان کی یہ ملکیت بہت مختصر وقت میں ان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ تاہم یہ میرا فرض تھا کہ اپنے آپ کو ہر اس نیک خاتون کی ملکیت قرار دوں جس نے مجھے اپنی ملکیت سمجھا ہو۔ میں نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

"یہ تم کیوں سوچتی ہو ٹریشاریان؟"

"آہ۔ میں جانتی ہوں کہ میری کیا حیثیت ہے۔"

"حیثیت سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"بس کوئی خاص بات نہیں۔ ایسے ہی۔" اس نے پھیکے سے انداز میں کہا۔

"تم بہت زیادہ بددل ہو رہی ہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتا۔"

"نہیں ڈیئر۔ اچھا میں ذرا ابھی آتی ہوں۔" اس نے کہا اور اس کے بعد وہ بھی غسل خانے میں چلی گئی۔ میں آرام کرسی میں دراز ہو گیا تھا۔ بھلا مجھے مصروفیت ہی کیا تھی، ان تمام فضول باتوں کے علاوہ جو میں کرتے رہنا تھیں۔ ٹریشاریان کافی دیر کے بعد واپس آئی۔ نکھری نکھری اور دھلی دھلی نظر آ رہی تھی۔ مغموم سی میرے سامنے آکر بیٹھ گئی میں نے اسے پریشان نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری اداسی میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"دیکھو فاتح دادا، میں یہ نہیں کہتی کہ میں بہت ہی نیک اور پارسا ہوں۔ لیکن شاید تم یقین نہ کرو کہ زندگی ان مراحل تک پہنچ ہی نہیں پائی۔ میں نے اب تک جو کچھ کیا ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ بے شک میرے سامنے کچھ ایسے معاملات آئے جن میں میں نے اپنی ذات کے بارے میں کبھی سوچا۔ لیکن۔ لیکن تم نے ان سب پر فوقیت حاصل کر لی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"بس میں اس کی تفصیل نہیں بتا سکتی۔"

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔" میں نے یہ بات مان لی مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب تم اداس کیوں ہو؟"

"اس لیے کہ میں جانتی ہوں کہ تم نگانہ ساروا کی ملکیت بن جاؤ گے۔"

"نہیں یہ تمہارا خیال غلط ہے۔ میں اپنی پسند کا مالک ہوں۔ میں نے ان لوگوں سے ہر قسم کے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ فیروز گاما بہت اچھا انسان ہے اور اس نے اپنی زندگی جس جدوجہد میں گزاری ہے۔ اسے اس جدوجہد کا پھل ملنا چاہیے۔ یہ غلط بات ہے کہ ہاشم ابراتا نے اس سے اس کا سب کچھ چھین لیا ہے اس کی محنت پر ڈاکا ڈالا ہے لیکن جہاں تک ان تمام باتوں کا تعلق ہے تو میں تو اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ ان سارے معاملات میں میں ان سب کا ساتھ دوں گا لیکن اگر مجھے زندگی کے لیے کوئی اہم فیصلہ کرنا پڑا تو اس کا حق تو مجھے ہی حاصل ہے اور میرا یہ خیال ہے کہ فیروز گاما میرے اس حق کو چھیننے کی کوشش بالکل نہیں کرے گا۔"

ٹریشاریان کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور اگر تم پر یہ فیصلہ چھوڑ دیا جائے کہ تم یہاں ایشیا میں زندگی بسر کرو گے اور کس کے ساتھ کرو گے تو کیا تم میرا خیال اپنے دل میں لا سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"میرا مطلب ہے اگر نگانہ ساروا۔"

"نہیں۔ ہرگز نہیں ٹریشاریان ایسا ممکن نہیں ہے۔ میں نگانہ ساروا کی ملکیت بھی نہیں ہوں۔ یہ تو میری اپنی پسند پر منحصر ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ زندگی میں میرے لیے گنجائش موجود ہے؟"

"سو فیصدی ہے۔"

ٹریشاریان کا غم ایک دم دور ہو گیا اور میں نے یہ فیصلہ کیا کہ کم از کم میری زبان میں اتنی قوت ضرور ہے کہ میں اپنے مدمقابل کو مطمئن کر سکتا ہوں۔ اس بات سے خوشی ہوئی تھی اور اس کی خوشی کی وجہ یہ بھی تھی کہ ٹریشاریان بہت دلکش شخصیت تھی، ہر طرح سے، ہر لحاظ سے اور اگر نگانہ ساروا فوراً ہی نازل نہیں ہو جاتی تو کم از کم مجھے ٹریشاریان کی قربت حاصل رہے گی۔ اور میرا یہ اندازہ بالکل درست تھا۔ پورے تین دن ٹریشاریان ہر لمحہ میرے ساتھ رہی اور مجھے بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا تھا عیش کی زندگی کھانا پینا۔ البتہ اس رہائش گاہ سے باہر جانے کا موقع نہیں دیا گیا تھا اور میں خود بھی کہیں نہیں جانا چاہتا تھا۔ ایک مقصد کے لیے جس جگہ پہنچ گیا تھا، وہیں سے اس کی تکمیل ہوتی تھی۔ پھر بھلا کیا ضرورت تھی کہ جگہ جگہ بھاگا پھرا جائے!

البتہ چوتھے دن صبح ہی صبح جس شخصیت نے مجھ سے ملاقات کی وہ نگانہ ساروا تھی۔ نگانہ ساروا جس مشن پر گئی ہوئی تھی، مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم تو نہیں تھا لیکن یوں لگتا تھا جیسے وہ سیدھی میرے پاس ہی آئی ہو۔ میری رہائش گاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔ اور یہ غالباً میری نہیں بلکہ ٹریشاریان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ صبح منہ اندھیرے ہی میرے پاس سے چلی گئی تھی اور میرا کمرہ اس وقت خالی تھا۔ ٹریشاریان کو بھی شاید اس بات کا علم نہیں تھا کہ نگانہ ساروا اچانک چوتھے دن آجائے گی لیکن اس دن صبح کے لیے کوئی ایسی ذمہ داری سونپ گئی تھی جس کے لیے اسے اندھیرے ہی میں نکل جانا تھا۔ اور اس نے رات ہی کو مجھ سے یہ بات کہہ دی تھی۔ مجھے خود بھی کافی خوشی ہوئی کہ ٹریشاریان اس وقت موجود نہیں تھی۔ نگانہ ساروا ایسے لباس میں ملبوس تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی کہیں باہر سے آئی ہے۔ اس نے خود ہی مجھے جگایا تھا اور اس کے بعد وہ حرکت کی تھی جو قابل بیان نہیں ہے۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور یہ محسوس کر کے کہ ٹریشاریان موجود نہیں ہے، مجھے بڑا اطمینان ہوا۔

"صبح ہی صبح نگانہ ساروا!"

"ہاں۔ ابھی ابھی آئی ہوں۔ بس یوں سمجھ لو کہ عمارت میں داخل ہونے کے بعد سیدھا تمہارے کمرے کا رخ کیا ہے۔"

"خوب۔ میں اس صبح کا آغاز تمہارے [illegible] سے کرتا ہوں۔" نگانہ ساروا نے آگے بڑھ کر میری پیشانی چوم لی اور بولی۔

"اور میں اپنی زندگی کی اس حسین صبح کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ اچھا اب یہ بتاؤ، یہ وقت کیسے گزارا؟"

"ٹھیک اچھی طرح۔ یہاں میرا ہر طرح سے خیال رکھا گیا۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں بالکل نہیں۔ بھلا فیروز گاما کے مہمان کو کون تکلیف ہو سکتی ہے؟"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم مطمئن تو ہو۔ اس دوران کچھ نہ کچھ تو ضرور سوچتے رہے ہوگے؟"

"نہیں۔ شاید تم اسے غلط بیانی سمجھو۔ لیکن حقیقت ہے نگانہ سارووا کہ میں جب کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں اور اس کا اعلان کر دیتا ہوں۔ تو پھر میرے پاس اس کے بارے میں سوچنے کے لیے کچھ نہیں رہ جاتا' سوائے اس کے کہ میں اپنی ذمہ داریوں کو اس انداز میں پورا کروں جس طرح میرے دوست چاہتے ہیں۔ نگانہ سارووا ایک کرسی پر بیٹھ کر مجھے دیکھنے لگی۔ دیکھتی رہی اور پھر بولی۔

"اور میں حیران ہوں۔ یقین کرو تم نے کبھی خواب میں مسکراتا رہا۔ حالانکہ میری اس مسکراہٹ میں نیازمندی کا احساس تھا۔ لیکن درحقیقت یہ مسکراہٹ دوسری کیفیات کا مظاہرہ کرتی تھی۔ اس مسکراہٹ میں ایک کہانی چھپی ہوئی تھی۔ فیروز نگاتا کی تباہی کی کہانی۔ جسے نہ نگانہ سارووا سمجھ سکتی تھی اور نہ فیروز نگاتا۔ کیونکہ میں کسی بھی طور پر اپنے اس مقصد سے نہیں ہٹ سکتا تھا جو میرے سپرد شہباز احمد صاحب نے کیا تھا۔ باقی سارے سلسلوں میں مجھے آنکھیں بند کرنی تھیں۔ میرے ملک کا مفاد کسی چیز میں وابستہ ہے؛ اس سے زیادہ قابلِ اہمیت اور کوئی بات میرے لیے ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ نگانہ سارووا دنیا جہان کی باتیں کرتی رہی۔ پھر میں نے اس کے ساتھ ناشتا کیا۔ ٹریشیا ریان کو غالباً اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ اس کی حریف آ گئی ہے اور وہ خود ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ بڑے دلچسپ معاملات تھے۔ نگانہ سارووا کے ساتھ ناشتا کیا، پورا دن گزارا۔ شام کو اس نے مجھے اپنے خاص محل مدعو کیا۔ اور یہ دعوت نامہ اس نے خود ہی مجھے دیا تھا۔

"ڈنر تم میرے ساتھ کرو گے۔ فیروز نگاتا اپنے ایک مشن پر گیا ہوا ہے۔ آج وہ واپس نہیں آئے گا لیکن کل کا دن ہمارے تمہارے درمیان مذاکرات کا دن ہے۔ البتہ آج کی رات تمام کاموں کے لیے غیر موزوں ہے اور اس رات تمام کام ترک کر دیے گئے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر اس کی یہ دعوت قبول کر لی۔ ٹریشیا ریان تو بے چاری ایسے غائب ہوئی تھی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اس کی تشویش بالکل بجا تھی۔ بھلا نگانہ سارووا کے سامنے اس کی کہاں چل سکتی تھی۔ یہ میں نے ایک بار بھی اس کا نام نہیں لیا تھا۔

ڈنر بہت پُرتکلف تھا۔ اور لمبی چوڑی میز پر میرے اور نگانہ سارووا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہاں وہ بے شمار خادمائیں ضرور تھیں جو ہماری مدد کر رہی تھیں۔ پُرتکلف ڈنر کے بعد نگانہ سارووا مجھے اپنے ساتھ لیے ہوئے اپنی حسین خوابگاہ میں پہنچ گئی۔ اس خوابگاہ کے بارے میں تفصیلات بتانا بے کار ہے۔ بس یہ سمجھ لیا جائے کہ ایک دولت مند ترین عورت کی خواب گاہ تھی' دنیا کی ہر قیمتی چیز سے آراستہ اور اس خوابگاہ میں پہنچنے کے بعد نگانہ سارووا نے میری جانب مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور بولی۔

"ہم اس رات کو یادگار بنائیں گے۔ بہت سی باتیں کریں گے۔ تمہیں میرے ساتھ رات گزارنے میں اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

میں ہنس پڑا۔ یہ ہنسی مجھے بے اختیار آ گئی تھی۔ نگانہ سارووا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"کیوں، ہنسے کیوں؟"

"اس لیے کہ بات بے حد عجیب ہے۔ تمہارے ساتھ ایک حسین رات گزارنا بھلا میرے لیے کوئی ایسا کام ہے جس کے لیے میں سوچوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ میری سب سے بڑی آرزو تھی اور نگانہ سارووا نے میری یہ آرزو بہت اچھی طرح پوری کی۔

دوسرے دن صبح ہی صبح سب لوگ مستعد ہو گئے تھے۔ علم ہوا کہ فیروز نگاتا واپس آ گیا ہے اور اس نے شاید کچھ انتظامات بھی کر لیے تھے۔ چونکہ دن کو ساڑھے دس بجے اس نے مجھ سے ملاقات کی۔ میری خیریت پوچھی اور پھر کہا کہ شام کو چار بجے وہ میرے ساتھ ایک اہم میٹنگ کرے گا۔ کیا میں اپنے آپ کو پُرسکون پاتا ہوں؟

"ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں مسٹر فیروز نگاتا بلکہ انتظار کر رہا ہوں بے چینی سے کہ آپ کس قدر جلد میری ذمہ داریاں میرے سپرد کر دیتے ہیں۔"

"آج شام کو چار بجے میں سب کچھ کر لوں گا۔ اس وقت تک کے لیے مجھے اجازت دو۔"

شام کے چار بجے جس جگہ مجھے طلب کیا گیا تھا وہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا اور اس میں ایک وسیع و عریض میز بچھی ہوئی تھی۔ جس کے گرد پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر فیروز نگاتا بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری کرسی پر نگانہ سارووا تھی۔ ایک سمت ٹریشا ریان بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ دو اور اجنبی آدمی تھے جنہیں میں نہیں پہچانتا تھا۔ لیکن اندازہ

یہ ہوتا تھا کہ یہ بھی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اور اس کے علاوہ مسٹر فیرون بھی تھے جو بگ باس کے نام سے جانے جاتے تھے۔ گویا اس وقت بہت اہم معاملات درپیش تھے۔ ان کے سامنے کچھ کاغذات اور فائلیں وغیرہ پڑی ہوئی تھیں۔ دروازہ بند کر لیا گیا اور فیروز نگاتا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر فائق واوا! ہم تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اہم ذمہ داری آپ کو سونپ دی جائے۔ جس کے لیے آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور جس کے لیے ہمیں اس بات پر یقین بھی ہے کہ وہ صرف آپ ہیں جو اس ذمہ داری کو صحیح انداز میں پورا کر سکتے ہیں۔"

"میں اپنے جذبات کا اظہار پہلے بھی کر چکا ہوں۔ مسٹر فیروز نگاتا۔ اور اس سلسلے میں بہت زیادہ کچھ کہنا بے کار سمجھتا ہوں۔"

"یقیناً۔ آپ سے اس موضوع پر بہت زیادہ گفتگو نہیں کی جائے گی۔ ہم نے جو فیصلے کیے ہیں وہ بہت غور کرنے کے بعد کیے ہیں اور ان کے لیے ہم بہت زیادہ تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔ جو کچھ ہو رہا ہے اور جس پیمانے پر ہو رہا ہے ____

____ اگر ہم اسی پیمانے پر اس کا جواب دیں تو بڑی خونریزی ہوگی مسٹر فائق واوا۔ ہم اس خونریزی سے بچنا چاہتے ہیں۔ چونکہ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ ہمارے وطن کے رہنے والے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔ وہ ہاشم ابراتا کو اپنا دیوتا مانتے ہیں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیں ان کی زندگی لینے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ لیکن ہم اپنے مقصد کی تکمیل بھی چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں ہمارے دشمن صرف چار افراد ہیں چنانچہ اگر ہم ان چار افراد کو ہلاک کر دیں تو میرا خیال ہے سارے معاملات بن جاتے ہیں اور ہم اپنا کام بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں اور ان چاروں افراد کو ہلاک کرنے کی ذمہ داری تمہارے سپرد کی جاتی ہے مسٹر فائق واوا۔ سب سے پہلا سوال تم سے یہ ہے کہ کیا تم یہ ذمہ داری قبول کرنا پسند کرو گے؟"

"خلوص دل سے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

"بہت بہت شکریہ۔ اب تمہیں ان چار افراد کے بارے میں تفصیلات بتائی جاتی ہیں۔ ان میں سے تین جرنیل ہیں اور چوتھا خود ہاشم ابراتا۔ یہ تینوں جرنیل، ہاشم ابراتا کے دستِ بازو ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام جنرل فوزال ہے، دوسرا جنرل ٹیروش ہے اور تیسرا جنرل گیل۔ یہی سمجھ لو کہ ہاشم ابراتا صرف انہی تین جنرلوں کے بل پر چل رہا ہے۔ اگر یہ تین جنرل اس کے ساتھ نہیں ہوں گے تو ہاشم ابراتا ایک ناکارہ پرزہ بن کر رہ جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں ہاشم ابراتا کی زندگی مقصود نہیں ہے۔ سب سے پہلے تمہیں ان تینوں جنرلوں کو یکے بعد دیگرے ختم کرنا پڑے گا۔ اور اس کے بعد ہاشم ابراتا کی باری آتی ہے۔ ہم تمہارے لیے انتہائی مناسب انتظامات کریں گے۔ اور ایسے مواقع تمہیں مہیا کیے جائیں گے کہ تم ان تینوں جنرلوں کو ہلاک کر دو۔ تمہیں ان کے پورے پروگرام سے آگاہ کیا جاتا رہے گا اور یہ کام تمہیں ہاشم ابراتا کے محل ہی میں کرنا ہو گا۔ تینوں جرنیل ہلاک ہو جائیں گے تو ہاشم ابراتا کی قوت خود ہی خراب ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد تم نہایت خاموشی سے اسے قتل کر دینا۔ اس کے قتل کی رات ہمارے [illegible] مقصد کی تکمیل کی آخری رات ہوگی۔ اور اسی رات ہم ایرونا کی حکومت پر قبضہ کر لیں گے۔ سمجھ رہے ہو نا تم بلکہ یوں سمجھ لو کہ اس رات ایرونا کی حکومت خود بخود ہمارے قبضے میں آ جائے گی۔ ہم نے اس سے متعلق تمام انتظامات کر لیے ہیں۔ کیا خیال ہے؟ کیا اب اس سلسلے میں تم کوئی سوال کرنا پسند کرو گے؟"

"پہلا سوال یہ ہے کہ میں ہاشم ابراتا کے محل میں کیسے داخل ہو سکتا ہوں؟"

"تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ تم وہاں پہنچنے کے بعد اپنے مقصد کی تکمیل کرو۔ باقی کام ہمارا ہے کہ ہم تمہیں کس طرح وہاں پہنچاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مجھے محفوظ طریقے سے وہاں پہنچا دو گے؟"

"ہاں۔ اس وقت ایرونا میں ہاشم ابراتا کے محل میں ہمارے تقریباً ڈیڑھ درجن افراد موجود ہیں جو بڑی محنت اور دیانتداری سے اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں لڑکیاں بھی ہیں اور نوجوان بھی ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اس طرح وہاں محفوظ رکھا ہے کہ ابھی تک ہاشم ابراتا کے فرشتوں کو بھی یہ علم نہیں ہے کہ اس کے اتنے اہم آدمی ہمارے آدمی ہو سکتے ہیں۔" یہ اطلاع میرے لیے بڑی سنسنی خیز تھی اور میں اسے سن کر بہت زیادہ حیران ہوا تھا لیکن اس وقت حیثیت اسی میں تھی کہ اپنے چہرے سے کسی

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تاثر کا اظہار نہ ہونے دیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اب میں اتنا کچا نہیں رہا تھا کہ ایسی کوئی بات ہو سکے چنانچہ میں نے اس خبر کو بڑے سکون سے سنا اور مسکرا کر بولا۔

"ویری گڈ۔ تو پھر مجھے اس شخصیت کے بارے میں تفصیلات بتائی جائیں۔"

"پہلے اس کا نام۔ اس کا نام جلال واسل ہے اس کے بارے میں تفصیلات یہ ہیں مسٹر فائق داوا کہ یہ درحقیقت ہاشم ابراتا کا ناجائز بھائی ہے، غیر شادی شدہ ہے، نوجوان ہے اور پوری دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے۔ درحقیقت اس کی ماں شیرش ہاشم ابراتا کے باپ کی منظور نظر تھی اور ہاشم ابراتا کا باپ جہاں کہیں بھی ہوتا تھا، شیرش کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ چنانچہ کسی کو علم بھی نہیں ہو سکا کہ انگلینڈ کے ایک خاص حصے میں ایک بچہ پرورش پا رہا ہے۔ وہ کس کا ہے۔ بعد میں اس بچے کا انکشاف ہوا لیکن اس وقت جب شیرش سانپ کے کاٹنے سے ہلاک ہو چکی تھی، بعد میں یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ وہ ہاشم ابراتا کا ناجائز بھائی ہے لیکن اسے کوئی حیثیت نہیں دی گئی۔ وہ انگلینڈ ہی میں پرورش پاتا رہا۔ وہ صرف انگریزی زبان جانتا ہے بعد میں ہاشم ابراتا نے اس کے ساتھ بہتر سلوک کیا اور اسے تمام تر سہولتیں دیں۔ ان دونوں کے درمیان بہترین تعلقات بھی قائم ہو گئے۔ بعد میں جب ہاشم ابراتا کو یہ حیثیت حاصل ہوئی تو اس نے جلال واسل کو انگلینڈ سے بلوا لیا۔ اور اس کی خواہش پر اسے محل کا محافظ مقرر کر دیا۔ چیتے کی طرح پھرتیلا، چالاک اور طاقتور نوجوان ہے اور ہاشم ابراتا اس پر آنکھیں بند کر کے بھروسا کرتا ہے۔ ہاشم ابراتا کے لیے وہ ایک وفادار کتے کی حیثیت رکھتا ہے اور اسے ہاشم ابراتا کے بے شمار راز معلوم ہیں۔ محل کی تمام سیکیورٹی اسی کے سپرد ہے اور اس کے تحت کام کرنے والے پورے محل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس شخص سے بہتر اور کوئی شخصیت ایسی نہیں ہو سکتی تھی جس کی جگہ تمہیں دی جا سکتی۔ اس شخص کا تعلق ہاشم ابراتا سے تعلق رکھنے والے ہر شخص سے ہے اور سب اس کی عزت بھی کرتے ہیں۔ اور اتنا ہی بھروسا کرتے ہیں اس پر جتنا ہاشم ابراتا پر۔ مجھے بتاؤ میرے دوست کیا اس سے بہتر شخصیت کوئی اور ہو سکتی ہے؟ جس کی جگہ تمہیں دی جا سکے؟"

"میرا خیال ہے شاندار شخصیت ہے۔"

"تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"بالکل نہیں۔"

"اس کے باوجود تمہیں موقع دیا جاتا ہے کہ اگر تم چاہو تو سوچ لو۔"

"نہیں فیروز گاتا۔ میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا۔"

"گویا تم اس شخصیت کے طور پر کام کرنے کے لیے تیار ہو؟"

"تمہیں اس کے بارے میں تمام تفصیلات مہیا کی جاتی ہیں۔" فیروز گاتا نے ان دونوں اجنبیوں میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ اور وہ اٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک الماری سے پروجیکٹر نکالا اور اس کے لیے دیگر انتظامات کرنے لگا۔ پروجیکٹر پر اس نے ایک فلم چڑھائی اور ایک سادہ دیوار پر اس فلم کے آثار نمودار ہونے لگے۔ کمرے میں اندھیرا کر دیا گیا تھا۔ پہلے ایک تصویر سامنے آئی جو ایک اچھی جسامت کے شخص کی تھی۔ اس شخص کے خدوخال موٹے موٹے تھے اور آنکھیں چھوٹی تھیں۔ ان میں تیزی اور چالاکی نظر آ رہی تھی۔ پھر تصویر ہٹ گئی۔ اور اس شخص کی رہائش گاہ کا منظر پیش کیا گیا، جہاں وہ موجود تھا۔ اس کے معمولات دکھائے گئے۔ کس طرح کھاتا تھا، کس طرح بیٹھتا تھا، کس طرح چلتا تھا اور اس کی باتیں کرنے کا انداز کیا تھا۔ اس کی صبح کی مصروفیات، دوپہر شام اور رات تک کی مصروفیات کا ایک ایک لمحہ محفوظ کر لیا گیا تھا اور یہ پوری فلم جس محنت سے تیار کی گئی ہوگی، اس کا اندازہ مجھے ہو رہا تھا میں ایک ایک منظر دیکھتا رہا۔ اتنی تفصیل سے واقعی کوئی فلم بنانا کمال کی بات تھی اور اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ فیروز گاتا امیروتا کے سربراہ ہاشم ابراتا کے محل میں کس قدر مداخلت کر سکتا ہے۔ مناظر جاری رہے۔ تمام ملنے جلنے والے۔ ان کا انداز سیکیورٹی کے لیے وہاں جو لوگ وہاں کام کرتے تھے ان میں سے ایک ایک شخص کے بارے میں تفصیلات۔ غرض تقریباً ایک گھنٹے تک یہ فلم چلتی رہی۔ اور اس میں یہ مناظر بار بار دہرائے جاتے رہے۔ پھر یہ کام ختم ہو گیا۔ اور روشنی کر دی گئی۔ سب کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔

"گڈ۔ بہت خوشی ہوئی تمہارا یہ جواب سن کر۔ اچھا یہ بتاؤ اب کتنے دن تک اس کی ریہرسل کرو گے؟"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا: "فیروز گاتا میری اس بات کو مذاق نہ تصور کرے تو یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں فوری طور پر یہ کردار ادا کرنے

کے لیے تیار ہوں۔"

فیروز گاتا نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"بہت مشکل کام ہوگا، ہر بات کو یاد رکھنا ہوگا۔"

"اگر اس فلم کے کسی منظر کو مجھ سے زبانی پوچھا جائے تو میں سمجھوں گا کہ میرا یہ امتحان نہایت ضروری ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم فوری طور پر اس کی جگہ پر کرنے کے لیے تیار ہو۔"

"ہاں فوری طور پر۔"

"آہ۔ یہ تو ہماری دلی خواہش ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم کم از کم دو تین بار یہ فلم ضرور دیکھ لینا۔ یہ تمہارے حوالے کر دی جائے گی۔"

"اگر تم اپنی تسلی کے لیے ایسا کرنا چاہتے ہو تو ظاہر ہے میں اعتراض نہیں کروں گا ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ کہیں کوئی خامی نہ رہ جائے میرا کام پورا نہ ہو۔ مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن تمہاری زندگی کا تحفظ بھی میرے لیے اب اتنا ہی ضروری ہے جتنا اس مشن کا تحفظ۔"

"شکریہ فیروز گاتا۔ تب تو تمہیں مجھ پر اعتبار کرنا ہوگا۔ میرے دوست، جہاں تک تم پر اعتبار کرنے کا معاملہ ہے تو میں یہ کہنا حق بجانب سمجھتا ہوں کہ مجھے تم پر اتنا ہی اعتبار ہے جتنا اس وقت اپنے آپ پر۔"

"یہ الفاظ میرے لیے بہت قیمتی ہیں۔"

"اچھا اب میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات بتاتا ہوں جو تمہارا شکار ہوں گے۔" فیروز گاتا نے کہا اور ایک بار پھر کمرے میں اندھیرا پھیل گیا۔ اسکرین پر تصاویر نظر آنے لگیں۔ ان میں جنرل فوزال تھا، جنرل فیروش تھا، جنرل گیل تھا۔ تینوں جنرلوں کے بعد ہاشم ابراتا کی تصویر بھی مجھے دکھائی گئی۔

غرض یہ کہ یہ پروگرام تقریباً چار گھنٹے جاری رہا۔ اور تمام لوگ صبر و سکون سے اسے دیکھتے رہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ فیروز گاتا نے تمام انتظامات بڑی محنت سے کیے تھے۔ رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بج چکے تھے اور ہم لوگوں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی بلکہ خاموشی سے ان تمام تفاصیل میں کھوئے رہے تھے۔ اس دوران دو بار کافی آ چکی تھی جسے پیا گیا تھا۔ فیروز گاتا نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب مختصر تفصیلات کے بعد ڈنر کا وقت ہو جائے گا اور ہم سب لوگ ساتھ ہی ڈنر کریں گے۔ تفصیل یہ ہے کہ اس شخص کو اغوا کر لیا جائے گا۔ اور اس کے لیے ہمارے تمام منصوبے مکمل ہیں۔ یہ اغوا آج رات بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایک ہفتے کے اندر بھی کسی وقت۔ کیونکہ اس شخص کے جو ایک ہفتے کے پروگرام ہیں وہ ہمارے علم میں ہیں اور ہمارے کام کرنے والے پوری طرح مستعد ہیں۔ یہ ذمہ داری ہماری ہے مائی ڈیئر فائق داوا کہ ہم انہیں احتیاط کے ساتھ اغوا کر کے اپنے کام کی تکمیل کریں اور اس کے بعد تمہارے چہرے پر اس کا میک اپ کر دیا جائے گا۔ یہ میک اپ ہم نے فرانس سے طلب کیے ہیں۔ اور تمہارے چہرے کو جلال واسل کی شکل دینے کے بعد انہیں اس وقت تک کے لیے قید کر دیا جائے گا جب تک کہ ہمارے مقصد کی تکمیل نہیں ہو جاتی۔ سمجھ رہے ہو نا تم، یہ بات کہیں باہر نہیں کی جائے گی چنانچہ اب میں یہ سلسلہ گفتگو ختم کرتا ہوں اور اس کے بعد آپ لوگوں کو ڈنر کی دعوت دیتا ہوں۔"

ڈنر ٹیبل پر صرف یہی افراد موجود تھے جو اس وقت اس کمرے میں نظر آ رہے تھے۔ ویسے اس چار ساڑھے چار گھنٹے کی مشقت نے سبھی کو نڈھال کر دیا تھا لیکن سب اپنے اپنے کام کے لیے مستعد نظر آتے تھے۔ فیروز گاتا نے ڈنر ٹیبل پر ہی کہا۔

"کل کا دن تمہیں اور اس کام میں صرف کرنا پڑے گا۔ نگانہ سارو تمہاری مدد کرے گی۔ اور یہ فلم تمہیں دکھائی رہے گی اور اس کے بعد رات کو ہم جلال واسل کو اغوا کر لیں گے۔ رات مصروف رہے گی اور تیسرے دن صبح ہی صبح تم اپنا عہدہ سنبھال لو گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں وہاں موجود افراد کی فہرست مہیا کی جائے گی جو تمہاری مدد کریں گے۔ یہ کام نگانہ سارو کر دے گی اور کوئی ایسا سوال جو تمہارے ذہن میں ہو؟"

"فیروز گاتا۔ شاید تم میری باتوں کو ضرورت سے زیادہ سمجھو۔ میں صرف چند جملے تم سے کہنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ ان پر یقین کر لینا۔"

"ضرور، یقیناً۔"

"میرا کام چار افراد کو قتل کرنا ہے۔ اس کے لیے تم

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جس قدر حفاظتی انتظامات کرنا چاہو کر لو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میرا کام صرف اتنا سا ہے کہ مجھے اس شخص کی حیثیت سے وہاں بھیج دیا جائے یا کسی بھی حیثیت سے میرا داخلہ وہاں ممکن ہو سکے۔ میں ان چار افراد کو بآسانی قتل کر دوں گا۔ خواہ یہ کسی بھی حیثیت کے مالک ہیں۔"

فیروز نگاتا متاثر نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو لیکن میرے دوست بار بار یہ کیوں کہلواتے ہو مجھ سے کہ تمہاری زندگی بھی مجھے اتنی ہی عزیز ہے جتنا اپنا یہ مقصد۔ اس لیے میں یہ تمام ضروری انتظامات کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرا اطمینان باقی رہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد یہ سلسلۂ گفتگو ختم ہو گیا۔

بہرحال فیروز نگاتا کی ہدایت کے مطابق ہی عمل کرنا پڑا۔ البتہ نگانہ سارووا کی قربت کی وجہ سے نہ تو کچھ زیادہ سوچنے کا موقع مل سکا نہ ہی کسی بددلی کا شکار ہوا تھا۔ نگانہ سارووا نے یہ رات بھی بہت خوشگوار کیفیات میں گزاری۔ اور دوسرے دن صبح ہی صبح وہ مستعد ہو گئی کیونکہ اب باقی تمام ذمہ داریاں اسے پوری کرنی تھیں۔ اور صبح ناشتے کے بعد اپنے کام کا آغاز کر دیا گیا۔ نگانہ سارووا نے مجھے ایک سونے کا ایک سکہ دکھایا اور کہا۔

"فوری طور پر امیر وتا میں موجود تمام افراد کے محل میں ہمارے جتنے افراد ہیں انہیں سونے کے یہ سکے دے دیئے جائیں گے۔ یہ ایک شناختی نشان ہو گا جو تمہیں کیا گیا ہے۔ وہ لوگ اپنی اصلیت ظاہر کر دیں گے۔ ابھی ہمارے وہ تربیت یافتہ افراد جو امیر وتا کے محل میں ہمارے لیے کام کر رہے ہیں، ابھی چونکہ تم سے متعلق ہو جائیں گے اس لیے یہ شناختی نشان انہیں دیا گیا ہے۔ پہلے سے موجود تمام ایسے نشانات منسوخ کر دیئے گئے ہیں اور یہ نیا نشان اسی لیے انہیں دیا گیا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے واقف نہ ہو چنانچہ جو شخص بھی تمہیں سونے کا یہ سکہ پیش کرے گا وہ ہمارا آدمی ہو گا۔ اور تم اسے ذہن نشین کر لو گے۔"

میں نے سونے کے اس سکے کو دیکھا جو دونوں طرف سے چپٹا تھا۔ صرف ایک سمت اس پہ خنجر کا نشان بنا

ہوا تھا۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ اور مسکرا کر کہا۔

"یہ ایک عمدہ طریقۂ کار ہے۔"

"تمہیں پسند آیا؟"

"ہاں۔"

"یہ میرا ایجاد کردہ ہے۔"

"یعنی؟"

"مطلب یہ کہ یہ تجویز میں نے پیش کی تھی اور اس کے تحت یہ سکے تیار کرائے گئے ہیں۔"

"خیر تمہاری ذہانت پر تو کوئی شک نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور نگانہ سارووا ہنس پڑی۔

"ایک ذہین آدمی کسی کے لیے اگر یہ الفاظ کہہ دے تو وہ بے حد قیمتی ہوتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے یہ مسئلہ ختم ہوا یعنی وہاں جو لوگ مجھے اپنی شناخت کرائیں گے وہ یہ سونے کا سکہ مجھے دیں گے۔ اب یہ بتاؤ اس کے بعد کیا کرنا ہے۔"

"وہ فلمیں اگر تم دیکھنا چاہو تو دوبارہ دیکھ سکتے ہو۔"

"ایک بار اور دیکھ لوں گا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ یاد کرنے میں آسانی ہو گی۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

چنانچہ باقی دن ان فلموں کو دیکھنے میں صرف کیا گیا۔ نگانہ سارووا ساتھ ساتھ رہی تھی۔ شام کو تقریباً سات بجے نگانہ سارووا نے آ کر مجھے اطلاع دی کہ جلال واسل کو حاصل کر لیا گیا ہے۔ اس کے چہرے پر بڑی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

"جلال واسل کو کس طرح حاصل کیا گیا ہے؟"

"آج شام وہ ایک جگہ چائے پہ مدعو تھا اور وہاں سے واپسی پر اسے اس کے ڈرائیور سمیت حاصل کر لیا گیا ہے۔"

"اس کے بعد اس کا پروگرام کیا تھا؟"

"کچھ نہیں، اسے یہ رات محل سے باہر ہی گزارنی تھی اور وہ ایک مخصوص عمارت میں جائے گا جہاں اسے رات کو رہنا ہے تو دوسرے دن صبح وہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ واپس جائے گا۔"

"ڈرائیور؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ڈرائیور بھی ہمارا اپنا آدمی ہو گا جو تمہیں وہاں پہنچانے کے بعد واپس چلا آئے گا۔ ڈرائیور کی ڈیوٹی ہی

Uploaded By Nadeem

ڈیوٹی تھی۔"

"کار تمہاری تحویل میں ہے؟"

"ہاں، سب کچھ مکمل طور پر حاصل کر لیا گیا ہے۔ کل صبح تم واپس محل میں چلے جاؤ گے۔ وہاں تمہارے آدمی تمام کام سنبھالے ہوئے ہوں گے۔ میرا مطلب ہے وہ آدمی جو درحقیقت محل میں سیکیورٹی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔"

"میک اپ؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے لیے رات کو نو بجے تمہیں مطلوبہ جگہ پہنچ جانا ہو گا۔"

"جلال واسل کا کیا کیا جائے گا؟"

"فی الحال وہ ہماری قید میں رہے گا لیکن اس طرح کہ اس کے باہر نکل جانے کا کوئی تصور نہیں رہے گا۔"

"ٹھیک۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔

"اور کوئی بات؟"

"نہیں بالکل نہیں۔ بس اب مجھے اپنا میک اپ دیکھنا ہو گا۔"

"جدید ترین میک اپ کیا جائے گا جسے کوئی بھی شے صاف نہیں کر سکتی۔ میرا مطلب ہے جو چیزیں رائج ہیں اس میک اپ کو ختم کرنے کے لیے ایک خاص ہی طریقہ ہے۔"

"وہ بھی تو مجھے بتا دیا جائے تاکہ اگر کبھی مجھے میک اپ صاف کرنے کا موقع ملے یا ضرورت پیش آئے تو میں میک اپ صاف کر سکوں ورنہ ایسا نہ ہو کہ میرے شناسا مجھے پہچاننے سے ہی انکار کر دیں۔" نگانہ سارووا ہنسنے لگی پھر بولی۔

"اس سلسلے میں بھی بات ہو جائے گی۔"

ساڑھے آٹھ بجے مجھے ہلکا پھلکا سا کھانا کھلانے کے بعد وہاں سے لے جایا گیا اور ایک دور دراز عمارت میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں باقاعدہ پہرے کا انتظام تھا اور فیروز نگاتا کے آدمی وہاں مسلح موجود تھے۔ عمارت میں میری ملاقات تین فرانسیسیوں سے کرائی گئی جو بے چارے خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ تینوں عمر رسیدہ تھے اور اپنے کام کے لیے تیار۔ تھوڑی دیر کے بعد نگانہ سارووا کی سرکردگی میں ایک شخص کو اندر لایا گیا جو بے ہوش تھا۔ میں نے اسے ایک نگاہ دیکھ کر ہی پہچان لیا۔ یہ وہی اغوا شدہ آدمی تھا جس کا

نام جلال واسل تھا۔ اسے ایک کرسی پر بٹھا کر باندھ دیا گیا۔ اور اس کا چہرہ بالکل سامنے کر دیا گیا جس کمرے میں میک اپ کا انتظام کیا گیا تھا، وہاں اتنی تیز روشنیاں جلا دی گئی تھیں کہ زمین پر پڑے ہوئے ذرات بھی نظر آ جائیں اور پھر جدید ترین طریقوں سے وہ تینوں فرانسیسی میرے چہرے پر مصروف ہو گئے۔ نہ جانے کیسے کیسے لوشن، نہ جانے کیسے کیسے رنگ میرے چہرے پر لیپے گئے اور میرا میک اپ کیا جانے لگا۔ میرے سامنے کوئی آئینہ نہیں تھا جس سے میں اپنی صورت دیکھ سکتا۔ یہ لوگ تقریباً دو گھنٹے تک مصروف رہے تھے اور اس دو گھنٹے کے درمیان ان کا شکار بننے کی وجہ سے میں خوب تھک گیا تھا۔ نگانہ سارووا ہمارے پاس موجود تھی اور خود بھی ایک کرسی پر بے چلے بغیر بیٹھی رہی تھی۔ دو گھنٹے کے بعد ان لوگوں نے اپنے کام کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور نگانہ سارووا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر ان تینوں فرانسیسیوں کو۔ اور اس کے بعد ان کے فن کی تعریف کرنے لگی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے جو کچھ بنا دیا گیا ہے، کم از کم مجھے تو دکھا دیا جائے؟"

"یقیناً۔ یقیناً۔ لیکن ابھی تو تمہارا جسم باقی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"کوئی شبہ نہیں رہنا چاہیے۔"

میرے جسم پر بھی میک اپ کیا گیا۔ اس کے لیے نگانہ سارووا کو "ملاقات" باہر نکال دیا گیا تھا اور مجھے ان تینوں فرانسیسیوں کے سامنے بے لباس ہونا پڑا تھا۔ جسم پر صرف رنگ درست کرنے کا معاملہ تھا تاکہ کسی قسم کا کوئی شبہ نہ رہے۔ پھر یہ کام ختم ہو گیا تو وہ لوگ مجھے ساتھ لیے ہوئے باہر نکل گئے اور ایک آئینہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں میں خود کو مکمل طور پر دیکھ سکتا تھا۔ بلاشبہ یہ میک اپ کا ایسا کمال تھا جسے جس قدر بھی سراہا جائے کم ہے۔ تینوں فرانسیسی اپنے فن کے ماہر تھے اور انہوں نے مجھے جلال واسل بنا دیا تھا۔ پھر میں نے ان سے بھی وہی سوال کیا یعنی یہ کہ "یہ میک اپ کیسے اتارا جا سکتا ہے؟"

تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"مسٹر۔ اس میک اپ کو اتارنے کے لیے دنیا کی جدید ترین مشینری بے کار ہے کوئی ایسی چیز موجود نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے جو اس میک اپ کو اتار دے لیکن اس کا ایک نہایت معمولی طریقہ ہے۔"

"وہ کیا بھائی۔ کم از کم مجھے یہ تو بتا دو۔" میں نے سوال کیا۔

"ٹھنڈے پانی میں نمک کی کافی مقدار شامل کر دی جائے۔ اور اس میں غسل کر لیا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد سارا چہرہ اور جسم وغیرہ ایک جیسا ہو کر رہ جائے گا یعنی جس حالت میں تھا، اس حالت میں آ جائے گا۔"

"بس؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں۔ اس کا واحد طریقۂ کار یہی ہے اور کچھ نہیں۔"

"اور اگر اس سے بھی کچھ نہ ہوا تو!"

"تو ہمیں گولی مار دی جائے، ہمیں اعتراض نہیں ہوگا۔" اس شخص نے کہا۔

"کمال ہے۔"

"بس یہ سائنس کا کمال ہے ہمارا نہیں۔"

اس کام سے فراغت حاصل ہو گئی اور اس کے بعد بھلا فرصت کہاں تھی۔ بعد کے معاملات اسی انداز میں طے ہوئے۔ نگانہ ساروانے مجھے نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا تھا اور اس عمارت میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں سے جلال واصل کو اغوا کر کے لایا گیا تھا۔ ایک چھوٹی سی عمارت تھی اور مجھے پتا تھا کہ جلال واصل یہاں کبھی کبھی تنہا رہتا ہے۔ یہ اس کے ذاتی معاملات تھے۔ لیکن اس عمارت میں پہنچنے کے بعد میں نے سونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکہ عمارت میں موجود اشیاء کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ صبح تقریباً آٹھ بجے دو افراد میرے پاس پہنچے اور انہوں نے مجھے ناشتے کی پیشکش کی جسے میں نے قبول کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے تنہا ہی ناشتا کیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"سر! واپس چلا جائے؟"

"ہاں۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔ ان دونوں میں سے ایک کو جس نے مجھے یہاں سے چلنے کے لیے کہا تھا میں پہچانتا تھا، یہ وہی ڈرائیور تھا جسے مجھے محل لے جانا تھا۔ یہاں آنے کے بعد پہلی بار میرا انداز مکمل طور پر تبدیل ہو گیا تھا۔ یعنی میں اپنی مرضی کا مالک نہیں تھا بلکہ ایک ایسے خطرناک مرحلے میں داخل ہو رہا تھا جس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ آگے چل کر اس کے کیا نتائج برآمد ہوں۔ تاہم میں پُر امید تھا اور مجھے یقین تھا کہ جس مقصد کے لیے شہباز احمد صاحب نے مجھے یہاں بھیجا ہے میں اس کی یقینی تکمیل کر ڈالوں گا۔

میں اس کار میں آ بیٹھا جو مجھے لے کر ایرونا کے محل جانے والی تھی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں ایرونا کے محل کے ایک حصے میں اتر گیا۔ یہ تمام جگہیں مجھے اس طرح دکھا دی گئی تھیں کہ اب میرا ذہن کسی بھی جگہ کو اجنبی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ ماحول میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ لیکن تصویروں کے ذریعے جو کچھ میں نے دیکھا تھا، اس سے مجھے تمام صورتحال کا اندازہ تھا اور میں جانتا تھا کہ اس وقت مجھے کہاں جانا ہے۔ اور اس کے بعد کیا کرنا ہے۔

ہاشم ابرانک کے محل میں وہ تمام افراد مستعد تھے جو میرے عملے سے تعلق رکھتے تھے۔ مجھے جگہ جگہ ان کے سلاموں کا جواب دینا پڑا۔ اور کچھ دیر کے بعد میں اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا۔ بہت ہی سجا سجایا خوبصورت کمرہ تھا اور محل کے ایک مخصوص گوشے میں تھا۔ یہاں میرے کچھ ذاتی ملازمین بھی تھے جن سے میرا براہِ راست واسطہ تھا۔ سب کچھ بے حد عجیب لگ رہا تھا۔ مجھے ایک انسان کی حیثیت سے یہاں قیام کرنا تھا جو اس محل کا محافظ تھا۔ اور اس کی ایک ایک انچ کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی تھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ میں اس منصب کو خوش اسلوبی سے نبھا سکتا ہوں یا نہیں۔ ویسے معاملات بہت دلچسپ تھے۔ میں نے اب تک بہت سے دلچسپ کیسوں پر کام کیا تھا اور شہباز احمد صاحب کو خوش ہونے کا موقع دیا تھا لیکن اس بار جو کارروائی میرے سپرد کی گئی تھی، وہ اتنی دلچسپ اور دلکش تھی کہ اگر اپنے شناساؤں کو اس کی تفصیلات بتاتا تو کوئی یقین نہیں کرتا۔ بھلا کون مان سکتا تھا کہ مجھے ایک باقاعدہ حکومت کا وزیرِ دفاع یا اس کے مساوی کوئی عہدہ پیش کیا جا رہا تھا۔ میں چاہتا تو یہ عہدہ قبول کر سکتا تھا اور اس کے بعد ــــ اس کے بعد میرے دل میں قہقہے مچلنے لگے۔ بھلا کیا بتاتا میں جناب تیمور جمال شاہ صاحب کو اور کیا یقین کرتے وہ میری بات پر۔ سر لے کے مذاق اڑانے لگتے۔ میرے بھائی صاحب جنہوں نے بڑی محنت کر کے مجھے اپنے گھر سے دور کیا تھا، غالباً وجہ سارے ہنگامے ہوں گے۔ جائیداد، دولت، منصب، باپ کی نگاہ میں مرتبہ حاصل کرنا اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ بہر طور اکبر جمال شاہ صاحب کو یہ سب

کچھ مبارک۔ مجھے جو کچھ مبارک ہو رہا تھا وہ ان کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا لیکن کیا فائدہ!۔ زندگی کو محدود تو نہیں کرنا چاہتا تھا میں، اگر ایسا کرنا ہی ہوتا تو پھر اپنا وطن کیا برا تھا۔ بہت کچھ مل سکتا تھا، بہت کچھ حاصل ہو سکتا تھا۔ اپنے اسی شہر میں میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکتا تھا اور تیمور جمال شاہ صاحب ناکام کوششیں کرتے رہ جاتے کہ میری اس حیثیت کا پتا چلا سکیں۔

بہر طور یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ میں نے جو فلم دیکھی تھی اس سے مجھے یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ جلال واصل کے معمولات کیا ہیں۔ اور اب مجھے اس کے بعد کیا کرنا چاہیے۔ اپنی آرام گاہ سے ٹھیک گیارہ بجے میں باہر نکلا اور اس کے بعد محل کے مختلف گوشوں میں پیدل گشت کرنے لگا۔ میرے تمام ماتحت اپنی اپنی جگہ مستعد تھے۔ صفائی ستھرائی کا کام تو بہت صبح سے شروع ہو جاتا تھا اور سورج نکلنے سے پہلے ختم ہو جاتا تھا۔ کیاریوں میں مالی کام کر رہے تھے۔ ہر جگہ ایک مخصوص انداز میں کام ہو رہا تھا۔ ساڑھے بارہ بجے مجھے ایک اور چیکنگ کرنا تھی جو مشینوں کے ذریعے کی جاتی تھی۔ اس وقت میرے ساتھ پانچ افراد تھے جو خاص قسم کی مشینیں ٹرالیوں پر رکھے ٹرالی دھکیلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور مشینیں چاروں طرف سے اپنے سگنل دے رہی تھیں۔ یہ دراصل ایسے کسی آتش گیر مادے کی تلاش تھی جو محل میں کسی خاص مقصد کے تحت رکھا گیا ہو اور اس کی جانچ پڑتال بڑی احتیاط سے کرنی پڑتی تھی حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ آتش گیر مادہ رکھنے والا اب میرے سوا اور کون ہو سکتا تھا لیکن معمولات میں کوئی فرق بھی تو نہیں پیدا کیا جا سکتا تھا چنانچہ میں نے اسی مستعدی سے سارا کام کیا جس سے روزانہ یہ کام کیا جاتا تھا۔ بہت سے دیکھنے والے ہوں گے جن کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی ہوں گی چنانچہ میں اپنے معمول میں کوئی تبدیلی نہیں پسند کرتا تھا۔ ہر کام وقت پر ہو رہا تھا۔ لنچ کا وقت تھا۔ میں نے لنچ کیا۔ تقریباً ڈھائی بجے جب میں لنچ کے بعد آرام کر رہا تھا اور تین بجے مجھے اٹھ کر ایک بار پھر محل میں گشت کرنا تھا کہ ایک لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔ سفید مخصوص قسم کے لباس میں ملبوس آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا دلکش اور پرکشش اور ایسے خدوخال رکھنے والی جو میری نگاہوں میں پسندیدہ ترین ہوتے ہیں۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بھی مجھے دیکھ کر مسکرا دی۔

"حاضری رپورٹ پیش کرنا چاہتی ہوں سر۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے میں اس سے کسی قسم کا انحراف نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بڑی بے باکی سے میرے سامنے بیٹھ گئی۔ اور اس کے بعد اس نے اپنے پاس موجود رجسٹر سامنے رکھ لیا اور پتا نہیں کیا کیا تفصیلات بتاتی رہی لیکن میری نگاہیں اس کے ہونٹوں کی جنبش کا جائزہ لے رہی تھیں اور وہ خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ پھر اچانک ہی اسے شاید میری نگاہوں کا احساس ہوا۔ عورت کے اندر ایک خاص حس ہوتی ہے جس سے وہ مرد کی جانب نہ دیکھتے ہوئے بھی مرد کی نگاہ پہچان لیتی ہے اور اس کی چھٹی حس اسے احساس دلا دیتی ہے کہ اس وقت ان نگاہوں کا مرکز اس کے وجود کا کون سا حصہ ہے چنانچہ اس نے چور نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹ تو ساکت رہے لیکن آنکھیں مسکرا اٹھیں۔ چشمے کے پیچھے سے بھی ان کا اندازہ ہوتا تھا۔ میں نے البتہ جوابی مسکراہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ اس نے بند دروازے کی جانب دیکھا۔ جسے وہ خود بند کر کے آئی تھی اور پھر اپنا رجسٹر بند کر لیا۔ پھر وہ اس طرح جھکی کہ اس کی جیب کا ایک حصہ کھل گیا۔ اور اس سے ایک چیز نکل کر باہر گر پڑی۔ میں نے چونک کر اس چیز کو دیکھا۔ یہ سونے کا چمکدار سکہ تھا جس پر خنجر کا نشان بنا ہوا تھا۔ لڑکی نے جلدی سے وہ سکہ اٹھا لیا۔ معذرت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اسے واپس اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"سوری سر۔" اس نے کہا۔

"کس سلسلے میں ڈیئر؟"

"یہ دراصل مداخلت ہو گئی۔" اس نے کہا۔

"مداخلت ہونا تو ضروری ہوتا ہے۔ کم از کم تم جیسی خوبصورت لڑکیوں کے بارے میں تو مجھے علم ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھی نہیں سر۔"

"لیکن میں سمجھ گیا ہوں۔"

"کیا؟"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہ سکہ جان بوجھ کر گرایا گیا ہے۔"

"جی؟" اس نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں فیروز گاتاہی کا آدمی ہوں اور تم میری ساتھی۔" اس کے چہرے پر ایک بے اختیار مسکراہٹ پیدا ہوئی اور اس نے ایک بار پھر بند دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو خوش آمدید کہتی ہوں سر۔"

"شکریہ۔ ویسے کیا میرا خیال غلط تھا؟"

"کون سا خیال؟"

"تم نے یہ سکہ جان بوجھ کر نہیں گرایا تھا؟"

"جی سر۔ بالکل درست کہتے ہیں آپ۔"

"کیوں؟"

"دراصل میں جائزہ لینا چاہتی تھی کہ جو اطلاع ہمیں پہنچی ہے وہ درست ہے یا نہیں؟"

"بہت چالاک معلوم ہوتی ہو تم؟"

"میرا نام شیری پرکنس ہے۔"

"لیکن یہاں پر تم جین ہو۔"

"جی سر۔ اصل نام شیری پرکنس ہی ہے۔"

"گڈ۔ شیری پرکنس، مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"آپ مجھے صرف شیری کہہ سکتے ہیں سر۔"

"ٹھیک ہے شیری۔ تم بہت دلکش لڑکی ہو۔"

"شکریہ سر۔ دراصل آپ بھی تو کسی سے کم نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا دل بے اختیار یہ چاہا کہ آپ سے اپنا تعارف کرا دوں حالانکہ ابھی اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

"اچھا۔ وجہ؟"

"بس سر وجہ کچھ نہیں۔ میری پسند بن گئے ہیں آپ۔"

"گڈ۔ بہت بہت شکریہ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم سے بعد میں بھی ملاقاتیں ہوں گی؟"

"کیوں نہیں سر، کیوں نہیں۔"

"اچھا چلو یہ بتاؤ۔ کوئی رپورٹ ہے؟"

"نہیں سر۔ بالکل کوئی رپورٹ نہیں ہے۔ سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ ہمارے تمام ساتھی آپ کی آمد سے واقف ہیں۔ میں انہیں ایک ایک کر کے آپ کے پاس بھیجوں گی لیکن شناخت کے نشان کے بغیر۔ آپ ان میں سے کسی پر اعتبار نہ کیجیے گا۔"

"تم سے دوسری ملاقات کس وقت ہوتی ہے؟"

"شام کو سات بجے سر۔" شیری نے جواب دیا۔

"اور تیسری ملاقات؟" میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ اور وہ مسکرا دی۔

"تیسری ملاقات نہیں ہوتی سر۔ دن میں صرف دو ملاقاتیں ہوتی ہیں ہماری۔"

"تیسری ملاقات تو ہونی چاہیے شیری۔"

"آپ حکم دیجیے، میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

"رات کو ساڑھے دس بجے کے بعد۔"

"اوکے چیف۔ اچھا ایک بات اور۔ آپ کوئی رپورٹ باہر تو نہیں بھیجنا چاہتے۔"

"ابھی نہیں۔ لیکن کیا رپورٹ باہر بھیجنے کا کوئی ذریعہ ہے؟"

"جی سر۔"

"کیا؟"

"کچھ لوگ اپنی ڈیوٹیاں ختم کر کے اپنے اپنے گھروں کو جاتے ہیں۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا اور میں پرخیال نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے لیکن ان لوگوں کو نہایت احتیاط سے یہ رپورٹ باہر لے جانا ہوں گی۔"

"سارے کام نہایت احتیاط سے ہوں گے سر۔ ویسے اگر آپ پسند کریں تو مجھے اپنا سیکرٹری تصور کر لیجیے گا۔"

"پسند نہ کرنے کا کیا سوال ہے۔ تم میری سیکرٹری ہو۔"

"تھینک یو سر۔ تھینک یو ویری مچ۔ مجھے یہ اعزاز دے کر آپ نے میرے اوپر بڑا احسان کیا ہے۔"

"تو پھر تم یہ احسان اتارنے کے لیے ساڑھے دس بجے کے بعد آ جاؤ۔" وہ ہنس پڑی اور اس نے کہا۔

"میں تو یہ سمجھتی تھی سر کہ آپ کوئی بہت ہی خطرناک قسم کے عمر رسیدہ آدمی ہوں گے اور آپ کا ذہن بوڑھا ہو چکا ہوگا لیکن۔۔۔ لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"اس کی تفصیلات بعد میں بتاؤں گی۔"

"سات بجے؟"

"نہیں۔ ساڑھے دس بجے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے کاغذات اٹھا کر وہاں سے باہر نکل گئی۔

میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ شکر خورے کو شکر ہی ملتی ہے۔ اور میرے چاروں طرف تو شکر ہی شکر بکھری ہوئی تھی چنانچہ مسرت کے ان لمحات کو میں اپنے ذہن میں خوشگوار کیفیات دیتا رہا اور محل میں میرا یہ وقت گزرتا رہا۔ بار بار شہباز احمد صاحب کو دعائیں دینے کو جی چاہتا تھا۔ ساری دنیا میرے سامنے لا رکھی تھی۔ ورنہ اس سے پہلے اتنی آسانیاں حاصل نہیں تھیں۔ زندگی گزارنے کے لیے، دوستیاں کرنے کے لیے چار بدمعاشوں کا سہارا لینا پڑتا تھا جو نہ جانے کیا کیا چکر چلاتے رہتے تھے اور میرے لیے پرسکون تفریحات مہیا کرتے تھے لیکن اب یہ کام شہباز احمد صاحب نے سنبھال لیا تھا۔ شہباز احمد صاحب زندہ باد۔ سات بجے ایک بار پھر شیری سے ملاقات ہوئی وہ بالکل سنجیدہ سنجیدہ سی تھی۔ اور اس نے ہر چیز اوکے ہونے کی رپورٹ دی۔ میں نے بھی اسے اوکے کر دیا تھا۔ کیونکہ اس وقت وہ دوسرے لباس میں تھی اور شاید یہ میرے الفاظ کا رد عمل تھا کہ اس کے انداز میں نمایاں تبدیلی آ گئی تھی۔ پہلے وہ سادہ سے لباس میں میرے سامنے آئی تھی لیکن اس وقت اس کے جسم پر جو لباس تھا، تھا تو وہ سادہ ہی لیکن اس کی تراش اتنی دلکش تھی کہ اس نے اپنا سارا حدود اربعہ مجھے بتا دیا تھا اور میں نے اس حدود اربعہ کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا کیونکہ ساڑھے دس بجے کے بعد جو ملاقات ہونے والی تھی، اس میں نالج میرے بہت کام آ سکتی تھی۔ وقت گزرتا رہا۔ آج کا دن نہایت پرسکون تھا۔ ساڑھے دس بجے شیری میرے پاس پہنچ گئی۔ وقت کی پابند لڑکی تھی۔ جیسے ہی وہ میرے کمرے میں داخل ہوئی تو سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ اس کا چشمہ اتار کر ایک جانب رکھ دیا۔ اس نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ چشمے کے عقب سے اس کی آنکھیں کافی خوبصورت نظر آ رہی تھیں۔ اس نے کہا۔

"سر یہ میرا نگاہ کا چشمہ ہے۔"

"میں چاہتا ہوں تم مجھے نگاہ بھر کر نہ دیکھو۔"

"کیوں؟"

"ہو سکتا ہے تمہاری نگاہوں میں فرق آ جائے۔"

"اوہ نہیں سر۔ براہ کرم چشمہ مجھے دے دیجیے۔ ورنہ میں ذہنی طور پر بھٹکی بھٹکی رہوں گی۔"

میں نے چشمہ واپس اس کی ناک پر جما دیا اور وہ مسکرانے لگی۔

"سر۔ آپ بہت دلکش ہیں۔ پتا نہیں آپ کا اصل چہرہ کیسا ہوگا؟"

"جو چہرہ تمہارے سامنے ہے، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"سر میں اسے ناپسندیدہ قرار دیتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"وہ بہت بدتمیز اور خشک مزاج آدمی تھا۔ کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتا تھا۔"

"فکر نہ کرو۔ میں اس کی تمام حماقتوں کا ازالہ کر دوں گا۔" میں نے اسے یقین دلایا اور یقینی طور پر میرے عمل سے اس نے یقین بھی کر لیا۔ البتہ صبح ساڑھے چار بجے ہی وہ میرے کمرے سے بھاگ گئی تھی۔ اور اس نے کہا تھا کہ دن کی روشنی میں اس کا میرے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھا جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے اس کی بات سے اتفاق کر لیا تھا۔ ایسے کسی مسئلے میں کسی کو پریشان کرنا مناسب بات نہیں تھی جو خطرات پیدا کر دے۔ دوسرے دن کا آغاز ہو گیا۔ اور دوسرا دن بھی میرے لیے کسی تبدیلی کا باعث نہیں تھا۔ اب ظاہر ہے جو کام فیروز گاتاہی نے میرے سپرد کیا تھا وہ اتنا آسان تو نہیں تھا کہ انہیں چند ہی لمحات میں کر لیا جائے۔ کچھ نہ کچھ وقت تو لگنا ہی تھا۔ اس دن بھی میری شیری سے وہی دو ملاقاتیں ہوئیں لیکن رات کی تیسری ملاقات کے لیے میں نے اسے مدعو نہیں کیا تھا البتہ رات کو ساڑھے دس بجے وہ اس ملاقات کو اپنا فرض سمجھ کر میرے پاس آ گئی۔ آج کے دن دو افراد اور میرے پاس پہنچے تھے جنہوں نے سونے کے سکے دکھا کر مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا۔ شیری کو آج بھی میں نے کوئی رپورٹ نہیں دی تھی البتہ اسے بھرپور تعاون ضرور دیا تھا۔ جس سے وہ بہت مطمئن اور مسرور تھی۔ پھر اس نے تیسرے دن ہاشم ابراتا سے ملاقات کی۔ ہاشم ابراتا اس سے پہلے بھی محل ہی میں تھا لیکن میری اس سے براہ راست

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بڑی شاندار شخصیت کا مالک تھا یہ شخص اور اندازہ ہوتا تھا کہ ایمرونا کا حکمران ہے۔ میری اور اس کی جتنی قربت تھی، اس کے بارے میں مجھے علم تھا لیکن اب ضروری نہیں تھا کہ میں دوڑ کر اس کے قریب پہنچ جاتا۔ اس نے بھی مجھے نظر انداز ہی کیا تھا۔ ویسے محل میں گشت کرتے ہوئے مجھ پر چند دلچسپ حقائق کا بھی انکشاف ہوا تھا۔ وہ یہ کہ ہاشم ابراتا کی کئی بیویاں تھیں۔ محل کا ایک مخصوص حصہ ان کے لیے تھا اور وہاں لیڈیز سیکیورٹی تھی۔ کوئی مرد وہاں موجود نہیں تھا۔ محل کے اندر بھی تمام خادمائیں خواتین ہی تھیں۔ اور باہر بھی جو پہرہ دینے والے تھے، وہ صرف خواتین تھیں جو مسلح رہتی تھیں، یہ ایک خاص بات تھی جسے میں نے خصوصی طور پر نوٹ کیا تھا۔ ویسے بھی ہاشم ابراتا چہرے سے ایک شریف انسان معلوم ہوتا تھا۔ تعجب تھا کہ اس نے ابھی تک مجھ سے ایک بار بھی رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ غرض یہ تمام چیزیں میرے لیے انتہائی باعث دلچسپی تھیں، میں خود بھی مسلح رہتا تھا۔ اور محل کے محافظ کی حیثیت سے میرے پاس ہمیشہ ہتھیار وغیرہ ہوا کرتے تھے۔ خصوصاً ایک پستول تو ہمیشہ ہی میری پیٹی میں لٹکا ہوتا تھا۔ میں نے ابھی تک کسی کو خود پر شبے کا موقع نہیں دیا تھا۔ پھر تیسرے دن دوپہر کے وقت جب شیری میرے پاس پہنچی تو اس نے مجھے فیروز گاتا کا پیغام دیا۔ اس نے کہا کہ سب کچھ اطمینان بخش ہے۔ فیروز گاتا نے کہا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے اس کے لیے احتیاط اور وقت لازمی چیز ہے۔ اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میں جلد بازی سے کام نہ لوں بلکہ پوری طرح ماحول پر قبضہ جمانے کے بعد اپنے کام کا آغاز کروں۔ اس سلسلے میں کوئی ایسی جلدی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کے بارے میں سوچ کر اپنے آپ کو خطرے میں ڈالوں شیری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سر آپ نے ان لوگوں پر اتنا اچھا ذہنی اثر ڈالا ہے کہ وہ سب آپ ہی کے گیت گاتے ہیں۔"

"کیا تمہاری ملاقات فیروز گاتا سے ہوئی تھی؟"

"نہیں سر۔ میری کنٹرولر میڈم سارودا ہیں اور وہ آپ کو اتنا یاد کرتی ہیں کہ میں بتا نہیں سکتی اور سر۔ معاف کیجیے گا، اگر ایک بات کہوں تو اس کو گستاخی نہ خیال کریں گے۔"

"نہیں کہو۔"

"میڈم نگانہ سارودا کی آنکھوں میں میں نے کچھ اور بھی دیکھا ہے۔"

"کیا؟"

"وہ جو میری آنکھوں میں ہے۔" اس نے بے باکی سے کہا اور میں ہنس پڑا۔ میں نے اس سے کہا۔

"تم بہت اچھی لڑکی ہو۔"

"یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہے سر؟"

"ہر سوال کا جواب نہیں دیا جاتا مائی ڈیئر شیری۔ کوئی حکمت سے کام لینا چاہیے۔"

"نہیں نہیں سر۔"

"میرا مطلب ہے کہ ہر چیز میں بے اختیار نہیں ہونا چاہیے۔"

"آپ مجھے میری حیثیت بتانا چاہتے ہیں سر؟"

"تمہاری حیثیت جو کچھ ہے، وہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ جہاں تک نگانہ سارودا کا تعلق ہے تو میں نے ابھی اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں اتنی دور تک نہیں جھانکا۔"

"اوہ — کیا آپ درست کہہ رہے ہیں سر؟"

"تم سے جھوٹ بولوں گا مائی ڈیئر شیری۔" میں نے کہا۔ عورت سے بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔ رقابت اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اور اگر یہ لڑکی اس سلسلے میں رقیب بن جائے تو میری جو کیفیت ہو سکتی تھی مجھے اس کا بخوبی اندازہ تھا۔ نگانہ سارودا کے سامنے پہنچنے کے بعد چاہے میں اسے پھانسی کے تختے پر لٹکا دوں۔ لیکن اس وقت اسے مطمئن کرنا ضروری تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس کا مقصد ہے کہ ون وے ٹریفک چل رہا ہے۔"

"یقیناً۔ تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں ٹیکسی ہوں؟" میں نے اس سے کہا اور وہ میرے اس سوال پر بہت دیر تک ہنستی رہی۔

"نہیں تم نے ون وے ٹریفک کی بات کی تھی ناں تو سڑکوں پر دوڑنے والی ٹیکسی تو نہیں ہوں میں کہ دوڑتا رہوں اور ہر شخص مجھے کرائے پر حاصل کر سکے۔"

"تب تو یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے۔"

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ اور سناؤ ساری چیزیں

ظاہر ہے وہ آزادی سے اپنا کام کر رہے ہیں۔ میں نے اس مخصوص علاقے کو ان کی بغاوت کے لیے رہنے دیا تھا اور وہاں اپنے آدمی چھوڑے ہوئے تھے تاکہ وہ اس کے بارے میں اطلاع دیتے رہیں۔ طویل عرصے تک میرے آدمی یہی سمجھتے رہے کہ گورو ے باغیوں کا مسکن ہے۔ لیکن یہ حقیقت نہیں ہے جلال واصل، گورو ے صرف ایک دکھاوے کی جگہ ہے۔ اس کے علاوہ مجھے اور بھی چند رپورٹیں موصول ہوئی ہیں جو بڑی سنسنی خیز ہیں۔"

"وہ کیا سر؟" میں نے بغور ہاشم ابراتا کا چہرہ دیکھا۔

"میں نے سنا ہے کہ نگانہ سارودا اور اس کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ اختلاف ایک ڈرامہ ہے جو انہوں نے اپنے آپ کو الگ الگ کر کے پیش کیا ہے۔ صرف اس مقصد کے تحت کہ شاید ہم ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کریں۔ دوسرا نام فیروز کا ہے۔ فیروز بھی اس سلسلے میں انہی کا ساتھی ہے۔ مجھے انتہائی باوثوق ذرائع سے اس کی اطلاع ملی ہے اور ان اطلاعات نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ سب سے اہم اور سب سے خطرناک اطلاع جو ہے میرے دوست مسٹر جلال واصل وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے محل تک رسائی حاصل کر لی ہے۔"

میں نے چونکنے کی شاندار اداکاری کی اور میرے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ جبھی میں نے بار بار بند کرتے اور کھولتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں سر؟"

"میں بالکل درست کہہ رہا ہوں جلال واصل۔ یہ ایک تصدیق شدہ اطلاع ہے۔ مجھے یہ علم ہوا ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ حاصل کر لیا ہے انہوں نے جو ہمارے محل تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ چیز سب سے خطرناک ہے۔ بیرونی معاملات سے تو خیر نمٹا ہی جا سکتا ہے لیکن اندر ہی اندر کچھ ہو رہا ہے۔ یہ بات تم خود سوچ سکتے ہو کہ کیا ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اسی لیے اس وقت میں نے تم سے ملاقات کرنا ضروری سمجھا بلکہ یہ سمجھ لو آج کا دن میں نے اسی ملاقات کے لیے باقی تمام کارروائیاں ملتوی کر دی تھیں اور میری یہ تشویش کس حد تک حق بجانب ہے تم اس سلسلے میں خود سوچ لو مجھے اندازہ ہے کہ محل میں کچھ پر اسرار کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اندازہ لگانا ہے اور — اور تمہیں یہ کام کرنا ہے جلال واصل۔ میں یہ بات جانتا ہوں کہ تم سے زیادہ میرا ہمدرد، مجھ سے محبت کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ مجھے بتاؤ کیا میری اس تشویش میں کوئی شک ہے؟" میں پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اور پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"سر میرے خیال میں تھوڑی سی بنیادی غلطی ہوئی ہے" ہاشم ابراتا چونک پڑا۔ اس نے کہا۔

"مجھے سمجھاؤ کیسے؟"

"آپ نے محل کے تحفظ کے لیے صرف ایک آدمی پر بھروسا کر لیا ہے۔"

"اب بھی نہیں سمجھا میں؟"

"اور وہ آدمی میں ہوں۔"

"تم؟"

"ہاں — آپ نے پورے محل میں سیکیورٹی کی ذمہ داری صرف اور صرف میرے اوپر ڈال دی ہے حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ در پردہ آپ ایک اور گروپ بناتے اور اسے میری نگرانی پر مامور کر دیتے۔"

"کیا کہہ رہے ہو جلال واصل، تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔"

"سر۔ اگر محل میں پر اسرار کارروائیاں ہو رہی ہیں تو ہو سکتا ہے ان میں، میں بھی شامل ہوں۔"

"جلال واصل بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ تم بھلا ان کارروائیوں میں کیوں شامل ہو گے۔ تم جانتے ہو مجھے تم پر کتنا بھروسا ہے۔"

"سر۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن غدار تو کوئی بھی ہو سکتا ہے۔"

"کوئی کی بات نہیں کر رہا میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔ اگر تم مجھ سے غدار ہو گئے ہو تو تمہاری غداری مجھے خلوص دل سے قبول ہے۔ دیکھو جلال واصل، یہ بات بار بار کہنے کی ضرورت تو نہیں پیش آنی چاہیے مجھے کہ تم میرے لیے بہت بڑی حیثیت رکھتے ہو۔ تم زیادہ سے زیادہ کس لیے مجھ سے غداری کر سکتے ہو، اس لیے کہ میں تمہارے حق میں دستبردار ہو جاؤں۔ تمہیں ایمرونا کی حکمرانی سپرد کر دوں۔ میرے دوست یہ کانٹوں بھرا تاج تم اپنے سر پر رکھنا چاہتے ہو تو میں ابھی اور اسی وقت اسے تمہارے حوالے کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر تمہیں اس میں کوئی شک ہے تو صرف ایک بار کہہ کر دیکھو میں تو خود تمہیں کسمپت میں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈالنا نہیں چاہتا۔ اور پھر جو کچھ میں نے کیا ہے اس میں ابھی تمہاری گنجائش نہیں ہے لیکن تمہاری غداری کیا معنی رکھتی ہے۔ فیروز گاناتا سے اگر تمہارا کوئی رابطہ ہے تو مجھ سے کہو، میں فیروز گاناتا کو تمہارے کہنے سے اپنی یہ ذمہ داریاں سونپ دوں گا۔ بلاوجہ ایسی باتیں کر کے میرا دل دکھاتے ہو۔ تم میرے لیے جو کچھ ہو، وہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی۔"

میں نے کسی قدر پریشان نگاہوں سے ہاشم ابراتا کو دیکھا۔ سوتیلے اور ناجائز بھائی سے بھلا ایسی وہ کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جس کی بنا پر ہاشم ابراتا اپنا سب کچھ اس پر قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہ ایک حیران کن بات تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا، اور تہہ خانے کے اس دروازے تک پہنچ گیا جو باہر کی سمت کھلتا تھا اور جس سے گزر کر میں اندر آیا تھا۔ میں نے اسے اندر سے بند کیا۔ ہاشم ابراتا پُرسکون نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھے ہوئے تھے اور چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"تو سر۔ آپ کا خیال ہے کہ محل کے اندر کچھ پُراسرار کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ آپ کو اس کی اطلاع کیسے ملی؟ آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے۔" ہاشم ابراتا کے چہرے پر خیالات نظر آنے لگے پھر اس نے کہا۔

"جس طرح ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ ہمارے محل میں فیروز گاناتا کے کچھ آدمی موجود ہیں وہ آدمی جنہیں ہم شناخت نہیں کر سکتے۔ اسی طرح تم یہ سمجھ لو ڈیئر جلال واسل کہ ہمارے کچھ آدمی بھی فیروز گاناتا کے آس پاس پھیلے ہوئے ہیں اور وہ ہمیں رپورٹیں مہیا کرتے ہیں۔"

"محل میں ہونے والی کارروائیوں کے بارے میں کیا رپورٹ ہے سر؟" میں نے سوال کیا۔

"یہی کہ کچھ پُراسرار لوگ یہاں پُراسرار کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ ہمیں ابھی تک یہ نہیں پتا چل سکا کہ وہ پُراسرار کارروائیاں کیا ہیں؟"

"میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور ہاشم ابراتا چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ اسی وقت میں نے اپنے بغلی ہولسٹر سے پستول نکالا اور ہاشم ابراتا پر تان لیا۔ ہاشم ابراتا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ میں نے ایک سفاک مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"وہ کارروائیاں یہ ہیں کہ میں سب سے پہلے آپ کو قتل کر دوں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ کیا آپ قتل ہونا پسند کریں گے؟" ہاشم ابراتا متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"میں نے تم سے پہلے بھی یہ بات کہی تھی کہ اگر تمہارا کوئی ایسا مفاد میری موت سے وابستہ ہے تو میں اس کے لیے خوشی سے قربان ہونے کو تیار ہوں۔"

"آپ خود سوچیے سر! انسان کا ذہن تبدیل ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ آپ کے دشمن کسی بھی طرح مجھے اس کے لیے مجبور کر سکتے ہیں کہ میں آپ کو ہلاک کر دوں۔ اس کے لیے مجھے بلیک میل کیا جا سکتا ہے۔ کچھ لالچ دیے جا سکتے ہیں۔ بہت سی ایسی باتیں ہو سکتی ہیں۔" ہاشم ابراتا نے پُرسکون نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سنو مائی ڈیئر جلال واسل، میں نے تمہارے خیال میں کیا بالکل ہی احمقانہ قدم اٹھایا ہے؟ میں تمہیں اپنی حکومت میں اعلیٰ ترین عہدہ دے سکتا تھا کیونکہ میں تمہیں اپنے جسم ہی کا ایک حصہ سمجھتا ہوں۔ تم میرے باپ کے بیٹے ہو اور اس دنیا میں مجھے تم سے زیادہ کسی اور پر بھروسا نہیں ہے۔ چنانچہ اسی بھروسے کے تحت میں نے تمہیں محل میں ذمہ داریاں سونپیں۔ تاکہ کم از کم ایک سمت سے مطمئن ہو جاؤں کہ اس سمت سے کوئی غداری نہیں ہوگی۔ باقی جہاں تک رہا تمہارے بلیک میل ہونے کا معاملہ تو میں یہ بات جانتا ہوں کہ کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے تمہیں بلیک میل کیا جا سکے۔ تمہارے کسی پسندیدہ شخص کو اغوا نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ایسا کوئی فرد ہے ہی نہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی ایسا کام نہیں کیا جا سکتا۔ تم ایرونا میں کوئی بڑے سے بڑا جرم کر لو۔ کوئی بین الاقوامی جرم کر لو، میں اس جرم کو معاف کر سکتا ہوں۔ پھر بھلا تمہیں بلیک میل کرنے کی کیا ضرورت پیش آ سکتی ہے یا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"عورت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ عورت ہو سکتی ہے۔ جو مجھے اپنے فریب میں لا کر مجھ سے یہ کام کرا سکتی ہے۔" ہاشم ابراتا پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر گردن ہلا کر بولا۔

"ہاں۔ اس پہلو پر میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن بات

ٹھیک ٹھاک ہیں؟"

"بالکل سر۔ ٹھیک نہ ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ جب میرا اور آپ کا تعاون چل رہا ہے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔" میں نے دل میں محسوس کیا کہ شیری کی تین دن کی رفاقت خطرناک ہوتی جا رہی ہے اور وہ ذرا اونچا بولنے لگی ہے۔ لیکن ابھی تو اس سے تعاون کرنا ہی تھا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں نگانہ سیارو کو اس کی حقیقت بتا دوں گا۔ نگانہ سیارو اسے زندہ قبر میں دفن کر دے گی۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ تعاون بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ ہاشم ابراتا صبح ہی سے محل کے اندر تھا اور کہیں باہر نہیں گیا تھا۔ اس کا وقت حرم میں گزرا تھا۔ اور وہ اپنی بیویوں کے ساتھ تھا۔ مجھے بھی کوئی خاص احساس نہیں ہوا۔ لیکن ساڑھے پانچ بجے کے بعد مجھے ہاشم ابراتا کا پیغام موصول ہوا۔

"رات کو نو بجے ہاشم ابراتا تم سے ملنا چاہتا ہے مسٹر جلال واسل۔"

"ٹھیک ہے تم مجھے بلانے کے لیے آ جانا۔" میں نے احتیاطاً کہہ دیا۔ اور اس شخص نے گردن ہلا دی۔ سات بجے میں نے شیری سے گفتگو کی اور اس کے بعد اسے یہ نہیں بتایا کہ آج ہو سکتا ہے ساڑھے دس بجے میں اس سے ملاقات نہ کر سکوں۔ ہر چیز کی احتیاط کرنا تھی۔ شیری اگر مجھے میری رہائش گاہ پر نہ پائے گی تو خود ہی واپس چلی جائے گی۔ ویسے بھی اب چار دن کے بعد اس کوشش میں کافی حد تک کمی واقع ہو گئی تھی۔ ٹھیک نو بجے وہی شخص میرے پاس پہنچ گیا اور مجھے لے کر ہاشم ابراتا کے اس محل خاص کی جانب چل پڑا۔ جہاں وہ اپنی میٹنگیں کیا کرتا تھا۔ ایک وسیع و عریض کمرے میں جس کا جائزہ میں پہلے بھی کئی بار لے چکا تھا، پہنچنے کے بعد اس شخص نے دیوار میں لگا ہوا ایک گول سا لٹو گھمایا۔ اور دیوار میں ایک دروازہ پیدا ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دروازے کے بارے میں نہ تو مجھے فلم رپورٹ میں کچھ دکھایا گیا تھا اور نہ ویسے ہی بتایا گیا تھا۔ یہ جگہ میرے لیے اجنبی تھی اور اس وقت دل ہی دل میں میں بہت خوش ہو رہا تھا کہ میں نے اس شخص کو طلب کر لیا تھا۔ اگر بات صرف یہی ہوتی کہ میں خود اس سے ملنے پہنچ جاؤں تو یقیناً میں ٹھوکریں ہی کھاتا پھرتا اور اس کے بعد

اس کے بعد میرے لیے خطرات پیدا ہو جاتے جو ناقابل یقین ہوتے۔ بہرطور یہ بہتر ہی ہوا۔ دروازے کی دوسری جانب سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اور سیڑھیوں کے اختتام پر تیز روشنی نظر آ رہی تھی۔ غالباً وہ بھی کوئی دروازہ تھا اور روشنی اس دروازے کی دوسری جانب سے آ رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں ایک ایئر کنڈیشنڈ تہہ خانے میں پہنچ گیا جو بہت وسیع و عریض تھا۔ یہاں سُرخ قالین بچھا ہوا تھا۔ مدھم روشنیاں اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں۔ بڑا خوبصورت اور پُرسکون ماحول تھا۔ اور ایک بڑی سی میز کے عقب میں جو نصف دائرے کی شکل کی تھی، ہاشم ابراتا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چائے کے برتن رکھے ہوئے تھے اور ایک پیالی سے ہلکی ہلکی بھاپ اٹھ رہی تھی۔ اس نے گردن خم کر کے مسکراتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا۔ کچھ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی تھی کہ اس نے پورا دن اپنے گھر میں گزارا تھا اور ظاہر ہے گھریلو مصروفیات ذرا مختلف ہوتی ہیں پھر اس نے مجھے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور میں بیٹھ گیا۔ اس نے چائے کی پیالی اٹھائی اور اس میں میرے لیے چائے بنانے لگا۔ میں نے جلدی سے کھڑے ہو کر اپنے لیے خود چائے بنائی اور شکریہ ادا کر کے اسے اپنے سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔ ہاشم ابراتا گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"یہ سرد جنگ آخر کب تک جاری رہے گی مائی ڈیئر واسل!"

"میں کیا عرض کر سکتا ہوں سر۔ آپ اس بارے میں خود سوچیے۔" میں نے فلم رپورٹ سے اندازہ لگا لیا تھا کہ جلال واسل اسے سر کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ ہاشم ابراتا کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار تھے پھر اس نے کہا۔

"بیرونی طور پر تو میں حالات سے نمٹ رہا ہوں اسل لیکن اندرونی طور پر کچھ الجھنوں کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"اندرونی طور پر کیوں سر؟" میں نے سوال کیا لیکن آپ نے میری بات کا فوری طور پر جواب نہیں دیا تھا۔ بلکہ کافی دیر تک سوچتا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"فیروز گاناتا کو میں نے اب تک گہری نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا بے شک وہ ایک خطرناک باغی قرار پا چکا ہے لیکن میں نے اس سلسلے میں جو مضبوط اقدامات کیے تھے ان کے تحت اسے کہیں بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ البتہ اگر کوئی تحریک بہت دیر تک زندہ رہ جائے تو پھر اس کی جڑیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ اور میں ان جڑوں سے ہی پریشان ہو گیا ہوں۔

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھر وہیں آجاتی ہے۔ اگر ایسا کچھ ہو چکا ہے تو میں تمام معاملات سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے پستول واپس ہولسٹر میں لگایا اور مسکراتا ہوا اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

"اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے سر۔ میں نے آپ سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ صرف ایک آدھ پر بھروسا کر لینا مناسب نہیں ہے۔ کوئی اور گروپ بھی ہونا چاہیے تھا جو میرا نگران ہوتا۔" ہاشم ابراتا کے چہرے پر غصے کے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

"تم وہی ایک بات کہے جا رہے ہو۔ یعنی اتنا کچھ کہنے کے بعد بھلا اس بات کی گنجائش ہے کہ میں تم پر کوئی نگران مقرر کرتا؟"

"گنجائش ہے سر۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں جلال واسل نہیں ہوں۔"

"کیا؟" ہاشم ابراتا بری طرح اچھل پڑا۔

"جی۔ میرے چہرے پر میک اپ کیا گیا ہے اور میں ایک غیر متعلق آدمی ہوں اور مجھے نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ جلال واسل اس وقت ان کے قبضے میں ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔" ہاشم ابراتا کے انداز میں نمایاں تبدیلی رونما ہوتی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس کا جسم کپکپا کر رہ گیا تھا۔ پھر اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"نہیں سر میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ یہ ایک بہت بڑا پیچ ہے اور اس پیچ کے لیے آپ جس طرح چاہیں تصدیق کر سکتے ہیں۔ میرے چہرے پر تین فرانسیسیوں نے میک اپ کیا ہے اور یہ میک اپ صرف اس طرح اتر سکتا ہے کہ میں نمک کے پانی سے غسل کر لوں۔ اگر میں نے یہ میک اپ اتارنے کی کوشش کی سر تو میرا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا پیچ ہے اور اس کے لیے میں آپ کو ہر طرح سے یقین دلانے کو تیار ہوں۔" ہاشم ابراتا مجھے سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"کیا واقعی تم جلال واسل نہیں ہو؟"

"ہاں سر، میں جلال واسل نہیں ہوں۔"

"لیکن۔ لیکن تم کب سے یہاں ہو؟ اور اور تم کون ہو؟"

"آپ کو بہت سی حیران کن کہانیاں سننے کو ملیں گی سر۔ میرا نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔ کیا یہ نام آپ کے ذہن میں آتا ہے؟" میرے ان الفاظ پر ہاشم ابراتا بری طرح اچھل پڑا۔

"اوہ میرے خدا۔ میرے خدا۔ یہ کیا سچ ہے؟ کیا واقعی یہ سچ ہے؟"

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے مسٹر ہاشم ابراتا کہ آپ اس کے بعد مجھ سے یہ سوال نہیں کریں گے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، کیا یہ سچ ہے؟"

"جہانگیر جمال شاہ۔ یہ نام ہی تمہاری زبان سے ادا ہو جانا کافی تھا۔ شہباز احمد صاحب نے ابھی دو دن پہلے گفتگو کی تھی اور تمہارے بارے میں تشویش کا اظہار کیا تھا۔ میں نے انہیں تفصیل سے بتایا کہ تم۔ تم میری نگاہوں میں نہیں ہو۔ اس سے پہلے۔ اس سے پہلے جو شخص۔ مگر ٹھہرو۔ تمہیں یہ ثبوت دینا پڑے گا کہ تم مذاق نہیں کر رہے۔"

"آپ عامر جلالی کا نام لے رہے تھے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اس کے علاوہ بھی تم مجھے اور کچھ بتاؤ۔"

"کچھ نہیں۔ آپ نے ہمارے ملک کی حکومت سے درخواست کی تھی کہ آپ کے ہاں فیروز گاتا نامی ایک شخص بغاوت پر آمادہ ہے اور اس سے ایمونا کے بین الاقوامی معاملات کو زبردست ٹھیس پہنچ رہی ہے۔ چنانچہ آپ کی مدد کی جائے۔ اور ہماری حکومت نے یہ بات قبول کر لی۔ عامر جلالی کو بھیجا گیا جو فیروز گاتا تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن عین وقت پر اپنی غلطی سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اور سر، اس کے بعد مجھے یہاں بھیجا گیا۔ میں اس دوران تمام تر کارروائیاں کرتا رہا ہوں۔ آپ مجھے خالق داد بھی کہہ سکتے ہیں۔" میرے ان انکشافات پر ہاشم ابراتا کا چہرہ اتر گیا اور اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اب میں تمہاری بات پر پوری طرح یقین کرتا ہوں۔ اوہ میرے خدا۔ میرے خدا، میں نے واقعی اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ تم نے دو تین باتیں بتائی ہیں۔ کوئی خوشبو تمہارا ذہن پلٹ سکتی تھی۔ میرا مطلب ہے جلال واسل کا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جلال واسل کو اغوا کر کے اس کی جگہ کسی اور آدمی کو بھیجا جا سکتا تھا۔ ہاں تمہارا یہ کہنا

اب میری سمجھ میں آ رہا ہے کہ تمہاری نگرانی کے لیے بھی ایک خفیہ گروپ ہونا چاہیے تھا لیکن۔ لیکن جلال واسل میرے لیے جو حیثیت رکھتا ہے، اس کے بعد اس کی گنجائش نہیں تھی۔ تم یقین کرو میں اسے اپنی زندگی ہی کی مانند چاہتا ہوں۔ وہ میرا دوست ہے۔ سارے رشتے ایک جانب رکھ دو۔ وہ میرا اتنا گہرا دوست ہے کہ میں بتا نہیں سکتا۔ آہ۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ۔ وہ کس حال میں ہے؟"

"وہ فیروز گاتا کے قبضے میں ہے۔"

"کیا وہ زندہ ہے؟"

"ہاں۔ میرے خیال میں وہ زندہ ہے۔"

"کیا کوئی ایسا ذریعہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں واپس مل جائے؟"

"ابھی نہیں آپ کو صبر کرنا ہوگا مسٹر ہاشم ابراتا۔"

"آہ یہ سب کچھ۔ اُفوہ۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ فیروز گاتا نے مگر تم۔ تم اوہو۔ یہ بات تو میں نے نظر انداز کر ہی دی۔ تم۔ تم اوہ میرے دوست مجھے براہ کرم پوری تفصیل سمجھاؤ۔ معاف کرنا میں ذہنی طور پر اتنا پریشان ہو گیا ہوں کہ میرے منہ سے بے ربط جملے نکل رہے ہوں گے۔ تم فیروز گاتا سے مل لیے ہو؟"

"ہاں مسٹر ہاشم ابراتا۔ میں اس دوران مسلسل کوششیں کرتا رہا ہوں۔ میرے پاس جو جو ذرائع ہو سکتے تھے، میں نے ان کے مطابق عمل کیا اور بالآخر فیروز گاتا تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ آپ کو اتفاق سے یہ اطلاع مل چکی ہے کہ گووے ایک ممنوعی جگہ ہے۔ ورنہ شاید یہ خبر میں آپ کو دیتا۔ وہ لوگ گووے سے صرف دولت اکٹھا کر رہے ہیں اور وہ دولت فیروز گاتا کی اس بغاوت کے سلسلے میں کام آ رہی ہے۔ یہ تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد میں اس کی بہن نگانہ سارہ دا سے ملا اور اس کے ذریعے فیروز گاتا تک پہنچ گیا۔ لیکن ایک الگ حیثیت سے۔ میں نے ان پر اتنا اثر ڈال لیا کہ وہ بالآخر مجھ پر اعتماد کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہی میری کوشش تھی کہ وہ مجھ پر اعتبار کر کے اپنی سازشوں کا انکشاف کرتے رہیں۔ لیکن سب سے اہم سازش انہوں نے میرے ذریعے ہی کر ڈالی اور اسی پر وہ اس وقت انحصار کر رہے ہیں۔" ہاشم ابراتا کی آنکھوں سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی گر کر بے ہوش ہو جائے گا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تو میں نے کہا۔

"اگر آپ اپنے آپ پر قابو پا لیں تو میں اس سلسلے آگے کی کہانی آپ کو سناؤں مسٹر ہاشم ابراتا؟"

"نہیں۔ میں پُرسکون ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آہ۔ میں ٹھیک ہوں۔" اس نے جلدی سے چائے کی طرف دیکھا اور پھر اسے پانی ہی کے انداز میں حلق میں انڈیل لیا۔ پھر وہ میری طرف رخ کر کے بولا۔

"آپ چائے پئیں گے مسٹر جہانگیر جمال شاہ؟ بخدا آپ بہت بڑی شخصیت ہیں۔ بلاشبہ آپ بہت ذہین انسان ہیں۔ جو کچھ آپ نے کر دکھایا، وہ کسی عام آدمی کے لیے ممکن نہیں تھا۔ آہ۔ مجھے پوری تفصیل بتائیں۔"

"تفصیل اور کچھ نہیں ہے۔ بس آپ یہ سمجھ لیجیے کہ آپ تک جو اطلاعات پہنچی ہیں یعنی ٹک باس جس کا اصل نام فیرون ہے۔ وہ فیروز گاتا کا آدمی ہے۔ فیروز گاتا اپنے طور پر آپ کی ہلاکت کی سازشیں کر رہا ہے۔ اس کی بہن نگانہ سارہ دا اس کے ساتھ ہے اور اس نے میرے سپرد اہم ترین ذمہ داریاں کی ہیں اور انہی ذمہ داریوں کے تحت اس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"جلال واسل کو کیسے اغوا کیا گیا؟" اس نے سوال کیا اور میں نے اسے جلال واسل کے اغوا کی ساری داستان سنا دی۔ اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

"میرے آدمیوں نے غفلت برتی ہے۔ بلاشبہ وہ سزا کے قابل ہیں لیکن۔ لیکن اس وقت میں کسی کو سزا دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ میں جلال واسل کی زندگی چاہتا ہوں میرے دوست جہانگیر جمال شاہ۔ آہ کوئی ایسا طریقہ نکالو جس سے جلال واسل بچ جائے۔"

"میں اس سلسلے میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا مسٹر ہاشم ابراتا۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ وہ جلال واسل کو زندہ رکھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتا دوں کہ میرے سپرد کیا ذمہ داریاں کی گئی ہیں۔"

ہاشم ابراتا مغموم نظر آنے لگا تھا۔ جلال واسل سے اس کا لگاؤ بہت زیادہ محسوس ہو رہا تھا۔ بہرطور یہ ایسی کوئی بات نہیں تھی جس پر مجھے کوئی خاص تجسس ہوتا۔ نہ ہی میرا اس سے کوئی براہ راست تعلق تھا۔ اس

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"اور میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ اگر یہ ذمہ داریاں تمہیں نہ سونپی جاتیں تو — تو کیا ہوتا ہے۔ کوئی اور آدمی یہاں پہنچ جاتا تو کیا ہوتا؟ لیکن یہ خیال بھی میرے ذہن میں آ رہا ہے کہ — کہ — خیر چھوڑو، ان باتوں میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ — او ہو میں سمجھ گیا — میں سمجھ گیا۔ اچھی طرح سمجھ گیا۔" ہاشم ابراتا ذہنی طور پر کافی منتشر معلوم ہوتا تھا۔ اور بے ربط گفتگو کر رہا تھا۔ پھر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"اب کیا کرو گے — ؟ یہ بتاؤ اب کیا کرو گے۔ دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ جو اطلاع مجھے ملی ہے وہ بھی بالکل درست ہے۔"

"کون سی اطلاع — ؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے — مجھے باوثوق ذرائع سے علم ہوا تھا کہ میرے محل میں کچھ ایسے لوگ داخل ہو گئے ہیں جو میرے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور انہیں اسی مقصد کے لیے یہاں بھیجا گیا ہے۔ لیکن اطلاع دینے والے یہ نشاندہی نہیں کر سکے تھے کہ وہ کون کون لوگ ہو سکتے ہیں؟"

"اس وقت اٹھارہ افراد تمہارے محل میں موجود ہیں ہاشم ابراتا جو فیروز گاتا کے آدمی ہیں۔ ہر چند کہ ان میں سے کوئی بڑے عہدے پر فائز نہیں ہے لیکن بہرحال یہ اٹھارہ افراد یہاں مصروفِ عمل ہیں۔" ہاشم ابراتا کے چہرے پر افسردگی نظر آنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

"میں کہاں تک کوشش کر سکتا ہوں جہاں تک میرے بس میں ہے میں کارروائیاں کر رہا ہوں۔ لیکن دوسری ذمہ داریاں آپڑی ہیں مجھ پر۔ بیرونی معاملات کو سنبھالنے کے لیے مجھے جس قدر محنت کرنا پڑ رہی ہے، میں جانتا ہوں اور ان حالات کو بگاڑنے کے لیے فیروز گاتا بھی بے پناہ محنت کر رہا ہے۔ اس نے لاتعداد ایسی سازشیں کی ہیں کہ دنیا کے کئی ملکوں سے ہمارے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ ایک بڑی قوت جس کے بارے میں شاید تمہیں بتا دیا گیا ہو، فیروز گاتا کی مدد کر رہی ہے لیکن اگر فیروز گاتا کا وجود ختم ہو جائے تو — تو سارے کھیل ختم ہو سکتے ہیں۔ وہ کم بخت، اس کی بہن اور اس کا دستِ راست فیرون میرے خلاف زبردست کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اگر یہ تین افراد ہی میرے قابو میں آ جائیں تو بہت بڑا کام بن سکتا ہے۔ خیر چھوڑو — اب تم — تم میرے پاس آ گئے ہو۔ مجھے بتاؤ، مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس وقت تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری غیبی امداد ہوئی ہے کہ کم از کم تم سے رابطہ قائم ہو گیا۔ آہ میرے دوست جہانگیر جمال شاہ مجھے یہ بتاؤ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ساری صورتحال تمہارے علم میں آ گئی ہے۔ تمہیں — تمہیں میری مدد کرنا ہو گی اور — اور میں اس سے زیادہ اور کوئی بات نہ کہوں گا۔ بس تمہیں میری مدد کرنا ہو گی۔ یہ نہایت ضروری ہے۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"مسٹر ہاشم ابراتا — آپ امیرونا کے حکمران ہیں اور میں اپنے وطن کا بھیجا ہوا ایک نمائندہ لیکن جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے اس کے تحت جو بات میرے ذہن میں ہے، میں وہ آپ سے کہہ دینے میں حق بجانب ہوں۔"

"بے دھڑک ہو کر — بے فکر ہو کر کہو۔"

"آپ کو میری ہدایات پر عمل کرنا ہو گا۔ یہ سوچے بغیر کہ آپ امیرونا کے حکمران ہیں اور میں ایک معمولی سا آدمی۔"

"کون کہتا ہے کہ تم ایک معمولی سے آدمی ہو — کون کہتا ہے؟ — اور پھر میری فطرت ایسی نہیں ہے میرے دوست کہ — کہ تم بے دھڑک ہو کر مجھ سے جو کہنا چاہتے ہو کہو۔"

"میں نے ایک منصوبہ بندی کی ہے اپنے ذہن میں اور اس کے لیے مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔"

"یوں سمجھو کہ اب — اب تم میرے دستِ راست ہو۔ حالانکہ یہاں بہت سے لوگ ہیں جو میرے لیے کام کر رہے ہیں — لیکن — لیکن کوئی بھی تمہاری حقیقت کو نہیں جان سکے گا۔ مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"تو پھر پہلے وہ منصوبہ سن لیں مسٹر ہاشم ابراتا جس کے تحت فیروز گاتا نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"ہاں — میں متوجہ ہوں — مجھے بتاؤ کیا منصوبہ ہے؟" ہاشم ابراتا نے کہا اور میں پُرخیال نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ میں اپنے ذہن میں ان الفاظ کو ترتیب دے رہا تھا جن میں ہاشم ابراتا کو اپنا مقصد سمجھاؤں اور ہاشم ابراتا کی نگاہیں مجھے ٹٹول رہی تھیں۔ پھر میں نے کہا۔

"میں نے جس قدر محنت کی ہے ان لوگوں تک پہنچنے کے لیے مسٹر ہاشم ابراتا آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں نے ایک طویل عرصہ شروے میں گزارا ہے

اور ان کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ وہاں سے میں نگاتا سادا تک پہنچا ہوں اور نگاتا سادا کے ساتھ میں نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ بالآخر وہ لوگ مجھ پر اعتماد کرنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ یہ ساری کارروائی کرنے کے بعد ہی میری رسائی فیروز گاتا تک ہوئی ہے۔ فیروز گاتا نے بھی مجھے ایک طویل ترین امتحان سے گزارا اور اس امتحان کے سلسلے میں مجھے جس قدر مشقتیں اٹھانا پڑی ہیں، میں جانتا ہوں۔ دراصل ان باتوں کو بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مجھ پر جو اعتماد کیا ہے، بے مقصد ہی نہیں کیا۔ اور اس اعتماد کے بعد انہوں نے اپنا آخری منصوبہ میرے سپرد کر دیا ہے یعنی اسی منصوبے پر ان کی کامیابی کا دارومدار ہے۔" ہاشم ابراتا کی آنکھوں میں تجسس کی چمک تھی۔ وہ پُراشتیاق نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور میرے ذہن کو ٹٹول رہا تھا تاکہ اس میں جو کچھ ہے سب کچھ معلوم کر لے۔ میں نے چند لمحات توقف کیا۔ اس کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"فیروز گاتا نے جو منصوبہ میرے سامنے پیش کیا ہے، ان میں تین جنرلوں کا قتل ہے۔ جنرل فوزال، جنرل ٹیروش اور جنرل گیل۔ پہلے مجھے ان تین افراد کو قتل کرنا ہے اور اس کے بعد چوتھا قتل آپ کا ہو گا مسٹر ہاشم ابراتا، فیروز گاتا کا خیال ہے کہ ان جنرلوں کی ہلاکت کے بعد آپ بالکل بے کار ہو جائیں گے کیونکہ آپ کی قوت انہی پر مشتمل ہے۔"

"آہ — یہ تو بالکل پکا ہے — یہ ایک بالکل حقیقت ہے۔ جنرل فوزال، ٹیروش اور گیل میرے دستِ راست ہیں اور انہی کے بل پر میں نے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن — لیکن ان کے خیال میں ان تینوں کا قتل اتنا ہی آسان ہو گا؟"

"یہ مشکل کام مجھے بہت سے امتحانات سے گزار کر میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اگر میں آپ سے یہ کہوں مسٹر ہاشم ابراتا کہ درحقیقت اگر میں نے ان لوگوں کے لیے کام کر لیا ہوتا تو ان جنرلوں کا قتل میرے لیے بہت مشکل نہ ہوتا۔" ہاشم ابراتا کے انداز میں بے یقینی تھی لیکن میں اس بات کا برا نہیں مان سکتا تھا کیونکہ میرا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ ظاہر ہے ہاشم ابراتا اپنے طور پر اپنے آپ کو طاقتور سمجھتا تھا اور وہ طاقتور تھا۔ کیونکہ اب تک اس نے فیروز گاتا سے اپنی حکومت کو بچائے رکھا تھا۔ لیکن یہ بات باعثِ بحث نہیں تھی بلکہ اصل مسئلہ کچھ اور تھا۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"خیر یہ بالکل الگ بات ہے کہ میں کیا کرتا، کیا نہ کرتا لیکن مجھے جو کچھ کرنا ہے وہ وعدہ کر لیا ہے جو میرے وطن کے محافظوں نے میرے سپرد کیا ہے اور مسٹر ہاشم ابراتا، اب جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسے آپ بغور سنیے اور انتہائی ٹھوس انداز میں مجھے بتائیے کہ کیا یہ ممکن ہے؟"

ہاشم ابراتا نے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔

"کیا ہے؟"

"میں ان تینوں جنرلوں کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ اور ہاشم ابراتا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کیا مطلب — ؟"

"قتل کا مطلب صرف قتل ہوتا ہے۔"

"قل — لیکن — تت — تم — تم کیا کہہ رہے ہو؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"میں ان تینوں جنرلوں کو قتل کرنا چاہتا ہوں مسٹر ہاشم ابراتا۔"

"عجیب بات کہہ رہے ہو تم — میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا — میں — کیا — میں تمہیں ان تینوں کو قتل کرنے کی اجازت دے دوں؟"

"ہاں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ — یہ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ — کہ — مگر تم —" ہاشم ابراتا بری طرح سے پریشان ہو گیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں ان تینوں کو ایک ایک کر کے قتل کر دینا چاہتا ہوں مسٹر ہاشم ابراتا — اور ہمیں یہ ڈرامہ کرنا ہو گا۔ کیونکہ آپ بہت طویل عرصے سے فیروز گاتا کے معاملات میں الجھنوں کا شکار ہیں۔ فیروز گاتا نے اگر آخری منصوبہ بنایا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اسے — اس کے منصوبے کی تکمیل میں مدد دیں اور اس طرح یہ کھیل جس قدر جلد ختم ہو جائے بہتر ہے۔ میں ان تینوں کو قتل نہیں کرنا چاہتا بلکہ میں ان کے قتل کا ڈرامہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ہم یہ کام نہ کر سکے تو فیروز گاتا کوئی نئی منصوبہ بندی کرے گا جو ہمارے علم میں نہیں ہو گی۔ اس لیے آپ مجھے ان تینوں کو قتل کرنے کا بھرپور موقع دیں اور اس کے بعد

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آپ خود بھی قتل ہو جائیں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ فیروز گاتا اس سلسلے میں اس کے بعد کیا کرتا ہے۔ ظاہر ہے پھر ایروناکی حکومت تک اس کی رسائی مشکل نہیں ہوگی۔ اگر ہم یہ کام نہیں کرتے یا فرض کیجیے میں اپنی ناکامی کا اعلان کر دیتا ہوں یا آپ مجھے گرفتار کر لیتے ہیں۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے تو پھر فیروز گاتا نئے منصوبے بنائے گا اور آپ کو ان نئے منصوبوں کی خبر ہونے میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور وقت لگے گا۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

غالباً میری بات اب ہاشم ابراناکی سمجھ میں آئی تھی۔ وہ دیر تک خیالات میں کھویا رہا اور پھر رفتہ رفتہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھرنے لگی۔ اس نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ونڈر فل ــ ونڈر فل ــ واقعی یہ منصوبہ تو بہت شاندار ہے۔ بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ واقعی بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ واقعی بات سمجھ میں آ رہی ہے۔"

میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"ہمیں ایک ایک جنرل ختم کرنا ہوگا مسٹر ہاشم ابرانا لیکن یہ اعلان نہیں کیا جائے گا کہ وہ جنرل ختم ہو چکا ہے ظاہر ہے آپ کی حکومت کے اہم ستون اگر ختم ہو جاتے ہیں تو عوام میں بھی بے چینی پھیل جائے گی اور وہ یہ جاننا چاہیں گے کہ اب کیا ہوگا؟۔ چنانچہ ان میں سے ایک ایک جنرل کو اس طرح ختم ہونا چاہیے کہ بات صرف آپ کے علم ہو اور یہ اظہار ہو کہ آپ اس قتل کو مکمل طور پر چھپانا چاہتے ہیں۔ ہر جنرل کی تدفین خصوصی قبرستان میں ہو گی۔ اور کسی کو وہاں تک نہ پہنچنے دیا جائے گا۔ ہمیں ان تمام باتوں کا خصوصی خیال رکھنا ہوگا۔ اس کے علاوہ جنرل کے قتل کی خبر عوام سے چھپائی جائے گی اور عوام تک بالکل یہ بات نہیں پہنچنے دی جائے گی کہ ایسا ہو چکا ہے لیکن وہ لوگ جنہیں علم ہونا چاہیے، انہیں یہ علم ہو جائے گا کہ میں اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ تینوں جنرلوں کے قتل کو نہایت احتیاط کے ساتھ عوام سے چھپایا جائے گا۔ اور صرف فیروز گاتا کے آدمیوں کو اس کی خبر ہونی چاہیے۔ جیسا کہ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ اس وقت اٹھارہ آدمی یہاں موجود ہیں اور وہ یقیناً میری کامیابی کی خبر فیروز گاتا کو دیں گے۔ ظاہر ہے میرا بھی ان سے رابطہ رہے گا اور پھر آپ کو قتل سے پہلے یقینی طور پر فیروز گاتا مجھے اپنے منصوبے کی آخری تفصیلات بتا دے گا کہ اس کے بعد اسے کیا کرنا ہے۔ دیکھیے مسٹر ہاشم ابرانا میں آپ سے زیادہ ذہین نہیں ہوں چونکہ آپ ایک ریاست کے حکمران ہیں اور میں اپنے وطن کا ایک سیکرٹ ایجنٹ لیکن اتنا میں آپ سے ضرور عرض کر سکتا ہوں کہ فیروز گاتا کو پھانسنے کے لیے یہ انتہائی شاندار چال ہے۔ ہم اسی طرح اس پر قابو پا سکتے ہیں۔ اسے کامیابی کے نشے میں ڈبو دیا جائے۔ اور اس نشے میں جب وہ مست ہو جائے تو ہم اس پر ہاتھ ڈال دیں۔" ہاشم ابرانا پُرخیال انداز میں گردن ہلا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"میرے دوست، یقینی طور پر ایک شاندار منصوبہ ہے اور میں تم سے اس سلسلے میں پوری طرح متفق ہوں لیکن چند حقائق تمہارے سامنے پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ عوام ان تینوں جنرلوں پر بہت بھروسا کرتے ہیں۔ اور ان کا معیار بے حد بلند ہے۔ اگر بات عوام تک پہنچ گئی تو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ میں فوج میں بھی بددلی نہیں چاہتا۔ میرا مطلب ہے کہ اگر ہم فیروز گاتا کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہمارے جنرل مر گئے تو ہمیں فوج کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اور اگر فوج کو یہ پتا ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تو پھر ہمارا منصوبہ منظرِ عام پر آ جاتا ہے۔"

"ہماری تمام محنت یہی ہے مسٹر ہاشم ابرانا کہ ہم ان معاملات کو سنبھالیں۔ جنرلوں کو قتل کیا جائے لیکن ان کے قتل کی خبر عام نہ ہونے پائے بلکہ کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کیا جائے جس سے فیروز گاتا کو تو اس بات کا یقین ہو لیکن پبلک کو کچھ معلوم نہ ہو۔" ہاشم ابرانا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تب پھر یہ منصوبہ بندی بھی تم ہی کرو گے مائی ڈیئر جہانگیر جمال شاہ ــ میرا ذہن یہاں ماؤف ہو چکا ہے اور میں اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔" پھر ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ــ میں نے کہا۔

"تو پھر میں یہاں آیا کس لیے ہوں مسٹر ہاشم ابرانا! میں تو بس یہ چاہتا تھا کہ مجھے اپنے منصوبے کی تکمیل میں آپ کی حمایت حاصل ہو جائے۔"

"آہ ــ میرا دل اب بھی جلال واسل کے لیے رو رہا ہے تم باقی جو کچھ کرو۔ وہ تو تمہیں کرنا ہی ہے لیکن ایسی ایک کوشش کرو جس سے جلال واسل کی زندگی بچ جائے۔" میں پُرخیال انداز میں سر ہلانے لگا پھر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور اگر ایسا ہو جائے تو؟"

"میں زندگی بھر تمہارا احسان مند ہوں گا۔ اس بات کو بھول کر کہ تم اپنے ملک کے سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ یہ میری زندگی پر ذاتی احسان ہوگا۔"

"تو بس پھر یہ سمجھ لیجیے کہ جلال واسل زندہ رہے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔" میں نے ہاشم ابرانا کے چہرے پہ خوشی کی لہر دیکھی تھی۔ اس نے کہا۔

"میں تمہارا دلی شکر گزار ہوں اور اطمینان رکھو مجھے اپنے منصوبے میں شامل رکھنا۔ اس کے لیے تمہیں جتنے افراد کی ضرورت ہو مجھے بتا دینا۔ میں ایسے افراد تمہیں دے سکتا ہوں جو میرے بالکل رازدار ہوں گے اور تم انہیں اپنے لیے استعمال کر سکو گے۔"

"ہاں مجھے چند ایسی عورتوں اور مردوں کی ضرورت ہے۔"

"میں تمہیں آٹھ آدمی ایسے دے سکتا ہوں جن کے جسم کے ٹکڑے کر دو گے تو وہ اُف نہیں کریں گے میرا نام بھی۔"

"ٹھیک ہے۔ ان لوگوں سے میری کب ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"کل رات کو یہاں اسی جگہ تمہیں آ جانا ہے۔ وقت بتا دو۔"

"گیارہ بجے کے بعد۔" میں نے کہا۔

"وہ سب یہاں موجود ہوں گے۔ اور میں ان کے ساتھ تمہارا انتظار کروں گا۔ ہاشم ابرانا نے کہا اور میں نے گردن خم کر دی۔ اس کے بعد مزید کچھ گفتگو ہاشم ابرانا سے ہوئی اور پھر میں نے اس سے واپسی کی اجازت مانگ لی۔ اپنی رہائش گاہ پر پہنچ کر میں نے مطمئن انداز میں سانس لی اور اپنے منصوبے پر غور کرنے لگا۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی ایسی بہتر منصوبہ بندی کرنی تھی جس کے تحت میں کامیابی کی منزلوں کو چھو لوں۔ ابھی تک جو کچھ ہوا تھا، وہ بہت بہتر تھا اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ کامیابی اس بار بھی میرے قدم چومنے کے لیے تیار ہے اور یہ سچ بھی تھا۔

دوسری صبح شیری پرنس مجھ سے ملی اور اس نے خفیہ طور پر چھوٹا سا خوبصورت چوکور بکس میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"یہ آپ کے لیے بھجوایا گیا فائق دادا۔"

"کس نے؟"

"چیف نے ــ میرا مطلب ہے فیروز گاتا نے۔"

"کیا ہے یہ؟"

"ایک خاص ٹرانسمیٹر ــ جس پر آپ براہِ راست فیروز گاتا سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ لیکن دن کو دو بجے سے لے کر ڈھائی بجے تک۔ اس کے علاوہ یہ ٹرانسمیٹر ایک بے کار ڈبہ ثابت ہوگا۔ اس کی یہی خوبی ہے جس وقت سورج ایک مخصوص زاویے پر ہوتا ہے اس وقت یہ ٹرانسمیٹر کام کرتا ہے۔ باقی دن اور رات کے کسی بھی حصے میں یہ بالکل بے مقصد اور بے کار ہوتا ہے اور اگر یہ کسی کے ہاتھ لگ بھی جائے تو وہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ میں نے دلچسپی سے اس نایاب چیز کو دیکھا اور شیری پرنس سے اسے آپریٹ کرنے کا طریقہ ــــ معلوم کرنے لگا۔ جو شیری پرنس نے مجھے بتا دیا تھا۔ میں نے اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا۔

"اب تو آپ کا براہِ راست رابطہ مسٹر فیروز گاتا سے ہوگا چنانچہ یہ بات آپ انہیں کو بتائیں اور اسی دن دوپہر کو دو بجے کے بعد میں نے اس ٹرانسمیٹر پر پہلا تجربہ کیا۔ بہت آسان طریقہ تھا اسے استعمال کرنے کا۔ میں نے ایک بٹن دبایا اور چند لمحات کے بعد اس کے اسپیکر سے آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر ہلکی سی جھنجھناہٹ کے بعد ایک سخت آواز ابھری۔

"ہاں ــ کون بول رہا ہے؟" یہ آواز نگانہ سارو دا کی تھی۔ میں نے صاف پہچان لی۔ اور میں نے کہا۔

"اگر پہچان سکتی ہیں میڈم تو پہچان لیجیے۔"

"یہ آواز تو میری روح کی گہرائیوں میں اتری ہوئی ہے اسے نہ پہچان سکوں گی؟" نگانہ سارو دا نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ ــ اور میں ان تمام احساسات کے بعد کہ اب آپ سے ملاقات میں کافی وقت لگے گا، جب بدل ہو گیا تو یہ آواز سن کر میری جو کیفیت ہو گئی ہے اس کا اندازہ شاید آپ لگا سکیں۔"

"کیوں نہیں؟" نگانہ سارو دا نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال تھا کہ میری ملاقات مسٹر فیروز گاتا سے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہوگی۔"

"وہ مصروف ہیں لیکن انہوں نے مجھے تم سے رابطہ کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔"

"گڈ — اس چیز کے آجانے سے میں بہت خوش ہوں۔"

"تمہاری صلاحیتوں سے ہم سب کو یہی امید تھی۔ خاص طور سے مسٹر فیرون تو تمہارے لیے پاگل ہو گئے ہیں۔ ان کا تو یہی کہنا ہے کہ اس کامیابی کے حصول کے بعد بھی تمہیں ایمروٹا سے واپس نہ جانے دیا جائے اور جس طرح بھی ممکن ہو سکے تمہیں اپنے پاس رکھا جائے۔"

"یہ ممکن تو ہو سکتا ہے میڈم نگانہ سارروا۔" میں نے کہا۔

"اوہ — کیسے؟ مجھے بتاؤ کیسے؟"

"یہ سوال آپ کر رہی ہیں جو آپ ہی کی وجہ سے تو یہ ممکن ہوگا۔" میں نے کہا اور نگانہ سارروا خاموش ہو گئی۔ چشم تصور سے میں ایک خطرناک عورت کو محبت کے جذبات میں ڈوبے ہوئے دیکھ رہا تھا اور میں جانتا تھا کہ یہ الفاظ کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے بارہا میں فائدہ اٹھا چکا تھا اور یہ کوئی بری بات نہیں تھی۔ کم از کم میرے نزدیک۔ وہ میری ضرورت تھی — اور اس وقت کی ضرورت کو استعمال کرنے کے لیے تمام حربے اختیار کیے جا سکتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"میں درخواست کرتی ہوں فائق کہ ایسی باتیں کر کے مجھے بے اختیار نہ کیا کرو۔ کیونکہ اس کے بعد میں تمہاری خواہش کرنے لگتی ہوں۔"

"چلو چھوڑو ان باتوں کو۔ اور کوئی اہم بات تو نہیں؟"

"نہیں بس۔ یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کی تکمیل میں تم کوئی دقت پاتے ہو؟"

"ہرگز نہیں — اور بہت جلد میں تمہیں کامیابی کی اطلاع دوں گا۔ ہاں، چند باتیں تم سے اور کرنا ہیں۔ اس شخص کا کیا کیا جس کی جگہ مجھے دی گئی ہے؟"

"جلال واصل ہے اس کا نام؟"

"ہاں اسی کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔"

"وہ ہمارا قیدی ہے۔"

"اسے ہر قیمت پر زندہ رکھنا ہے۔ وہ ہمارے پاس ایک ایسا کارآمد مہرہ ہے جو کسی بھی جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بہترین حفاظت کے ساتھ اسے زندہ رکھنا اور یہ انتظار کرنا کہ میں اس کے سلسلے میں کیا ہدایات دیتا ہوں۔"

"تمہاری اس خواہش کی تکمیل کی جائے گی۔ بس یوں سمجھ لو تمہارا یہ فیصلہ آخری ہے۔"

"گڈ — اس کے بعد میں تمہیں اس وقت متوجہ کروں گا جب مجھے کوئی ایسا ہی اہم کام کرنا ہوگا کیونکہ احتیاط ہر قیمت پر لازمی ہے۔"

"بالکل — بالکل میں تم سے متفق ہوں۔"

اور اس کے بعد ہم نے یہ گفتگو بند کر دی۔ میں نگانہ کے الفاظ سے لطف اندوز ہوتا رہا تھا۔ پھر وقت پر مجھے اس جگہ پہنچنا پڑا جہاں کی بات طے ہوئی تھی۔ اور آج مجھے کسی کے سہارے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس تہہ خانے میں داخل ہو رہا تھا جس کے بیرونی حصے کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ اندر کچھ افراد کسی کا انتظار کر رہے ہیں لیکن جب تہہ خانے کے دروازے کی دوسری طرف پہنچا تو وہاں میں نے اچھا خاصا رش دیکھا۔ وہ آٹھ افراد تھے۔ جن میں تین خواتین تھیں۔ پانچ مرد۔ اس کے علاوہ چار اور شخصیتیں تھیں جن میں ایک ہاشم ابراتا تھا اور تین انتہائی بارعب اور شاندار شخصیتوں کے مالک افراد۔ بغور دیکھنے پر میں نے انہیں بھی پہچان لیا۔ کیونکہ ان کی شناخت مجھے فلموں کے ذریعے کرا دی گئی تھی۔ یہ وہی تینوں جنرل تھے جنہیں میرا شکار ہونا تھا۔ میرا تعارف ان سب سے کرایا گیا۔ جنرل فوزال، شیروش اور گیل نے مجھ سے متحیرانہ انداز میں ہاتھ ملاتے ہوئے ہاشم ابراتا سے کہا۔

"اور آپ کا کہنا ہے سر کہ یہ جلال واصل نہیں ہیں۔"

"ہاں یہ جلال واصل نہیں ہیں اور ان کا اصل نام جہانگیر جمال شاہ ہے۔"

"تب ہم اپنے تجربے کو ان کے سامنے بے کار کہتے ہیں کیونکہ ان کے چلنے کا انداز، ہم نے خاص طور سے ان کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کیا ہے۔ کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ جلال واصل نہیں ہیں اور ظاہر ہے اس کے لیے انہوں نے مشق کی ہوگی۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور اس کے بعد میرا تعارف ان آٹھوں افراد سے کرایا گیا۔ ان کے نام مجھے بتائے گئے۔ اور پھر ہاشم ابراتا نے ان کی تعریفیں کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سمجھ لو کہ یہ ہمارے جسموں کے مختلف ٹکڑے ہیں۔ وہ ٹکڑے جن سے ہم کسی بھی طور دغا کی امید نہیں کر سکتے۔ جسم کے دوسرے اعضاء دھوکا دے سکتے ہیں یہ نہیں۔"

"یہ بہت بڑے الفاظ ہیں مسٹر ہاشم ابراتا، اور درحقیقت مجھے ایسے ہی افراد درکار تھے۔ آپ لوگوں سے انتہائی معذرت کے ساتھ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کو ہاشم ابراتا کے ذریعے میرے منصوبے کے بارے میں علم ہو گیا ہے؟ میں اسے اس وقت اپنا ہی منصوبہ کہوں گا کیونکہ یہ میرے ہی ذریعے ہاشم ابراتا تک پہنچا ہے۔"

"ہاں مسٹر جہانگیر جمال شاہ — مختصر تفصیل ہمیں معلوم ہو چکی ہے اور ہم اپنی موت پر بہت افسردہ ہیں۔" جنرل فوزال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور باقی لوگ بھی مسکرانے لگے۔ ماحول بے حد خوشگوار تھا اور ان سب کا انداز نہایت دوستانہ۔ تاہم یہ ایک پراسرار اور سنسنی خیز مرحلہ تھا!

◇

میں نے بھی اس خوشگوار فضا کو برقرار رکھا اور کہا۔

"تو پھر آپ میں سے کون پہلے قتل ہونا پسند کرے گا؟"

"یہ قاتل کی پسند پر منحصر ہے۔ ویسے اس قتل کی کوئی تقریب ہونی چاہیے۔ اور اتفاق سے ایک تقریب منعقد ہونے والی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے کہا۔

"ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو محل میں ایک اجتماع ہوتا ہے۔ معزز اور اہم لوگوں کا اجتماع لیکن یہ وہ نہیں ہیں جنہیں اس راز میں شریک کیا جائے۔ البتہ وہ محدود پبلسٹی کے لیے اچھا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں؟" جنرل شیروش نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا یہ بات ان کے ذریعے باہر پھیل سکتی ہے؟"

"نہیں تقریب میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں ان کے بارے میں ہمیں یہ یقین ہے کہ اگر ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ محتاط رہیں تو وہ بات باہر نہیں پھیلائیں گے۔" جنرل فوزال نے کہا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ کم از کم وہ احساس کا شکار رہیں گے کہ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"بالکل۔"

"اور یہ احساس کہیں بھی ان کے چہرے سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔" ہاشم ابراتا مسکرایا اور بولا۔

"بات بہت آسانی سے بنتی جا رہی ہے۔ پہلی تاریخ میں ابھی زیادہ دن نہیں ہیں۔ غالباً پانچ دن باقی ہیں۔"

"بالکل۔"

"بس تو پھر اس تقریب میں ہم میں سے ایک کو قتل ہو جانا چاہیے۔ مزید کیا منصوبہ ہے۔ اس کی تفصیل بھی بتا دی جائے۔" جنرل گیل نے کہا۔

"آپ میں سے ایک شخص میرا خیال ہے جنرل گیل ہی کو ہم منتخب کر لیتے ہیں۔ اس تقریب میں قتل ہو جائے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ زہر خوردنی اس سلسلے میں سب سے زیادہ آسان ہوگی۔" میرے ان الفاظ پر سب لوگ حیران رہ گئے۔ اور گہری سوچوں میں ڈوب گئے۔ پھر جنرل فوزال نے کہا۔

"بہت عمدہ منصوبہ ہے۔ مگر یہ زہر کہاں سے حاصل ہوگا؟"

"اس کا انتظام میں کروں گا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم باقاعدہ منصوبہ بندی کرنے لگے۔ تقریب میں یہ طے کیا گیا کہ میں جنرل گیل کو زہر دے دوں گا۔ جنرل گیل کی حالت خراب ہو جائے گی اور اس کے بعد بقیہ کارروائیاں مکمل کر لی جائیں گی۔ تمام منصوبے کی نوک پلک پر غور کر لیا گیا۔ جنرل گیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کہیں کوئی گڑبڑ ہی نہ ہو جائے۔ یعنی میں سچ مچ انڈر گراؤنڈ نہ ہو جاؤں۔ اس کا خاص طور سے خیال رکھا جائے۔ کیونکہ ابھی میں اس دنیا میں جینا چاہتا ہوں۔" سب ہنسنے لگے۔ بہر طور بڑے خوشگوار انداز میں یہ تقریب ختم ہو گئی۔ اور سب سے پہلے میں ہی باہر نکل آیا تھا۔ اس رات نگانہ میری مہمان تھی۔ اور میں مہمان نوازی کا ہر طریقہ جانتا تھا۔ دوسرے دن دوپہر کو میں نے اپنے منصوبے پر پہلا عمل کیا۔ دو بجے کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر پر نگانہ سارروا سے رابطہ قائم کیا۔ نگانہ سارروا کے ساتھ فیروزگاتا بھی موجود تھا۔ اس نے مجھے میری مسلسل کامیابیوں پر مبارکباد دی۔ اور پھر میں نے اپنے مقصد کا اظہار کر دیا۔

"مجھے ایک انتہائی جلد اثر کرنے والا زہر درکار ہے۔"

"زہر؟" فیروزگاتا اچھل پڑا۔

"ہاں۔ کیا اس کا بندوبست ہو سکتا ہے؟"

"ہر چیز کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ او جو کوئی منصوبہ ہے تمہارے ذہن میں؟"

"ہاں مسٹر فیروزگاتا۔ بہت زیادہ تفصیلات میں نہیں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاؤں گا۔ پہلی تاریخ کو یہاں محل میں ایک نشست ہوتی ہے جس میں اہم ترین لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اور غالباً تینوں جنرل بھی۔ میری کوشش ہوگی کہ ان تینوں کو ٹھکانے لگا دیا جائے اور یہ ایک بہترین عمل ہوگا۔“ دوسری طرف چند لمحات کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر فیروز نگاتا نے کہا۔

”آہ۔ اگر ایسا ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کمال ہوگا۔“

”زہر کا بندوبست کب ہو سکتا ہے؟“

”کل۔“ فیروز نگاتا نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ اس کے بعد بہت مختصر گفتگو ہوئی کیونکہ خطرات تو بہرطور رہتے ہیں۔ اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر کے محفوظ کر لیا۔ دوسرے دن پروگرام کے مطابق زہر مجھے مہیا کر دیا گیا۔ ابھی تک محل میں مجھے کوئی ایسی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ میں دونوں طرف کا آدمی تھا۔ فیروز نگاتا کے ساتھی میرا احترام کرتے تھے اور محل میں مجھے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ شیری بھی میری قربت میں تھی۔ اور وہی سب سے زیادہ باعمل تھی۔ چنانچہ دوسرے دن اس نے مجھے زہر مہیا کر دیا۔ سبز رنگ کا ایک سفوف تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کی بہت تھوڑی سی مقدار انسانی زندگی کو ختم کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ سفوف ایک خاص قسم کی نلکی میں بند کیا گیا تھا۔ تاکہ اس کے استعمال میں آسانی ہو۔ نلکی کے اوپر ایک سپرنگ لگی ہوئی تھی۔ اور اوپری ڈھکن بٹن کے طور پر استعمال کیا جا سکتا تھا۔ نچلے حصے میں ایک سوراخ تھا جو ایک خاص طریقے سے بند کیا گیا تھا۔ اوپری ڈھکن کو ہلکا سا کسی چیز پر دبایا جائے تو سوراخ میں سے سفوف پھوار کی شکل میں باہر نکل آتا تھا۔ شیری پرکنس نے مجھے بتایا کہ یہ سفوف بظاہر سبز رنگ کا ہے۔ لیکن کسی بھی سیال میں داخل ہو کر وہ اسی کی شکل اختیار کر جائے گا اور اسے محسوس نہیں کیا جا سکے گا۔ گویا یہ ایک نایاب چیز تھی جسے میں نے اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ اور اس کے بعد بقیہ دن معمول کے مطابق ہی گزرے تھے۔ اس نشست کا اہتمام بھی مجھے ہی کرنا تھا جو یہاں ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ میں محل کا محافظ تھا۔ لان پر خوبصورت کرسیاں اور میزیں بچھا دی گئیں۔ بڑا زبردست پروگرام تھا یہاں۔ اور آج یہاں ایک عظیم ڈراما ہونے والا تھا۔ جس کے لیے میرے اپنے ساتھی یعنی وہ جو فیروز نگاتا کی طرف سے بھیجے گئے تھے مستعد تھے۔ اور دوسری جانب وہ آٹھ آدمی بھی جنہیں ہاشم ابراتا نے میری تحویل میں دیا تھا۔ دراصل سارے کام اسی انداز میں کرنے تھے کہ کسی کو شبہ

ہونے پائے۔ جنرل گیل کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا گیا تھا اور اس سلسلے میں ایک اور منصوبہ بندی کر لی گئی تھی جس سے باقی دو جنرلوں کو دوسرے طریقوں سے ہلاک کیا جانا تھا۔ دراصل ہم لوگ یہ چاہتے تھے کہ ایک ہی نشست میں کام ختم نہ ہو جائے۔ بلکہ ہمیں آئندہ کارروائی کے لیے بھی موقع ملتا رہے۔ اور اس کے لیے کچھ وقت نکال لیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اعلیٰ ترین منصوبہ بندی کر لی گئی۔ نشست کا اہتمام ہوا۔ لوگ آنا شروع ہو گئے۔ اکثر جوڑے ہی تھے۔ بیگمات اور حضرات خوش گپیاں کر رہے تھے۔ لان کی فضا بہت خوبصورت تھی۔ اور میں اپنی ذمہ داریوں میں مصروف تھا۔ ایک محافظ کی حیثیت سے مجھے ہر شخص پر نگاہ رکھنی تھی۔ ہاشم ابراتا بھی آ گیا۔ تینوں جنرل الگ الگ بیٹھے ہوئے تھے اور میں ان کی مزاج پرسی کرتا پھر رہا تھا۔ جنرل گیل کی بیگم بھی تھی۔ اور بڑے خوش اخلاق لوگ تھے۔ مجھ سے تو کوئی خاص طور سے مخاطب نہیں ہوا۔ کیونکہ بہرحال میں یہاں جو حیثیت رکھتا تھا اسی کے مطابق لوگوں سے بات چیت بھی کر سکتا تھا لیکن میری توجہ ادھر بدستور جاری تھیں۔ مقررہ وقت پر میں نے جنرل گیل کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ اور وہ اپنا گلاس لیے ہوئے جس میں ایک مشروب تھا وہاں سے ہٹ آیا۔ وہ مختلف لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر اس نے مشروب کا گلاس ایک ایسی جگہ رکھا جہاں سے مجھے گزرنا تھا۔ اور میں تیزی سے اس جانب بڑھ گیا۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر میں نے وہ نلکی نکال لی تھی جس میں سبز سفوف بھرا ہوا تھا۔ پھر نلکی گلاس کے اوپر سے گزر گئی۔ اور میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ نلکی کا بٹن میں نے چھوا بھی نہیں تھا۔ اور انداز ایسا ظاہر کیا تھا جیسے میں اپنا کام کر چکا ہوں۔

——— اپنے مشروب کا گلاس خالی کیا اور پھر گلاس ایک میز پر رکھ کر اپنی جگہ بیٹھا۔ اس کی تعمیل کے چند افراد اس کے نزدیک آ گئے تھے۔ جنرل گیل ان سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر دفعتاً ہی اس کے جسم کو جھٹکا سا لگا۔ اور دوسرے لمحے وہ سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ یقینی طور پر وہ ایک فوجی کے علاوہ ایک اچھا اداکار بھی تھا کیونکہ جو اداکاری وہ اس وقت کر رہا تھا وہ ناقابل یقین تھی۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں درحقیقت نلکی میں سے سفوف کا تھوڑا بہت حصہ نکل نہ گیا ہو اور اس نے مشروب کا ایک آدھ گھونٹ نہ لے لیا ہو۔ جنرل گیل گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہونے لگے تھے اور پھر اس کی آنکھیں چڑھتی چلی گئیں۔ اور چند ہی لمحات

Uploaded By Nadeem

کے بعد وہ اوندھا زمین پر گر گیا۔ چاروں طرف سے میرے ساتھی یعنی وہ محافظ دوڑ پڑے جنہیں اس کام کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ وہ آٹھ آدمی جنہیں یہ کارروائی کرنا تھی کسی اور کو قریب نہیں آنے دے رہے تھے۔ جنرل گیل کو فوراً ہی ایک سٹریچر پر لٹا کر کہیں لے جایا گیا۔ یہ جگہ مجھے نہیں معلوم ہو سکی تھی۔ مہمانوں سے معذرت کر لی گئی۔ مجھے تک الگ رکھا گیا تھا۔ اور اس کے بعد یہ نشست برخاست ہو گئی۔ کیونکہ ظاہر ہے یہ سب کچھ جاری نہیں رہ سکتا تھا۔ خود ہاشم ابراتا جنرل گیل کے ساتھ چلا گیا تھا۔ میں خاموشی سے وہاں انتظامات کراتا رہا اور اس کے بعد ایک موقع پر میں نے زہر کی وہ خالی نلکی شیری پرکنس کے حوالے کر دی۔ جو مجھے نظر آ گئی تھی۔ تاکہ اسے میرے پاس نہ دیکھا جا سکے۔ شیری پرکنس اسے لے کر وہاں سے نکل ہی گئی تھی۔ تاکہ اگر کوئی خطرہ درپیش ہو تو نلکی کسی کے پاس سے برآمد نہ ہو۔ یہ منصوبہ پہلے سے ذہن میں نہیں تھا۔ بس اسی وقت یہ تمام کارروائی کی گئی تھی۔ محل میں بڑی سنسنی پھیلی ہوئی تھی۔ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ جنرل گیل کے لیے کافی پریشان نظر آ رہے تھے۔ خود ہاشم ابراتا، جنرل گیل کے ساتھ چلا گیا تھا۔ سارے کام منصوبے کے مطابق ہو رہے تھے۔ میں تو تھا ہی محل کا محافظ۔ چنانچہ میرے سپرد یہ ذمہ داری تھی کہ میں محل میں امن قائم رکھوں۔ محل میں انتظامیہ کو زیادہ مستعد رہنے کی ہدایت کر دی گئی تھی۔ اور اس کے بعد وہ مہمان رخصت ہونے لگے۔ لیکن انہیں ہدایت کر دی گئی تھی کہ جنرل گیل کے بارے میں باہر جا کر کوئی گفتگو نہ کریں۔ پھر سارے منصوبے پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے۔ جنرل گیل کو یقینی طور پر کسی ایسی جگہ لے جایا گیا تھا جہاں سے اس کے بارے میں تفصیلات باہر نہ آ سکیں۔ اور شام تک لوگ سنسنی کا شکار رہے۔ جنرل گیل کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی تھی۔ البتہ وہ پروگرام باقاعدہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا تھا جو ہم لوگوں کے درمیان طے ہوا تھا۔ ہاشم ابراتا سے میری ملاقات رات کو تقریباً پونے بارہ بجے ہوئی۔ ہاشم ابراتا نے مجھے خود ہی طلب کیا۔ اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں بہت سے افراد موجود تھے۔ جن کا تعلق محل ہی سے تھا۔ ہاشم ابراتا نے سرد لہجے میں کہا۔

”جنرل گیل اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ اس کی تدفین کا بندوبست ہمیں کرنا ہے لیکن خبردار نہایت خاموشی سے اور محل ہی کے ایک حصے میں اس کی تدفین ہوگی۔“ وہ جگہ متعین کر لی گئی۔ یہ افراد جو اس وقت یہاں موجود تھے محل ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن یہ بات میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ان میں سے چند افراد وہ بھی ہیں جن کا تعلق براہ راست فیروز نگاتا سے ہے۔ طے شدہ منصوبے کے مطابق رات کو

پونے چار بجے جنرل گیل کی تدفین کر دی گئی۔ ایک باقاعدہ جسم تھا جسے کفن وغیرہ پہنایا گیا تھا۔ اور ایک خاص تابوت میں رکھ کر اسے قبر میں اتارا گیا تھا۔ ہاشم ابراتا، جنرل فوزال اور جنرل پیروش بھی اس وقت وہاں موجود تھے اور بڑی سوگوار سی فضا چھائی ہوئی تھی۔ مخصوص لوگ تھے جنہوں نے اس کام میں حصہ لیا تھا۔ تابوت میں کیا تھا۔ یہ بات ابھی تک چند افراد کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم تھی۔ اور مجھے باقاعدہ اس میں شریک نہیں رکھا گیا تھا۔ بلکہ اپنے طور پر ساری کارروائیاں کی گئی تھیں۔ جنرل گیل کی تدفین کے بعد سارے مسئلے ختم ہو گئے۔ میں بھی اپنی آرام گاہ میں سونے کے لیے آ گیا۔ حالانکہ اس وقت صبح کے تقریباً پانچ بج رہے تھے۔ اور سونا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ شیری بھی میرے پاس نہیں آئی تھی۔ دوسرے دن صبح تقریباً دس بجے وہ مجھے نظر آئی۔ اس کی آنکھوں میں گہرے اطمینان کے آثار تھے اور اس نے نگاہوں ہی نگاہوں میں مجھے پیغام مبارکباد دیا تھا۔ میں معمول کے مطابق اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ دن کو دو بجے البتہ میں نے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری جانب غالباً پورا مجمع جمع تھا۔ کیونکہ جب ٹرانسمیٹر پر رابطہ دوسری سمت سے قائم ہوا تو بے تحاشا آوازیں ابھریں۔ ان میں نگانہ ساریط کی آواز بھی تھی۔ ٹرینشاریان کی بھی۔ گب باس بھی تھا اور خود فیروز نگاتا بھی۔ اس کے علاوہ شاید بہت سے افراد وہاں موجود تھے۔ اور میری طرف سے رابطہ قائم کیے جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹرانسمیٹر پر جب میری پہلی آواز انہوں نے سنی تو ساری آوازیں بیک وقت ہی گونج اٹھیں۔

”شکریہ مسٹر فیروز نگاتا۔ میں نے آپ کو یقین دلایا تھا کہ ہر ذمہ داری میرے سپرد کی جا رہی ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے میں اپنی آخری کوششیں تک صرف کر دوں گا۔ اور اب میرا دوسرا شکار جنرل پیروش ہوگا۔“

”کیا اس کے لیے بھی زہر ہی کا بندوبست کرو گے تم؟“

”یہ نہیں کہا جا سکتا۔ میرا خیال ہے یہ طریقہ مناسب نہیں رہے گا۔ ابھی بات آگے تو نہیں بڑھی ہے۔ اور میرے کانوں تک کچھ نہیں پہنچا ہے۔ لیکن زہر خوردنی کے اس واقعے کو خصوصی طور پر اہمیت دی جائے گی اور اس وقت تقریب میں موجود تمام لوگوں کو نگاہوں میں رکھا جائے گا۔ اور یہ اندازہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لگا ... گا کہ ان لوگوں میں سے جنرل گیل کو زہر کس نے دیا ہے۔ اس کے علاوہ آئندہ بھی یقینی طور پر یہ بات ذہن میں رکھی جائے گی کہ کوئی اور زہر خوردنی کا شکار نہ ہو۔ اس لیے یہ طریقہ اب مناسب نہیں رہے گا۔"

"بالکل ٹھیک۔ تم انتہائی ذہین انسان ہو۔ ہماری بھی یہی رائے ہے۔" فیروز گاتا نے کہا۔

"بس تو پھر اس کے لیے کوئی دوسرا طریقۂ کار اختیار کیا جائے گا۔"

"ایک بار پھر ہماری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ ہمارا بہترین تعاون تمہارے ساتھ رہے گا۔" سب کے سب لہجے خوشی اور مسرت سے بھرپور تھے۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی جا رہی تھی۔ واقعی جہانگیر جمال شاہ اس وقت اپنی زندگی کا بہترین کارنامہ انجام دے رہا تھا۔ کیونکہ یہ لوگ جو اس کے سامنے تھے، وہ تھے جو ایک حکومت کو تبدیل کرنے کے لیے مصروفِ عمل تھے۔ دنیا کے ذہین ترین لوگ اعلیٰ ترین صلاحیتوں ... اور حیثیتوں کے مالک اور انہیں بے وقوف بنانے والا ... ایک شخص تھا۔ ایک شخص یعنی جہانگیر جمال شاہ جسے ابھی ... بے وقوف بنانے کے لیے مسلسل کارنامے سرانجام دینے تھے۔ جنرل گیل کو نہایت احتیاط کے ساتھ انڈر گراؤنڈ کر دیا گیا تھا۔ اور ماحول میں ایک ایسی سنسنی پیدا کر دی گئی تھی جس سے یہ ظاہر ہو کہ کوئی بہت اہم واقعہ ہو گیا ہے۔ لیکن اس کو منظرِ عام پر نہیں لایا جا رہا۔ یہی میری اسکیم تھی۔ اور اسی کے تحت کام کرتے ہوئے میں باقی کام بھی کرنا چاہتا تھا۔ بشرطیکہ میرے راستوں میں کوئی ایسی بڑی رکاوٹ نہ آ جائے۔ بظاہر یوں لگتا تھا جیسے مجھے اپنے اس مقصد میں کامیابی ہی حاصل ہو گی۔ لیکن بہرطور وقت کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ یہ رات شیری فرکنس کی رات تھی۔ کیونکہ اس رات اس نے نہایت مسرتوں اور خوشیوں کے ساتھ میری خواب گاہ کو رونق بخشی تھی۔ اور نجانے کب تک میری کامیابی کی مبارک بادیں دیتی رہی تھی۔ اس کے بعد کم از کم تین روز کا وقفہ رکھا گیا تھا۔ تقریباً تین یا چار دن اسی طرح گزر گئے۔ اور کوئی خاص واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا۔ البتہ جنرل گیل کے بارے میں کوئی خبر باہر نہیں جانے دی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے بعض حلقوں میں اس کی گمشدگی کو محسوس کیا جا رہا ہو۔ اور اس کے سلسلے میں تشویش پائی جا رہی ہو لیکن چونکہ تقریب کی کارروائی باہر نہیں پہنچی تھی اس لیے کسی کو یہ نہیں علم ہو سکتا تھا کہ جنرل گیل کے ساتھ کوئی اہم واقعہ ہوا ہے۔ غرض یہ کہ معاملات خوش اسلوبی سے چل رہے تھے۔ اور اب اس کے بعد مجھے جنرل ٹیروش یا فوزال میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ اور اس رات جب میں معمول کے مطابق ہاشم ابراتا سے ملا تو اس نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"بہتر یہ ہے کہ باقی دو جنرلوں کو بھی جلدی سے راستے سے ہٹا دو۔ تاکہ تمہارے ہاتھ میری گردن تک پہنچ سکیں۔" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"جنرل ٹیروش۔"

"ٹھیک ہے مگر پروگرام کیا ہو گا؟"

"اسے کسی حادثے کا شکار ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے کوئی ایسی میٹنگ رکھی جائے محل سے دور کسی ایسے علاقے میں جو فوجی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس میٹنگ میں بم کا دھماکا کر کے جنرل ٹیروش کو بھی اس دنیا سے رخصت کر دیا جائے۔" ہاشم ابراتا پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"مجھے مکمل منصوبہ درکار ہو گا۔"

"میں تیار کر دوں گا۔"

"کب تک؟" ہاشم ابراتا نے پوچھا۔

میں چند لمحات پُرخیال انداز میں گردن ہلاتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں اس سلسلے میں جنرل ٹیروش سے رابطہ قائم کر لوں گا اور انہیں تمام صورتِ حال بتا دوں گا۔ آپ جنرل ٹیروش کو حکم دے دیجیے مسٹر ہاشم ابراتا کہ وہ میرے ساتھ تعاون کریں۔"

"بالکل ٹھیک۔" ہاشم ابراتا نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد میں درحقیقت اس ساری صورتِ حال پر غور کرنے لگا۔ میں خود بھی اب یہاں اکتاہٹ محسوس کرنے لگا تھا۔ اور بہت زیادہ دن یہاں نہیں گزارنا چاہتا تھا۔ یہ کام مکمل ہو جانے اس کے بعد وطن واپسی ضروری ہے۔ بہت سی یادیں، بہت سے خیالات میرے دل میں آ رہے تھے۔ لیکن اس وقت نہایت ذہانت سے مجھے اپنا یہ سارا کام کرنا تھا۔ بات آسان نہیں تھی۔ خود میری زندگی بھی شاید خطرے میں تھی۔ اور اس کے علاوہ جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی تھی اسے کامیابی سے تکمیل تک پہنچانا بھی میرا مقصد تھا۔ میں غور کرتا رہا۔ بہت سے

منصوبے بنائے میں نے اور اس کے بعد ایک منصوبہ تیار کر لیا۔ ہاشم ابراتا نے غالباً جنرل ٹیروش کو ہدایت کر دی تھی۔ ویسے جلال واسل کی حیثیت سے مجھے کوئی ایسی دقت نہیں پیش آتی تھی۔ ہر جگہ جا سکتا تھا۔ میرے وہ ساتھی جن کا تعلق فیروز گاتا سے تھا میرے ساتھ تعاون کرتے تھے لیکن میری نگرانی نہیں کی جاتی تھی۔ البتہ میں خود ہی ہر کام ہوشیاری سے کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے خفیہ طور پر پیغام بھجوایا اور ہاشم ابراتا خود بھی وہاں موجود تھا۔ جنرل ٹیروش نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب تو واقعی بے حد ڈر لگنے لگا ہے تم سے مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"کیوں جنرل ٹیروش؟"

"بھئی مجھے اپنی موت کا علم ہے اور میں خوفزدہ ہوں کہ ذرا سی لغزش کہیں مجھے سچ مچ موت سے ہمکنار نہ کر دے۔"

"یہ لغزش ہی تو نہیں کرنی ہمیں جنرل ٹیروش۔"

"گویا تم نے کوئی بہترین منصوبہ تیار کر لیا ہے۔" ہاشم ابراتا فوراً ہی مطلب کی بات شروع کر دینا چاہتا تھا۔

"ہاں مسٹر ہاشم ابراتا۔ پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہاں کوئی ایسی فوجی عمارت موجود ہے جہاں ہم ایک خوبصورت ڈرامہ کر سکیں؟"

"بالکل ہے۔ نہ بھی ہوتی تو ایسی عمارت خصوصی طور پر تیار کی جا سکتی تھی۔ تاہم شہر سے کچھ فاصلے پر ایسی ایک عمارت موجود ہے۔ جہاں میٹنگیں ہو سکتی ہیں۔"

"اس عمارت کا خصوصی رابطہ شہر سے ہے یا بالکل ہی شہر سے جدا ہے؟"

"خصوصی رابطے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"مجھے اس تک پہنچنے کے خفیہ راستے درکار ہوں گے۔ جیسے گٹر لائن وغیرہ ہوتی ہے۔ وہ عمارت ایسی تو نہیں ہے کہ وہاں کوئی ایسی گٹر لائن نہ ہو جس کا تعلق شہری گٹر لائن سے ہو۔" جنرل ٹیروش کے چہرے پر سنسنی کے آثار پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

"اور ہو اس عمارت میں گٹر لائن سسٹم شہر ہی سے منسلک ہے۔"

"ایسا ہے کہ اس میں سفر کیا جا سکے؟"

"بالکل ہے۔ بلکہ اگر تم چاہو تو اس کا معائنہ کر سکتے ہو۔"

"مجھے یہ معائنہ کرنا ہے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ محل سے وہاں تک رسائی خفیہ طریقے سے ہو جاتی۔" جنرل ٹیروش نے گردن ہلا کر کہا۔

"یہ صرف اتفاق ہے کہ مجھے اس کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔ اور شاید یہ بات مسٹر ہاشم ابراتا کو بھی معلوم نہ ہو کہ ایک بار ہم نے ان تمام گٹر لائنوں کو چیک کیا تھا۔ فیروز گاتا کی کارروائیوں کے سلسلے میں دراصل ہم خود بھی ہوشیار رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک خاص طریقے سے اس خطرے کی نشاندہی کی گئی اور اس کے بعد میں اور جنرل گیل ایک منصوبہ بنا کر شہر بھر کی ان گٹر لائنوں کا جائزہ لیتے پھرے تھے جن سے ہمیں یہ خدشہ ہو سکتا تھا کہ وہ فیروز گاتا کے کام آ سکتی ہیں۔ اور پھر اتفاقیہ طور پر یہ بات بھی طے پائی کہ بعض گٹر لائنوں کو دوسری جگہ سے ختم کر دیا جائے۔ تاکہ محل سے ان کے رابطے نہ قائم نہ ہو سکیں۔ جس عمارت کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کے نیچے موجود گٹر لائن کا راستہ اس محل سے گزرتا ہے۔ میرا مطلب ہے اس محل کے نیچے جو گٹر لائنیں پھیلی ہوئی ہیں ان سے۔"

"واہ۔ یوں لگتا ہے مسٹر جنرل ٹیروش جیسے آپ کو اس تمام کارروائی کا علم تھا اور یہ معلوم تھا آپ کو کہ ہمیں ایک دن اس کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"اب تو یہی کہنا پڑے گا۔"

"تو پھر تم لوگ یہ کارروائی کر ڈالو۔ اور مجھے اس کے بارے میں آگاہ رکھنا۔ دراصل میں خود بھی لمحہ لمحہ سنسنی محسوس کر رہا ہوں۔"

"جنرل گیل کا کیا حال ہے؟"

"وہ اپنی موت کے بعد بہت مطمئن اور مسرور ہے۔" جنرل ٹیروش نے جواب دیا پھر بولا۔

"لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اسے بھی اس کارروائی میں شریک کر لیا جائے تو اسے خوشی ہو گی۔"

"نہیں ہم جنرل گیل کو بالکل منظرِ عام پر نہیں لا سکتے۔ ذرا برابر کوئی شبہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ورنہ تمام منصوبہ فیل ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"او کے چیف۔ او کے۔" جنرل ٹیروش نے مجھے سلوٹ مارتے ہوئے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"یہ آپ لوگوں کی عزت افزائی ہے کہ آپ مجھے یہ حیثیت دے رہے ہیں۔ بہرحال۔ تو پھر جنرل ٹیروش یہ کام کب کرنا ہے؟"

"ابھی اسی وقت۔ میں تیار ہوں۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آپ کو یہ فوجی وردی تبدیل کرنا ہوگی۔" جنرل ٹیروش چند لمحات سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔

"تو پھر یہ کام کل پر رکھ لیا جائے۔ کوئی حرج تو نہیں ہے؟"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"کل دن کا وقت رکھ لیں ہم۔"

"کیا حرج ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر دس بجے آپ اپنے تمام کاموں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اسی تہ خانے میں پہنچ جائیے۔ میں یہاں آپ کو تیار ملوں گا۔" جنرل ٹیروش نے جواب دیا۔ اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ یہاں زندگی کو خوبصورت انداز میں گزارنے کے لیے کافی سامان موجود تھا۔ یہ سامان گو ابھی تک صرف شیری کی شکل میں تھا لیکن شیری سر سے پاؤں تک شیریں ہی شیریں تھی۔ چنانچہ اس شیرینی سے میں کافی لطف اندوز ہوا۔ اور دوسرے دن دس بجے پروگرام کے مطابق مختلف گوشوں کی نگرانی کرتا ہوا بالآخر اس تہ خانے میں پہنچ گیا۔ جہاں جنرل ٹیروش تمام تیاریوں کے ساتھ موجود تھا۔ ہاشم ابراتا اس وقت مجبور تھا۔ کیونکہ اسے دوسرے امور نمٹانے تھے۔ چنانچہ وہ موجود نہیں تھا۔ اور جنرل ٹیروش نے مجھے وہ لباس پیش کر دیا جس میں آکسیجن سلنڈر اور ایسا لباس موجود تھا جس کے ذریعے گٹر لائن میں سفر کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ اس نے کہا۔

"گٹر لائن میں ظاہر ہے بدبو اور غلیظ پانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں نے سانس لینے کے لیے تازہ ہوا اور سفر کے لیے اس لباس کا بندوبست کیا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ جنرل۔ مجھے یقین تھا کہ آپ ایسے انتظامات کر لیں گے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں اور جنرل ٹیروش تیار ہو گئے۔ ایک ایسی سنسان جگہ سے ہم گٹر لائن سے نیچے اتر گئے جہاں کسی کے موجود ہونے کے امکانات نہیں تھے۔ ویسے بھی جنرل ٹیروش نے اس جگہ کا انتخاب بہت پہلے سے کیا تھا۔ اور وہاں حفاظتی بندوبست کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ گٹر لائن میں پہنچنے کے بعد ہم نے چند ہی لمحات کے بعد اوپر سے گٹر لائن کے ڈھکن کو بند ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ میں نے ہنس کر جنرل ٹیروش سے کہا۔

"کہیں ایسا نہ ہو جنرل کہ ہم ان گٹروں میں ہی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں۔"

"نہیں میرے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے اور میرے آدمی جگہ جگہ ایسے پوائنٹس پر ڈیوٹی دے رہے ہیں جہاں سے ہم اوپر جا سکتے ہیں۔ اور ہمیں کوئی دیکھ بھی نہیں سکتا۔"

"آپ نے واقعی شاندار انتظامات کیے ہیں۔" میں نے جنرل ٹیروش سے کہا اور جنرل ٹیروش گردن ہلانے لگا۔ ہم گٹر لائن کے ذریعے سفر کرتے رہے۔ جنرل ٹیروش مجھے مکمل نقشہ سمجھا رہا تھا اور میں اس نقشے کو پوری طرح ذہن نشین کر رہا تھا۔ کیونکہ اسی گٹر لائن سے مجھے ایک بار پھر سفر کرنا تھا اور ایک اہم کام سرانجام دینا تھا۔ ہمیں خاصا طویل سفر طے کرنا پڑا اور اس میں تقریباً پچیس منٹ صرف ہو گئے۔ پھر جس جگہ ہم گٹر لائن سے باہر نکلے وہ ایک سرخ پتھروں سے بنی ہوئی خوبصورت عمارت تھی۔ پراسرار اور دہشت خیز مناظر یہاں بکھرے ہوئے تھے۔ عمارت میں ایک فرد موجود نہیں تھا۔ لیکن اس کے باہر باقاعدہ فوجی پہرہ تھا۔ جنرل ٹیروش نے مکمل بندوبست کر لیا تھا کہ باہر کے کسی آدمی کو عمارت کے اندر ہونے والی کارروائی کے بارے میں تفصیلات معلوم نہ ہوں۔ میں نے گٹر لائن کا نقشہ اپنے ذہن میں مکمل طور سے ترتیب دے لیا تھا اور اس عمارت میں بھی میں نے وہ تمام جگہیں دیکھ لی تھیں جہاں ہمیں اپنا کام کرنا تھا۔ اور اس کے بعد میں مطمئن ہو گیا۔ جنرل ٹیروش نے کہا۔

"اس کے بعد کی کارروائی سے کیا آپ ہمیں آگاہ کرنا پسند کریں گے؟"

"میرا خیال ہے ہاشم ابراتا کے سامنے ساری تفصیلات بیان کی جائیں گی۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو۔"

"بالکل اعتراض نہیں ہے۔" جنرل ٹیروش نے جواب دیا اور اس کے بعد ہم نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ پھر اسی رات جنرل ٹیروش نے ہاشم ابراتا کو تہ خانے میں بلا لیا۔ اس کے ساتھ صرف ایک آدمی اور تھا۔ جس کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ اس کا رازدار ہوگا۔ ہاشم ابراتا نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

"آج کل تو زیادہ تر وقت تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے گزرتا ہے مائی ڈیئر جہانگیر جمال شاہ۔ ویسے مجھے جلال واصل کی جانب سے اب بھی فکر ہے۔"

"میں اس کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں مسٹر ہاشم ابراتا کہ وہ زندہ رہے گا اور اسے آپ تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے۔"

"ہاں جلال واصل سے مسٹر ہاشم ابراتا کے بہت ہی گہرے دلی تعلقات ہیں مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"کیوں نہیں۔ یہ بات میرے علم میں ہے۔"

"خیر اب یہ بتائیے کہ منصوبہ کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے ہم پرسوں کا دن اس کام کے لیے مقرر کیے لیتے ہیں۔"

"اور پرسوں کے بعد میں اس کائنات میں نہ رہوں گا۔" جنرل ٹیروش نے کہا۔

"نہیں جنرل کیسی بات کرتے ہو۔ مجھے تمہارے سہارے کی اشد ضرورت ہے۔" ہاشم ابراتا نے متاثر لہجے میں کہا۔ میں ہنسنے لگا پھر میں نے کہا۔

"تو پھر یہ ہوتا ہے مسٹر جنرل ٹیروش کہ آپ اپنے چند آدمیوں کے ساتھ اس عمارت میں ایک میٹنگ رکھیں گے۔ یہ میٹنگ خصوصی طور پر صرف آپ سے تعلق رکھتی ہوگی۔ آپ اس میٹنگ میں جن لوگوں کو شرکت پر آمادہ کریں وہ آپ کے مکمل طور پر رازدار ہونے چاہئیں۔ پروگرام کے مطابق آپ بیرونی راستے سے اس عمارت میں جائیں گے تمام لوگ آپ کے ساتھ ہوں گے اور عمارت پر بہت زیادہ پہرا بھی نہیں چاہیے۔ جن پہرے داروں کو آپ عمارت میں مقرر کریں گے انہیں نہایت احتیاط کے ساتھ اپنی گاڑیوں میں بٹھا کر وہاں سے آگے بڑھ جانا ہیں گے۔ اس کے لیے منصوبہ آپ کو ہی بنانا ہوگا۔ یعنی بظاہر آپ میٹنگ میں شرکت کر رہے ہوں گے۔ لیکن درحقیقت ایک مقررہ وقت پر آپ وہاں سے نکل جائیں گے۔ انتہائی خفیہ طور پر۔ یعنی باہر کے لوگوں کو یہ علم ہو کہ اندر میٹنگ جاری ہے۔ اور آپ وہاں سے خاموشی سے بہت دور نکل جائیں۔ اس کے بعد اس عمارت میں دھماکے ہوں گے۔ اور پھر جو کچھ ہوگا وہ آپ کے علم میں ہے۔" جنرل ٹیروش نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور بولا۔

"اس کے لیے ہمیں کافی لوگوں کا بندوبست کرنا ہوگا۔ بہرحال یہ کوئی ایسا کام نہیں ہے جو مشکل ہو۔ تو پھر یہ ہوں مات کہ یہ کام ہو رہا ہے۔"

"یقینی طور پر۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ میں اس سلسلے میں باقی انتظامات کیے لیتا ہوں۔ اور ان کی تفصیل بھی بتائے دیتا ہوں۔ عمارت سے باہر نکلنے کا ایک راستہ ایک سرنگ کے ذریعے موجود ہے۔ اور سرنگ کا اختتام جہاں ہوتا ہے وہاں گھنے درخت پھیلے ہوئے ہیں۔ ان گھنے درختوں میں ہم دو ٹرک محفوظ کر دیں گے۔ اس کے علاوہ ہم تھوڑی سی فوجی نفری ایسی جگہ چھپا دیں گے جہاں سے دھماکے کے بعد وہ لوگ عمارت کا گھیراؤ کر سکیں اور بعد میں عمارت کے اندر ہونے والی ہولناک تباہی کا اعلان انہی کے ذریعے کیا جائے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا میری بات مسٹر جہانگیر جمال شاہ۔"

"آپ خود بھی بے حد ذہین انسان ہیں جنرل ٹیروش لیکن یہ کام بھی ہمیں اس پیمانے پر کرنا ہے کہ باہر کے لوگوں کو ذرہ برابر علم نہ ہونے پائے۔ ہمیں صرف انہی لوگوں تک اصل بات پہنچانی ہے جو ہمارے یہ الفاظ فیروز گاتا تک پہنچا دیں۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔"

"بالکل۔" اور اس کے بعد یہ منصوبہ طے پا گیا۔ اب مجھے دوسرے مرحلے پر عمل کرنا تھا۔ اس دوسرے مرحلے میں مجھے اپنے اس پروگرام کی اطلاع فیروز گاتا کو دینی تھی۔ وہ انتظامات کرنے تھے جو اس سلسلے میں ضروری تھے۔ جنرل ٹیروش سے تمام معاملات طے ہو چکے تھے اور میں اپنے طور پر بہت مطمئن تھا۔ جو کارروائی ہو رہی تھی وہ نہایت اطمینان بخش تھی۔ چنانچہ میں نے تمام امور سے فارغ ہونے کے بعد فیروز گاتا سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کیا۔ وہاں میرے سلسلے میں بہت زیادہ مستعدی دکھائی جاتی تھی اور وہ لوگ ہمیشہ ہی اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ میری طرف سے اگر کوئی عمل ہو تو اس کی فوری پذیرائی ہو۔ فیروز گاتا کو ٹرانسمیٹر پر پہنچنے میں بہت زیادہ وقت نہیں لگا۔ اس سے پہلے میری ملاقات نگانہ سارا سے ہوئی تھی۔ نگانہ سارا نے کہا۔

"آہ فائق دادا تمہاری آواز سننے کے لیے کان ترس گئے ہیں۔ فیروز گاتا کی کامیابی ہم سب کی زندگی کے لیے مسرتوں کے دروازے کھول دے گی۔ لیکن مجھے اس کی کامیابی کی خوشی اس لیے زیادہ ہے کہ اس کے بعد مجھے دوبارہ تمہاری قربت حاصل ہو جائے گی۔ میں تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں فیروز گاتا بھی مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن بڑی حسرت سے اس نے یہ بات کہی کہ فائق دادا درحقیقت اس قابل ہے کہ اسے میری محبت حاصل ہو جائے۔ اوہو میں یہ سلسلہ گفتگو منقطع کر رہی ہوں کیونکہ فیروز گاتا آ چکا ہے۔"

اور اس کے بعد مجھے فیروز گاتا کی آواز سنائی دی تھی۔

"میرے دوست۔ میرے سب سے شاندار دوست۔ کہو خیریت۔ کیا بات ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں تمہاری کامیابی کے لیے محنت کر رہا ہوں فیروز گاتا۔ اور اس بات کا خواہش مند ہوں کہ اب اس میں طویل عرصہ نہ لگے۔ میں تمہیں ایک اور کامیابی کی اطلاع دیتا ہوں۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ جلدی بتاؤ کیا صورتِ حال ہے؟" فیروز گاتا نے بے چینی سے پوچھا۔

"تمہارا دوسرا شکار ہماری زد پر آچکا ہے مسٹر گاتا۔"

"یعنی تمہارے کہنے کے مطابق جنرل ٹیروش۔" فیروز گاتا نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"کیا صورتِ حال ہے؟"

"میں یہاں جو معلومات حاصل کر رہا ہوں ان میں اپنے مطلب کی باتیں تلاش کرتا چلا جاتا ہوں۔ بہت جلد ایک ایسی عمارت میں جنرل ٹیروش کی سرکردگی میں ایک میٹنگ ہونے والی ہے جو شہر سے بہت زیادہ دور نہیں ہے۔ غالباً اسے بیکن کا علاقہ کہا جاتا ہے۔"

"سرخ پتھروں والی عمارت تو نہیں۔" فیروز گاتا نے سوال کیا۔

"بالکل اسی عمارت کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں وہ ایک فوجی ہال ہے۔ اور وہاں عموماً فوجی میٹنگیں ہوا کرتی ہیں۔"

"اس عمارت میں جنرل ٹیروش کی صدارت میں ایک میٹنگ ہو رہی ہے۔ جو غالباً باغیوں کے سلسلے ہی میں ہے۔"

"ضرور ہو رہی ہوگی۔"

"اور اس میٹنگ میں، میں یہ نہیں جانتا کہ اور کون کون شریک ہوگا۔ بہت زیادہ لوگ نہیں ہیں لیکن جنرل ٹیروش ضرور ہے۔"

"ویری گڈ۔ پھر؟" فیروز گاتا نے سوال کیا۔

"یہاں ہاشم ابراتا کے شاہی محل سے ایک گٹر لائن اس عمارت تک جاتی ہے اور میں اس گٹر لائن کا سفر کر چکا ہوں اور اس عمارت تک پہنچ چکا ہوں۔"

"اوہ۔" فیروز گاتا کے منہ سے اس سے زیادہ اور کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

"جس ہال میں یہ میٹنگ ہونی ہے اس کے نیچے میں نے ایسی جگہ تلاش کر لی ہے جہاں سے ہم جنرل ٹیروش تک پہنچ سکتے ہیں۔ مسٹر فیروز گاتا مجھے ایسے طاقتور بم درکار ہیں جو اس ہال کو اور اس میں موجود افراد کو اڑا دیں۔ یہ بم ریموٹ کنٹرول ہونے چاہئیں اور ان کی طاقت اتنی ضرور ہو کہ ہمارا کام بن جائے۔"

"ایسا ہی ہوگا مسٹر فائق داوا۔"

"مگر یہ مجھے کب تک مل سکتے ہیں؟"

"آپ کو کب درکار ہیں؟"

"جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے آپ ایسا کریں شیری کو میرے پاس بھیج دیں۔ شیری سے اس سلسلے میں تمام تفصیلی گفتگو ہو جائے گی۔ میرا خیال ہے وہ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرے گی۔"

"شیری جانتی ہے کہ اسے کہاں آنا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں وہ جانتی ہے۔"

"اوکے مسٹر فیروز گاتا۔"

"میں تمہاری کامیابی کا خواہش مند ہوں۔" فیروز گاتا نے جواب دیا اور اس کے بعد میں نے ٹرانسمیٹر پر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اسی رات شیری سے کافی تفصیلی ملاقات ہوئی۔ فوری طور پر اسے فیروز گاتا کے بارے میں یہ ہدایت نہیں دی تھی البتہ جب وہ ذہنی طور پر کسی حد تک آسودہ ہو گئی تو میں نے اسے تمام صورتِ حال بتائی۔

"فیروز گاتا تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"مجھ سے؟" شیری اچھل پڑی۔

"ہاں تم سے۔"

"اوہ۔ کوئی خاص بات؟"

"ہاں خاص بات ہے۔" شیری کے چہرے پر خوف کے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن وہ خاص بات ایسی نہیں ہے جس سے تمہارا یہ حسین چہرا اس طرح متاثر ہو جائے۔"

"میں ڈر گئی ہوں۔"

"کیوں؟"

"میرا مطلب ہے فیروز گاتا نے بہت کم مجھ سے ملاقاتیں کی ہیں۔ اور اس وقت ان حالات میں عجیب سی بات ہے۔"

"نہیں شیری ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس تمہارے ذریعے یہاں کچھ سامان آنا ہے۔"

"اوہ۔" شیری نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور اس کے بعد وہ میری طرف سے مطمئن ہو گئی۔ پھر اس نے جانے سے پہلے مجھے اطلاع دی تھی۔ ہاشم ابراتا کے محل سے باہر جانا کوئی ایسا کام نہیں تھا۔ جو بہت زیادہ مشکل ہوتا۔ شیری کی

واپسی اسی دن نہیں ہوئی بلکہ دوسرے دن وہ کچھ ساز و سامان کے ساتھ اندر آئی۔ ساز و سامان کے ان پیکٹوں کی تلاشی میرے ہی آدمیوں نے لی تھی۔ اور اس میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو محل کی صفائی ستھرائی میں استعمال ہوا کرتی تھیں۔ بہت سے لوگوں کے سامنے ان میں سے دو تین پیکٹ کھولے گئے تھے اور اس کے بعد اطمینان سے انہیں اندر پہنچا دیا گیا تھا۔ شیری نے انہیں اسٹور میں پہنچا دیا۔ مجھے فوراً ہی اطلاع مل گئی تھی۔ میں جانتا تھا کہ ان پیکٹوں میں کیا ہوگا اور بالآخر میں نے ان کا جائزہ لے ہی لیا۔ جدید قسم کے تین ریموٹ کنٹرول بم تھے۔ جن کی قوت کے بارے میں شیری نے بعد میں مجھے تفصیلات بتائیں اور پھر میں نے شیری کو ہی اس سلسلے میں ہدایات دیں۔ میں نے اس سے کہا۔

"شیری ہمیں یہ بم کسی خاص جگہ پہنچانے ہیں کیا فیروز گاتا نے اس سلسلے میں تمہیں کچھ ہدایات دی ہیں؟"

"بالکل نہیں۔ بلکہ مسٹر گاتا نے یہی کہا ہے کہ تمام کنٹرول آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور آپ ہی اس سلسلے میں ہمیں بھی ہدایات دیں گے۔"

"تو پھر شیری تم ایسے آٹھ آدمیوں کا انتخاب کرو جنہیں میرے ساتھ ایک تھوڑا سا سفر طے کرنا ہوگا۔ اور یہ سفر وہ لوگ بڑے مشکل حالات میں طے کریں گے۔ انہیں پوری ہمت کے ساتھ یہ کام کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر کچھ تفصیلات تو پتا چل جائیں مجھے۔" شیری نے کہا۔

"ابھی نہیں ڈیئر۔ ابھی نہیں۔ بس تم ان افراد کو تیار کر لو۔"

اور یہ آٹھ آدمی بہت شاندار شخصیتوں کے مالک تھے۔ محل میں، میں انہیں دیکھ چکا تھا۔ میں نے انہیں بہت ہی خفیہ طریقے سے اس جگہ پہنچا دیا جہاں سے انہیں زیرِ زمین آگے جانا تھا۔ شیری خود بھی اس کے لیے تیار تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"ڈیئر شیری یہ سفر تکلیف دہ ہوگا تمہیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" شیری مسکرائی اور بولی۔

"ڈیئر فائق داوا۔ اگر تم میرے ساتھ ہو تو بھلا مجھے کسی قسم کی فکر ہو سکتی ہے؟ اور پھر شیری کو تم نے ایک الگ روپ میں دیکھا ہے۔ مجھے کبھی کام کرنے والے کے روپ میں بھی دیکھو۔ میں تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہوں۔"

اور میں نے اس بات سے انکار نہیں کیا۔ میرا جو مقصد تھا وہ اسی شکل میں پورا ہو سکتا تھا۔ پھر ہم گٹر لائن میں اتر گئے۔ شیری میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے اس کا ذہن بٹانے کے لیے کہا۔

"اور فیروز گاتا نے کوئی ایسی خاص بات تو نہیں کہی۔ جو تم مجھے بتانا بھول گئی ہو۔"

"بالکل نہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ میڈم نگاز سادوا فیروان اور فیروز گاتا آپ کے لیے اس طرح بے چین رہتے ہیں جیسے آپ ان کے بہت ہی قریبی ساتھی ہوں۔ میں نے ان لوگوں کو کبھی کسی کے لیے اتنا مضطرب نہیں دیکھا۔ وہ وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں مسٹر فائق داوا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ان کی دوستی ہی ہے جس کے لیے میں نے اتنا بڑا خطرہ مول لے لیا ہے۔"

"مگر یہ بم ہمیں کہاں پہنچانے ہیں؟"

"ایک بہت ہی خاص جگہ۔" میں نے شیری کو سہارا دیتے ہوئے کہا۔ بدبو کی وجہ سے اس کی کیفیت بہت خراب تھی۔ لیکن بہرطور وہ میرے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ باقی آٹھوں آدمی بھی میری راہنمائی میں یہ سفر طے کر رہے تھے اور اس کے بعد بالآخر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہمیں یہ بم نصب کرنے تھے۔ گٹر لائن کے اوپری حصے میں جہاں زمین محفوظ تھی یہ بم نہایت مہارت سے فٹ کر دیے گئے۔ میرے پاس ان کا ریموٹ کنٹرول تھا۔ اوپر سے ہم آوازیں سن رہے تھے۔ شیری اور اس کے ساتھی بھی دم سادھے ہوئے تھے اور اس بات سے خوفزدہ کہ کہیں ان کی آہٹوں کو محسوس نہ کر لیا جائے لیکن ہم نے سارا کام نہایت خوش اسلوبی سے طے کر لیا تھا۔ اور بم دیواروں میں اس طرح فٹ ہو گئے تھے کہ انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ پھر ہم اسی آہستگی سے واپس چل پڑے۔ یہ رات شیری کے لیے بڑی سنسنی خیز تھی۔ وہ مجھ سے اس عمارت کے بارے میں سوالات کر رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"ڈیئر شیری یہ عمارت ایک فوجی عمارت ہے۔ جہاں جنرل ٹیروش ایک میٹنگ کرنے والا ہے۔" شیری کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ جنرل ٹیروش کے ساتھ اور دوسرے لوگ بھی۔"

"ہاں یہ مجبوری ہے۔" شیری تھوک نگل کر خاموش ہو گئی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا تم خوفزدہ ہو؟"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔"

"پھر بھی میں نے تمہیں عجیب سے انداز میں محسوس کیا ہے۔"

"بس ظاہر ہے میں قتل و غارت گری کو پسند نہیں کرتی۔ یہ سب کچھ۔ یہ سب کچھ بہت خطرناک ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ حالات ہمارے حق میں ہو جائیں اور ہمیں بہت زیادہ انسانی زندگی کو ضائع نہ کرنا پڑے۔"

"یہ بات تو سبھی چاہتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ فیروز لگا تا خود اس بات کا خواہش مند ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ انسان موت کے گھاٹ اتریں اور یہی وجہ ہے کہ بغاوت کو ابھی تک وہ رنگ نہیں دیا جا سکا جس رنگ میں سرخ رنگ شامل ہوتا ہے۔"

شیری خاموش ہو گئی۔ اور اس کے بعد میں اس سے دوسری گفتگو کرتا رہا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ میٹنگ کب ہونے والی ہے؟"

"اس کے بارے میں تو معلومات حاصل کرنا پڑے گی۔"

"آہ۔ پھر بھی ہمیں انتہائی مخدوش حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" لیکن اس کے لیے بہت زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ جنرل ٹیروش کی اس میٹنگ کے بارے میں شیری ہی نے مجھے اطلاع دی تھی۔ اور یہ انتظام میں نے ہی کیا تھا کہ شیری کے کانوں تک یہ اطلاع پہنچ جائے۔ وہ خاصا مضطرب چہرہ لیے میرے پاس آئی تھی۔

"مسٹر فائق ولدا آپ کو تفصیلات معلوم ہو گئیں؟"

"کس سلسلے میں؟"

"اس میٹنگ کے سلسلے میں۔"

"نہیں۔ کیوں خیریت؟"

"یہ میٹنگ آج رات کو ساڑھے دس بجے ہے۔"

"او ہو! تمہیں کیسے معلوم؟"

"محل میں مصروفیات کے دوران میں نے یہ بات جنرل ٹیروش اور ہاشم ابراتا کے درمیان ہونے والی گفتگو میں سنی ہے۔"

"کیا ہاشم ابراتا بھی اس میٹنگ میں شریک ہے؟"

"نہیں۔ وہ اس میٹنگ میں شریک نہیں ہے۔" شیری نے بتایا اور میں پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ میرے کام کا وقت آ گیا تھا۔ ریموٹ کنٹرول میرے پاس موجود تھا اور اس دوسرے ڈرامے کے لیے میں مکمل تیار ہو چکا تھا۔ جنرل ٹیروش کو میں نے خصوصی طور پر ہدایت کر دی تھی اور جنرل ٹیروش نے اس شام بھی تقریباً ساڑھے سات بجے مجھ سے ملاقات کی تھی اور ہنستے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"تھوڑا سا موقع ضرور دینا ہمیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں اپنا کام ہی تمام ہو جائے۔"

"اس کے لیے میں نے بندوبست کیا ہے جنرل ٹیروش۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا؟"

اور میں نے وہ ٹرانسمیٹر جنرل ٹیروش کے حوالے کر دیا جو میں نے ہاشم ابراتا سے حاصل کیا تھا۔ جنرل ٹیروش نے اسے دیکھ کر دلچسپی سے کہا۔

"واہ۔ یعنی تم نے بھی وہی سوچا جو میں نے سوچا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

جواب میں جنرل ٹیروش نے وہ ٹرانسمیٹر سیٹ نکال کر میرے سامنے کر دیا جو بہت ہی جدید قسم کا تھا۔

"میں خود بھی یہ ٹرانسمیٹر لے کر آیا تھا۔ اس لیے کہ میرے اور تمہارے درمیان یہ رابطہ رہے۔ بس ذرا سی پریشانی تھی مجھے۔"

"وہ کیا جنرل ٹیروش؟"

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں کارروائی کرتے ہوئے تم دوسرے لوگوں کے ساتھ نہ ہو۔ اور اس وقت اس ٹرانسمیٹر کا استعمال ذرا مشکل ہو جائے گا۔"

"نہیں جنرل ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اب آپ ان دونوں میں سے کوئی بھی ٹرانسمیٹر جو بہتر سمجھیں استعمال کریں۔"

"تو پھر میرے دوست یہ میرا لایا ہوا ٹرانسمیٹر زیادہ موزوں رہے گا۔ چونکہ یہ خاص قسم کا ہے۔"

"اوکے جنرل مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

میں نے ٹرانسمیٹر کا ایک سیٹ خود لے لیا۔ دوسرا جنرل ٹیروش کے پاس تھا۔ طے یہ پایا کہ جنرل ٹیروش اس عمارت میں باقاعدہ اس کے دروازے سے داخل ہو گا۔ دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔ پروگرام کے مطابق عمارت کی حفاظت کرنے والے وہاں سے کافی دور ہٹ جائیں گے۔ اور اس طرح کا اظہار کریں گے جیسے وہ سخت محافظت کر رہے ہوں۔ اور اس کے بعد ایک خاص وقت پر جنرل ٹیروش اپنے آدمیوں کے ساتھ اس خفیہ راستے سے باہر نکل جائے

گا۔ پھر وہاں سے وہ مجھے ٹرانسمیٹر پر اطلاع دے گا کہ وہ اپنی جگہ سے اتنی دور جا چکا ہے کہ عمارت میں ہونے والے دھماکے سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اور اس کے بعد میں یہ دھماکا کر دوں گا۔ یہ سارے کام بڑی خوش اسلوبی سے طے ہو گئے تھے۔ اور پھر جنرل ٹیروش وہاں سے چلا گیا۔ میں یہ لمحات بڑے سنسنی خیز محسوس کر رہا تھا۔ دلچسپ صورت حال تھی۔ ریموٹ کنٹرول میرے پاس تھا۔ ذرا سی لغزش مصیبتیں کھڑی کر سکتی تھی۔ لیکن ظاہر ہے میں آتنی کچی طبیعت کا انسان نہیں تھا۔ شیری کو بھی اس رات لفٹ دینا مناسب نہیں تھا۔ وہ شام کو میرے پاس آئی تھی اور اس نے مجھ سے یہ پوچھا تھا کہ رات کو مجھے کس وقت فرصت ہو جائے گی۔ تو میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر وہ آ سکتی ہے تو بارہ بجے کے بعد میرے پاس آ جائے۔ چونکہ اس وقت میں ذہنی طور پر بہت مصروف رہوں گا۔ شیری نے ساڑھے بارہ بجے میرے پاس آنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ میں نے بھی یہ سوچا تھا کہ اس کام کی تکمیل کے بعد ہو سکتا ہے مجھے ذہنی سکون کی ضرورت ہو۔ اور درحقیقت اس وقت شیری میرا ذہنی سکون بنی ہوئی تھی۔ میں وقت مقررہ پر ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہاشم ابراتا سے بھی میں نے ملاقات نہیں کی تھی۔ کوئی بھی شک کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں اس جگہ انتظار کرنے لگا۔ یہ جگہ ایک مینار نما جگہ تھی۔ جو محل ہی کے ایک آخری حصے میں تھی اور میں کافی بلندیوں پر بیٹھا ہوا سوتی ہوئی بستیوں کو دیکھ رہا تھا۔ لوگ کتنے پُرسکون تھے۔ آرام کی نیند سو رہے تھے۔ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہونے کے بعد وہ آرام کر رہے تھے۔ شہر میں بہت سی جگہ تیز روشنیاں تھیں۔ یہاں زندگی کی تفریحات موجود تھیں۔ اور بہت دور بہت دور اس آبادی کے آخری سرے پر جو پیلی پیلی مدھم روشنیاں نظر آ رہی تھیں وہ گروہے کی روشنیاں تھیں۔ گروہے ایک عجیب و غریب علاقہ ایک انوکھی بستی جہاں کی کہانیاں بڑی سنسنی خیز تھیں۔ اس سارے خاموش ماحول کو میں دیکھتا رہا۔ اور گھڑی کی ٹک ٹک میرے کانوں میں گونجتی رہی۔ ساڑھے دس بجے کا وقت میں نے اپنی ایک مخصوص گھڑی پر سیٹ کر دیا تھا۔ جسے ٹھیک ساڑھے دس بجے الارم دینا تھا۔ اور مجھے اپنا کام کر لینا تھا۔ دس بج کر پچیس منٹ ہوئے اور پھر ستائیسویں منٹ پر مجھے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس لمحے میں نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا اور دوسری طرف سے مجھے جنرل ٹیروش کی آواز سنائی دی۔

"مائی ڈیئر جہانگیر جمال شاہ! ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اب آپ اپنا کام کر سکتے ہیں۔ کوئی مشکل نہیں ہے۔ کوئی مشکل نہیں ہے۔"

"اوکے جنرل۔ اب آپ اس دنیا سے رخصت ہونے کی تیاریاں کر لیجیے۔"

"ہاں بھائی گو ہم کافی فاصلے پر پہنچ چکے ہیں اور میرے ساتھ چھ اور بڑے آفیسر موجود ہیں۔ لیکن ہم سب بڑی سنسنی اور خوف محسوس کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے جنرل آپ کو خوفزدہ ہونا چاہیے۔ ویسے بعد کا پروگرام ترتیب دے دیا ہے آپ نے؟"

"ہاں بالکل۔ اس سلسلے میں تم قطعی فکر نہ کرو۔" جنرل ٹیروش کی آواز ابھری اور اس کے بعد زیادہ گفتگو نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور جنرل ٹیروش نے ٹرانسمیٹر کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ میری نگاہیں لمحہ لمحہ گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ میرے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول بٹن تھا۔ جس میں سرخ روشنی جگمگا رہی تھی۔ پھر میری انگلی آہستہ آہستہ ریموٹ کنٹرول بٹن پر پہنچ گئی اور جوں ہی گھڑی کی سیکنڈ کی سوئی نے ساڑھے دس بجے کا چکر پورا کیا۔ میں نے ریموٹ کنٹرول بٹن دبا دیا۔ میری نگاہیں دور افق کا جائزہ لے رہی تھیں۔ دھماکا بہت ہلکا سنائی دیا تھا۔ لیکن فضا میں ایک عجیب سا ارتعاش تھا اور انتہائی بلندی سے جہاں ایک سمت شمال میں گروہے کا علاقہ تھا تو دوسری سمت جنوب میں وہ عمارت واقع تھی جسے اب تباہ کر دیا گیا تھا۔ میں نے ہلکا سا دھویں کا بادل بلند ہوتے ہوئے دیکھا۔ فاصلہ اتنا تھا کہ اس سے زیادہ واضح شکل نظر نہیں آ سکتی تھی۔ وہ کام ہو گیا تھا۔ جس کے لیے محنت کی گئی تھی۔ چنانچہ میں وہاں سے اتر کر واپس آ گیا۔ اور کچھ دیر کے بعد اپنی آرام گاہ میں پہنچ گیا۔ کل کا دن بھی ایبرونا میں سنسنی خیز دن ہو گا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ بارہ بجے کے بعد شیری میرے پاس آ گئی۔ اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کہ وہ اس دھماکے کا ارتعاش محسوس کر چکی ہے۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ اسی رات تقریباً ساڑھے چار بجے ہمیں ایک بار پھر اس ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ فیروز لگا تا اور اس کے ساتھی تھے۔ فیروز لگا تا نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

"معاف کرنا۔ نہایت غلط وقت میں تمہیں جگایا ہے لیکن۔ لیکن ہم اپنی خوشیوں کو کیا کرتے۔ جو ہم سے برداشت نہیں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو رہی تھیں۔ سارے کام دیکھ لیے گئے ہیں اور وہ عمارت اُڑ گئی ہے۔ وہاں فوجی ٹرک بہت زیادہ تعداد میں پہنچ چکے ہیں اور پوری عمارت کے متاثرہ علاقے کو گھیر لیا گیا ہے۔ اب وہاں کوئی نہیں آ جا سکتا۔ اندازہ یہ ہوا ہے کہ تمہارا کام نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ طے پا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے دوسرے ذرائع سے بھی اطلاع ملی تھی کہ جنرل شیروش یہاں میٹنگ کر رہا تھا۔ میں تمہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں مائی ڈیئر خاقی دادا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا تھا اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شیری مشتاق نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی جاگ گئی تھی۔ پھر دوسرے دن سارے معاملات سامنے آ گئے۔ کوئی ایسا واقعہ منظر عام پر نہیں آ سکا تھا جس میں جنرل شیروش کی موت کا ذکر ہوتا۔ وہی طریقہ کار اختیار کیا گیا تھا جو پہلے سے طے ہو چکا تھا۔ یعنی فضا میں سنسنی کی سی کیفیت پیدا کر دی جائے اور یہ بالکل ظاہر نہ کیا جائے کہ جنرل گیل کے بعد جنرل شیروش بھی حادثے کا شکار ہو چکا ہے۔ یہ کام بھی خوش اسلوبی سے طے ہو گیا تھا۔ ہاشم ابراتا سے میری اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ اس نے ایک بار پھر مجھے اپنا خفیہ پیغام بھجوایا۔ ہمیں اسی دو خانے میں ملنا تھا جہاں یہ ساری ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ ہاشم ابراتا میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور کہنے لگا۔

"ڈیئر جہانگیر جمال شاہ، اب تک تمہاری تمام کارروائیاں نہایت موثر انداز میں چل رہی ہیں۔ ایک جانب فیروز گاتا اس بات سے خوش ہے کہ تم اپنے طور پر سارا عمل بہترین طریقے سے کر رہے ہو تو دوسری جانب میں بھی خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ تم میرے دشمنوں کی شہ رگ تک پہنچتے جا رہے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا

"مجھے صرف یہ خطرہ رہتا ہے ہر وقت کہ کہیں میرے دشمن میری شہ رگ تک نہ پہنچ جائیں۔"

"ہم جان کی بازی لگا کر تمہاری حفاظت کریں گے۔ ویسے اب کیا پروگرام ہے؟" ہاشم ابراتا نے پوچھا۔

"مسٹر ہاشم ابراتا دراصل میں چاہتا ہوں کہ اب جنرل فوزال کا کام بھی تمام ہو جائے۔ تاکہ اس کے بعد فیروز گاتا اپنا عمل شروع کر دے۔ ویسے میرا خیال ہے میں اس سے ملاقات کر کے اس کا آخری پروگرام اور معلوم کیے لیتا ہوں۔"

"یقیناً۔ میں بھی اب اس بہت زیادہ کشمکش سے اکتا گیا ہوں۔"

"جنرل فوزال کے قتل کے لیے ہمیں کوئی اور مناسب منصوبہ بنانا پڑے گا۔ اس کے بعد باقی سارے کام آسان ہو جائیں گے۔"

ہاشم ابراتا سے کافی دیر تک گفتگو رہی اور اس کے بعد میں نے اس سے رخصت لے لی۔ پھر مزید دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ اس دوران جنرل شیروش کے سلسلے میں جو کارروائیاں ہوئی تھیں وہ اتنی اطمینان بخش تھیں کہ فیروز گاتا کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ہوا ہوگا کہ کوئی غلط حرکت ہو گئی ہے۔ رخاص قسم کے فوجی قبرستان میں سات لاشوں کو دفن کیا گیا تھا۔ نہایت خاموشی لیکن نہایت پُروقار طریقے سے اور اس کے بعد جنرل شیروش کا نام سامنے نہیں آ سکا تھا۔ جو کام میں خود کرنا چاہتا تھا وہ فیروز گاتا نے کر دیا۔ ٹرانسمیٹر پر مجھ سے رابطہ قائم ہوا تھا اور اس نے کہا تھا۔

"اب ہم تمہاری اشد ضرورت محسوس کر رہے ہیں مائی ڈیئر خاقی دادا۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"کچھ دیر کے لیے ہم سے ملاقات کر لو۔ تاکہ ہم فائنل پروگرام ترتیب دے لیں۔"

"کیا آخری کارروائی سے پہلے؟"

"ہاں۔ ہمیں یقین ہو چکا ہے کہ تم آخری کارروائی بھی اسی شاندار پیمانے پر کر لو گے جس شاندار طریقے سے تم نے یہ دو کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ معاف کرنا مائی ڈیئر خاقی دادا دراصل ہر کام کے لیے اس وقت تک انتظار کرنا ہوتا ہے جب تک وہ تکمیل تک نہ پہنچ جائے اور ذرا سا شبہ آتا ہے ذہن میں کہ جس کام کے لیے بیڑا اٹھایا گیا ہے۔ وہ اسی انداز میں ہو بھی سکے گا یا نہیں۔ لیکن اب اس بات کا مکمل یقین ہو گیا ہے کہ تم وہ سب کچھ کر لو گے۔ چنانچہ ہم آخری معاملہ طے کر لینا چاہتے ہیں۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے مسٹر فیروز گاتا؟"

"کچھ نہیں تم ایسا کرو کہ شیری کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ اور اس کے لیے شیری تمہیں مکمل منصوبہ بتا دے گی۔"

میں نے مختصر سی گفتگو کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور پھر اس وقت کا انتظار کرنے لگا جب شیری مجھے منصوبے کی تفصیلات بتانے والی تھی۔ اور تفصیلات کچھ بھی نہیں تھیں۔ شیری نے ایک ایسا موقع نکال لیا تھا جس کے تحت ہمیں باہر جانا پڑا تھا۔

میں نے ہاشم ابراتا کو البتہ اپنے جانے کی اطلاع دے دی تھی۔ اور خفیہ طریقے سے ہاشم ابراتا نے میری نگرانی کے لیے بھی بندوبست کر لیا تھا۔ میں اس بات کی توقع بھی رکھتا تھا کہ ہو سکتا ہے اس کے پس پردہ کوئی اور کارروائی ہو۔ لیکن بہرطور میں جانتا تھا کہ ان سارے حالات سے مجھے ہی نمٹنا ہے۔ لیکن میرے خدشات غلط ثابت ہوئے۔ جس عمارت میں مجھے لے جایا گیا تھا وہاں فیروز گاتا، نگانہ سارو اور فیرون موجود تھے۔ ان لوگوں نے مجھ سے جس محبت کا سلوک کیا مجھے اسی کی توقع تھی۔ اور اس کے بعد بہت دیر تک یہ لوگ میری تعریفوں میں گن گاتے رہے۔ فیروز گاتا بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ اس کی سنجیدگی رخصت ہو گئی تھی اور وہ بچوں کی طرح ہنستا بولتا نظر آتا تھا۔ پھر اس نے سلسلہ گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا۔

"ڈیئر فیروز گاتا، شاباش۔ تم نے نہایت خوبصورتی سے اپنے یہ دونوں کام سرانجام دیے ہیں اور میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ تم جنرل فوزال کو بھی ٹھکانے لگا دو گے لیکن جنرل فوزال کی موت کے فوراً بعد ہمیں اپنی کارروائیاں مکمل کر لینا ہوں گی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ اس سلسلے میں جو منصوبہ ترتیب دیا جا سکتا ہے وہ کیا ہو۔ یہ بھی بتاؤ کہ جنرل فوزال کے لیے تم نے ذہنی طور پر کوئی بات طے کی ہے۔ یا ابھی تک نہیں۔ ظاہر ہے ان دو جنرلوں کی موت کے بعد جنرل فوزال کے تحفظ کا زبردست بندوبست کیا جانے لگا۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں یوں نہ ہو کہ تم جنرل فوزال کو ختم نہ کر سکو۔ میں انتہائی معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے صورت حال کا بخوبی اندازہ ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا "میں انتہائی کوشش کروں گا ڈیئر فیروز گاتا کہ یہ کام بھی سرانجام دے لوں۔"

"اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم کوئی نہ کوئی راستہ نکال لو گے۔ دراصل میں صحیح وقت کا تعین کر کے اپنے عمل کے لیے ایک طریقہ کار طے کر لینا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر آپ کا اپنے ذہن میں کیا تصور ہے؟"

"تم جس وقت جنرل فوزال کو قتل کرو گے اس کے کچھ دیر کے بعد ہمیں اس محل میں ہونا چاہیے۔ اور وہاں ہم ہاشم ابراتا اور اس کے اہل خاندان کو اپنی تحویل میں لے لیں گے۔ اور اس کے فوراً بعد مختلف حلقوں سے فیروز گاتا کی حکومت کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اور یہ بتا دیا جائے گا کہ ہاشم ابراتا نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ یہ استعفیٰ ہم ہاشم ابراتا سے اسی دوران لکھوا لیں گے۔ اگر ایسا ہو جائے گا تو بس یوں سمجھ لو کہ اس کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور حکومت تبدیل کرنے میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی کیونکہ فوج ان تینوں جنرلوں کے علاوہ کسی اور کا ساتھ نہیں دے گی۔ وہ صرف اس قانون پر عمل کرے گی جو مملکت کے قانون ہوتے ہیں اور اس کے لیے ہم نے کچھ اور بھی انتظامات کیے ہیں۔" فیروز گاتا نے ان انتظامات کی کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی اور میں نے بھی اس کے بارے میں اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔

فیروز گاتا نے کہا "اس کے علاوہ تین اہم جگہوں پر ہمارے آدمی پہنچ چکے ہوں گے اور وہاں سے صحیح معنوں میں حکومت کو کنٹرول کیا جائے گا۔" ان تین جگہوں کے بارے فیروز گاتا نے البتہ تفصیلات بتا دی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ کس طرح وہ اپنے آدمیوں کو وہاں تک پہنچائے گا اور اس کے بعد بہت ہی چھوٹے پیمانے پر اس کارروائی کا آغاز ہوگا لیکن یہ اتنی معتبر ثابت ہوگی کہ اس کے بعد مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ میں نے پورا پروگرام تفصیلی طور پر ذہن نشین کر لیا تھا اور اس سلسلے میں فیروز گاتا سے بہت سے مشورے بھی کیے۔ وہ پورے اعتماد کے ساتھ مجھے تفصیلات بتاتا رہا تھا اور میں ان تفصیلات کو اچھی طرح اپنے ذہن میں محفوظ کرنے میں مصروف تھا۔ میں جانتا تھا کہ ہاشم ابراتا کو ان کی اشد ضرورت پیش آئے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے ہاشم ابراتا کے لیے مزید پروگرام بھی ترتیب دینے تھے تاکہ وہ اس مصیبت سے نکل سکے۔ اس کے بعد نگانہ سارو، فیروز گاتا اور فیرون نے مجھے بتایا کہ جس وقت میں یہ اطلاع دوں گا اور یہ کارروائی ہوگی تو وہ مجھے کہاں ملیں گے۔ انہوں نے مجھے یہ بھی ہدایت کی کہ میں کچھ انتظامات کر لوں، اس کے بعد ہاشم ابراتا اور اس کے اہل خاندان ایک جگہ ہوں تاکہ انہیں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ میں نے ان سے یہ تمام وعدے کر لیے تھے۔ انہوں نے شیری اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں بھی تفصیلات بتائی تھیں کہ کس طرح وہ کہاں کہاں اپنی ذمہ داریاں پوری کریں گے اور پھر نہایت احترام

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے ساتھ مجھے رخصت کر دیا گیا تھا۔

لیکن میں بے حد سنسنی محسوس کر رہا تھا۔ جنرل فوزال کے قتل کے بعد جو ہنگامی حالات پیش آنے والے تھے، ان سے نمٹنے کے لیے مجھے موثر طریقے سے بندوبست کرنا تھا اور اس انداز میں کہ شیری وغیرہ کو اس کے بارے میں ذرا بھی معلوم نہ ہو پاتے۔

بہر حال اب میں خود بھی ان سارے معاملات سے بری طرح اکتا چکا تھا اور اس کیس کو ختم کر لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے کام میں ذرا تیز رفتاری شروع کر دی اور ہاشم ابراتا سے گفتگو کر کے فیروز گاتا کے تمام پروگرام سے اسے آگاہ کر دیا۔ ہاشم ابراتا کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر اس سلسلے میں تم ہمارے معاون نہ ہوتے جہانگیر جمال شاہ تو یقینی طور پر فیروز گاتا اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتا۔"

"جنرل فوزال کے سلسلے میں تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"میں درحقیقت ان دنوں جس قدر ذہنی الجھنوں کا شکار ہوں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا میرے دوست بہتر طریقہ یہ ہے کہ تم ہی اس سلسلے میں کوئی موثر پروگرام بناؤ۔"

"تو پھر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جنرل فوزال کو کسی حادثے کا شکار کر دیا جائے یعنی وہ دوران سفر کسی حادثے کا شکار ہو جائے اور اس کے لیے میں خود ہی کوشش کروں گا۔"

ہاشم ابراتا نے مجھ سے تعاون کیا۔ جنرل فوزال سے خود ہی اس سلسلے میں ملاقات کر کے یہ پوچھا گیا کہ وہ کہاں حادثے کا شکار ہونے کے لیے تیار ہے اور پھر ایک انتہائی شاندار منصوبہ ترتیب دیا گیا۔

دونوں جنرلوں کی موت کے بعد جنرل فوزال ہی کے شانوں پر تمام چھاؤنیوں کی نگرانی آ پڑی تھی اور اسے ان کا دورہ کرنا پڑتا تھا۔ ایک چھاؤنی ایک ایسے علاقے میں تھی جس کے راستے دشوار گزار تھے اور جنرل فوزال کو وہاں جانا تھا چنانچہ یہ بات طے کر لی گئی اور اس سلسلے میں بھی میں نے اپنے دو آدمیوں کو رازدار بنا لیا تھا۔ جنرل فوزال کو ایک جگہ سے گاڑی میں سوار ہو کر اس راستے سے گزرنا تھا اور اس کے لیے انتہائی شاندار بندوبست کیا گیا تھا۔

میں نے اپنے دو آدمیوں یعنی شیری کے ساتھیوں کو ساتھ لے کر اس علاقے کا دورہ کیا اور ایک ایسی جگہ منتخب کر لی جو کسی قدر گہرائیوں میں تھی اور بلندی پر وہ سڑک تھی، جس کے دوسری جانب گہری کھائیاں نظر آ رہی تھیں۔ جنرل فوزال کی گاڑی کو پانچ آدمیوں کے ساتھ وہاں سے گزرنا تھا چنانچہ جنرل فوزال ہی کے مشورے سے ایک ایسی جگہ منتخب کر لی گئی جہاں سے اس گاڑی کو گہری کھائیوں میں گرنا تھا اور مجھے اس پر فائرنگ کرنا تھی۔ لیکن جنرل فوزال کے تحفظ کے لیے معقول بندوبست کر لیا گیا تھا۔ گاڑی کے کھائی میں گرنے سے پہلے جنرل فوزال کو ان پہاڑی ٹیلے کی آڑ میں پہنچ جانا تھا۔ جہاں سے وہ واپسی کا سفر طے کر سکتا تھا۔ یہ منصوبہ بھی جو معقولوں میں سب سے زیادہ خوفناک تھا لیکن ہمیں اس پر عمل کرنا ہی تھا۔

میں نے شیری کو اطلاع دی کہ آج میں جنرل فوزال کے سلسلے میں کام کرنے جا رہا ہوں اور اگر میں کامیاب ہو گیا تو اسے ٹرانسمیٹر پر اطلاع دوں گا ورنہ خود واپس آ جاؤں گا۔

شیری سے یہ پروگرام میں نے اس لیے طے کیا تھا کہ بعد میں وہ اس منصوبے کی کامیابی کی خبر سنتے ہی فیروز گاتا کو اس بارے میں اطلاع دے دے۔ ہاشم ابراتا کو بھی میں نے تفصیلات بتا دی تھیں۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں ہوا یہ تھا کہ وہ میں ہم مقامات جہاں باغیوں کو قبضہ کر کے اپنی حکومت کا اعلان کرنا تھا، اس طرح فوج کی تحویل میں دے دیے گئے کہ فوجی منتشر ہو کر سادہ لباس میں وہاں کی نگرانی کریں اور باغیوں کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

ادھر محل میں ہاشم ابراتا کے تحفظ کے لیے نہایت معقول بندوبست کر لیا گیا تھا اور یہ بھی انتہائی خفیہ تھا۔ ہاشم ابراتا کو اپنے اہل خاندان کے ساتھ اسی جگہ ہونا تھا جہاں فیروز گاتا، لنگانہ، سارو دا اور فیرون وغیرہ آتے، لیکن یہاں پہنچنے کے بعد ایک نیا ہی کھیل شروع ہونے والا تھا۔

سب سے پہلے مجھے جنرل فوزال کا کام سرانجام دینا تھا اور پھر میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے مجھے یہ کارروائی کرنا تھی۔ جنرل فوزال نے مجھے یہ بتایا تھا کہ اس نے اپنے ان پانچوں ساتھیوں کے ساتھ صحیح معنوں میں مشق کر لی ہے اور وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جن دو آدمیوں کو میں نے اپنے ساتھ رکھا تھا انہیں جان بوجھ کر میں نے ایک ایسی جگہ چھپایا تھا جہاں سے وہ مکمل حادثے کی نگرانی نہ کر پائیں۔ البتہ اس بات کی گواہی دیں کہ جنرل فوزال کو کس طرح قتل کیا گیا۔ میں خود ایک بلند جگہ ایک سب مشین گن کے ساتھ چھپا ہوا تھا۔ پھر میں نے اس پتلی سی پگڈنڈی نما سڑک پر جنرل فوزال کی کار آتے ہوئے دکھائی دی۔ بڑی سی فوجی کار میں جھنڈا لگا ہوا تھا اور کار سست رفتاری سے بلندیوں کی جانب آ رہی تھی۔ پھر جس

جگہ سے اس کی رفتار تیز ہوتی، وہیں مجھے اپنا کام کرنا تھا اور میں نے بڑی احتیاط سے دیکھا کہ موقع پر پہنچنے کے بعد جنرل فوزال اور اس کے آدمیوں نے پھرتی سے اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور کود کر نیچے آ رہے۔ میری سب مشین گن نے فوراً ہی گولیاں اگلنا شروع کر دی تھیں۔ جنرل فوزال اور اس کے ساتھی نہایت تیزی سے لڑھکتے اور اس کے بعد اس غار میں داخل ہو گئے جہاں انہیں پوشیدہ رہنا تھا۔ میں اوپر آ گیا اور اس کے بعد میں نے اپنے ان دونوں ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ فوجی کار گہرائیوں میں لڑھکتی جا رہی تھی اور اس میں سے شعلے بلند ہونے لگے تھے۔ میرے ساتھی میرے پاس پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے بڑے زور و شور سے کامیابی کے نعرے لگائے۔ اور اس کے فوراً ہی بعد میں نے اس جگہ سے شیری کو اپنی کامیابی کی اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

"ڈیئر شیری! ہم اپنی اس آخری کوشش میں بھی کامیاب ہو گئے ہیں۔ جنرل فوزال کی لاش اب سلگتی ہوئی گہرائیوں میں پڑی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کے پانچوں ساتھی بھی۔ ہم واپس آ رہے ہیں، تم فوری طور پر فیروز گاتا کو یہ اطلاع دے دو۔"

ہم واپس چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد میں ہاشم ابراتا کے محل میں پہنچ گیا۔ شیری نے میرا استقبال کیا۔ اس کے چہرے پر دبے دبے جوش کے آثار تھے۔ اس نے مجھے بتایا۔

"مسٹر فیروز گاتا نے کامیابی کی مبارکباد پیش کی ہے اور اس حادثے کو غالباً انہوں نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے چنانچہ وہ بہت خوش ہیں اور آج رات ان کی کارروائی شروع ہو جائے گی۔"

میں نے ہاشم ابراتا وغیرہ کو بتایا۔ تینوں جنرل جن میں جنرل فوزال، ٹیروش اور گیل شامل تھے، محل میں آ چکے تھے اور اپنی نگرانی میں انہوں نے تمام بندوبست کیے ہوئے تھے۔ پروگرام مجھے ساڑھے نو بجے رات کو ملا۔ فیروز گاتا نے مجھے بتایا کہ وہ ایک ایسی گاڑی میں آئے گا جس میں جھنڈا لگا ہو گا اور وہ ایک نئے جنرل کی حیثیت سے ہاشم ابراتا سے ملاقات کا بندوبست کرے گا۔ اس کے ساتھ لنگانہ، سارو دا، فیرون اور ایک آدمی اور ہو گا کیونکہ زیادہ لوگوں کو ساتھ لانا مناسب نہیں ہے۔ مجھے ہدایت کی گئی کہ میں اپنے ان تمام افراد کے ساتھ جو شیری کے ساتھیوں میں سے تھے، اس کے لیے انتظامات مکمل کر لوں اور میں نے فوراً ہی کارروائی شروع کر دی۔

ان تمام آدمیوں کو لے کر میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا تھا جہاں سے مجھے انہیں مختلف جگہوں پر تعینات کرنا تھا، لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہاں جنرل فوزال نے تقریباً تیس آدمیوں کو پہنچا دیا تھا جو ان لوگوں کے ہال میں داخل ہوتے ہی مختلف گوشوں سے نکل آئے اور انہوں نے اپنی سب مشین گنیں سیدھی کر کے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ شیری بھی گرفتار ہو گئی تھی۔ اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے آنکھیں بند کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ڈیئر شیری! یہ انتہائی ضروری تھا۔ تمہیں یہ جان کر نہایت خوشی ہو گی کہ میں فیروز گاتا کے لیے نہیں بلکہ ہاشم ابراتا کے لیے کام کر رہا ہوں۔ اور اب تک کی ساری کارروائیاں میں نے ہاشم ابراتا کے مفاد میں کی ہیں۔"

شیری کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ اس کی آنکھیں چڑھ گئی تھیں۔ غالباً اس خبر نے اس کے دماغ پر بہت برا اثر کیا تھا۔ ان سب کو گرفتار کر کے ایک جگہ محفوظ کر دیا گیا۔ اور ان کی جگہ ایسے لوگوں کو تعینات کر دیا گیا جو بظاہر فیروز گاتا کے لیے کام کرنے والے تھے لیکن درحقیقت ہاشم ابراتا کے آدمی تھے۔ ان تمام لوگوں کو اپنی جگہ مستعد کرنے کے بعد میں مقررہ وقت کا انتظار کرنے لگا اور پھر میں نے وہ بڑی سی شاندار گاڑی دیکھی جو ایک جنرل کی گاڑی تھی اور اس پر جھنڈا لگا ہوا تھا۔ فیروز گاتا آ رہا تھا۔ یہ آخری لمحات تھے۔ جب ہمیں اپنے کام کی تکمیل کرنی تھی۔ فیروز گاتا کے ساتھ لنگانہ، سارو دا، فیرون اور اس کے کہنے کے مطابق وہ شخص موجود تھا جو درحقیقت گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ یہ لوگ اندر داخل ہو گئے۔

میں نے ان کا استقبال کیا تھا۔ فیروز گاتا نے جنرل کی وردی میں ملبوس مجھ سے کہا کہ وہ ہاشم ابراتا سے ملنا چاہتا ہے لہٰذا فوراً ہاشم ابراتا کے پاس پہنچا دیا جائے۔ میں نے ادب سے گردن جھکائی اور اپنے ان تمام ساتھیوں کو لے کر چل پڑا۔ جو درحقیقت تاریکی میں واضح نظر نہیں آ رہے تھے۔ لیکن فیروز گاتا کے لیے یہ سب کچھ بہت کافی تھا۔ وہ انہیں اپنے ہی آدمی سمجھ رہا تھا جبکہ درحقیقت وہ ہاشم ابراتا کے آدمی تھے۔

اور پھر ہم سب اس جگہ پہنچ گئے جہاں ہاشم ابراتا اپنے اہل خاندان کے ساتھ موجود تھا۔ فیروز گاتا، لنگانہ، سارو دا اور فیرون اپنے اپنے پستول نکال کر ہاشم ابراتا کے پاس پہنچ گئے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ اچانک ہی کیا ہونے والا ہے۔

سب سے پہلے میں نے ہی اپنی کارروائی کی تھی اور میری جچی تلی لات فیروز نگاتا کے اس ہاتھ پر پڑی جس میں پستول دبا ہوا تھا۔ پستول اچھل کر چھت سے ٹکرایا تو عقب سے آنے والے جنرل گیل نے اسے اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیا۔ میں نے فوراً ہی نگانہ سارودا پر حملہ کر دیا تھا۔ فیرون نے البتہ فوری طور پر کارروائی کرنے کی کوشش کی لیکن جنرل فوزال نے اسے سنبھال لیا اور فیرون کو رگڑتا ہوا دور تک لے گیا۔ ہاشم ابراتا مسکرا رہا تھا۔ فیرون نے فوراً ہی فرار ہونے کی کوشش کی لیکن میں نے اسے اٹھا کر زمین پر دے پٹخا تھا جبکہ نگانہ سارودا پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں، پھر عقب سے جنرل ٹیروشن نے اس کے بال پکڑے اور اسے گھسیٹ کر ایک دیوار سے دے مارا۔ نگانہ سارودا کی چیخیں بہت خوفناک تھیں۔

اس نے درد بھرے لہجے میں کہا "فائق دادا... فائق دادا یہ کیا ہو رہا ہے، یہ کیا ہو گیا؟"

"سوری میڈم! دراصل شروع ہی سے آپ حماقتیں کرتی رہی ہیں، میرا نام فائق دادا نہیں بلکہ جہانگیر جمال شاہ ہے۔"

"مم... مگر... مگر تو... تم... تو... تم... تو تم"

وہ جملہ پورا نہ کر سکی۔ اس کے حواس جواب دیے جا رہے تھے۔

"ہاں یہ ایک لمبی کہانی ہے لیکن یہ کہانیوں کا وقت نہیں ہے۔ تم لوگ گرفتار ہو چکے ہو اور اب تمہیں اپنی موت کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہ فیصلہ مسٹر ہاشم ابراتا کریں گے... کہ انہیں فیروز نگاتا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہو گا۔"

"فیصلہ ہو چکا ہے۔" ہاشم ابراتا نے سرد لہجے میں کہا۔ جنرل گیل، جنرل ٹیروشن اور جنرل فوزال نے پستول نکالے اور فوری طور پر ایک ایک گولی ان تینوں کی پیشانیوں میں داغ دی گئیں۔ چوتھے کو پہلے ہی ہلاک کیا جا چکا تھا۔

میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ دکھ سا محسوس کیا۔ ان لوگوں کے ساتھ بھی میرا اچھا وقت گزر چکا تھا خاص طور سے نگانہ سارودا کے ساتھ، لیکن ظاہر ہے ہاشم ابراتا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ وہ تو اس بات پر تلا بیٹھا تھا کہ فیروز نگاتا اگر اس کے راستے سے ہٹ جائے تو باقی معاملات وہ سنبھال لے گا۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر عمل کیا تھا اور ان تینوں کو فوراً موقع پر ہی ہلاک کر دیا گیا تھا۔ بہرطور یہ حکومتوں کا معاملہ تھا، میں بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکتا تھا۔ میری جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی تھی آج اس کی تکمیل ہو گئی تھی۔

بعد کے حالات یوں تھے کہ فیروز نگاتا تو مارا ہی جا چکا تھا۔ باغیوں کے لیے گووے کے علاقے پر فوج نے حملہ کیا۔ اس کے علاوہ ان تینوں جگہوں پر جہاں باغی نئی حکومت کا اعلان کرنے والے تھے، فوجی کارروائی ہوئی اور انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ چونکہ فیروز نگاتا کی طرف سے کوئی نئی ہدایت نہیں مل سکی تھی انہیں اس لیے کوئی مزاحمت بھی نہیں ہو سکی اور اس طرح میں نے اپنا یہ کارنامہ بھی سرانجام دے لیا، جس کی تکمیل کے بعد مجھے بہت سی پیشکشیں کی گئی تھیں۔ ہاشم ابراتا خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ پورے ایرونا میں نہ جانے کیا کیا ہنگامی کارروائیاں ہو رہی تھیں لیکن مجھے نگانہ سارودا کی موت کا افسوس تھا۔

شیری اور اس کے ساتھی بدستور گرفتار تھے اور اب ہاشم ابراتا سے اس سلسلے میں کوئی گفتگو کرنا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے واپسی کی اجازت طلب کی۔ ایرونا کیس میں مجھے جیسی جیسی عجیب کیفیتوں سے گزرنا پڑا تھا، بلاشبہ میں اسے ایک مشکل ترین مہم قرار دے سکتا تھا، لیکن خوشی تھی کہ شہباز احمد صاحب کا مان رہ گیا تھا۔ ہاشم ابراتا اپنے طور پر انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ میں کچھ عرصہ وہاں قیام کروں۔

بہرطور میرے ملک کو اطلاع بھجوا دی گئی تھی کہ اس کی طرف سے کی جانے والی کارروائی کے نتیجے میں ہاشم ابراتا نے اس خوفناک بغاوت سے نجات حاصل کر لی ہے جس سے اس کی حکومت کو شدید خطرات لاحق تھے اور اس کے بعد میرے ملک کو جو فائدہ حاصل ہونے والا تھا وہ بعد کی بات تھی۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہاشم ابراتا ہر وہ کارروائی کرنے کے لیے تیار ہے جو میرا ملک چاہے اور اپنے ملک کے لیے یہ اعزاز حاصل کرنا میرے لیے باعث خوش بختی تھا۔ شہباز احمد صاحب نے جلد ہی ہدایت بھیجی کہ مجھے عزت و احترام کے ساتھ واپس اپنے وطن بھیج دیا جائے۔ چنانچہ ہاشم ابراتا نے خصوصی طور پر انتظامات کیے اور ایک خاص طیارہ مجھے لے کر میرے وطن کی جانب چل پڑا۔

ایرونا سے پرواز کرتے ہوئے مجھے لاتعداد نام یاد

آ گئے جن سے میری دلکش یادیں وابستہ تھیں۔ نگانہ سارودا کی موت کا مجھے اب بھی دکھ تھا۔ پھر شیری، ریان اور دوسرے لوگ بھی گرفتار ہو چکے ہوں گے لیکن اب یہ میرا ذاتی معاملہ نہیں تھا۔ یہ سلسلہ تو خود ہاشم ابراتا ہی کو دیکھنا تھا۔ پھر جب شہر کی روشنیاں دور رہ گئیں اور چاروں طرف ویران خلا نظر آنے لگے تو میں نے ٹھنڈی سانس لے کر اپنے وطن کے بارے میں سوچا۔ جہاں چار شیطان میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

جہاز کا یہ سفر جاری رہا اور پھر کافی عرصے کے بعد میں نے اپنی سرزمین پر قدم رکھا۔ دلچسپ، دلکش اور بے شمار کہانیوں کی حامل سرزمین جہاں میرے لیے ایک نئی زندگی ہمیشہ منتظر رہتی تھی۔ جہاں میرا گھر تھا، والد تھے، بھائی بہن، ماں سب کچھ تھے لیکن... لیکن میں ان سب سے اتنا دور ہو چکا تھا کہ بعض اوقات مجھے خود ہی اس کا دکھ ہوتا تھا۔ بہرحال گھر واپس آ گیا۔ شہباز احمد صاحب سے ملاقات ہوئی، مجھ پر دیوانہ وار نثار ہونے لگے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ سرکاری طور پر اطلاع مل چکی ہے کہ میں نے اپنا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے۔ بات ہم لوگوں تک محدود نہ رہی بلکہ فوجی حکام بھی میری جانب متوجہ ہو گئے ہیں اور ایرونا کیس میں خصوصی طور پر مجھے ایک اعزاز دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ آفتاب کمال خوش تھا اور اس نے مجھ سے کہا۔

"چیف! آپ کا کہنا تھا کہ آپ کوئی ایسا کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے جس میں آپ کی مکمل راہنمائی نہ کی گئی ہو، اب کیسے یہ آپ نے کیا کر ڈالا؟"

"یار آفتاب کمال! بہت سی باتیں صیغۂ راز میں رکھنے کے لیے ہوتی ہیں، میرا خیال ہے ان کی تفصیل میں نہ جاؤ تو بہتر ہے۔"

"سر! میں نے آپ سے کبھی کسی مسئلے میں ضد نہیں کی لیکن مجھے بتائیے اس میں کون سی ایسی بات ہے جو صیغۂ راز میں ہو۔" آفتاب کمال بولا اور میں ہنسنے لگا۔

"اگر نیلے رنگ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو اب میں تمہیں اور تفصیل کیا بتاؤں؟"

"جاننا چاہتا ہوں آج آپ سے ضد کرنے کے موڈ میں ہوں۔"

"میری ذات پر نیلا رنگ مسلط ہے۔ مجھے کسی کھلے میدان میں چھوڑ دو، کچھ نہیں کر سکوں گا، زمین پر رینگتی ہوئی چیونٹی بھی اٹھا کر نہیں پھینک سکوں گا، لیکن اگر نیلا رنگ میرے وجود پر مسلط ہو جائے تو پھر یوں سمجھ لو کہ مجھ سے زیادہ آتش بیداد کوئی نہیں ہو سکتا۔"

آفتاب کمال ہنسنے لگا۔ اسے میری باتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ اس نے کہا "مجھے کچھ اور تفصیل درکار ہے۔"

"یوں سمجھ لو، میری ذات پر ایک خاص کیفیت مسلط ہو جاتی ہے اور اسی عالم میں میں کچھ کر لیا کرتا ہوں اور اس وقت میں عالم ہوش میں نہیں ہوتا۔ ایک بے حواس آدمی سے جو بھی حرکتیں سرزد ہو جائیں، اگر انہیں کوئی کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے تو ٹھیک ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے اس پر؟"

آفتاب کمال ہنسنے لگا، پھر بولا "سر آپ میرے ہیرو ہیں۔"

"ٹھیک ہے، تمہاری مرضی۔ ویسے کبھی نیلے رنگ پر غور کرنے کی کوشش کرنا۔"

آفتاب کمال خاموش ہو گیا تھا۔ زندگی کے معمولات پھر اسی انداز میں شروع ہو گئے۔ میرے چاروں نکھٹو دوست معمول کے مطابق وقت گزار رہے تھے۔ کسی نے بھی ابھی تک کچھ کر کے نہیں دیا تھا۔ وہ اپنے اپنے مسائل کا شکار تھے اور معمول کے مطابق ہی مجھے ان کی مدد کرنی پڑی تھی۔ ویسے میں نے ان لوگوں کو پیشکشیں کی تھیں کہ اگر وہ بیرون ملک جا کر نوکریاں کرنا چاہیں تو میں ان کی مدد کر سکتا ہوں۔

اس سلسلے میں ایرونا ہی میرے ذہن میں تھا کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ ہر ایرا غیرا ان دنوں ایرونا کا رخ کر رہا ہے اور وہاں نوکریاں تلاش کر لیتا ہے۔ یہ نوکریاں انہیں مل بھی جاتی ہیں جبکہ میں تو جس شخص کے لیے کوشش کرتا اسے اعلیٰ ترین عہدہ مل سکتا تھا لیکن یہ چاروں نکھٹو بھلا کچھ کرنے کے موڈ میں تھے۔ انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"لعنت ہے ہم پر، زندگی کا ایک بڑا حصہ عیش و عشرت میں گزارنے کے بعد اب کسی کی باتیں سننے لگے۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ نوکری تو بہرطور نوکری ہوتی ہے چاہے کتنی ہی بڑی ہو۔"

"تو پھر تم یونہی زندگی گزارو گے؟"

"دیکھو چیف! تم ہماری کفالت کرتے ہو اور صحیح معنوں میں ہم نے تمہیں بتا دیا ہے کہ ہم تمہارے بچے ہیں، دوست ہیں، بیویاں ہیں، سب کچھ ہیں، جس دن تم نے ہماری کفالت سے ہاتھ ہٹا لیا، اس دن ہماری صلاحیتیں بیدار ہوں گی اور پھر یہ بیدار صلاحیتیں جو رخ بھی اختیار کر جائیں ہمیں اس کا الزام

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مت دینا۔"

"اچھا اچھا فضول بکواس سے گریز کرو، تم لوگوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟"

"ابھی تک تو نہیں ہے، وظیفہ مل رہا ہے، بس یہ وظیفہ بند نہیں ہونا چاہیے۔"

"شادیاں وغیرہ نہیں کرو گے تم لوگ؟"

"ہم اس قدر شاد ہیں کہ شادیاں اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتے۔"

"تب پھر تم جہنم میں جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ چاروں اٹھ کر جہنم کی جانب چل پڑے۔ جس کے بیے شاید ان کا پروگرام پہلے ہی سے تھا۔ مجھے بھی انہوں نے اس جہنم میں چلنے کی پیشکش کی تھی، لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی۔

پھر شہباز احمد صاحب اپنی خوشیاں پوری کرنے لگے۔ ایک تقریب ہوئی، جس میں بہت بڑے بڑے اور خطرناک قسم کے فوجی افراد شامل ہوئے۔ میرے بیٹے پر ایک خاص قسم کا اعزاز آویزاں کیا گیا اور اس سلسلے میں ایک بہت شاندار شخصیت کے مالک جنرل حسن نے مجھے بہت زیادہ عزت دی اور مجھ سے کہا۔

"بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی ہے مسٹر جہانگیر جمال شاہ کہ آپ بیرونی امور نمٹاتے رہیں، فوجی مسائل اتنے ہیں کہ ہمیں آپ جیسے ذہین شخص کی ضرورت ہے۔"

مجھے دُنیا سے گفتگو کرنا آ گیا تھا، جانتا تھا کہ یہ کتنی بڑی شخصیت میرے سامنے ہے، چنانچہ میں نے بڑا احترام انداز میں گردن خم کر کے کہا۔

"میں اپنی زندگی اپنے وطن کے لیے وقف کر چکا ہوں جنرل، مجھے جو حکم ملے گا اس کی تعمیل خوشی سے کروں گا۔"

جنرل حسن نے متاثر لہجے میں کہا۔ "ہمیں ایسے ہیروں کی تلاش رہتی ہے۔ بہرطور ہمارا ایک مسئلہ ہے جسے بہت جلد آپ کے سپرد کر دیا جائے گا اور آپ کو اس سلسلے میں کام کرنا ہوگا۔"

دل تو چاہا تھا کہ جنرل صاحب سے کہوں کہ بھائی مجھے بھی کچھ دن آرام کرنے دو، لیکن ظاہر ہے ایسا نہیں کر سکتا تھا البتہ بعد میں شہباز احمد صاحب سے کہا۔

"گویا اب مجھے فوجی معاملات بھی نمٹانا پڑیں گے؟"

شہباز احمد صاحب مسرت سے مسکرا کر بولے۔ "تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ تم اپنے ملک کی ایک عظیم ترین شخصیت بنتے جا رہے ہو۔"

"ذرا اس عظیم شخصیت کے بارے میں تیمور جمال شاہ صاحب سے بھی کچھ گفتگو کر لی جائے تو بہتر ہے۔"

"میں خود اس سلسلے میں سنجیدہ ہوں، دراصل مجھے یہ بات خود بھی پسند نہیں کہ تیمور جمال شاہ تم سے اس قدر ناواقف رہیں۔"

"ارے ارے آپ تو سنجیدہ ہو گئے، مذاق کر رہا تھا، اُن کا مجھ سے بے خبر رہنا ہی بہتر ہے، ورنہ میں جو حیثیت بھی اختیار کر جاؤں گا، وہ اپنی جگہ، لیکن ان کے ہاتھ میں ڈنڈا اور میرا سر ہمیشہ سامنے رہے گا۔"

"یہ بھی بہت بڑی بات ہے، نصیب والوں کو ایسا ڈنڈا ملتا ہے۔" شہباز احمد صاحب نے کہا اور میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔

جنرل حسن نے جو کچھ کہا تھا اس کے بارے میں اچھی طرح مجھے علم تھا اور شامت کسی بھی وقت میری جانب رُخ کر سکتی تھی چنانچہ ان دنوں بڑی پاک بازی سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ اور اپنے شہر کی کسی حسینہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ سب ماں بہنیں ہیں، لیکن بہرطور جب باہر کی دُنیا کھلی پڑی ہے تو پھر اپنے وطن میں بُرائیاں پھیلانے کی کیا ضرورت تھی چنانچہ انتظار، انتظار اور صرف انتظار۔ جنرل نے جو کچھ کہہ دیا تھا، اب اس کے لیے انتظار مجھ پر فرض تھا اور پھر شہباز احمد صاحب نے مجھے اطلاع دی کہ میرے لیے جو کام منتخب کر لیا گیا ہے اب اس کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے۔ مصروفیت یقینی طور پر مصروفیت، مگر مجھے اعتراض بھی نہیں تھا۔ اس سادہ اور خاموش زندگی کا اب میری زندگی میں کوئی دخل نہیں رہ گیا تھا۔ میں ہنگاموں کا پجاری بن چکا تھا اور جب تک میری زندگی میں خطرات، ہنگامے، قتل و غارت گری، خون، بندوقوں کی گولیاں نہ ہوں، اس وقت تک مزا نہیں آتا تھا۔ غالباً یہ بھی نیلے رنگ ہی کا کرشمہ تھا۔

میں نے شہباز احمد صاحب سے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

اور اس کے بعد غالباً اس اطلاع کے تیسرے دن ایک شام مجھے ایک خاص جگہ طلب کر لیا گیا، جس کی تفصیلات مجھے نہیں بتائی گئی تھیں لیکن جس عمارت میں میں داخل ہوا، وہ خصوصی نوعیت کی تھی اور بڑی پُراسرار نظر آ رہی تھی، فوجی گاڑیوں کو دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا کہ عمارت فوجی اہمیت کی حامل ہے اور یہیں میری ملاقات جنرل حسن سے ہوئی۔

جنرل حسن کے ساتھ تین مستعد آدمی اور موجود تھے، جو سادہ لباس میں تھے لیکن ان کے جسم کی بناوٹ سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ فوجی ہی ہیں اور ان کا انداز بھی بالکل ویسا ہی تھا۔ جنرل حسن نے مجھے بڑے پُرخلوص انداز میں ایک کرسی بیٹھنے کے لیے پیش کی اور خود بھی میرے سامنے ہی بیٹھ گیا۔ ہمارے درمیان میں ایک پتلی اور نرالا انوکھی قسم کی میز پڑی ہوئی تھی۔ انوکھا میں اسے اس لیے کہہ سکتا ہوں کہ وہ لمبی تھی لیکن اس کی چوڑائی خصوصی طور پر کم رکھی گئی تھی۔ غالباً اس لیے کہ آمنے سامنے دونوں سمت بیٹھے ہوئے آدمی ایک دوسرے سے دور نہ ہوں۔ وہ تینوں افراد ایک الگ میز پر بیٹھے ہوئے کچھ فائلوں میں مصروف تھے اور اپنے کام پر پوری توجہ دے رہے تھے جنرل حسن نے مجھ سے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے مسٹر جہانگیر جمال شاہ کہ فوجی معاملات بڑی نازک اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ میں آپ کو مختصر الفاظ میں اپنا مفہوم تو سمجھا سکتا ہوں کم از کم اس حد تک، جس سے ہمارے احکامات متاثر نہ ہوں، یعنی وہ احکامات جو ہمیں اُوپر سے ملتے ہیں لیکن انہی احکامات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ بہت سی باتیں صیغہ راز میں رکھنا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ دراصل کام کی نوعیت اس قسم کی تھی کہ میں اس سلسلے میں حکام سے گفتگو کر رہا تھا اور میرے اور ان کے درمیان یہ بات ذرا اُلجھن کا باعث بنی ہوئی تھی کہ ہم ایک غیر فوجی آدمی کو جو کیس دے رہے ہیں، اس سلسلے میں اُسے کہاں تک تفصیلات بتائی جا سکتی ہیں۔ تمہیں یقینی طور پر اس کا اندازہ ہوگا کہ یہ تفصیلات ہر شخص کے پاس نہیں ہوتیں بلکہ یہ ٹکڑوں میں تقسیم ہوتی ہیں اور بڑی سے بڑی حیثیت کا آدمی صرف اس بات سے واقف ہوتا ہے جو اس کے علم میں لائی جانی مناسب ہو، اُسے اس بات سے غرض نہیں ہوتی کہ اس بات کی نوعیت کیا ہے بلکہ اس کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ احکامات کی پابندی کرے۔ یقینی طور پر تمہارا تعلق چونکہ فوجی زندگی سے نہیں رہا ہے اس لیے یہ بات تمہیں عجیب محسوس ہوگی لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس میں کتنے فائدے ہیں۔ بات انفرادی نہیں ہوتی ہم تو صرف وطن کے لیے سینہ کھولے رہتے ہیں اور اس گولی کا انتظار کرتے ہیں جو ہمارے سینے میں سوراخ کر دے، حالانکہ اس کے باوجود اس عمل کے لیے تیار رہتے ہیں کہ ہم دشمن کی گردن مروڑ کر پھینک دیں، ہمیں اس بات سے غرض نہیں ہوتی کہ کب ہم زندگی سے موت کی جانب چل پڑیں

گے۔ ہمارا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنا فرض انجام دیں۔"

"میں سمجھتا ہوں جنرل! اور احترام بھی کرتا ہوں ان احساسات کا۔ ظاہر ہے وطن میں اپنے اپنے گھروں میں سکون کی نیند سونے والے بلاوجہ ہی سکون کی نیند نہیں سوتے بلکہ اس نیند کے حصول کے لیے کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ وہ وہی جانتا ہے۔ عام لوگ یہ بات سوچتے بھی نہیں۔"

"بالکل میرا یہی نظریہ ہے، چنانچہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں میرے نوجوان دوست کہ اگر تم کچھ تفصیلات سے محروم رہ جاؤ تو یہ نہ سمجھنا کہ اس میں بے اعتمادی ہے۔ اب میں اصل بات کی جانب آتا ہوں۔ مختصر تفصیل جو میں تمہیں بتا سکتا ہوں اور جس کی مجھے اجازت ہے، وہ یہ ہے کہ ملکی معاملات صرف منظر عام پر نہیں ہوتے بلکہ پس پردہ بہت سے ایسے عوامل ہوتے ہیں جن کے لیے ہمیں کافی محنت کرنا ہوتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک تو اپنی کارروائیاں کھل کر کر لیا کرتے ہیں، جو سازشیں ان کی جانب سے ہوتی ہیں، وہ بڑی گہری نوعیت کی ہوتی ہیں اور اس کے پیچھے بے شمار ممالک کام کرتے ہیں۔ جن کا مالی مفاد ان ممالک سے وابستہ ہوتا ہے لیکن ہم جیسے ترقی پذیر ممالک کے لوگ ہمیشہ اپنے لیے ایسے بہتر ذرائع تلاش کرتے ہیں جن سے ہمیں مستقبل میں فائدہ حاصل ہو۔ میں ایمروناکی بات کرتا ہوں، جہاں تم نے ہاشم ابراتا کی مدد کر کے ہمارے لیے ایک بہترین راستہ کھول دیا ہے۔ جہاں تک عوامی مسائل ہیں ان کا حل بھی ایمرونا سے تعلقات کی بنا پر بہت حد تک ہمیں حاصل ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک فوجی مسائل کا تعلق ہے، ان کے تحت بھی ایمرونا ہمارے لیے بڑی کارآمد جگہ ہو سکتی ہے اور ہاشم ابراتا کے جو خیالات ہماری حکومت کو ملے ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خلوص دل سے ہمارے ساتھ سب کچھ کرنے کو تیار ہے۔ چنانچہ ایسے ہی دوسرے معاملات تلاش کیے جا رہے ہیں جن سے ہمارے مسائل اور وسائل میں کامیابی حاصل ہو۔ وسائل کا جہاں تک تعلق ہے تو تم یہ سمجھ لو کہ ہمیں اس وقت پر ایسے ملک کی ضرورت ہے، جو ہمارے لیے تجارتی منڈی ثابت ہو سکے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ہمارے محدود وسائل میں ہمیں مدد دے سکے۔ بعض چھوٹے چھوٹے ممالک ایسے ہیں، جو اس کام میں ہمارے بڑے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان کے مسائل بہت کم ہیں۔ وسائل بہت زیادہ ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہاں ہماری اجارہ داری ہو اور

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کے لیے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم ان کے مسئلوں کو دیکھیں۔ سمجھ رہے ہو ناں میری بات؟ چنانچہ ہمیں ایسے ممالک کی تلاش رہتی ہے اور اگر ہمارے پاس واقعی اس کے ذرائع ہیں تو پھر ہم ان کے لیے کام کیوں نہ کریں۔ میری مراد تم سے ہے۔"

"آپ نے مجھے بہت بڑا اعزاز دیا ہے جنرل! میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات۔"

"تم اس اعزاز کے مستحق ہو جہانگیر جمال شاہ! بڑی بڑی فوجی کارروائیاں ہوتی ہیں اور فائدے حاصل نہیں ہوتے جو ہمیں درکار ہوتے ہیں پھر بڑی فوجی کارروائیوں میں یہ خدشہ بھی رہتا ہے کہ مخالف ممالک ان کی مذمت کریں اور ان کے خلاف عمل کریں جبکہ ہمارے خفیہ ایجنٹ دنیا کے ہر حصے میں اپنا کام سرانجام دے کر وہی فائدہ حاصل کر لیتے ہیں جو بعض اوقات بڑی فوجی کارروائی سے بھی نہیں ہوتا۔ میرا خیال ہے میں بہت زیادہ گہرائی میں چلا گیا ہوں۔ تمہیں ایک ملک کا نام دیا جائے گا اور تمہیں وہاں جانا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم بآسانی کسی کو قتل کر سکتے ہو، بآسانی اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنے دشمنوں کو خاک و خون نہلا سکتے ہو۔ بس یہی سمجھ لو اس وقت ایسی ہی ایک ضرورت پیش آگئی ہے۔ چند کردار ہیں جنہیں ہمیں اپنے راستے سے ہٹانا ہے اور اس کے بعد جو راہ ہمارے لیے متعین ہوگی وہ بے حد کارآمد ہوگی۔ چنانچہ تمہیں اس مقصد کے لیے ایک سفر کرنا ہے۔ تفصیلات تمہیں تمہارے ڈیپارٹمنٹ ہی سے ملیں گی اور میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟"

"کیوں نہیں جنرل! میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ مجھے تفصیلات بتا کر میری مہم پر روانہ کر دیں گے۔"

"اس کے لیے جو تیاریاں ہو رہی ہیں ان میں آدمیوں کو دیکھو، یہ ابھی ان میں مصروف ہیں اور یہ تفصیلات تمہیں کل شام تک فراہم کر دی جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ ہماری اور تمہاری یہ ملاقات اس وقت ختم ہوتی ہے اور اس کے بعد دوسری ملاقات اسی وقت ہوگی جب تم ہمارے مقاصد کی تکمیل کر کے واپس لوٹو گے۔"

"بہت شکریہ جنرل!" میں اپنی کرسی سے کھڑا ہوگیا اور جنرل حسن نے مجھ سے ملاقات کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ بڑی پُرزور تھا۔

ملاقات تھی مقصد بھی حل ہوا تھا اور تفصیل بھی معلوم ہوگئی تھی اور اب میں اپنے آپ کو ذہنی طور پر اس کام کے لیے مستعد پا رہا تھا۔ جس کی ذمہ داری مجھے سونپی جا رہی تھی اور پھر ڈیپارٹمنٹ سے مجھے جو اطلاع فراہم ہوئی، اس کا ذریعہ آفتاب کمال کے علاوہ بھلا اور کون ہو سکتا تھا۔ آفتاب کمال نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات میں سے ایک کاغذ نکالا اور اسے میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"پڑھیے چیف کیا لکھا ہے۔" اور میں نے اس کاغذ پر موٹے موٹے الفاظ میں لکھا ہوا ایک نام پڑھا۔

"سیلی نو" میں نے یہ نام بلند آواز سے پڑھا تھا۔

آفتاب کمال کہنے لگا "یہ اس ملک کے نام کا مخفف ہے۔ اور اب اس کے بارے میں یہ تمام تفصیلات۔" آفتاب کمال ڈرامائی انداز میں میرے سامنے ایک ایک صفحہ پیش کرنے لگا۔ پہلے صفحے پر سیلی نو کی جغرافیائی اہمیت بتائی گئی تھی۔ اس کے وسائل اور دوسری تمام چیزیں مجھے تفصیل سے بتائی گئی تھیں۔ میں نے انہیں بغور پڑھا اور اس کے بعد یہ کاغذ پہلے کاغذ پر رکھ دیا۔ تو آفتاب کمال نے تیسرا کاغذ میرے سامنے پیش کر دیا۔

"رابی ڈیل، یہ ایک نام ہے۔ رابی ڈیل یہاں کا ایک بڑا صنعت کار ہے۔ اس کی کوئلے کی کئی کانیں ہیں۔ اس کے علاوہ قیمتی پتھر کی تجارت کرتا ہے اور اس کے اپنے تین سمندری جہاز ہیں جو اس تجارت میں اس کے معاون ہوتے ہیں۔ گویا یہ ایک پرائیویٹ بحری کمپنی کا بھی مالک ہے۔ بہت زیادہ عمر رسیدہ آدمی نہیں ہے اور زندگی کی تمام تفریحات میں دلچسپی لیتا ہے لیکن چیف یہ آپ کا پہلا نشانہ ہے۔"

"مطلب؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"آپ کو سیلی نو میں داخل ہو کر پہلے اس شخص کو زندگی سے محروم کرنا ہے۔"

"اوہ! کرائے کا قاتل۔" میں نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف، یہ نام بہت سستا اور ہلکا ہے۔ آپ کرایہ تو نہیں لے رہے اسے قتل کرنے کا۔"

"آگے پڑھو۔" میں نے آفتاب کمال سے کہا۔

"آگے کچھ نہیں ہے چیف۔" وہ بولا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ اس شخص کو قتل کر کے وہاں اپنی شناخت کرائیں گے۔"

"قاتل کی حیثیت سے؟" میں نے پوچھا۔

Uploaded By Nadeem

"جی ہاں۔"

"وہاں کوئی حکومت نہیں ہے کیا؟"

"کیوں نہیں چیف؟"

"تو پھر کیا مجھے چھوڑ دیا جائے گا؟"

"نہیں چیف! حکومت سے محفوظ رہنا تو آپ کا کام ہوگا۔ لیکن ضرورت مند آپ کو اس قتل کے بعد تلاش کریں گے۔"

"عجیب بات نہیں ہے؟"

"بہت عجیب ہے چیف۔"

"مگر بات کچھ سمجھ میں تو آئے۔"

"آہ کاش! یہ میرے بس میں ہوتا۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ ہے چیف کہ خود مجھے بھی اتنا ہی بتایا گیا ہے جتنا میں آپ کو بتا رہا ہوں۔"

"مجھے ان الجھے ہوئے کاموں سے بہت چڑ ہوتی ہے۔"

"یقیناً ہوتی ہوگی چیف۔"

"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"آپ کو سیلی نو روانہ ہو جانا چاہیے کیونکہ اس کے لیے یہ ٹکٹ یہ کاغذات اور یہ ساری چیزیں بھیج دی گئی ہیں۔"

"اوہ! مگر... مگر... میں جا کر اس شخص کو قتل کر دوں، اس کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"ہاں! اس کی تھوڑی سی تفصیل اس کاغذ میں موجود ہے۔" آفتاب کمال نے دلچسپ انداز میں ایک اور کاغذ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے اس کی طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

"تم خود ہی پڑھو، میرا دماغ اس وقت گھوم رہا ہے۔"

"چیف! جب آپ اس شخص کو قتل کر دیں گے تو ہمارا پہلا ایجنٹ آپ سے ملاقات کرے گا اور اس کے پاس آگے کے پروگرام کی تفصیل موجود ہے۔ جب پہلے ایجنٹ کے مقصد کے مطابق آپ وہ پہلا کام کر لیں گے تو پھر دوسرا ایجنٹ آپ سے دوسری ملاقات کرے گا اور یہ اس سے آگے کی تفصیلات آپ کو بتائے گا اور جب یہ کام بھی ہو جائے گا تو پھر آپ کی ملاقات تیسرے ایجنٹ سے ہوگی اور یہ اس کام کی انتہا ہوگی۔"

"گویا میں وہاں جا کر صرف ایک آدمی کو قتل کر دوں؟"

"فوری طور پر تو آپ کو یہی کرنا ہے چیف اور اس کے بعد آگے جو پروگرام ملے گا، اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا۔" میں

پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔ میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر آفتاب کمال نے جلدی سے کہا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے جنرل حسن سے پورا پورا اتفاق کیا ہے۔" میں نے آفتاب کمال کے چہرے کو دیکھا۔ میں جانتا تھا کہ ان الفاظ سے اس کا کیا مقصد ہے۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ٹھیک! مسٹر آفتاب کمال! انہوں نے مجھے اپنے مسائل بتائے ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ فوجی معاملات کیا ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے میں اس کام سے انکار نہیں کر رہا۔"

"تو کل شام آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے چیف! آپ کی فلائٹ ساڑھے سات بجے فضا میں پہنچ جائے گی۔ چنانچہ اس کے لیے آپ کو تقریباً ساڑھے چھ بجے ایئرپورٹ پہنچنا ہوگا۔ ایک سیلانی آدمی کی حیثیت سے اور باقی معاملات آپ خود سمجھتے ہیں۔"

"اس جگہ کے بارے میں کچھ اور تفصیلات تمہارے پاس موجود ہیں؟"

"ذاتی تفصیلات چیف!" آفتاب کمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہاں کی آب و ہوا بہت خوشگوار ہے۔ ساحل حسین ہیں۔ زندگی معمول کے مطابق ہے۔ ایسی جیسی ہمارے ملک کے علاوہ ملکوں میں ہوتی ہے۔ لوگ بہت خوش اخلاق اور خوش گفتار ہیں۔ خواتین بہت فراخدل اور کشادہ ذہن کی مالک ہوتی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے چیف کہ اس علاقے کی خواتین مردوں کے مقابلے میں بہت حسین ہوتی ہیں۔"

"یہ سفر کل دن میں نہیں کیا جا سکتا؟" میں نے کہا اور آفتاب کمال بے اختیار ہنس پڑا۔

"مجھے خوشی ہوتی ہے چیف کہ آپ نے بہر طور اس سفر کو پسند کر لیا۔"

"او کے... او کے۔" میں نے آفتاب کمال سے پورا پورا اتفاق کر لیا تو آفتاب کمال بولا۔

"کچھ اور تفصیلات بھی ہیں چیف! مثلاً جب یہ ایجنٹ آپ سے ملاقات کریں گے تو آپ کے سامنے جی۔ ایچ کا حوالہ دیں گے۔ جی۔ ایچ یعنی جنرل حسن، چونکہ یہ آپریشن جنرل حسن کے حوالے سے ہے۔ اس کے علاوہ وہ آپ کے سامنے اپنا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہاتھ پیش کریں گے جس کی پہلی انگلی یعنی انگوٹھے کے بعد والی انگلی کا ناخن سبز ہوگا۔ یہ ان کی شناخت تھا ورنہ اس شناخت کے لیے بڑی احتیاط برتی گئی ہے۔"

"گڈ! ویری گڈ۔ بڑا ڈرامائی انداز ہے۔"

"یس سر! بیرون ممالک کے مرکز والے ایجنٹوں کو بہت ہوشیار ہونا ہوتا ہے۔"

"ویسے مجھے بہت زیادہ خوشی ہے آفتاب کمال کہ ان ایجنٹوں کا انتخاب کمال کا ہوتا ہے۔"

"سمجھا نہیں چیف!"

"بس یہ سمجھ لو کہ سمجھنے والی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے قہقہہ لگا کر کہا اور اس کے بعد آفتاب کمال خاموش ہوگیا۔

جو تفصیلات مجھے یہاں سے حاصل ہوئی تھیں بہت دلچسپ تھیں اور پچھلے معاملات سے بالکل مختلف نہیں تھیں۔ سیلی لوٹ کے بارے میں مجھے زیادہ تفصیلات نہیں بتائی گئی تھیں لیکن جیسا کہ آفتاب کمال نے کہا تھا کہ یہ اس ملک کا مخفف ہے چنانچہ مجھے اس بات کی فکر نہیں تھی بس اس کی جغرافیہ کیفیت جو میرے علم میں آئی تھی وہ میرے لیے دلچسپ تھی۔ البتہ اس رات کو اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے میں نے یہ سوچا کہ کیا میرا طریقہ زندگی درست ہے۔ یعنی مجھے سب سے پہلے ایک شخص کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔ ویسے تو اس زندگی میں بہت سے ایسے معاملات میرے ہاتھوں ہوئے تھے بہت سے لوگوں کی زندگی سے محروم ہونا پڑا تھا لیکن میرے نزدیک یہ بہت زیادہ دلچسپ بات نہیں تھی۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جو شخص میرے ہاتھوں موت کا شکار ہوگا وہ درحقیقت بری فطرت کا مالک ہے یا میرے وطن کے لیے نقصان دہ ہے تو پھر میرا کام آسان ہو جاتا تھا لیکن یہ بات بھی میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ سب لوگ ذمہ دار ہیں اور ان کا زندگی کی اخلاقیات سے اتنا ہی گہرا تعلق ہے جتنا میرا۔ بہرحال اب میرے ذہن پر سیلی لوٹ سوار تھا۔ ایمرونا میں جو کچھ کر کے آیا تھا اس کی یادیں ابھی تک میرے ذہن میں تھیں۔ مرحومہ نگانہ سار دا، فرشتہ ارمان اور ایک ایسا کردار جسے میں نے ابتدا میں یونہی چھوڑ دیا تھا اور بعد میں اس سے ملاقات تک نہیں ہوئی۔ یہ سارے کردار اور پھر خصوصاً شیری جس نے بلاشبہ ایک اچھا خاصا وقت میرے ساتھ گزارا تھا، لیکن بے چاری میرا شکار ہوگئی تھی۔ یہ بھی میری فطرت کا ایک حصہ تھا کہ میں اتنی گہرائیوں میں نہیں جاتا تھا۔ غالباً کچھ لوگوں کو بنایا ہی ایسے کاموں کے لیے جاتا ہے یا پھر ان کا فطری رجحان ایسا ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں نہ جانے کب تک میرے ذہن میں گڈمڈ رہیں اور اس کے بعد میں گہری نیند سو گیا۔

دوسرا دن البتہ میں نے پوری سنجیدگی سے گزارا تھا...

آفتاب کمال گیارہ بجے پھر میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھے اگلے پروگرام کی مکمل تفصیلات، کاغذات اور ٹکٹ وغیرہ فراہم کر دیے۔ یعنی اب مجھے اپنے طور پر ساری کارروائیاں کرنا تھیں۔ شام کو تقریباً ساڑھے چار بجے شہباز احمد صاحب کا فون موصول ہوا۔ میں نے اسے اپنی رہائش گاہ پر ہی ریسیو کیا تھا۔ شہباز احمد صاحب نے کہا۔

"لاحسن صاحب نے ایک بار پھر مجھ سے ملاقات کی اور اس سلسلے میں اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔ وہ تم سے اب کوئی ملاقات نہیں کریں گے اور نہ ہی میں مل سکتا ہوں، لیکن ہمیشہ کی مانند میں اپنی نیک خواہشات کا اظہار تم سے کرتا ہوں اور اس یقین کے ساتھ کہ تم اپنا سابقہ ریکارڈ برقرار رکھو گے۔"

"شکریہ جناب!" میں نے جواب دیا اور شہباز احمد صاحب نے فون بند کر دیا۔

اس سے زیادہ گفتگو غالباً اصول کے خلاف تھی پھر اور اب میں ذہنی طور پر ایک مکمل ایجنٹ تھا اور مجھے صرف اپنے اس کام سے دلچسپی تھی جو میرے وطن میں میرے حوالے کیا گیا تھا۔ چنانچہ مقررہ وقت پر میں ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ یہاں میرے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ بڑی رازداری برتی جارہی تھی۔ فوجی معاملات تو خصوصاً ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مجھے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے کوئی خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔ یقینی طور پر سیلی لوٹ پہنچنے کے بعد میں خود ہی اس سلسلے میں تمام کارروائی کرنے کا حقدار تھا اور مجھے یہ ساری کارروائی بڑی خوش اسلوبی سے کرنا تھی۔ اپنے کام کو میں اس انداز میں سرانجام دینا چاہتا تھا کہ میرا ایک معیار قائم رہے۔ جہاز نے مقررہ وقت پر ایئرپورٹ کا ملن وے چھوڑ دیا۔ اور فضا میں تیرنے لگا۔ فضائی میزبان ادھر سے ادھر گردش کر رہی تھیں اور میں اپنے ذہن کو مکمل طور پر آزاد چھوڑ کر ان کی دلکش چال میں گم ہوگیا تھا۔

یہ سفر کافی طویل تھا۔ راستے میں دو جگہ جہاز نیچے اترا اور چونکہ اس کا قیام زیادہ نہیں تھا اس لیے ایک جگہ ہمیں صرف تھوڑی سی چہل قدمی کی اجازت ملی اور اس کے بعد تیسرا اسٹاپ سیلی لوٹ ہی کا تھا لیکن اس طویل ترین سفر میں مجھے کسی

قسم کی کوئی کوفت نہیں ہوئی۔ جس وقت ہمارا طیارہ سیلی لوٹ ایئرپورٹ پر پہنچا تو وہاں گہری اور گاڑھی کہر چھائی ہوئی تھی۔ وہی خوبصورت موسم جو ان علاقوں کی روایت ہوتا ہے یہاں پر موجود تھا اور سچی بات یہ ہے کہ اپنے وطن کی خشک اور تیز دھوپ میں زندگی بسر کرنے کے بعد یہ موسم انتہائی حسین لگتا تھا۔ بھیگا بھیگا کھلا کھلا اور بدن میں ایک میٹھی میٹھی سی کسک پیدا کر دینے والا۔ میں نے جو انتظامات کیے تھے ان میں ایسے موسم سے لطف اندوز ہونے کے لیے لباس وغیرہ کا خصوصی خیال رکھا گیا تھا۔ ایئرپورٹ پر بہت زیادہ مصروفیتیں نہ رہیں اور میں باہر نکل آیا۔ یہاں ایک آزاد حیثیت کا مالک تھا۔ میں باہر اپنے طور پر مجھے ہوٹل وغیرہ کا انتخاب کرنا تھا۔ آفتاب کمال کا یہ کہنا تقریباً بالکل درست تھا کہ یہ یہاں خواتین مردوں کے مقابلے میں زیادہ حسین ہوتی ہیں۔ اور ایسی ہی ایک حسین خاتون جو ایک ہوٹل کی ایجنٹ تھیں۔ جب میرے پاس پہنچیں تو میں نے اپنا سارا بوجھ ان کے شانوں پر ڈال دیا۔ یہ جانے اور پوچھے بغیر کہ جس ہوٹل کی وہ نمائندگی کر رہی ہیں، وہ کس نوعیت کا ہے۔ بس خاتون کو دیکھا اور پھسل پڑا اور خاتون نے بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ میری ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ایک بہت ہی اعلیٰ درجے کی کار جس پر اس ہوٹل کا مونوگرام بنا ہوا تھا میرے نزدیک آ کر رک گئی۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک بندری شکل کا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس نے بڑے احترام سے میرا مختصر سامان لے کر کار کی ڈگی میں رکھا اور خاتون میرے ساتھ کار میں آ بیٹھیں۔ ان کے جسم سے اٹھنے والی خوشبو بڑی دلکش اور بھینی بھینی تھی۔ راستے میں انہوں نے مجھ سے سوال کیا۔

"سر آپ پہلی بار سیلی لوٹ تشریف لائے ہیں؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ نے بغیر کسی دقت کے ہمارے ہوٹل کا انتخاب کیسے کر لیا؟ کیا آپ کو پہلے سے ہمارے ہوٹل کے بارے میں اطلاعات تھیں؟"

"نہیں۔"

"تو پھر؟" انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"آپ میری بات پر یقین کریں گی میڈم؟" میں نے سوال کیا۔

"جی سر ضرور۔"

"صرف آپ کو دیکھ کر مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ آپ کا ہوٹل بھی اتنا ہی خوبصورت ہوگا جتنی آپ۔" اور جواب میں ان خاتون کے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام ویلیسا ہے۔"

"اور آپ مجھے شاہ کہہ کر مخاطب کر سکتی ہیں۔"

"اوہ تھینک یو مسٹر شاہ۔ ہوٹل میں آپ سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہیں گی۔"

"ہونی ہی چاہئیں، ورنہ پھر اس ہوٹل کے انتخاب کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔"

"آپ بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"شکریہ۔" میں نے جواب دیا اور یہ ایک بڑا سچ تھا کہ جب میں ہوٹل کی عمارت میں داخل ہوا تو مجھے فوراً ہی اس کی نفاست کا اندازہ ہوگیا۔ یقیناً اتنے نفیس ہوٹل کا نمائندہ ایسی ہی نفیس خاتون کو ہونا چاہیے تھا۔ مجھے جس کمرے میں پہنچایا گیا، وہ بھی غیر معمولی طور پر کشادہ اور بہت عمدہ سجاوٹ کا حامل تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اخراجات بہت زیادہ تھے لیکن ظاہر ہے اس کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ خاتون ویلیسا واپس چلی گئی تھیں۔ البتہ جاتے ہوئے میں نے ان سے وعدہ لیا تھا کہ وہ آج شام کو میرے پاس ضرور آئیں گی۔

اس کے بعد میں سیلی لوٹ سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے نیچے اتر آیا۔ سیلی لوٹ کے بارے میں تفصیلی نقشہ مجھے نیچے موجود اسٹال سے مل گیا تھا جسے لے کر میں اپنے کمرے میں واپس آگیا اور پھر سیلی لوٹ کے اس نقشے کو اپنے سامنے رکھ کر یہاں کے مقامات کے بارے میں اندازہ کرنے لگا۔ رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے میڈم ویلیسا نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ ایک سادہ سے لباس میں ملبوس وہ بہت نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ میں نے اسے مسکراتے ہوئے خوش آمدید کہا اور وہ اندر داخل ہوگئی۔ میری خواہشات کی تکمیل ہوگئی تھی۔ ایسی حسین لڑکی کا ساتھ صحیح معنوں میں ایک حسین شہر میں ابتدا کے طور پر بڑی خوشی سے قبول کیا جا سکتا تھا۔ میری اجازت لے کر وہ بیٹھ گئی اور پھر کہنے لگی۔

"آپ نے سر بقیہ وقت کیسے گزارا؟ میرا مطلب ہے یہاں آنے کے بعد؟"

"سیلی لوٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے۔"

"اوہ اچھا! ویسے کیا آپ صرف سیاحت کے لیے یہاں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آ گئے ہیں؟"

"جی بالکل۔"

"اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو ایک گائیڈ مہیا کر سکتی ہوں بلکہ اگر... اگر میرے اور آپ کے درمیان ہی معاملات طے ہو جائیں تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا؟"

"بہت بہتر ہوگا مس ویلیسا، ویسے آپ کے مشاغل کیا ہیں۔ کیا ہوٹل کی ملازمت کے باوجود آپ میرے گائیڈ کے فرائض سرانجام دے سکتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

اور وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی پھر اس نے کہا۔ "جی سر! اگر مناسب معاوضہ مل جائے تو۔"

"ہوٹل کی طرف سے آپ کو اجازت مل جائے گی؟" میں نے پوچھا۔

اور اس نے ایک لمحے کے لیے پھر توقف کیا پھر بولی۔

"دراصل سر! میں ہوٹل کی ملازمہ نہیں بلکہ کمیشن ایجنٹ ہوں۔ اب آپ جتنے دن یہاں قیام کریں گے اور جتنا معاوضہ آپ سے ہوٹل والوں کو موصول ہوگا، اس کا دو پرسنٹ مجھے دے دیا جائے گا۔ میرا ان لوگوں سے کمیشن کنٹریکٹ ہے۔"

"اوہ گڈ! مگر آپ مستقل ملازمت کیوں نہیں کرتیں؟"

"سر کوشش کر رہی ہوں لیکن درمیان میں کچھ مشکلات ہیں۔ یہاں مستقل ملازمتیں ملنے کے سلسلے میں۔ عموماً لوگ کمیشن پر لوگوں کو رکھ لیا کرتے ہیں، اس طرح کچھ ذمہ داریوں سے بچ جاتے ہیں۔"

"خیر، تو پھر آپ میری گائیڈ بن جائیے مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ ہوٹل والوں کو کیا اعتراض نہیں ہوگا؟"

"نہیں سر! بالکل نہیں، چار فلائیٹ مجھے دی جاتی ہیں اور ان چار فلائیٹ میں سے میں اگر کوئی گاہک لے آؤں تو مجھے اس کا معاوضہ مل جاتا ہے۔ آپ یقین کیجیے پانچ دن کے بعد آپ پہلے آدمی مجھے ملے ہیں جنہوں نے میرا ساتھ قبول کیا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ دوسرے نمائندوں کو گاہک ملتے رہے ہیں کیونکہ یہ ہوٹل خاصا دلکش ہوٹل قرار دیا جاتا ہے۔ بس بعض اوقات تقدیر ساتھ نہیں دیتی۔"

"آپ جیسی حسین لڑکی کی تقدیر تو ہمیشہ ساتھ دے سکتی ہے میڈم ویلیسا۔" میں نے کہا اور اس نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی۔ میں بہت زیادہ دعویٰ رکھتا ہوں خواتین کی نگاہیں پہچاننے کا۔ جو نگاہ ویلیسا نے مجھ پر ڈالی تھی اس نے مجھے بے چین کر دیا۔ دیکھنے کے اس انداز میں ایک طویل کہانی پوشیدہ تھی اور میں چونکہ ابھی ذہنی طور پر اپنے آپ کو بالکل آزاد رکھنا چاہتا تھا، اس لیے ایسی کوئی کہانی میرے لیے ناقابل برداشت ہوتی۔ میں نے ویلیسا کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے، آپ سنجیدہ ہو گئیں؟"

"سر کچھ کہنا چاہتی ہوں آپ سے، اگر آپ برا نہ مانیں۔" اس نے کہا۔

اس کے لہجے میں اداسی گھلی ہوئی تھی۔ ویسے مجھے زندگی میں بہت سی چالاک لڑکیوں سے سابقہ بھی پڑا تھا، جنہوں نے اپنی کہانیوں کے ذریعے مجھے چکر میں پھانسا تھا لیکن اب اسے میں اپنی خوش قسمتی ہی کہہ سکتا ہوں کہ شاید ہی ایسے ایک دو مواقع آئے ہوں جب میں کسی چکر میں پھنسا ہوں بلکہ خود بخود عیاں ہو جاتے تھے۔ ویلیسا خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

"سر! آپ نے ایئرپورٹ سے آتے ہوئے مجھ سے کہا تھا کہ اس ہوٹل کا انتخاب آپ نے میری وجہ سے کر لیا؟"

"ہاں مس ویلیسا! درحقیقت یہ انسانی فطرت کی کچھ کمزوریاں ہیں اور میں بھی انہی کمزوریوں کا شکار ہوں۔ آپ میرے سامنے پہنچیں، مجھے پسند آئیں اور آپ نے جس ہوٹل کا نام لیا میں نے اسی میں قیام کے بارے میں فیصلہ کر لیا۔"

"سر درحقیقت انسانی زندگی کچھ خواہشات ہی کا نام ہے لیکن بعض اوقات انسان کو کسی جگہ تھوڑی سی ناکامیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو آپ کے سامنے گائیڈ کے طور پر پیش کیا۔ میں نے ہوٹل تک لانے کے لیے آپ کا نمائندہ بننا پسند کیا لیکن سر ایک ایسی بات کہنا چاہتی ہوں جس سے آپ ضرور ناراض ہو جائیں گے۔"

"نہیں مس ویلیسا! آپ بے دھڑک کہیں۔"

"سر میں بری لڑکی نہیں ہوں، اگر آپ یہ چاہیں گے کہ معاوضہ دے کر یا بلا معاوضہ یا کسی بھی ایسے احساس کے تحت آپ مجھے اپنی تنہائیوں کے لیے حاصل کر لیں تو یہ ممکن نہیں ہوگا۔" اس کا لہجہ بے حد اداس تھا اور اس سے ایک ایسا خوف جھلک رہا تھا جس سے مستقبل کے اندیشے واضح ہوتے تھے مگر اس کے یہ الفاظ نہ جانے کیوں میرے دل تک جا پہنچے تھے۔ میں نے اس بات کا بالکل برا نہیں مانا۔ وہ ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے میں اسے کھڑے کھڑے کمرے سے باہر نکال دوں گا لیکن میں نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

"مس ویلیسا! براہ کرم آپ اپنے ان الفاظ کی وضاحت کریں۔"

"دراصل سر! میں نے اپنی ماں سے وعدہ کیا ہے کہ میں برائی کے راستے نہیں اپناؤں گی اور کوئی بھی ایسی رقم اسے لے جا کر نہیں دوں گی جو میرے جسم کا بدل ہوگی۔" میں سنسنی کا شکار ہو گیا تھا۔ بہت بڑے الفاظ تھے۔ یہ ایک ایسے ملک میں جہاں زندگی بہت آگے کی چیز تھی، یہ الفاظ سننے میں بڑی حیران کن بات تھی۔ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ اور تفصیل جاننا چاہتا ہوں مس ویلیسا۔"

"آپ بور نہیں ہوں گے میری یہ بات سن کر؟"

"نہیں بالکل نہیں اور اس کی ایک وجہ ہے۔"

"بتا سکتے ہیں سر؟" اس نے لجاجت سے پوچھا۔

"ہاں، شاید تمہیں اندازہ ہو کہ میں کس ملک کا باشندہ ہوں۔"

"جی سر! آپ ایشیائی ہیں۔"

"صرف ایشیائی نہیں بلکہ میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جہاں کے بارے میں کچھ روایات ہیں۔ خیر چھوڑو ان تفصیلات کو، میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں ایسی اقدار بہت زیادہ رائج ہیں اور انہی پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے۔ میں نے ان باتوں کا بالکل برا نہیں مانا۔"

"سر! دراصل میرا تعلق ایک اچھے خاندان سے ہے، میرا باپ پولیس آفیسر تھا۔ ایک نیک نام اور ایسا پولیس آفیسر جو برائیوں کے خلاف عمل کرتا تھا، برائیوں میں خود نہیں شامل ہوتا تھا لیکن سر! ایسے لوگ اس دور کے لیے ناکام لوگ تصور کیے جاتے ہیں اور میرے باپ نے ساری زندگی ناکام رہ کر گزاری۔ میری تین چھوٹی بہنیں ہیں کوئی بھائی نہیں ہے میرا اور ہم لوگ اپنے اعلیٰ مستقبل کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ میرے پولیس آفیسر باپ کو قتل کرا دیا گیا کیونکہ وہ ایک بہت بڑے آدمی کے کام نہیں آیا تھا اور اس کے بعد ان لوگوں کی دشمنی ختم ہو گئی لیکن ہمارے لیے زندگی بہت تلخ ہو گئی۔ ہمارے ہاں آمدار کا راج تھا اور جب حالات ایسے ہو گئے کہ ہم بہت غربت زدہ لوگوں میں شمار ہونے لگے تو بہ حالت مجبوری مجھے اور میری ایک بہن کو منظر عام پر آنا پڑا۔ میں نے ابھی جناب سے عرض کیا تھا ناں کہ میں ایک گائیڈ آپ کو دے سکتی ہوں وہ میری بہن ہی تھی، لیکن اگر میں آپ کے کام آ سکوں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی بشرطیکہ اس تمام تفصیل کے بعد بھی آپ مجھے قبول کر لیں۔ تو سر میری ماں نے بڑی مشکل سے مجھے ملازمت کی اجازت دی۔ میں نے کئی جگہ ملازمت کے لیے کوشش کی۔ ایک جگہ مجھے ملازمت مل گئی لیکن اس کے عوض مجھے وہی سب کچھ کرنا تھا جس کے لیے ملازمت ضروری نہیں ہوتی بلکہ اس کے تو بے شمار وسائل ہوتے ہیں چنانچہ میں نے چند روز کے بعد وہ ملازمت چھوڑ دی۔ دوسری تیسری ملازمت بھی کچھ اسی قسم کی نکلی اور میں بددل ہو گئی لیکن گھر کے حالات اس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ مجھے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔ ماں سے میں نے وعدہ کیا تھا کیونکہ وہ مجھے ملازمت پر بھیجنے کے لیے تیار نہیں تھی لیکن میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ میں جس طرح ہوں اسی طرح رہوں گی اور اگر کبھی حالات ایسے ہو گئے کہ مجھے اپنے ضمیر کو قتل کرنا پڑا تو میں ضمیر کو قتل نہیں کروں گی۔ یہ وعدہ میری ماں سے تھا اور میرے وعدے پر اعتماد کیا۔ بہرطور اس کے بعد میں صرف پروگرام کنٹریکٹ کر لیتی ہوں اور کہیں ملازمت نہیں کرتی۔ چنانچہ سر میں آپ سے یہ بات کہہ دینا بے حد ضروری سمجھتی ہوں کہ میں... میں!" وہ گردن جھکا کر خاموش ہو گئی۔ میں عجیب سی نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔

حالانکہ میری فطرت ایسی کہانیاں کو ہضم نہیں کر پاتی تھی۔ بات یہ نہیں تھی کہ میں فطری طور پر بگڑا ہوا انسان تھا۔ بلکہ زندگی کچھ اس ڈھب سے شروع ہوئی تھی کہ فطرت میں سرکشی پیدا ہو گئی تھی۔ قصور تیمور جمال صاحب کا تھا۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں اور اس سلسلے میں اگر تجزیہ کیا جائے تو لمبا چوڑا جھگڑا کھڑا ہو سکتا ہے۔ والدین کا اولاد پر بے شک حق ہے لیکن اولاد بھی انہی کے توسط سے دنیا میں آتی ہے اور جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہو چکی ہیں، انہیں کسی حد تک ضرور پورا کرنا چاہیے۔ لیکن بعض اوقات کچھ ایسے کیس ہو جاتے ہیں، جن میں صورتحال بگڑ جاتی ہے اور اختلاف کا آغاز گھر ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس فطرت کی تشکیل میں تیمور جمال صاحب کی انتہا پسندی بھی شامل تھی۔ حالانکہ دل کے بعض گوشے اب بھی ایسے تھے جن سے میں خود واقف تھا۔ مثلاً یہ کہ ویلیسا کی کہانی گو میرے لیے ناپسندیدہ تھی ان معنوں میں کہ ائیرپورٹ سے اس ہوٹل تک آنے میں صرف ویلیسا کی کشش کا ہاتھ تھا۔ اور اس کے بعد ان کی تمام خواہشات کا احترام بھی انہی کی وجہ سے تھا۔ لیکن محترمہ نے چند لمحات میں سارا کھیل تبدیل کر دیا تھا۔ تاہم دل کی گہرائیوں میں کوئی ناگوار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تاثر نہیں ابھرا تھا، بلکہ ان سے ہمدردی ہو رہی تھی۔ میں کچھ دیر خاموشی سے ویلیسا کا چہرہ دیکھتا رہا، پھر میں نے کہا۔

"اگر اجازت ہو مس ویلیسا تو بے تکلفی سے ایک سوال پوچھوں؟"

"جی سر۔ ضرور۔"

"جس علاقے سے آپ کا تعلق ہے، وہاں یہ ضمیر اور وعدے وغیرہ چلتے نہیں ہیں۔ کیا آپ کا پورا خاندان اسی قدامت پرستی کا شکار رہے؟"

ویلیسا مجھے دیکھنے لگی پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"سر۔ میں اس بات کا جواب نہیں دوں گی۔"

"تمہیں حق ہے ویلیسا، جواب نہ دو لیکن جواب نہ دینے کی وجہ بتا سکتی ہو؟" میں نے کہا۔

"سر۔ جو کچھ میں کہوں گی شاید آپ کو پسند نہ آئے۔"

"بس یہی وجہ ہے؟"

"جی سر۔"

"تو پھر تم بے تکلفی سے کہو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری بات کو ناپسند نہیں کروں گا۔ یا ناپسند بھی آئی تو اس کو برا نہیں مانوں گا۔"

"سر جی چاہتا ہے کہ آپ سے اس موضوع پر بات کروں۔ آپ کی اجازت سے۔ درحقیقت دنیا کا کوئی خطہ ہو فطرت کی پاکیزگی تو ہر چیز سے منسلک ہو جاتی ہے۔ اگر ہم اپنے شفاف کپڑوں پر کوئی دھبہ دیکھنا پسند نہیں کرتے تو پھر ہم زمین پر پڑی ہوئی گندگی میں جان بوجھ کر پاؤں ڈالنا پسند نہیں کرتے کیونکہ اس سے ہمیں گھن آتی ہے، نفرت ہوتی ہے تو اس کا مقصد ہے کہ ہماری فطرت گندی نہیں ہے۔ اب اگر چاروں طرف ہی گندگی بکھری ہو اور اس سے گزرنا پڑے تو آپ خود بتائیے کہ آدمی کیا کر سکتا ہے؟ میں بقول آپ کے پوری دنیا ہی کی بات کر رہی ہوں، کہیں بھی چلے جائیے۔ انسان کی ذات میں کچھ اقدار ضرور ملیں گی۔ بعض اوقات وقت کچھ ایسے راستے متعین کر دیتا ہے کہ انسان کو اپنی فطرت کے خلاف سب کچھ کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ جب ہم اپنے وجود پر کوئی بیرونی گندگی نہیں برداشت کر سکتے تو پھر روح پر اگر کوئی دھبہ پڑ جائے تو سر، وہ تو بہت زیادہ تکلیف دہ ہے۔ میں علاقائی بنیاد پر یہ بات مانتی ہوں کہ ہمارے ہاں بگڑنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن اگر آپ اس کے پس منظر میں چلے جائیے تو جو پہلا آدمی آپ کو ملے گا۔

اس برائی کا ذمہ دار اس کے پس پردہ بھی کچھ عوامل ہوں گے۔ یہاں تک کہ ایک مزاج بنتا چلا جاتا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہم اس برائی کے بارے میں سوچتے ضرور ہیں۔ ہم اس گندگی کو پھلانگنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں جو ہمارے پیروں سے لپٹ سکتی ہے۔ اگر وہ چوڑائی ہماری پہنچ سے باہر ہو تو پھر مجبوری ہوتی ہے۔ پہنچ کے اندر ہو تو ہمیں اسے ضرور پھلانگ لینا چاہیے۔ سر! یہ نظریہ تو ہر دل میں پیدا ہو سکتا ہے چاہے اس دل والے کا تعلق کسی بھی خطے سے ہو۔ بات چونکہ ایک ایسے شخص کی تھی جو پولیس کا افسر اعلیٰ تھا۔ اور سیلی ٹو میں ایک نیک نام انسان سمجھا جاتا تھا۔ اس نیک نام انسان نے اپنی فطرت کے مطابق اپنا گھر کا ماحول ترتیب دیا۔ اور سر ہم سب نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی۔ ہم ان تمام لوگوں میں شامل نہیں تھے جو جذبات کے نام پر بے لگام ہو چکے تھے، فطرت سے پس ماندہ تھے لیکن ہمیں بیرونی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لینا پڑی تھی۔ ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ہی اپنے کام جاری رکھتے تھے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ تقدیر نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ اور اس جیسے آدمی نے میرے والد کو زندگی سے محروم کر دیا۔ مصائب ہمارے اردگرد بھی بکھر گئے۔ اور کیچڑ دور دور تک پھیل گئی۔ سر! ہم آج تک اس کیچڑ کو پھلانگ رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میری کئی بہنیں ہیں اور کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے ہمارے پاس کہ ہم زندہ رہ سکیں۔ ہو سکتا ہے کہ آنے والا وقت ہمیں اس قدر مجبور کر دے کہ بالآخر آپ جیسے لوگوں کو ہم سے شکایت نہ رہے۔" ویلیسا کی آواز میں ایک ہلکی سی لرزش تھی۔ نہ جانے کیوں میرا دل کانپ کر رہ گیا۔ ان الفاظ کے پس پردہ جو بے بسی جھلک رہی تھی وہ بہت قیمتی تھی۔ بڑی قابل احترام، مدد کے لائق۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ویلیسا۔ درحقیقت میرے ذہن میں کچھ دیر پہلے تمہارے لیے وہ جذبہ نہیں تھا، جو اب پیدا ہو گیا ہے۔ میں تمہیں ایک بات ضرور بتاؤں گا ویلیسا۔ ہم سب اسی دور کی ترتیب ہیں۔ لیکن کہیں کہیں ترتیب بدل جاتی ہے۔ اور ہم اپنے آپ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ میں تمہارا احترام کرتا ہوں۔ تمہارے جذبات کا، تمہارے احساسات کا لحاظ رکھو، ہو سکتا ہے وقت تمہارا غلام بن جائے۔"

ویلیسا کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے آنسوؤں کی نمی

پیدا ہوئی۔ پھر وہ مسکرانے لگی۔ اور اس نے کہا۔

"سر! لڑوں گی۔ بہت عرصے تک لڑوں گی۔ آپ یقین کیجیے بڑی ہمت ہے میرے اندر۔ اور ابھی دور دور تک میرے اندر شکست کے آثار نہیں ہیں۔"

ویلیسا کو میں نے قبول کر لیا۔ یوں بھی سہی، کیا فرق پڑتا ہے؟ ایک ویلیسا ہی تو نہیں، بے شمار افراد سے میرا سابقہ پڑے گا۔ میں نے اسے بدل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ میں اسے گائیڈ کے طور پر قبول کر چکا تھا اور یہ کام اس سے لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس کام کا آغاز ہو گیا۔ مجھ پر جو ذمہ داری عائد کی گئی تھی، اس کے لیے وقت کبھی مسلط نہیں کیا جاتا تھا۔ اور اس بات کی مجھے پوری پوری اجازت تھی کہ اپنے کام کو اچھی طرح سوچ سمجھ کر انجام دوں ظاہر ہے یہ کام کسی مشین کے پرزے کو درست کرنا نہیں ہوتا تھا یا کسی کو جا کر خط نہیں دینا ہوتا تھا بلکہ زندگی کی بازی لگا کر عمل کرنا ہوتا تھا۔ غیروں کے سینے پر بیٹھ کر یہ معلوم کیے بغیر کہ جس جگہ یہ کام سر انجام دینا ہے، وہاں کا ماحول کیسا ہے، وہاں کے رواج کیسے ہیں؟ وہاں کے لوگوں کے مزاج کیسے ہیں؟ کہیں بھی لغزش ہو تو پھر یہ بھی زبان سے نہیں نکالا جا سکتا کہ ہم کس ملک کے نمائندے ہیں اور ہمیں کس نے کس مقصد کے تحت بھیجا ہے۔ چنانچہ جو کام بھی کرنا ہوتا تھا، اس میں وقت کی قید قبول نہیں کی جا سکتی تھی۔ وقت اپنے زاویے بدلتا رہتا ہے۔ اور ہمیں زندہ رہنے کا حق ہے۔ چنانچہ میں نے ایک منصوبہ بنا لیا۔ ویلیسا کے ساتھ کم از کم سیلی ٹو کے نوادرات کی سیر کر لی جائے۔ اس کے بعد بڑی نرمی کے ساتھ اس سے پیچھا چھڑا لیا جائے گا، ظاہر ہے وہ زندگی کے ان راستوں کو دھکیل رہی ہے جن سے گزرنے پر مجبور ہے میرے بعد کچھ اور کرے گی وہ۔ ٹھیکہ تو کوئی بھی نہیں لے سکتا۔ لیکن اسے اس کا تھوڑا بہت حق دے دیا جائے اور وہ بھی اس انداز میں کہ وہ اسے بھیک تصور نہ کرے۔ چنانچہ عمل شروع ہو گیا۔ ویلیسا درحقیقت ایک بہترین گائیڈ تھی۔ اور سیلی ٹو بھی ایک قابل دید مقام۔ پورا شہر انتہائی صاف ستھرا شفاف۔ جدید زندگی سے بھرپور، اس کے ساحل بے حد حسین تھے۔ اور ویلیسا کے مزاج سے بالکل مختلف۔ یعنی یہاں دیکھنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ اور ایسے ساحل مجھے بہت پسند تھے۔ ساحلوں کی بھوری ریت پر چھوٹے چھوٹے ہوٹل بکھرے ہوئے تھے۔ جو بالکل عارضی تھے۔ یعنی شہر اربلیسی دیواریں لا کر لگائی جاتی تھیں جنہیں کسی بھی جگہ نصب کر لیا جائے۔ پھر ان کے اردگرد کرسیاں اکٹھی کر دی جائیں کاؤنٹر بنا لئے جائیں اور ہوٹل تیار۔ ہر طرح کی آسائشوں سے بھرپور۔ کوئی سوچ بھی نہ سکے کہ عارضی طور پر اتنا کام کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر ان ہوٹلوں کی تمام کرسیاں بھری ہی ہوتی تھیں۔ غالباً سیلی ٹو میں سیاحوں کی آمد بھی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی تھی اور ان کی بنیادی وجہ یہاں کے سبزہ زار اور ساحلی علاقے تھے۔ بہت سے ساحلی علاقے تو انتہائی حسین تھے اور حیرت کی بات یہ کہ بالکل قدرتی۔ مثلاً شہر کے مشرقی ساحل پر چٹانوں کا ایک پورا شہر آباد تھا۔ سفید پتھروں کی چٹانیں جنہیں دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا کہ ان پر انسانی ہاتھوں کی کارفرمائی شامل ہے۔ لیکن درحقیقت وہ قدرتی تھیں اور پھر انہیں اس خوبصورتی سے استعمال کیا گیا تھا کہ داد دینے کو جی چاہتا تھا۔ ان چٹانوں کے اردگرد بھی غالباً کسی ٹھیکیدار نے اس قسم کا بندوبست کیا تھا کہ سمندری پانی کے درمیان عیش و عشرت کا بندوبست ہو سکے۔ لیکن ذرا سی الجھن کی بات یہ تھی کہ نیک دل ویلیسا ان تمام چیزوں کی ساتھی تھی اور بعض اوقات ایسے مناظر مجھے خود نظر چرانی پڑتی تھی۔ جن میں ویلیسا کا تقدس مجروح ہو۔ البتہ وہاں سے مستقبل کے پروگرام لے کر چلنا کوئی مشکل نہیں ہوتا تھا۔ ویلیسا سے جلدی پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ ایک سبزہ زار میں جہاں ایک بہت چھوٹی سی مصنوعی جھیل بنی ہوئی تھی۔ بینچ پر بیٹھ کر کافی اور خاص قسم کا برگر کھاتے ہوئے میں نے ویلیسا سے یوں ہی سرسری طور پر پوچھ لیا۔

"وہ شخص کون تھا مس ویلیسا جس نے آپ کے باپ کو قتل کر دیا۔ یقیناً آپ کے دل میں انتقام کا تصور ابھرا ہو گا۔ کیا آپ اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی تھیں؟"

ویلیسا کی نگاہیں خلا کی وسعتوں میں کھو گئیں۔ چند لمحات وہ سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"ہر جگہ ایسے لوگ ہوتے ہیں سر جو ماحول پر قابض ہوتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی ان کی حفاظت شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ اسی بھرپور تحفظ میں مر جاتے ہیں۔ وہ دنیا کو جس قدر چاہیں بگاڑ لیتے ہیں لیکن دنیا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ یہ شخص جس کا نام رابی ٹوبل ہے۔ سیلی ٹو کا بہت بڑا آدمی ہے۔ بس میں آپ کو کیا بتاؤں کہ اس کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں، اور اس کی پہنچ کہاں کہاں تک ہے؟"

میں نے کافی کا مگ منہ سے ہٹا کر حیران نگاہوں سے ویلیسا کو دیکھا۔ مگر ویلیسا بدستور خلا میں گھور رہی تھی۔

"رابی ٹوبل؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"جی سر۔"

"اس کے بارے میں مجھے کچھ اور تفصیلات بتاؤ۔"

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور ویلیسا مجھے رابی ڈیل کے بارے میں بتاتی رہی۔ اس کے معمولات، اس کی زندگی، اس کا طریقہ کار، وہ سب کچھ بتاتی رہی۔ اس نے کہا۔

"رابی ڈیل زندگی کی لطافتوں سے پورا فائدہ اٹھا رہا ہے۔ عورتوں کا رسیا ہے۔ دنیا بھر کی حسین عورتیں اس کے گرد جمع رہتی ہیں اور اس کے غیر ملکی دوست اسے تحفوں میں حسین عورتیں پیش کیا کرتے ہیں جو دور دراز ملکوں سے لائی جاتی ہیں۔ یہاں سیلی ٹو میں وہ درجنوں عمارتوں کا مالک ہے۔"

ویلیسا بہت کچھ بتاتی رہی۔ اور درحقیقت میں یہ محسوس کرنے لگا کہ اس کے ساتھ گزارا ہوا وقت بے مقصد نہیں گزرا۔ تبھی میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ رابی ڈیل کو قتل کرنے کے بعد مجھ سے وہ پہلا ایجنٹ ملے گا، جو میرا آئندہ کا کام بتائے گا۔ کم از کم رابی ڈیل کو قتل کرنے تک میں ہر نگاہ سے محفوظ ہوں۔ اگر کوئی میری نگرانی کر بھی رہا ہے تو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اگر اس وقت معاون کے طور پر ویلیسا کو ساتھ رکھ لوں تو کیا حرج ہے۔ ایک انوکھا منصوبہ میرے ذہن میں بننے لگا تو میں نے ویلیسا سے کہا۔

"ویلیسا! رابی ڈیل کے بارے میں اگر زیادہ سے زیادہ جاننا چاہا جائے تو اس کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے؟"

"ڈونیزل کلب۔"

"کیا مطلب؟"

"ڈونیزل کلب اوّل تو رابی ڈیل کی ملکیت ہے، دوسرے یہ کہ وہ اگر ملک سے باہر نہ ہو تو جمعرات کو دوپہر تک ڈونیزل کلب ہی پایا جاتا ہے۔ دو بجے کے بعد شاید وہ اپنے گھر چلا جاتا ہو۔ ہاں شام کو پانچ بجے وہ ڈونیزل کلب میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس سے پہلے کہاں رہتا ہے، اس کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں معلوم۔ ہو سکتا ہے کہ اپنے ہی گھر میں ہوتا ہو۔"

"اس کے مشاغل کیا کیا ہیں؟"

"کافی حد تک تو آپ کو بتا چکی ہوں سر، ویسے اس کا بہترین مشغلہ پانی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"وہ پانی میں رہنا پسند کرتا ہے۔ ڈونیزل کلب کا سوئمنگ پول غالباً دنیا کے بہترین سوئمنگ پولز میں سے ہے۔ اور خاص لوگوں کے لیے کھلا ہوتا ہے۔ ویسے ڈونیزل میں چار سوئمنگ پول ہیں۔ جن میں چوتھا وہ ہے جس میں عام لوگوں کے لیے ہے اور ایک مخصوص لوگوں کے لیے۔ اگر وہ ڈونیزل میں ہوتا ہے تو پھر سوئمنگ پول ہی میں نظر آتا ہے۔ یا پھر تفریح کے کچھ لمحات ساحلِ سمندر پر گزارتا ہے یہ ہے اس کی زندگی مگر سر آپ کو اس شخص سے بہت دلچسپی محسوس ہوئی۔ خیریت ہے؟"

"نہیں خیریت نہیں ہے ویلیسا۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور ویلیسا سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"کچھ بتانا پسند کریں گے سر؟"

"ابھی نہیں۔ مجھے سوچنے دو۔" میں نے کہا۔ پھر اپنی کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر اسے ختم کرنے لگا۔ میرا ذہن درحقیقت منصوبے سوچ رہا تھا۔ دلچسپ بات تھی۔ واقعی بہت دلچسپ بات تھی کہ ویلیسا کسی طور بھی اس سے منسلک نکلی۔

کچھ دیر کے بعد جب ہم اپنے ہوٹل واپس پہنچے اور ویلیسا نے ایک ذمہ دار لڑکی کی طرح میرا بستر وغیرہ درست کیا اور میری ضروریات کی تمام ترکیبیں کر ڈالیں تو اس نے مجھ سے واپسی کی اجازت مانگی۔ میں نے اس سے کہا۔

"کچھ دیر رکنا ہوگا تمہیں ویلیسا۔"

"جی سر۔ اگر کوئی کام ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ کو علم ہے کہ آج کل میں صرف آپ کے لیے مخصوص ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی خود اس کے اپنے چہرے پر شرم کے آثار پھیل گئے۔ جو الفاظ اس نے کہے تھے، غالباً ان کا مفہوم اس کے ذہن میں آ گیا تھا تاہم چونکہ میں اسے اس طرف سے ذہن سے نکال ہی چکا تھا، اس لیے میں نے نہ اس کے چہرے کے تاثرات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، نہ اس کی اس کیفیت کو خاص طور سے محسوس کیا۔ میں نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور خود بھی اس کے سامنے بیٹھ کر آہستہ سے بولا۔

"میں نے تم سے ایک سوال کیا تھا ویلیسا، کیا تمہارے دل میں کبھی رابی ڈیل کے خلاف انتقام کا جذبہ نہیں پیدا ہوا ہے؟"

"سر۔ میں نے آپ کو جواب دیا تھا، میں اس سے انتقام نہیں لے سکتی۔ یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں سر، دولت مند لوگ اور خاص طور سے رابی ڈیل جیسے لوگ جو اپنے مقصد کی تکمیل ہر حال میں چاہتے ہیں، دشمن نہیں رکھتے، سر اس کے بے شمار دشمن ہوں گے۔ اور ان دشمنوں سے نمٹنے کے لیے اس نے یقینی طور

پر بندوبست بھی کیا ہوا ہے۔ ورنہ سیلی ٹو ہی کے کسی گوشے میں ہلاکت کا شکار ہو جاتا۔ سر، میں کیا اور میری اوقات کیا؟ ہاں باپ یاد آتا ہے تو دل تڑپ اٹھتا ہے لیکن پھر حقیقتوں پر نگاہ دوڑاتی ہوں تو اندازہ ہوتا ہے کہ میں وہ کچھ نہیں کر سکتی جو دل میں ہے اور پھر میرے سامنے میری چھوٹی بہنوں کا مستقبل بھی ہے۔ سر، حقیقتوں کو قبول کرنا چاہیے۔ اور میں نے یہ حقیقتیں قبول کر لی ہیں۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے کہا۔

"لیکن میں نے ان حقیقتوں کو تسلیم نہیں کیا مس ویلیسا۔"

"میں سمجھی نہیں سر۔" ویلیسا نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"میرے خیال میں رابی ڈیل کو تمہارے والد کے قتل کے جرم میں سزائے موت ہونی چاہیے۔ یہ سزائے موت اسے قانون نہیں دے سکتا۔ لیکن سزا اس کا مقدر ہے۔ اسے میری طرف سے سزائے موت دی جاتی ہے۔"

ویلیسا بہت زیادہ حیران ہو گئی۔ میں نے اس سے کہا۔

"ہم سوال کرنے میں احتیاط کرتے ہیں ویلیسا، اور تم مجھ سے یہ بالکل نہیں پوچھو گی کہ میرے دل میں تمہارے والد کے انتقام کا جذبہ کیوں پیدا ہوا ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ یہ میرا شوق ہے اور میں اس شوق کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں۔"

"سر۔ مگر آپ غیر ملکی ہیں۔ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اسے دیکھا بھی نہیں ہے آپ نے اور بلاوجہ آپ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالیں گے۔ نہیں سر بہت سے معاملات ہم خدا پر چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے بھی بحالتِ مجبوری یہی فیصلہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے ویلیسا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے مسئلے آسمانوں پر حل ہوتے ہیں اور اگر یہ بات آسمان ہی سے میرے ذہن میں اتری ہے تو مجھے کوشش کر لینے دو۔ ناکام ہوا تو تم سے اعتراف کر لوں گا لیکن کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"سر۔ آپ میرے دل میں ایک بار پھر وہ احساس جگائے دے رہے ہیں جس نے مجھے طویل عرصے بے چین رکھا ہے۔ ایک زمانے میں میری بھی دلی آرزو تھی کہ رابی ڈیل کو ہلاک کر دوں لیکن جب میں نے صورتحال کا جائزہ لیا۔ اور کافی وقت برباد کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ رابی ڈیل تک پہنچنا میرے لیے ممکن نہیں ہے سوائے اپنی جان کھونے کے اور اس کے بعد ظاہر ہے میرے اپنے خاندان کو بھی تحفظ حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک ناکام قاتلانہ حملہ کرنے کے بعد جو اثرات مرتب ہوں گے، وہ براہِ راست میرے خاندان تک پہنچیں گے۔ رابی ڈیل میرے والد کی موت کے بعد جن لوگوں کو بھول گیا ہے، اسے دوبارہ یاد دلانا ہوگا کہ اس کے دشمن کون تھے۔"

"تمہیں اس سلسلے میں صرف ایک کام کرنا ہے۔ مجھے رابی ڈیل سے روشناس کرا دو۔"

"یہ کام تو بالکل مشکل نہیں ہے لیکن۔ لیکن۔" وہ بے چین نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ تو میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"اب تم جاؤ بہت دیر ہو چکی ہے۔" بمشکل تمام میں ویلیسا کو واپس بھیجنے میں کامیاب ہو سکا۔ اور اس کے بعد دیر تک اس سلسلے میں منصوبہ بندی کرتا رہا۔ دوسرے دن ویلیسا معمول کے مطابق میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ اس نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"سر۔ ساری رات نیند نہیں آئی۔ آپ میری آنکھوں سے اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

"ہاں تمہاری آنکھوں میں نیند کے گلابی ڈورے بہت خوبصورت لگ رہے ہیں ویلیسا۔"

"نہیں سر میرا یہ مقصد نہیں تھا۔" اس نے پھر شرماتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، میں جانتا ہوں تمہیں میری باتیں یاد آتی رہی ہوں گی۔ مگر شاید تمہیں حیرت ہو کہ میں نے بھی آدھی رات تک جاگتے ہوئے اسی موضوع پر سوچا ہے۔ اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر تم میرا ساتھ نہ بھی دو تب بھی مجھے یہ کام کرنا ہے۔"

ویلیسا نے بے چینی کی گہری گہری سانسیں لیں اور الجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ کی مرضی ہے سر۔ میں آپ کو روکنے کا تو کوئی حق نہیں رکھتی۔"

"ڈونیزل کلب۔ تم مجھے ڈونیزل کلب کے سامنے چھوڑ دو اور اس کے بعد آرام سے چلی جاؤ۔ میرے اور تمہارے درمیان جو معاملات طے ہیں، ان کی تکمیل اس وقت تک ہوتی رہے گی۔ جب تک میں یہاں موجود ہوں۔"

"نہیں سر۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" ویلیسا

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کبھی آپ نے مجھ پر ضرورت سے کافی زیادہ عنایات کی ہیں۔" میں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

ولیسا کو میں اچھی خاصی رقم دے چکا تھا اور اس سلسلے میں مزید کچھ دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بے چاری لڑکی کی مدد ہو جائے گی۔ ظاہر ہے اس سے زیادہ تو میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے اپنی زندگی خود ہی گزارنا ہوگی۔ ولیسا نے مجھے ڈونیزل کلب دکھایا۔ نہایت خوبصورت عمارت تھی۔ وہ کلب میں داخلے کی ہمت نہیں کر سکی تھی لیکن میں نے کلب کا جائزہ لینے کے بعد اسی شام کلب کا رخ کیا۔

ڈونیزل کلب میں داخلہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ بیرونی لوگ بھی وہاں آسانی سے آجا سکتے تھے۔ عمارت تھی کہ ایک شاندار محل۔ زمانۂ قدیم کا محل بھی کیا ہوگا اس کے سامنے۔ ہرے بھرے لان، حسین ترین عمارت، کیا کچھ نہیں تھا وہاں اور پھر رونق بھی اسی پیمانے کی تھی۔ رابی ڈیل کے بارے میں یہ علم ہو چکا تھا کہ وہ سیلی ٹو کے دولت مند ترین لوگوں میں سے ہے۔ اس کے بارے میں جو تفصیلات آفتاب کمال نے مجھے مہیا کی تھیں، وہ میرے کام آ رہی تھیں۔ بہت دیر تک میں ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اس کے بعد اس چھوٹے سوئمنگ پول پر جا نکلا جہاں صرف چند ہی افراد تھے۔ ادھر آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں تھی، لیکن سوئمنگ پول میں داخلہ ممکن نہیں تھا۔ تاہم یہیں سے میں نے رابی ڈیل کو دیکھا اور گہری سانس لی۔ شاندار شخصیت کا مالک تھا۔ اچھی خاصی عمر کا ہونے کے باوجود بہت اسمارٹ تھا۔ بال چاندی کے تاروں کی طرح سفید تھے لیکن بہت ہی خوبصورتی سے آراستہ کیے گئے تھے اور یہ سفیدی قدرتی نہیں تھی۔ بلکہ شاید سفید بال کرائے گئے تھے تاکہ اس کی شخصیت میں ایک نمایاں اضافہ ہو جائے۔ چہرہ سرخی مائل تھا اور آنکھیں گہری بھوری، چمکدار اور شاطرانہ کیفیت لیے۔ رابی ڈیل کا میں کافی دیر تک جائزہ لیتا رہا۔ اور اس کے بعد وہاں سے ہٹ گیا۔ کلب میں مختلف تفریحات تھیں، آرکسٹرا موجود تھا۔ ہر طرح کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ میری ملاقات ایک دراز قامت لڑکی سے ہوئی جو سیاہ رنگ کے موٹے لباس میں بہت ہی خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ ایک لمبے سے سگریٹ ہولڈر میں وہ ایک باریک سا سگریٹ لگائے اس کے چھوٹے چھوٹے کش لے رہی تھی۔ میری طرف دیکھ کر مسکرائی تو میں اس کی جانب بڑھ گیا۔

"ہیلو۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو۔ آئیے بیٹھیے۔"

"شکریہ۔ آپ کو اندازہ ہے میڈم کہ آپ تک آنے کی جرأت میرے اندر کیوں پیدا ہوئی؟"

"ہاں، مجھے اندازہ ہے۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔

"پوچھ سکتا ہوں کیسے؟"

"میری آنکھوں نے آپ کو دعوت دی تھی اور میں سمجھتی ہوں کہ ہر ذہین آدمی آنکھوں کی زبان بہتر طریقے سے سمجھتا ہے۔"

"اس اعتراف کا بے حد شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بھی مسکرا دی۔ پھر اس نے کہا۔

"میرا نام گراہم ہے۔ میری گراہم۔"

"آپ مجھے مسٹر شاہ کہہ سکتی ہیں۔"

"ایشیائی ہیں آپ؟"

"ہاں۔"

"اندازہ ہو رہا تھا آپ کے چہرے سے۔ آپ کی شخصیت بہتر بنتا ہے۔"

"ایک بار پھر شکریہ۔"

"ایک سوال کروں آپ سے؟"

"ضرور۔"

"پہلے یہ بتایئے کیا پلواؤں آپ کو؟"

"کافی۔" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ پھر اس نے کہا۔

"ہاں۔ آپ ایشیائی ہیں۔" پھر اس نے انگلی اٹھا کر ویٹر کو اشارہ کیا اور کافی لانے کے لیے کہا۔

"آپ کافی پئیں گی؟"

"ہاں، آپ کے ساتھ۔" اس نے جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔ پھر میں نے کہا۔

"آپ نے کافی کے ساتھ ایشیائی ہونے کی بات کیوں کی تھی؟"

"بس کی تھی۔ جانے دیں اس بات کو۔ میں آپ کو کیسی لگی؟"

"بہت دلکش۔ ورنہ شاید میں اس طرف رخ نہ کرتا۔" اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ اس نے لمبا سگریٹ ایش ٹرے میں بجھایا اور سرد نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

"دلکشی کے علاوہ بھی کوئی اور بات کہیں گے آپ؟"

"نہیں۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور ایک بار پھر وہ چونک پڑی۔

"کیوں؟"

"میڈم۔ درحقیقت میری آپ سے ابھی ابھی ملاقات ہوئی ہے۔ آپ کی مسکراہٹ نے مجھے دعوت دی اور قبول

آپ کے، آپ کی آنکھوں نے بھی مجھے پکارا۔ ظاہر ہے میں آپ کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتا۔ اس کا مقصد ہے کہ صرف آپ کی دلکش شخصیت ہی تھی جس نے مجھے متاثر کیا اور میں آپ تک پہنچ گیا۔"

"ویری گڈ۔ اندازِ گفتگو بہت خوبصورت ہے آپ کا مسٹر شاہ۔"

"بے حد شکریہ۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اس وقت آپ کا واسطہ ایک پاگل لڑکی سے ہے۔"

"اوہ۔ یہ میرے لیے نیا انکشاف ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ویٹر نے کافی کے حسین برتن ہمارے سامنے سجا دیے تھے اور وہ کافی بنانے میں کافی مصروف ہو گئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ بے حد خوبصورت ہیں، نرم و گداز، گوشت سے بھرے ہوئے لیکن لانبی انگلیوں کے مالک۔ اس نے بڑی نفاست سے کافی بنائی اور میرے سامنے رکھ دی۔ پھر اپنی پیالی سے دو تین چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیے اور آہستہ سے بولی۔

"ہاں۔ میں پاگل ہوں۔"

"پتا نہیں کیوں آپ یہ الفاظ کہہ رہی ہیں۔ اگر کچھ وضاحت ہو جاتی تو شاید میں اس پر کوئی تبصرہ کرتا۔"

"آپ۔ آپ، درحقیقت اس وقت میں جس قدر ذہنی بحران کا شکار ہوں، آپ کو شاید اس بات کا یقین نہ آئے۔"

"آپ کے ذہنی بحران کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"ہاں، ایک ایسا شخص جسے یہ اندازہ ہو کہ چند گھنٹوں کے بعد وہ مر جائے گا، آپ اس کے ذہنی بحران کا جائزہ کس طرح لے سکتے ہیں؟"

"جی۔؟" میں نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں۔" اس نے کلائی پر بندھی ہوئی خوبصورت سی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اب سے چھ گھنٹے کے اندر اندر مر جاؤں گی۔"

"میرا خیال ہے آپ جلدی کر رہی ہیں۔" میں نے ازراہ مذاق کہا اور وہ دھیرے سے مسکرا دی۔ جیب سے ایک لمبا پیکٹ نکالا، اس سے ایک سگریٹ منتخب کر کے ہولڈر میں لگائی، اسے سونے کے چھوٹے سے لائٹر سے سلگایا، دو تین گہرے گہرے کش لیے اور پھر آہستہ سے بولی۔

"آپ چاہیں تو مذاق کر سکتے ہیں، بات ہی ایسی ہے۔ آپ کو حیرت نہیں ہوئی اس بات پر کہ میں نے ایک اجنبی شخص کو اپنا رازدار بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ دراصل پاگل بہت زیادہ ذہانت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ اور چونکہ اس وقت مجھ پر بھی دیوانگی طاری ہے، اس لیے میں ذہانت کا مظاہرہ کیسے کر سکوں گی۔ ٹھیک چھ گھنٹے کے بعد یہ دنیا میری نہیں ہوگی۔ بلکہ میرے چاروں سمت تاریکیاں ہوں گی اور اس کے بعد اس کے بعد کیا ہوگا؟ یہ میں نے سوچا ہی نہیں ہے۔"

"مگر چھ گھنٹے بعد آپ کیسے مر جائیں گی مس میری؟"

"میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے ہونٹ سکوڑے اور اس کی جانب دیکھنے لگا پھر میں نے سوال کیا۔

"وجہ؟"

"ایک بات پوچھوں، آپ میرے دشمن ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"بالکل نہیں۔"

"دوست ہیں؟"

"ہاں۔ اور یہ دوستی ابھی چند لمحات قبل شروع ہوئی ہے۔"

"تو اپنی دوستی کے نام پر آپ سے صرف ایک ہی درخواست کر سکتی ہوں۔"

"کیجیے۔" میں درحقیقت اب اس بات پر غور کرنے لگا تھا کہ کیا واقعی یہ خوبصورت لڑکی یا دوسرے الفاظ میں عورت پاگل ہے۔ اس کی ابتدائی باتوں سے تو ایسا احساس نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب جو گفتگو وہ کر رہی تھی، وہ واقعی سمجھ میں نہ آنے والی تھی۔

"اس دوستی کے نام پر میں آپ سے صرف یہ چاہتی ہوں کہ جو کچھ میں آپ سے کہوں اسے صبر و سکون سے سن لیں اور کسی بھی قیمت پر کسی کو نہ بتائیں۔ درحقیقت میں جو کچھ کر رہی ہوں، اس کے لیے اب تک کوئی میرا رازدار نہیں ہے۔ کوئی اس قابل ہی نہیں تھا کہ میں اسے رازدار بناتی۔ لیکن اب مرنے سے پہلے میرا دل چاہ رہا ہے کہ کسی کو اپنے دل کی کہانی سنا تو دوں، بتا تو دوں اسے کہ میں کیوں مرنا چاہتی ہوں یا میری موت کیوں واقع ہوئی یا جو کچھ میں نے کیا اس کی وجوہات کیا تھیں؟ ظاہر ہے آپ اس ملک میں اجنبی ہیں۔ غالباً سیاحت کے لیے یہاں آئے ہوں گے۔ سیلی ٹو بہت خوبصورت ہے اور میں اس خوبصورت جگہ پر کافی عرصے تک جینا چاہتی تھی لیکن۔ لیکن جینے کے راستے بند ہو چکے ہیں اور اب موت کے سوا کوئی چارہ نہیں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے۔ کیونکہ میں دوسری تمام کوششیں کر کے ناکام ہو چکی ہوں۔ تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ ظاہر ہے میرے علاوہ کسی سے دوستی نہیں رکھتے ہوں گے۔ اور یقینی طور پر میرے ارادوں میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ میرے دل کی بھڑاس بھی نکل جائے گی۔ اور میں اپنے بارے میں کسی سے جو کچھ کہنا چاہتی ہوں وہ آپ سے کہہ کر پُرسکون ہو جاؤں گی۔" میں اب صورتحال کو سمجھ رہا تھا۔ وہ کسی نفسیاتی الجھن کا شکار تھی۔ بڑی دلچسپ بات تھی کہ بعض اوقات کتنی احمقانہ حرکتیں ہو جاتی ہیں۔

"آہ۔۔۔ میں یہی تو چاہتی ہوں کہ میری موت کے بعد دنیا میری موت کی وجہ جان لے۔ لوگ میری تعریفیں کریں اور۔۔۔ اور اس سے بہت سے لوگوں کو فائدہ بھی حاصل ہوگا۔ کیونکہ اپنی اس خودکشی کے ساتھ ساتھ میں جسے اپنے ساتھ لیے جا رہی ہوں، اس کا جانا نہ جانے کس کس کے لیے باعث کشش ہوگا۔"

میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ دیکھیے، یہ میرے سینے کے پاس کیا ہے!" یہ کہہ کر اس نے اپنے لباس کا تھوڑا سا حصہ سرکایا اور میں نے وہاں چوکور پلیٹ دیکھی جس میں عجیب و غریب قسم کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ یہ پلیٹ بڑی احتیاط سے اس کے لباس میں چھپائی گئی تھی۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

"ایک انتہائی خطرناک بم۔۔۔ جسے صرف لباس کے اوپر سے ہلکا سا دبانا ہوگا۔ اور اس کے بعد آس پاس جو تباہی پھیلے گی، آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے مسٹر شاہ، یوں سمجھ لیجیے کہ تقریباً سو گز کے دائرے میں جو کوئی بھی ہوگا۔ اس بم سے ہلاکت کا شکار ہو جائے گا۔"

میں ساکت رہ گیا تھا۔ لڑکی نے جلدی سے اپنا لباس برابر کر لیا۔ اور مسکرا کر بولی۔

"اور اب سے چند گھنٹوں کے اندر اندر عین اس وقت جب وہ اسنوکر روم میں داخل ہوگا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے پہنچ جاؤں گی۔ اور اس کے بعد اسنوکر کھیلوں گی۔ پھر جب وہ میرے بہت زیادہ قریب ہوگا تو اس بم کا بٹن دبا دوں گی۔ اب یہ وقت چھ گھنٹے کے اندر اندر کسی بھی لمحے آ جائے اس کے بارے میں نہیں کہہ سکتی۔"

"کون؟ کس کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

"رابی ڈیل۔" اس نے غرّائی ہوئی آواز میں کہا اور میرے دماغ میں ایک چھناکا سا ہوا۔۔۔

رابی ڈیل۔۔۔ رابی ڈیل۔۔۔ ایک اور خاتون رابی ڈیل کی موت کی خواہاں ہے، لیکن مسئلہ بہت الگ تھا۔ بے چاری ولیسا تو صبر کر چکی تھی۔ اور یہ عورت صبر نہیں کر پا رہی تھی۔ میں چند لمحات اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ اس نے اپنی کافی اٹھا کر اسے آخری حد تک پی لیا۔ اور پھر پیالی رکھتی ہوئی گہری گہری سانس لے کر بولی۔

"میں نے آپ کو اپنی زندگی کا شریکِ راز بنایا ہے اور میری زندگی صرف چھ گھنٹے ہے۔ چند گھنٹے اپنے دل پر جبر کر کے یہ برداشت کر جائیے۔ میں آپ کا یہ احسان موت کے بعد بھی نہیں بھولوں گی۔"

"مس میری، آپ رابی ڈیل کو کیوں قتل کرنا چاہتی ہیں؟"

"شکریہ۔ میری آرزو تھی کہ آپ یہ سوال کریں۔" اس نے کہا۔

"میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں۔"

"رابی ڈیل بہت بڑا فراڈ ہے۔ بہت شیطان انسان ہے وہ بلکہ انسان کہنا تو غلط ہی ہے۔ بہت بڑا شیطان ہے وہ کسی کے لیے بہتر ارادے نہ رکھنے والا کسی کے لیے کچھ نہ کرنے والا۔ اس نے میری جوانی کا ایک طویل حصہ اپنے مصرف میں گزارا ہے۔ مجھ سے بہت سے وعدے کیے ہیں۔ اس نے اور اس کے بعد ان وعدوں سے اس طرح پھر گیا، جیسے کبھی مجھ سے شناسائی ہی نہ ہو۔ میں نے نادانی میں اپنی زندگی کا۔۔۔ پورا دور اس کی ذات سے منسوب کر لیا تھا۔ اور اب اس کی یہ بےوفائی یہ بے اعتنائی میں برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ۔۔۔ وہ مجھے کتوں سے بدتر سمجھتا ہے۔ مجھ پر نگاہ پڑتی ہے تو اس طرح دیکھتا ہے، جیسے کوئی اجنبی چہرہ دیکھ لیا ہو۔ ایک آدھ بار میں نے اس سے شکایت بھی کی تو اس نے انتہائی سرد لہجے میں کہا کہ وہ بھول جانے کا عادی ہے۔ اور بھولی ہوئی چیزوں کو کبھی یاد نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر اس نے میرے اور اپنے درمیانی رابطے ختم کر دیے ہیں اور اب جبکہ میری زندگی میں ایک خلا ہے اور اس خلا کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے تو میرا یہ فیصلہ بالکل درست ہے کہ میں خود کو بھی فنا کر دوں اور اسے بھی۔ میں نے اسے قتل کرنے کی کئی کوششیں کی ہیں، لیکن کبھی کسی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اور اس کے بعد مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ اپنے آپ

کو ہلاک کیے بغیر اسے مارنا ممکن نہیں ہے اور اس بار میں نے اسی پر عمل درآمد کا فیصلہ کیا ہے۔ سمجھ رہے ہو نا مسٹر شاہ، اس بار وہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔ میں نے کام ہی ایسا کیا ہے۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں' میرا دل چاہتا تھا کہ یہ بات میں کسی کو بتا دوں اور میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ یوں سمجھ لو ایک بیمار آدمی کی حیثیت سے میں اپنی اس بیماری کو دُور کرنا چاہتی تھی لیکن ایسا نہ کرنا کہ میرے اس اعتماد کو توڑ دو، جو میں نے تم پر کیا ہے۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ ذہن میں ایک بار پھر گڈمڈ ہو رہی تھی۔ اور اس بار جنرل حسن بھی اس مذاق میں شریک تھے۔ واقعی جس چیز کا کوئی علم نہ ہو اس پر عمل کرنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔ یہ وہی لوگ جانتے ہیں جنہیں کبھی اس سے واسطہ پڑا ہو۔ ایک کام میرے سپرد کیا گیا تھا اور اس سے بہت سی کہانیاں منسلک کر دی گئی تھیں اور اب نئی کہانیوں کا آغاز ہو رہا ہے۔ چند لمحات میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر میں نے کہا۔

"میڈم میری گراہم، کیا اس سے پہلے آپ کا واسطہ کسی ایشیائی سے پڑا ہے؟"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولی۔

"نہیں، بالکل نہیں۔۔۔ لیکن ایشیائیوں کے بارے میں تھوڑی بہت تفصیلات میرے علم میں ہیں۔"

"یقیناً ان تفصیلات میں یہ تذکرہ بھی ہوگا کہ ایشیائی جب کسی سے محبت کرتے ہیں، کسی سے دوستی کر لیتے ہیں تو پھر اس دوستی کے لیے اپنے آپ کو مٹا دیتے ہیں۔"

"مگر میں جی نہیں سکتی۔ اس احساس کے ساتھ نہیں جی سکتی کہ وہ مجھے بھول کر دوسروں میں گم ہو گیا ہے اور میں ایک بے حیثیت اور بے اوقات چیز رہ گئی ہوں۔"

"کیا کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ وہ پھر آپ کی جانب راغب ہو جائے؟"

"مجھ سے پہلے نجانے کتنی لڑکیوں نے ایسے ذرائع دریافت کیے لیکن انہیں پانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔"

"تو پھر آپ اپنے آپ کو کیوں فنا کر رہی ہیں؟ اسے اور صرف اسے قتل کر دیجیے۔ بات ختم ہو جائے گی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے کہا تھا کہ یہ سیلی لوٹی حسین زندگی میں آپ جینا چاہتی ہیں اور بحالت مجبوری موت کو گلے لگا رہی ہیں؟"

"ہاں یہ ایک سچ ہے۔۔۔ دنیا بے حد حسین ہے۔ لیکن میں زندگی کی قیمت پر اسے قتل کر دینا چاہتی ہوں۔"

"تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ زندگی آپ چوبیس گھنٹے کے لیے میرے حوالے کر دیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ایک دوست کے حوالے۔۔۔؟"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔ مجھے سمجھائیے پلیز۔۔۔ مجھے سمجھائیے۔"

"چوبیس گھنٹے کے اندر اندر رابی ڈیل قتل ہو جائے گا۔ آپ اس سلسلے میں پورا پورا کام کریں گی اور اس کے بعد آپ زندہ رہیں گی اپنی پسند کے مطابق۔"

"آہ۔۔۔ کاش ایسا ہو سکتا۔"

"اب ایسا ہی ہوگا مس میری گراہم۔"

"کچھ وضاحت کرو۔"

"میں آپ کے دوست کی حیثیت سے آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ رابی ڈیل کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر آپ کے لیے قتل کر دوں گا۔ آپ کے لیے اور صرف آپ کے لیے۔"

"تم؟"

"ہاں۔۔۔"

"کیا تم قتل کرنا جانتے ہو؟" اس نے بڑی معصومیت سے پوچھا اور میں بے اختیار مسکرا اٹھا۔

"نہیں اگر تم رابی ڈیل کو نہیں جانتے تو یہ دعویٰ نہ کرو۔ اس کی ہزاروں آنکھیں ہیں اس کے ہزاروں محافظ ہیں۔ وہ۔۔۔ وہ جینا جانتا ہے۔ مرنے والے دوسرے ہوا کرتے ہیں۔"

"اس بار اسے ہی مرنا ہے۔ آپ کی وجہ سے صرف آپ کے انتقام کے لیے میری گراہم۔"

"ممکن نہیں ہے مسٹر شاہ، کسی طور ممکن نہیں ہے۔ آپ کو اگر اس کے بارے میں تھوڑا بہت بھی علم ہوتا تو آپ یہ الفاظ کبھی نہ کہتے۔"

"اس سے آپ میری توہین کر رہی ہیں مس گراہم۔"

"نہیں قسم لیجیے آپ مجھ سے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"چوبیس گھنٹے کے اندر اندر میں آپ کے لیے اسے قتل کر دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے اور یہی میری دوستی کا پیمانہ۔ اگر ایسا ممکن ہو تو آپ مجھ پر یقین کر لیجیے۔ اور اگر ممکن نہ ہو تو یوں کیجیے کہ پہلے مجھے گولی مار ہلاک کر دیجیے تاکہ میں رابی ڈیل کو آپ کے ارادے سے آگاہ نہ کر دوں اور اس کے بعد آپ کا جو دل چاہے کیجیے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔۔۔ یہ منصوبہ میں نے نجانے کتنے عرصے میں بنایا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ میں

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے چوبیس گھنٹے کے لیے ملتوی کر دوں؟"

"صرف چوبیس گھنٹے کے لیے۔ دوستی کے نام پر۔"

"پلیز۔ پلیز مجھ سے ایسی باتیں نہ کریں۔ مجھے احساس نہ دلائیں کہ بالآخر میں نے اپنا راز افشا کر کے غلطی کی ہے۔"

"آپ نے بالکل غلطی نہیں کی ہے بلکہ درست ہیں آپ اپنی جگہ لیکن۔ لیکن مجھے چوبیس گھنٹے دے دیجیے صرف چوبیس گھنٹے۔"

"آہ۔ آپ کیا کریں گے؟"

"میں اسے ہلاک کر دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔"

"مسٹر شاہ۔ کہیں کہیں آپ۔ کہیں آپ مجھے کسی مصیبت میں نہ پھنسا دیں۔ دیکھیے ایسا نہ کریں۔ پلیز ایسا نہ کریں۔"

"آپ کو مجھ پر بھروسا کرنا ہوگا مس گراہم۔"

وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اس کی آنکھوں سے شدید الجھن ٹپک رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"مگر۔ مگر۔ آپ ہیں کون؟ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اور آپ یہ کام اتنی آسانی سے کیسے کر سکتے ہیں؟ مجھے اس کا اطمینان دلا دیں۔"

"چوبیس گھنٹے بہت زیادہ نہیں ہوتے۔ آپ یہ خطرہ مول لیں تو کیا حرج ہے؟"

"یہ خطرہ میں مول لے سکتی ہوں، لیکن دوسرا خطرہ اس کے بارے میں کیا کہوں؟"

"مطلب؟"

"اگر آپ نے یہ بات کسی اور کو بتا دی تو؟"

"تو پھر یوں کیجیے کہ یہ چوبیس گھنٹے آپ میرے ساتھ گزاریے۔ ہر لمحہ مجھ پر نظر رکھیے۔ اپنے پاس ایک بھرا ہوا پستول رکھیے اور اگر کسی اور سے مجھے منسلک دیکھیں تو یہ گولی مجھے مار دیجیے۔ آپ کو تو ویسے ہی خودکشی کرنا ہے۔ مجھے گولی مارنے کے بعد آپ جو جی چاہے کیجیے گا۔ زیادہ سے زیادہ آپ کو سزائے موت ہو جائے گی ناں۔ آپ جب موت کو گلے لگانے پر تیار ہو ہی گئی ہیں تو پھر یہ خطرہ مول کیوں نہیں لے لیتیں؟"

وہ واقعی میری باتوں کے جال میں گرفتار ہو رہی تھی، پھر اس نے کہا۔

"ایسا انوکھا واقعہ شاید کسی کی زندگی میں کبھی نہ ہوا ہو۔ میں نے تو اپنا ایک مقصد پورا کرنے کے لیے آپ کو رازدار بنایا تھا اور آپ۔ آپ۔"

"ایشیائی اتنے ہی بیوقوف ہوتے ہیں؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور وہ بھی ہنس پڑی۔ پھر اس نے کہا۔

"آہا۔ آپ نے تو میرا نظریہ ہی بدل دیا ہے۔ خیر میں تقدیر کی قائل ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو پروگرام میں نے بنایا ہے، اس کی تکمیل بھی نہ ہو پائے۔ اور اب اگر تقدیر یہ تبدیلی کر رہی ہے تو میں اس پر آمادہ ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ انتہائی شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔ اس نے اپنا نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے اس سے کہا۔

"اور اب آپ چوبیس گھنٹے تک میرے ساتھ رہیں گی مکمل طریقے سے۔ آپ مجھے ساری تفصیلات بتائیں گی۔ یوں سمجھ لیجیے جب آپ کے لیے کرنے کا ایک قاتل ہوں جو ایک شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے۔" وہ پھیکے انداز میں ہنس پڑی۔ پھر بولی۔

"جیسی آپ کی مرضی۔"

"تو پھر کافی پینے کے بعد ہم دونوں کو یہاں سے اٹھنا ہے۔ آپ سب سے پہلے اس بم کو کسی ایسی گھنی جگہ پھینک دیں گی جہاں یہ ناکارہ ہو جائے۔"

"اوہ مگر اس کے بعد۔ اس کے بعد؟"

"چھوڑیے مس گراہم۔ جب آپ خطرہ مول لینے پر آمادہ ہو ہی گئی ہیں تو باقی سب خدشات بھی ذہن سے نکال دیجیے۔"

"چلو نکال دیئے۔ میں کہتی ہوں کہ میں پاگل ہوں۔ اور ایک پاگل اگر پاگل پن کی باتیں نہ کرے تو اسے پاگل کیسے کہا جا سکتا ہے؟"

اس نے ویٹر کو بلا کر بل ادا کیا۔ میرے ساتھ اٹھی۔ اور اس کے بعد اس نے چمڑے کے تسمے سے بندھا ہوا وہ خطرناک بم ایک ایسی جگہ پھینک دیا جہاں وہ مکمل طور پر ضائع ہو سکتا تھا۔ وہ تھکی تھکی سانسیں لے رہی تھی۔ اور میں اس میں پوری پوری دلچسپی لے رہا تھا۔ ویسے چوبیس گھنٹے کا یہ ساتھ دلکشی کا حامل بھی ہو سکتا تھا۔ پھر بلیئرڈ روم میں میں نے اس کے ساتھ بلیئرڈ کھیلا اور وہیں میں نے رابی ڈیل کو بھی قریب سے دیکھا۔

Uploaded By Nadeem

رابی ڈیل بھی بلیئرڈ ٹیبل پر موجود تھا اور بلیئرڈ کھیل رہا تھا۔ وہ بہت اچھا کھلاڑی معلوم ہوتا تھا۔ انتہائی مغرور اور خود سر۔ کسی کو خاطر میں نہ لانے والا۔ اس نے ایک بار بھی میری گراہم کی جانب نگاہیں اٹھا کر نہیں دیکھا جبکہ میری گراہم مسلسل جلتی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ درحقیقت رابی ڈیل بہت زیادہ خود پرست آدمی ہے۔ واپسی میں، میں اسے اپنے ساتھ ہوٹل لے آیا۔

میں نے ویلیسا کو ہدایت کر دی تھی کہ اس دوران جب تک میں اپنے کام کی تکمیل نہ کر لوں وہ میرے قریب نہ آئے۔ اور اسے اس کے معاوضے کی ادائیگی باقاعدگی سے ہوتی رہے گی۔ اور اس وقت میں دو عورتوں کے لیے کرائے کا قاتل تھا۔ جو صرف ایک ہی شخص کو قتل کرنا چاہتی تھیں۔ ویلیسا بے چاری تو حالات سے مایوس ہو کر صبر کر بیٹھی تھی لیکن میری گراہم کے انداز سے یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ ہر قیمت پر رابی ڈیل کی موت کی خواہشمند ہے۔ رات کا کھانا میں نے اپنے کمرے میں میری گراہم کے ساتھ کھایا اور اس کے بعد اس سے کہا کہ چونکہ چوبیس گھنٹے کا معاملہ ہے اس لیے وہ یہ چوبیس گھنٹے میرے ساتھ ہی گزارے۔ وہ بھی غالباً اس کے لیے آمادہ تھی چنانچہ اس نے اعتراض نہیں کیا۔ اور اعتراض نہ کرنے کی کچھ وجوہات بھی تھیں۔ اس نے زندگی کا اہم ترین معاملہ میرے سپرد کر دیا تھا۔ اور ایسے اہم راز کسی کے سپرد کرنے کے بعد انہیں تنہا نہیں چھوڑا جاتا۔ بلکہ ان پر تسلط جمانے کے لیے اور بھی بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اور مجھے کچھ ہی دیر کے بعد اندازہ ہو گیا کہ وہ یہ قربانیاں دینے کے لیے خوشی سے آمادہ ہے۔ اور میں تو قربانیاں لینے کا شوقین تھا ہی چنانچہ میں نے اسے قربان کر دیا۔ اور وہ خوشی سے قربان ہو گئی۔

دوسری صبح نہایت خوشگوار تھی اور اس کے انداز میں لاتعداد خوشگوار کیفیتوں کی حامل۔ اس کا انداز بالکل ایک گھریلو عورت کا سا ہو گیا تھا جس کا تعلق برسوں سے مجھ سے ہو۔ میری ضروریات کا خیال، میرے سامان کی ترتیب اور اس طرح وہ یہاں اپنے کام انجام دے رہی تھی جیسے اس کا ارادہ مستقل میرے ساتھ رہنے کا ہو۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ عورت کی فطرت کا یہ پہلو میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اور یہ تسلیم کرنے کی بات ہوتی ہے کہ کون خود کو کس طرح تسلیم کراتا جانتا ہے اور اس نے مجھے پوری طرح تسلیم کر لیا۔ ناشتے کے بعد وہ خاموشی سے بیٹھی خلا میں گھورتی رہی۔ باہر کا موسم بہت خوشگوار تھا اور چمکیلی دھوپ کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔ اس نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"ساحل سمندر۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں، میرا مطلب ہے ایسے دن سیلی تو کے رہنے والوں کے لیے تحفے ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے غیر ذمہ دار ارکان جنہیں دولت کی کمی نہیں ہوتی۔ ایسے خوشگوار دن ساحل سمندر پر گزارتے ہیں۔ اور تم ایک سیاح ہو اور میں بے کار۔ اور پھر بھی سنو کہ سیلی تو کا سب سے بڑا بے کار آدمی رابی ڈیل ہے جو عام دن بھی سمندر میں گزارتا ہے اور آج تو وہ یقیناً صبح ہی سے سمندر میں ہوگا۔ اس کے پاس بہت سے ہوور کرافٹ ہیں۔ اور یقیناً اس وقت وہ اپنے ہوور کرافٹ میں بیٹھا ہوا ساحل کے آس پاس گھوم رہا ہوگا۔ اس کے ساتھ یقیناً کوئی نہ کوئی حسین لڑکی موجود ہوگی۔ تم چاہو تو اسے قریب سے دیکھ سکتے ہو۔"

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

"میں تو اس وقت صرف تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں مائی ڈیئر میری گراہم اور تمہیں قریب سے دیکھنے کے لیے ساحل ہو یا سیلی تو کا کوئی غیر آباد علاقہ میرے لیے ایک جیسا ہے۔"

وہ ہنس پڑی اور اس نے کہا۔ "مشرقی بہت جذباتی ہوتے ہیں؟"

"جذبات تو زندگی کی عکاسی کرتے ہیں میری گراہم ہم ان سے دور تو نہیں رہ سکتے۔"

"ہونا نہیں چاہیے لیکن۔ لیکن۔"

"لیکن کیا؟"

"کچھ نہیں۔"

"نہیں تم کچھ کہنا چاہتی تھیں۔"

"ہاں وہ جو اس وقت مجھے نہیں کہنا چاہیے۔"

"مصلحت۔"

"نہیں ماحول۔"

"خوب۔ گویا تم اس ماحول کو خراب نہیں کرنا چاہتیں۔"

"ہاں۔"

"اور اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ ماحول تمہیں پسند آیا ہے؟"

"ہاں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اس کے باوجود میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے وہ الفاظ کیا تھے؟"

"رہنے دو مائی ڈیئر شاہ — وہ الفاظ خوشگوار نہیں ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ خوبصورت ماحول، خوبصورت دن اور خوبصورت ساتھی لیکن میں اپنے دل کے ان گوشوں کو کیسے نظر انداز کر دوں جن میں انتقام کے جذبے چھپے ہوئے ہیں؟"

"نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ایک کام کی امید میں دوسری بے کار باتوں کو بھلایا تو جا سکتا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ تم بہترین ساحرانہ صلاحیتیں رکھتے ہو اور انسان کو بہت کچھ بھول جانے پر آمادہ کر دیتے ہو۔"

"تو پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"میرے خیال میں ساحلِ سمندر — ویسے تم جو بھی پسند کرو۔"

"نہیں ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

اور اس کے بعد ہم دونوں تیار ہو گئے۔ یہ اندازہ تو میں لگا چکا تھا کہ میری گراہم تمام کام ترک کر کے اب میرے ساتھ ہی پر آمادہ ہے۔ چنانچہ اس کے سلسلے میں اب مجھے کوئی الجھن نہیں تھی۔ الجھن تو مجھے اپنے کام کے سلسلے میں بھی نہیں تھی۔ اور یہ بات بار بار کہنا مضحکہ خیز لگتا ہے۔ کہ درحقیقت یہ سارے کام تو بس ایک ثانوی حیثیت رکھتے تھے۔ میرا اصل کام تو زندگی سے بھرپور دلچسپی لینا تھا اور اگر یہ زندگی میرے لیے میری پسند کی، دلچسپی کی حامل نہ ہوتی تو شاید شہباز احمد صاحب دوبارہ میری جھلک بھی نہ دیکھ پاتے، بھلا مجھے کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پھنستا پھروں؟ لیکن میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میری پسند کے تمام انتظامات میرے ملک نے سرکاری طور پر کر دیئے ہیں۔ اور بے چارے تیمور جمال شاہ صاحب اس ناکارہ لڑکے ہی کو روتے ہیں جو ان کے خیال میں ان کے خاندان کی بدنامی کا باعث ہے۔ اب یہ نیک نامی بھی مل رہی ہے اور مستقبل کا کوئی بھی لمحہ جب میں چاہوں تیمور جمال شاہ صاحب کو یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ ان کا بیٹا اس ملک کا ذمہ دار ترین رکن ہے۔ اور اس نے نہ صرف مقامی حکام کے لیے بلکہ فوجی حکام کے لیے بھی بیش بہا کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ شہباز احمد صاحب تو بے چارے تھے ہی لیکن یہ جنرل حسن صاحب بھی اب میرے مداحوں میں شامل ہو گئے تھے چنانچہ

میرے مداحوں! میں تمہارے لیے عمل کرتا رہوں گا اور تم میرے لیے اسی قسم کی تفریحات مہیا کرتے رہو۔ سسلی تو کی گلیوں، سڑکوں اور بازاروں میں درحقیقت موسم کا حسین دن منایا جا رہا تھا۔ بے شمار لوگ مختلف تفریحات میں مصروف تھے اور ساحل — ساحل تو میں بے چاری معصوم سی عورت کے ساتھ دیکھ ہی چکا تھا۔ میری مراد ویلیبا سے ہے لیکن اس کے ساتھ ساحلوں کی سیر کرنا بھی بس یوں ہی لگ رہا تھا۔ جیسے کسی مقبرے کا جائزہ لیا جا رہا ہو۔ حالانکہ ساحل پر نظر آنے والے لوگ کسی مقبرے سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ وہ زندگی کی صحیح نمائندگی کرتے تھے۔ اور اس وقت بھی زندگی کی صحیح نمائندگی ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے یہی تو پرعام جیتی سنائی جا رہی ہو۔ کیونکہ ساحل بھرے ہوئے تھے اور ان بھرے ہوئے ساحلوں میں بھرے بھرے بدن والیاں لباس کے نام پر بہت مختصر سی مجبوری سنبھالے گردش کرتی پھر رہی تھیں اور یقینی طور پر انہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ زندگی کی تمام فضولیات سے بے نیاز ہیں اور زندہ رہنا جانتی ہیں۔ پانی میں بہت سے ہوورکرافٹ، اسٹیمر اور ایسی ہی بادبانی کشتیاں رواں دواں تھیں۔ جن میں لوگ دھوپ کا دن منا رہے تھے۔ اور دھوپ یہاں چونکہ بہت کم نکلتی تھی، اس لیے یہ نعمت وہ زیادہ سے زیادہ حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ اور خصوصاً خواتین کو اپنی جسمانی خوبصورتی کا زیادہ احساس ہوتا ہے اور دھوپ کو اپنے جسم کے ہر حصے میں سمونے کے لیے انہوں نے یہی کوشش کی تھی کہ بس چند ہی حصے دھوپ سے محروم رہ سکیں اور ان کی پردہ پوشی ایک مجبوری ہوتی ہے چنانچہ مجبوریوں کے علاوہ باقی سب کچھ خیریت تھی۔ میں میری گراہم کے ساتھ ساحل کی سیر کرتا رہا اور میری گراہم کی نگاہیں پانی میں بھٹکتی رہیں۔ اور پھر بہت دور اس نے ایک نیلے دھبے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ نیلا دھبہ دیکھ رہے ہو؟" میری نظریں اس کے اشارے کی سمت اٹھ گئیں۔ اور میں نے نیلاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں؟"

"وہی رابی ڈیل کا ہوورکرافٹ ہے۔"

"لیکن نیلے ہوورکرافٹ تو اور بھی یہاں موجود ہیں—

تمہیں یہ کیسے اندازہ ہو گیا مائی ڈیئر میری گراہم کہ وہی رابی ڈیل کا ہوورکرافٹ ہے؟"

"وہ اس کا ذاتی ہوورکرافٹ ہے اور اس کے درمیان وہ سفید نشان ہے بس یہی اس کی پہچان ہے۔"

"اوہ ظاہر ہے تمہیں سب سے زیادہ پہچان ہو گی۔ کیونکہ — کیونکہ تم اس ہوورکرافٹ میں سمندر کی سیر کر چکی ہو گی۔"

"ہاں ایک وقت تھا جب میں اور صرف میں اس کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔"

"صرف اور صرف؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں —"

"بظاہر تو وہ ایسا نہیں لگتا۔"

"نہ ہے۔ اگر کوئی اسے زیادہ ہی پسند آ جائے تو وہ اس کے جذبات کا خصوصی طور پر خیال رکھتا ہے۔"

"اور اگر کم پسند آئے تو —؟"

"تو پھر وہ اس کی زیادہ پروا نہیں کرتا۔ لیکن وہ یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد جس کے لیے اس نے باقی سب کو چھوڑ دیا تھا۔ باقی سب کے لیے اسے چھوڑ دے گا۔"

میں ہنسنے لگا۔ پھر میں نے میری گراہم سے کہا۔

"تو پھر اب کیا خیال ہے؟"

"سمندر کی سیر نہیں کرو گے؟"

"کیوں نہیں؟"

"تو پھر آؤ۔"

"کہاں؟"

"وہ ادھر ہوورکرافٹ حاصل ہو جائے گا یہیں — ہوورکرافٹ کمپنیاں کرائے پر دیا کرتی تھیں اور یہیں بھی اس میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ سرخ رنگ کا وہ شاندار ہوورکرافٹ ہم نے لیا اور اس کے بعد میری گراہم نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"معاف کرنا اس سوال سے میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔"

"کس سوال سے؟"

"تم ہوورکرافٹ ڈرائیو کر سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے۔ ہاں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے — دراصل ایک مرد اگر ساتھ ہو اور وہ بھی ایک ایشیائی مرد لمبا چوڑا دیوہیکل خوبصورت اور جسمانی — اعتبار سے دنیا کا بہترین مرد تو پھر کسی عورت کو ہوورکرافٹ ڈرائیو کرتے ہوئے خود ہی شرمندگی ہوتی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے ہوورکرافٹ سنبھال لیا اور اس کے بعد ہم سمندر میں تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگے۔ میرا رخ سیدھا رابی ڈیل کے ہوورکرافٹ کی جانب تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کی نگاہوں میں آؤں لیکن اس وقت میں نے یہی طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ تھوڑی ہی دور چلا تھا، کہ میری گراہم نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ذرا احتیاط کرو۔"

"کیوں؟"

"اس کے بالکل قریب نہ جاؤ۔ وہ مشکوک ہو جائے گا۔"

"نہیں، میں اس کے قریب نہیں جا رہا۔" میں نے کہا اور ہوورکرافٹ کا رخ تبدیل کر دیا۔ ہوورکرافٹ پانی میں ایک لمبی لکیر بناتا ہوا، پانی کی سطح کو چھیوتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ اس کی رفتار کافی تیز تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میری گراہم نے کہا۔

"تم کافی کمال کے آدمی ہو۔"

"کیوں؟"

"ہوورکرافٹ بھی تم اس طرح ڈرائیو کر رہے ہو جس طرح —" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو وہ مسکرا دی اور اس کی مسکراہٹ میں سارا مفہوم چھپا ہوا تھا۔ وہ غالباً ہر کسی کی ڈرائیونگ کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی۔ اور میں جانتا تھا کہ میری کون کون سی ڈرائیونگ سے اسے واقفیت حاصل ہو چکی ہے۔ ہوورکرافٹ پانی میں بہت دور تک چکر لگانے کے بعد ایک بار پھر رابی ڈیل کی طرف آیا اور اس بار میں اس کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ میری گراہم کا کہنا بالکل درست تھا۔ رابی ڈیل زندگی سے بھرپور دلچسپی لینا جانتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ایک ہاف پینٹ میں ملبوس سر پر چوڑے چھجے کا ہیٹ سجائے ہوورکرافٹ میں موجود تھا۔ اور اس کے قریب جو لڑکی نظر آ رہی تھی، اسے دیکھ کر واقعی دل چاہتا تھا کہ اسے دیکھتے ہی رہا جائے۔ رابی ڈیل خود ہی ہوورکرافٹ ڈرائیو کر رہا تھا اور لڑکی اس کے برابر کھڑی ہوئی تھی۔ ویسے رفتار بہت تیز تھی میری

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گراہم نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"اور اب تھوڑی دیر کے بعد وہ پانی میں اتر جائے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہاں اسے پانی کا کیڑا کہا جا سکتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنی زندگی کا آدھا حصہ پانی میں گزارنے کا خواہشمند ہو اور غالباً اس کام کو وہ بہت عرصے سے سرانجام دے رہا ہے۔"

"مقصد؟"

"ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے جنم میں کوئی آبی جانور رہا ہو اور اب انسانی شکل میں آ گیا ہو۔"

"جنم؟" میں نے تعجب سے اسے دیکھا اور وہ ہنس پڑی۔

"یہ کہانی بھی میں نے ایشیائی کہانیوں ہی میں پڑھی ہے۔ ہندوستان کے رہنے والے غالباً اس عقیدے پر کاربند ہیں کہ انسان کا بار بار جنم ہوتا ہے۔"

"اور تم ۔۔۔؟"

"ہوں ۔۔۔ میں نے کبھی ان احمقانہ باتوں کو تفریح سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ لیکن یقین کرو کہ تم رابی ڈیل کو زیادہ تر پانی ہی میں پاؤ گے۔"

"ہوں ۔۔۔ میرے سامنے تو اس کی موت کا مسئلہ ہے۔" میں نے کہا۔ ہوور کرافٹ کی رفتار ہم نے سست کر دی تھی اور وہ آہستہ آہستہ پانی میں تیر رہا تھا۔ میری گراہم بھی سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"میں اپنے کچھ الفاظ واپس لینا چاہتی ہوں مائی ڈیئر شاہ۔"

"کون سے الفاظ؟"

"میں نے تمہیں اس سلسلے میں چوبیس گھنٹوں کی مہلت دی تھی اور اس میں سے ایک بڑا حصہ گزر چکا ہے۔"

"ہاں ۔۔۔"

"میں یہی الفاظ واپس لینا چاہتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"جذباتی طور پر میں دیوانی ہو گئی تھی اور اسے قتل کر دینے کے لیے بے چین نظر آتی تھی لیکن اب جبکہ تم نے یہ ذمہ داری سنبھال لی ہے اور اس بات کا مجھے پورا پورا یقین ہے کہ تم اسی قسم کے انسانوں میں سے ہو کہ جو کچھ کہتے ہو کر دکھاتے ہو۔ اپنے تمہیں اس کے لیے کتنے ہی خطرات مول لینا پڑیں۔ لیکن میں تمہیں خطرات میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ اسے ہم ضرور قتل کریں گے لیکن ظاہر ہے چوبیس گھنٹے اس کے لیے بہت کم ہیں۔ کیونکہ تم تو ابھی اس کی تمام تر مصروفیات سے واقف بھی نہیں ہو۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"یہ وقفہ کتنا طویل کیا جا سکتا ہے؟"

"بس اتنا جتنا کہ تم اپنے آپ کو اس کے قتل پر آمادہ کر لو۔"

"میں تو ابھی آمادہ ہوں۔ کہو تو ابھی یہ ہوور کرافٹ اس کے ہوور کرافٹ سے ٹکرا کر اسے فنا کر دوں۔"

"ارے نہیں، تم بھی وہی کام کرنے پر آمادہ ہو گئے جو میں کر رہی تھی۔"

"ہاں ظاہر ہے تمہارے بعد زندہ رہنے کا کیا فائدہ؟"

"ایسی باتیں مت کرو ڈیئر۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں؟"

"بس میں ۔۔۔ میں چاہتی ہوں کہ تم زندہ رہو۔ تمہیں زندہ رہنا چاہیے۔ میں تمہارا زیادہ سے زیادہ ساتھ چاہتی ہوں۔ مائی ڈیئر شاہ ۔۔۔ میں ۔۔۔ میں شاید تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔"

میں نے آنکھیں گھما کر آسمان کی جانب دیکھا اور شکوہ کرنے لگا کہ لڑکیوں میں یہ کیا حماقت ہوتی ہے۔ تھوڑا سا ساتھ رہا اور محبت کا آغاز ہو گیا۔ فضول احمقانہ باتیں ہیں۔ ساری دنیا میں لڑکیاں اسی قسم کی حرکتیں کرتی ہیں۔ کوئی خطہ تو ایسا ہو جہاں اس احمقانہ چیز کا وجود نہ ہو۔ لیکن بہرطور جو کچھ بھی ہو رہا تھا۔ وہ میری پسند کے عین مطابق تھا۔ میں نے بھی رومانی لہجے میں کہا۔

"تو تمہارا ساتھ چھوڑنے کو یہاں کس بیوقوف کا جی چاہتا ہے۔"

"دیکھو سنو ۔۔۔ پلیز سنجیدگی سے سنو ۔۔۔ اب غیر سنجیدگی کی کوئی بات نہ ہونے پائے۔"

"جی سنائیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم پورے طور پر اس کی قربت میں رہیں گے۔ ماحول کا اچھی طرح جائزہ لیں گے۔ اور تم کوئی ایسا بہتر مقام اور کوئی ایسا بہتر پوائنٹ تلاش کرو گے جس میں اس کا صفایا کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مگر تم تو اپنی زندگی کھونے پر آمادہ تھیں۔"

"ہاں ۔۔۔ اس وقت تمہارا ساتھ نہیں ملا تھا مجھے۔"

"اور اب ۔۔۔؟"

"اب میں تمہارے ساتھ بہت عرصے تک جینا چاہتی ہوں۔"

"اس کے قتل کے بعد بھی تم میرے ساتھ بہت عرصے تک جی سکو گی۔"

"نہیں دیکھو، منت کرو۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے سنجیدگی سے سنو اور اس پر غور کرو۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور وہ خوش ہو گئی۔ اس کا کہنا بالکل درست تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد رابی ڈیل کے ہوور کرافٹ کی رفتار بھی سست ہو گئی۔ اور پھر وہ پانی میں اتر گیا۔ لڑکی اس کے گرد چکراتی رہی تھی اور رابی ڈیل پانی میں لطف لیتا رہا تھا۔ کبھی اس کے پاؤں سمندر میں نظر آتے اور پھر وہ گہرائیوں میں گم ہو جاتا۔ بہت دیر کے بعد ابھرتا اور اس طرح وہ دیر تک پانی میں کھیلتا رہا۔ وقت گزرتا رہا۔

دوپہر کو تقریباً ایک بجے ہم پانی سے باہر نکل آئے اور ساحل سمندر میں پھیلے ہوئے لاتعداد اوپن ایئر ہوٹلوں میں سے ایک میں جا بیٹھے۔ جہاں ہمیں دوپہر کا کھانا کھانا تھا۔ بہت عمدہ قسم کا کھانا وہاں کھایا گیا۔ جو خشک چیزوں پر مشتمل تھا۔ اور اس کے بعد ایک بار پھر ہم نے رابی ڈیل کے ہوور کرافٹ کو دیکھا، وہ ساحل سے لگا ہوا تھا۔ میری گراہم نے کہا۔

"اب وہ واپس چلا گیا ہے۔"

"کہاں؟"

"اس وقت نہیں معلوم کہاں ہو گا لیکن شام کو چار بجے وہ ڈونیزل کلب پہنچ جائے گا۔"

"تو پھر؟"

"شام کو چار بجے ہم ڈونیزل میں ہوں گے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اور اس کے بعد ہم دونوں نے بھی واپس اپنے ہوٹل ہی کا رخ کیا کیونکہ شام کو چار بجے ہمیں نئے سرے سے تیار ہو کر ڈونیزل جانا تھا اور پھر یہ وقت ہم نے اپنے ہوٹل ہی میں گزارا۔ اور شام کو ٹھیک چار بجے ہم ڈونیزل کلب کی عمارت میں داخل ہو رہے تھے۔ میں نے میری گراہم سے پوچھا۔

"میری گراہم ۔۔۔ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر کچھ لوگوں کو کوئی شبہ تو نہیں ہو گا؟"

"نہیں شبہ کرنے والا کون ہے؟ تم نے محسوس نہیں کیا کہ وہ مجھے بھول ہی چکا ہے۔"

"ہوں ۔۔۔ ٹھیک ہے آؤ۔" میں نے کہا اور ہم ڈونیزل کلب کی عمارت کے چکر لگانے لگے۔ یہاں بہت آزادی تھی اور میں یہ غور کر رہا تھا کہ رابی ڈیل اگر ایسا آدمی ہے جس نے اپنے دوستوں سے زیادہ دشمن پالے ہوئے ہیں تو کیا اسے اس بات کا خطرہ نہیں ہو گا کہ کہیں کسی جگہ اسے ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوال میں نے اپنے ذہن ہی میں رکھا۔ کچھ دیر کے بعد ہم نے رابی ڈیل کو دیکھ لیا۔ وہ خوبصورت لباس میں ملبوس لڑکیوں کے جھرمٹ میں ڈونیزل کے ایک گوشے میں موجود تھا۔ اور یوں لگتا تھا جیسے اسے اس دنیا کی کسی اور چیز کی کوئی فکر ہی نہ ہو۔ میں نے میری گراہم سے کہا۔

"اس شخص نے اتنے لمبے ہاتھ پھیلا رکھے ہیں لیکن یوں لگتا ہے جیسے اپنے طور پر وہ بالکل آزاد رہتا ہو۔"

"اس کم بخت نے اتنے ملازم رکھ چھوڑے ہیں کہ اسے کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی اور بدقسمتی یہ ہے کہ سب کے سب اس کے وفادار ہیں۔ درحقیقت یہ دور دولت کا دور ہے اور دولت وفاداریاں بآسانی خرید سکتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" میں نے اس سے اتفاق کیا پھر بولا۔ "لیکن وہ جس آزادی سے گھومتا پھرتا ہے اس کے دشمنوں کو آج تک اس کا موقع نہیں مل سکا کہ وہ اس پر وار کر دیں۔"

"اس خیال میں بھی نہ رہنا۔ اگر تم ساحل سمندر کی بات کرتے ہو تو یقین کرو وہاں بے شمار ہوور کرافٹ ایسے ہوں گے جن پر مسلح افراد موجود ہوں گے اور اس کے آس پاس سے گزرنے والے ہر شخص پر نگاہ رکھتے ہوں گے۔ اگر کہیں سے بھی کوئی کوشش ہو تو وہ سارے کے سارے اس سمت دوڑ پڑیں اور رابی ڈیل کے دشمن کا خاتمہ کر دیں۔ یہ بات خصوصی طور پر مجھے تمہیں پہلے بتانا چاہیے تھی۔ ذرا سی غلطی ہو گئی مجھ سے۔"

"اور اس وقت ڈونیزل کی عمارت میں؟"

"اس وقت کی تو بات ہی مت کرو۔ وہ اگر اپنے باتھ روم میں بھی جاتا ہے تو اس کے اطراف اس کی نگرانی کرنے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

والے موجود ہوتے ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ — یہ تو واقعی اہم ترین بات تھی جو تم نے مجھے پہلے نہیں بتائی۔"

"اس میں ایسی کوئی مشکل بات بھی نہیں تھی۔ میرا جب سے تم سے رابطہ ہوا ہے اس کے بعد سے لے کر اب تک — کوئی ایسا موقع نہیں آیا جب تم اس کے خلاف کسی عمل کا آغاز کرو۔ میں خود تمہیں ہوشیار کر دیتی۔"

اس نے کہا اور میں نے کچھ عجیب سا محسوس کیا۔ یہ الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ تاہم ایسے بھی نہیں تھے کہ ان کے بارے میں کوئی کرید کی جاتی یا ذہنی طور پر کسی انتشار کا شکار ہوا جاتا۔ پھر ہم نے رابی ڈیل کو اپنے مخصوص سوئمنگ پول کے پاس دیکھا۔ غالباً اب وہ غسل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ میری گراہم نے ہنس کر کہا۔

"اتنی دیر وہ پانی سے باہر رہا ہے، یقیناً اسے بے چینی رہی ہوگی۔"

"اس آبی کیڑے کے قتل کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے؟" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور میری گراہم نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر اس بات کا وہ کوئی جواب مجھے دے سکتی تو اس پر خود ہی عمل کر لیتی۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے پر آمادہ نہ ہو جاتی۔ بہر طور یہ بات بھی باعث دلچسپی تھی کہ رابی ڈیل کی ہر جگہ نگرانی ہوتی ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ واقعی مجھے بڑے محتاط انداز میں کام کرنا ہوگا اور یقینی طور پر یہ بات بھی لازمی ہے کہ شہباز احمد صاحب نے بلاوجہ ہی اتنی دور سے مجھے اس کے قتل کے لیے نہ بھیجا ہوگا۔ اگر اس کا قتل اتنا ہی آسان ہوتا تو بقول ان کے جو ایجنٹ مجھے یہاں ملنے والے تھے وہی بآسانی یہ کام سرانجام دے سکتے تھے لیکن کسی معمولی آدمی سے وہ یہ کام کرانا نہیں چاہتے تھے۔ اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی تھی کہ مجھے خاصی محنت کرنا ہوگی اور درحقیقت میں نے ذہنی طور پر اس کام کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا شروع کر دیا۔ تفریحات بہت ہو چکی تھیں اور مس میری گراہم نے میرا بڑا ساتھ دیا تھا۔ کم از کم سیلی ٹو آنے کے بعد مجھے کسی محرومی کا احساس نہ رہا تھا جبکہ مس ڈولیسا تو اپنے آپ کو بہت دور کھڑا کر کے — بری الذمہ ہو گئی تھیں۔ بہرحال میں رابی ڈیل کے معمولات کا جائزہ لیتا رہا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے یہ بھی غور کیا کہ اس کے نگراں کہاں کہاں ہو سکتے ہیں اور اس بات کی مکمل طور پر تصدیق ہو گئی۔ بہت سے افراد کو میں نے مشتبہ انداز میں دیکھا تھا اور یقینی طور پر وہ رابی ڈیل کے مسلح محافظ تھے۔ ان مسلح محافظوں کی موجودگی میں واقعی کسی ایک شخص کا کامیاب ہونا بڑا مشکل کام تھا۔ رابی ڈیل اپنی ساتھی لڑکیوں کے جھرمٹ میں پانی میں اتر گیا تھا اور اس وقت وہ پانی ہی میں نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس سوئمنگ پول کا جائزہ لیا اور میرے ذہن میں ایک نیا احساس پیدا ہوا۔ پانی کے کیڑے کو اگر پانی ہی میں ہلاک کر دیا جائے تو اس سے زیادہ عمدہ طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ بقول میری گراہم کے دن میں وہ سمندر میں پایا جاتا ہے اور شام کو ڈونیزل کے سوئمنگ پول میں رات کے نجانے کون سے حصے تک۔ آج بھرپور طور پر اس کا بھرپور جائزہ لینا تھا۔ ویسے پچھلے دن میں نے اسے بلیئرڈ روم میں دیکھا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ ایک مخصوص وقت تک وہ پانی میں رہتا ہے اور پھر باہر نکل آتا ہے لیکن اس کے قتل کے لیے پانی سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔ بشرطیکہ بہتر منصوبہ بنا لیا جائے۔ میں اگر چاہتا تو اسے سمندر میں بھی قتل کر سکتا تھا۔ اس وقت جب وہ پانی میں نہا رہا ہوتا ہے لیکن اس میں ایک خطرہ یہ تھا کہ ہو سکتا ہے۔ اس کی لاش پانی میں کسی کو دستیاب نہ ہو۔ کھلے سمندر میں اسے تلاش کرنا مشکل ہو جائے۔ اس طرح یہ بات منظر عام پر نہیں آ سکے گی کہ رابی ڈیل مر چکا ہے۔ جبکہ اس کی موت کے بعد ہی میرے اصل کام کا آغاز ہونا تھا۔ اس کے لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ سوئمنگ پول ہی میں اس کا حساب کتاب کیا جائے لیکن کس طرح اور کب۔ اس کا بھرپور جائزہ لینا نہایت ضروری ہے۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر سوئمنگ پول کے اطراف میں لگے ہوئے ان درختوں کو دیکھنے لگا جو سوئمنگ پول کے کنارے کنارے پھیلے ہوئے تھے۔ کافی گھنے اور شاندار درخت تھے اور ان کی جڑیں بہت وسیع تھیں۔ اگر یہاں اپنی کارروائی کر لی جائے اور اس کے بعد موقع کا انتظار کیا جائے تو کیا یہ کام آسان نہیں ہو جائے گا۔ اور اس منصوبے پر میرا ذہن دیر تک کام کرتا رہا۔ درحقیقت ایک خیال دل میں پیدا ہو جائے تو اس کے بعد اس پر عمل کرنے کے لیے مختلف راہیں تلاش کر لینا بہت زیادہ مشکل کام نہیں

ہوتا اور میں نے اپنے طور پر ایک منصوبہ ترتیب دے ہی لیا۔ حالانکہ اس میں بہت سی مشکلات تھیں لیکن بہرطور اس کام کو سرانجام دیا جا سکتا تھا اور اس منصوبے کو اپنے ذہن میں ہی رکھ کر بہت دیر تک وقت گزارتا رہا۔ میری گراہم بھی خاموشی سے میرے ساتھ ساتھ چلتی رہی تھی۔ پھر ہم نے کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد وہاں سے باہر نکل آئے۔ ڈونیزل میں رہ کر اب رابی ڈیل کے بارے میں بہت زیادہ معلومات حاصل کرنا ضروری نہیں تھا۔ دفعتاً ہی میری گراہم نے چونک کر مجھ سے پوچھا۔

"آج کیا تاریخ ہے؟"

میں نے اسے تاریخ بتائی اور بری طرح چونک پڑی پھر اس نے کہا۔

"پرسوں — یہاں ڈونیزل کلب میں ایک پروگرام ہوتا ہے اور — اور میرے خیال میں وہ پروگرام اس بار ہمارے لیے نہایت کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔"

"کیا پروگرام ہوتا ہے؟"

"یوں سمجھ لو پرسوں کی مخصوص تاریخ میں یہاں ایک فینسی شو ہوتا ہے۔ اس فینسی شو میں زیادہ تر لوگ ماسک لگا کر شریک ہوا کرتے ہیں۔ اس فینسی شو کی روایات بہت مختلف ہیں اور ان کی تفصیل میں جانا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے لیکن اس دن یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص ماسک لگا کر یہاں مصروف عمل رہتا ہے۔ رابی ڈیل کے چہرے پر بھی ماسک ہوتا ہے۔ لیکن ہم اسے نگاہوں میں رکھ سکتے ہیں۔ اگر تم یہاں اس دن سے کوئی فائدہ اٹھا سکو تو میرے خیال میں نہایت موزوں ہوگا۔" میں حیران نگاہوں سے میری گراہم کو دیکھنے لگا۔ درحقیقت میں نے جو منصوبہ ترتیب دیا تھا۔ اس کے لیے یہ تو شاید نہایت شاندار موقع فراہم ہو سکتا تھا۔ میں نے پُرمسرت انداز سے کہا۔

"تو بس یوں سمجھ لو پرسوں کا دن اس کی زندگی کا آخری دن ہے۔"

"دیکھا میں نے کہا تھا ناں کہ جلد بازی مناسب نہیں ہے۔ ہم کوئی مناسب موقع دیکھ کر اپنے عمل کا آغاز کریں گے۔"

"یعنی جلد بازی تمہاری طرف سے تھی میری گراہم، میرا تو اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ میں تو جو کچھ کر رہا ہوں تمہارے لیے کر رہا ہوں۔"

"تو پھر تم میرے لیے پرسوں یہ کام کر ڈالنا لیکن کوئی منصوبہ؟"

"اس کے ... ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم بعد میں اس کا فیصلہ کر لیں گے" اور درحقیقت یہ وقت پریشانی کا نہیں تھا کیونکہ رات کی گہرائیوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور رات کی گہرائیوں میں کوئی ایسا احمقانہ خیال دل میں نہیں لانا چاہیے جو آنے والے لمحات کو کسی قسم کے تکدر کا شکار کر دے۔ اور شاید میری گراہم بھی یہی چاہتی تھی۔ چنانچہ ہر تکدر ذہن سے نکال کر ہم ایک دوسرے کے مزاج شناس بنے گئے۔ اور یہ مزاج شناسی ہم دونوں کے لیے بہت ہی زیادہ فائدہ مند رہی کیونکہ ہم دونوں نے اچھی طرح ایک دوسرے کو سمجھ لیا تھا۔ دوسرا دن بالکل آرام کرنے کا دن تھا۔ اس دن نہ سمندر پہ جانے کی ضرورت تھی اور نہ ہی ڈونیزل کے چکر لگانے کی لیکن ڈونیزل جانے کا فیصلہ تو میں نے کر ہی لیا تھا۔ کم از کم سارے حالات کا جائزہ لیتے رہنا آسانیاں فراہم کر سکتا تھا۔ چنانچہ ہم شام کو ڈونیزل کلب پہنچ گئے۔ دن بھی آج کل کے دن کی نسبت کچھ مدھم تھا اور ڈونیزل کلب میں ابھی شبانے کیوں خاص رونق نہیں تھی۔ عام دنوں کی نسبت اس دن یہاں کم لوگ آئے تھے۔ البتہ رابی ڈیل کو پانی میں بآسانی دیکھا جا سکتا تھا۔ اور پھر تیسرا دن بھی شروع ہو گیا۔

اس دن سے پہلے والی رات کی کہانیاں بے کار ہیں۔ میری گراہم کی تو اب یہ خواہش معلوم ہوتی تھی کہ میں رابی ڈیل کو قتل کرنے کے سلسلے میں منصوبہ بندیاں کرتا رہوں۔ اس سلسلے میں عمل نہ کروں لیکن میرا اپنا مقصد یہ نہیں تھا۔ مجھے ظاہر ہے یہاں سے واپس بھی جانا تھا اور ابھی تو یہاں آ کر کام کا آغاز کیا ہی تھا۔ بلکہ آغاز بھی نہیں ہوا تھا اور میں ابھی تک اندھیرے ہی میں تیر چلا رہا تھا لیکن دوسرے دن ڈونیزل کی جو کارروائیاں میں نے دیکھی تھیں وہ میرے لیے بہت کارآمد ثابت ہو سکتی تھیں۔ البتہ دن کی روشنی میں میں نے میری گراہم سے تھوڑی دیر کی اجازت لے کر کچھ اور تیاریاں بھی کی تھیں اور یہ تیاریاں کرنے کے بعد میں بڑے اہتمام کے ساتھ ڈونیزل کلب پہنچا تھا۔ اس وقت میری گراہم میرے ساتھ نہیں تھی۔ ڈونیزل میں مجھے جو کچھ کرنا تھا، وہ میری گراہم کے بغیر کرنا تھا۔ اور میں نے

Uploaded By Nadeem

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس سلسلے میں جو کچھ کیا تھا وہ واقعی ایک مشکل کام تھا۔ کیونکہ سیلی ٹو کی گلیوں اور بازاروں سے مجھے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ اپنی مطلوبہ اشیاء تلاش کرنے میں مجھے خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن بہرطور ہر مشکل کسی نہ کسی طرح حل ہو ہی جاتی ہے، چنانچہ میری یہ مشکل بھی حل ہو گئی تھی۔

ڈونیزل پہنچ کر جب میں نے وہاں کے معمولات دیکھے تو مجھے ایک خوشی کا احساس ہوا تھا۔ کیونکہ اس دن یہاں خاص اہتمام کیا جا رہا تھا۔ بے شمار ملازمین ڈونیزل کے مختلف حصوں کو سجانے میں مصروف تھے اور ان میں پارک وغیرہ بھی سجایا جا رہا تھا اور سوئمنگ پول کے تمام اطراف بھی۔ چنانچہ ان لوگوں میں گھلتے ملتے ہی مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی اور میں نے اپنے ساتھ لائی ہوئی اشیاء وہاں ایک ایسی جگہ محفوظ کر دیں جہاں سے میں انہیں باسانی حاصل کر سکتا تھا۔ یہ میرا منصوبہ تھا اور اس منصوبے میں میری گراہم سے دوری ہی اختیار کی جاتی تو زیادہ بہتر تھا لیکن ڈونیزل کلب تک تو اس کے ساتھ ہی آنا تھا۔ چنانچہ ہم جب پروگرام شام کو چار بجے ڈونیزل کلب پہنچ گئے۔ یہاں اب بے پناہ رونق نظر آ رہی تھی۔ آج شاید بہت سے مہمانوں کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ بے شمار کاریں پارکنگ لاٹ پر کھڑی ہوئی تھیں۔ اور پارکنگ لاٹ تقریباً بھر ہی چکا تھا۔ چنانچہ اس کے لیے مزید بندوبست کیے جا رہے تھے۔ افراد بھی بہت زیادہ تھے۔ حسین ترین لباس میں ملبوس خواتین و حضرات جنہوں نے اپنے چہروں پر طرح طرح کے ماسک لگائے ہوئے تھے۔ اس طرح ان کے چہرے چھپ گئے تھے لیکن باقی انہیں باسانی پہچانا جا سکتا تھا۔ میری گراہم نے بھی ایک ماسک اپنے چہرے پر لگا لیا چونکہ آج ڈونیزل میں ماسک لگائے بغیر داخل ہونا ممنوع تھا۔ ہم ڈونیزل کے مختلف حصوں میں گھومتے رہے۔ اس کے بعد میں نے میری گراہم سے کہا۔

"اب تم مجھے اجازت دو میری گراہم۔"

"کیا مطلب۔" وہ کسی قدر کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"بھئی مجھے کچھ تو کچھ کرنا ہے۔"

"اس سے پہلے اگر کوئی بہتر منصوبہ بندی کر لیتے تو زیادہ موزوں نہیں تھا۔"

"پلیز میری گراہم۔ تم مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دو۔ میرا لباس تو تم پہچانتی ہو ناں۔ بعد میں جب میں تمہارے سامنے آؤں تو تم مجھے خود ہی تلاش کر لینا یا میں بھی تمہیں تلاش کر لوں گا اور یہ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔"

اس کے بعد میں وہاں سے ہٹ گیا۔ میری گراہم بھی ہنگاموں میں گم ہو گئی تھی۔ اور ان ہنگاموں نے واقعی میری آج کے دن بے حد مدد کی تھی۔ کیونکہ زیادہ تر لوگ کسی قسم کی الجھن میں پڑے بغیر ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے اور ڈونیزل میں ممنوع علاقوں پر بھی پابندی ختم کر دی گئی تھی۔ چنانچہ یہاں کے ماحول کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد مجھے کافی سکون محسوس ہوا۔ لوہے کے ایسے وزنی ٹکڑے جو میں نے بازار سے خریدے تھے اور جن میں اس بات کی گنجائش موجود تھی کہ ان میں کسی چیز کو باندھا جا سکے تیار تھے۔ ایسے چار ٹکڑے میں نے مہیا کیے تھے اور ان کا وزن بہت کافی تھا۔ چنانچہ میں اس سوئمنگ پول میں آ گیا۔ جس میں خصوصی طور پر رابی ڈیلی نہایا کرتا تھا اور لوہے کے ان چاروں ٹکڑوں کو پانی کی تہہ تک پہنچانے میں مجھے بہت زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اور بھی کچھ لوگوں سے واسطہ پڑا تھا لیکن سب اپنے آپ میں اس طرح مگن تھے کہ کسی کو کسی کی فکر ہی نہیں تھی۔ اس لیے کوئی خصوصی طور پر میری جانب متوجہ نہیں ہوا تھا۔ میں اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد باسانی باہر نکل آیا اور اس کے بعد سوئمنگ کے ڈریس میں ہی ادھر سے ادھر گھومتا رہا۔ ایک بار مجھے میری گراہم نظر نہیں آئی تھی۔ غالباً اس نے مجھے پورے طور پر اپنا کام کرنے کا موقع دیا تھا۔ اب پتا نہیں اس کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں یا نہیں۔ بہرحال یہاں سے میں نے رابی ڈیلی کو نگاہوں میں رکھ لیا تھا۔ رابی ڈیلی کو میں نے خصوصی لباس میں باسانی پہچان لیا تھا اور اس وقت چونکہ وہ میری اہم ضرورت تھا، اس لیے میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے ساتھ آج بھی بے شمار حسیناؤں کے جھرمٹ تھے اور وہ ان کے درمیان راجہ اندر بنا پھر رہا تھا۔ کبھی کبھی کسی کام سے ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ بھی جاتا تھا۔ میں زیادہ تر وقت اس کے قریب ہی رہا اور پھر وہ وقت آ گیا۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات

تیسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں

Uploaded By Nadeem